UNIVERSAL
LIBRARY

OU_188078

UNIVERSAL
LIBRARY

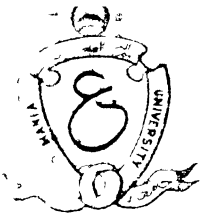

سلسلۂ نصابات علیم جامعۂ عثمانیہ

تاریخ انگلستان

حصۂ اول

تالیف

کیرل رینسم۔ ام۔ اے۔

ترجمہ

مولوی سید ہاشمی صاحب فرید آبادی

سابق رکن شعبۂ تالیف و ترجمہ جامعۂ عثمانیہ

و

حال مددگار معتمد عدالت و کوتوالی و تعلیمات و امور عامہ سرکار عالی

۱۳۵۶ھ م ۱۳۴۶ف م ۱۹۳۷ء

دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

یہ کتاب مسرر ریویگٹس ویلشرز (لندن)
کی اجازت سے جس کو حق اشاعت حاصل ہے
اُردو میں ترجمہ کرکے طبع وشایع کی گئی ہے۔

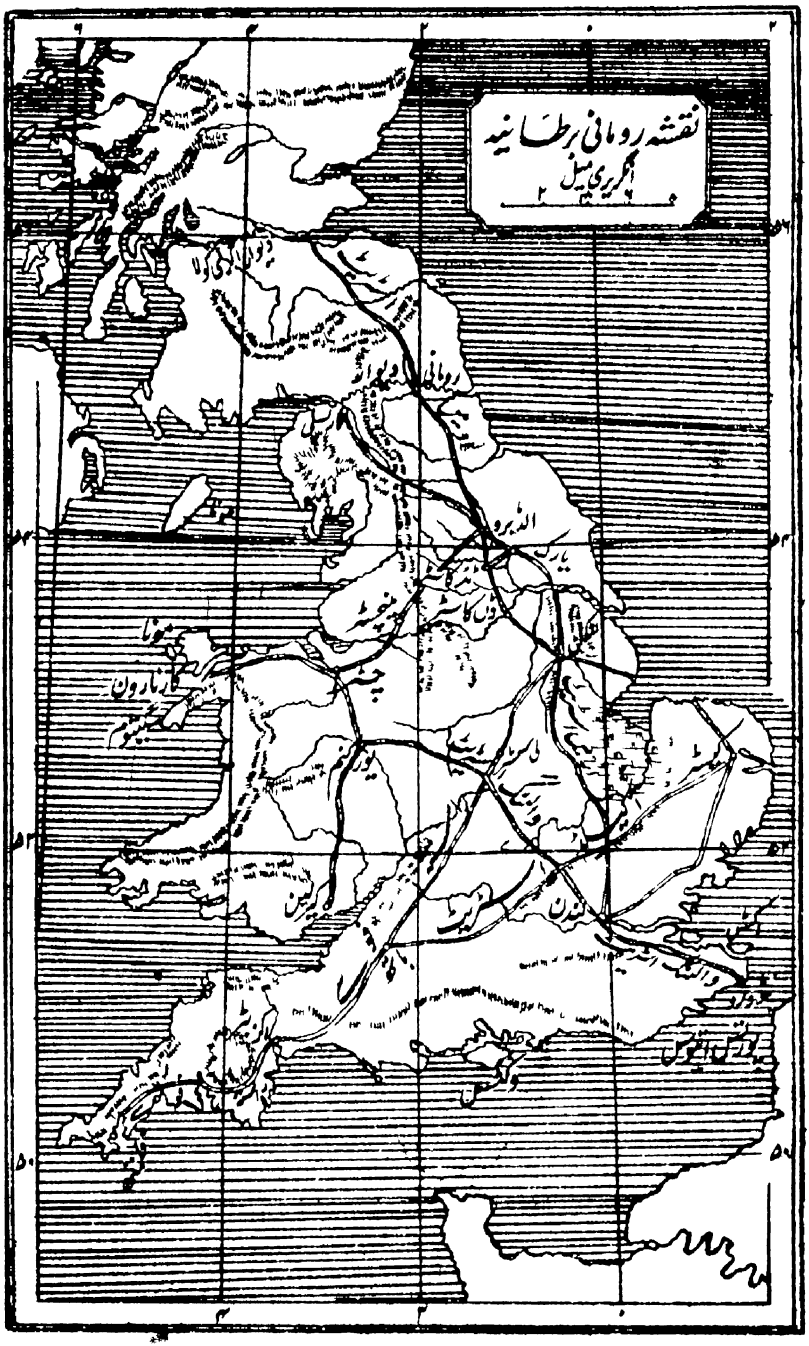

ٹائیٹل کے بعد

فہرست مضامین

تاریخ انگلستان حصۂ اوّل

(رینسم)

باب	مضمون	صفحات
	جزو اوّل	
	انگلستان نارمن فتوحات سے پہلے	
اول	**ماقبل تاریخ اور قلطی برطانیہ**	
	قدیم باشندے۔ ایورنی قوم۔ قلطی قوم۔ متمدن قوم کا پہلا ورود۔ سیزر کی فوجکشی۔	۴ تا ۱۶
دوم	**رومیوں کا تسلط برطانیہ پر۔**	
	رومیوں کی فتح برطانیہ۔ رومی تمدن کا آغاز۔ رومیوں کی واپسی کے اسباب۔	۱۷ تا ۲۴
سوم	**قوم انگریز کا توطن برطانیہ میں**	
	ابتدائی انگریزی حملوں کا احوال بہت کم معلوم ہے۔ گلیڈاس سب سے معتبر تحریر۔ کیولین اور اتھل فرتھ کی متاخر فتوحات۔ فتح کا اثر برطانیوں پر۔	۲۵ تا ۳۳
چہارم	**انگریزوں کا قبول مسیحیت**	
	آوگس ٹائن اور قلطی داعیوں کی تبلیغ۔ وھٹ بی کی	۳۴ تا ۵۲

باب	مضمون	صفحات
	دینی مجلس۔ کلیسائے تھیوڈورک کی تنظیم۔ کلیسا کے اثرات اگبرٹ کا زمانہ۔	
پنجم	انگریزی قوم کے آئین۔ ملک کے طبیعی حالات، قصبات، دیہات اور ریگنوں کا مقامی نظم ونسق۔ مرکزی حکومت کا بادشاہ اور مجلس عمائد کے ہاتھ میں ہونا۔ نویں صدی میں انگریزوں کے تمدن کی کیفیت۔	۵۳ تا ۶۶
ششم	ڈین قوم کا حملہ ملوک انگریز۔ اہل شمال کون تھے۔ پہلا حملہ۔ اھل ولف الفریڈ کا ابتدائی زمانہ۔ الفریڈ کی تخت نشینی ۸۷۱ء صلح ویڈمور ڈین آبادکاری کی نوعیت۔ الفریڈ کی تجدید تمدن۔ اس کا بیڑا۔ وقائع۔ اصلاح کلیسا۔ بعد کی لڑائیاں۔	۶۷ تا ۷۹
ہفتم	اضلاع ڈین کی دوبارہ فتح۔ شاہان انگریز۔ ایڈورڈ کبیر۔ ایڈورڈ کی سیادت سارے جزیرے پر۔ اتھلس ٹن۔ جنگ برونن برو۔ ایڈمنڈ ایڈرڈ۔ ڈس ٹن۔ ایڈگر۔ رہبانیت کا احیا۔	۸۰ تا ۸۹
ہشتم	ڈینیوں کی فتوحات اتھل ریڈ (ثانی) ایڈرک۔ سوین کی بادشاہی کا تسلیم کیا جانا۔ شائر اسٹون۔ ایسن ڈن۔ کینیوسٹ۔ گوڈون انگریزی شہر۔ ہارڈی کینیوٹ کا عہد حکومت۔	۹۰ تا ۹۹
نہم	نارمنوں کی فتح ملوک انگریز۔ ایڈورڈ (ثانی) کا عہد بادشاہی۔ انگریزوں میں بددلی۔ ولیم والئی نارمنڈی۔ خاندان گاڈون کا عروج ویلو۔ ٹوس ٹگ کا اخراج۔ ہیرلڈ کی تخت نشینی۔ ولیم کا دعویٰ	۱۰۰ تا ۱۱۶

باب	مضمون	صفحات
	ہیرلڈ کے مقابلے میں۔ جنگ کی تیاریاں۔ ٹوسٹگ اور ہارڈراڈا۔ فلفرڈ اور اسٹیم برج کی لڑائیاں۔ ولیم کا ورود۔ جنگ ہیسٹنگز۔ ولیم کی پیشقدمی لندن پر۔ ولیم بادشاہ منتخب ہوتا ہے۔	
	جزو دوم	
	انگلستان کے نارمن بادشاہ ۱۰۶۶ء تا ۱۱۵۴ء	۱۱۷
اول	ولیم اول (۱۰۶۶ء تا ۱۰۸۷ء)	۱۱۹ تا ۱۳۵
	ولیم فاتح۔ بغاوتیں۔ ولیم کی حکمت عملی۔ خارجی حکمت عملی۔ ولیم کے تعلقات پاپا سے۔ جاگیرداروں کی بددلی اور پہلی بغاوت۔ خانگی قضیے۔ کتاب بندوبست (ڈومزے ڈے بک) نظام جاگیرداری۔ ولیم کے خصائل۔	
دوم	ولیم ثانی: (۱۰۸۷ء تا ۱۱۰۰ء)	۱۳۶ تا ۱۴۷
	ولیم کی تخت نشینی۔ روبرٹ کا فساد۔ محاربات ویلز اسکاٹ لینڈ پر حملہ۔ محاصل شاہی۔ این سلم۔ محاربات صلیبیہ۔	
سوم	ہینری اول (۱۱۰۰ء تا ۱۱۳۵ء)	۱۴۸ تا ۱۶۳
	ہینری کا انتخاب بادشاہی پر۔ منشور آزادی۔ روبرٹ کا دعوی بادشاہی۔ روبرٹ بلیمی نارمنڈی پر حملہ۔ مناقشۂ خرقہ پوشی۔ مجلس شاہی۔ آئندہ وراثت کا مسئلہ۔ ماٹلڈا کی شادی جیفری سے۔ ہینری کے اوصاف و خصائل۔ شہروں کا فروغ۔ خانقاہیں وغیرہ۔	
چہارم	اسٹیفن (۱۱۳۵ء تا ۱۱۵۴ء)۔	۱۶۵ تا ۱۷۴
	اسٹیفن کا انتخاب۔ معرکۂ تارتھ امرٹن۔ ماٹلڈا کا ورود۔	

باب	مضمون	صفحات
	اسٹیفن کی اسیری۔ ماٹلڈا کی تحت نشینی۔ تہرلنڈن اسٹیفن کا ساتھ دیتا ہے۔ جیفری کی کامیابی نارمنڈی میں۔ ہینری کی ابتدائی زندگی عامہ جنگی کے مصائب۔ ہینری کا ورود۔ اسٹیفن کی وفات۔	
	جزو سوم	
	خاندان آنژوی	
اول	**ہینری ثانی (سنہ ۱۱۵۴ تا سنہ ۱۱۸۹ء)**	
	ہینری کے اوصاف و خصائل۔ ٹامس لنڈن اصلاحات۔ اسکاٹ لینڈ اور ویلز "رسپرڈل" ٹامس کا انتخاب صدر اسقفی پر۔ ٹامس بیکٹ اور بادشاہ کی نزاع۔ آئین کلیرنڈن بکٹ کی مخالفت اور فراری دوبارہ نزاع اور بکٹ کا قتل۔ عدالتی اصلاحات۔ جھوٹی چوری۔ فتح آئرستان۔ آئرستان کے رئیسوں کے جھگڑے۔ جاگیرداروں کی سازش۔ خانگی نزاعات۔ ہنری کی کامیابیاں۔ آئین نارتھمپٹن شاہی عدالتیں۔ آئین فوج۔ ہینری کے بیٹے۔ ہینری کی وفات۔	۱۶۷۸ تا ۲۰۷
دوم	**رچرڈ اول سنہ ۱۱۸۹ تا سنہ ۱۱۹۹ء**	
	اوصاف و خصائل۔ یہودیوں پر جور و تعدی۔ یوم لاتاں۔ رچرڈ کا سفر اور معرکہ آرائیاں۔ بیت المقدس پر فوجکشی اور رچرڈ کی واپسی۔ گرفتاری، رہائی اور انگلستان پہنچنا۔ ہیوبرٹ والٹر۔ رئیس اور مراعات شاہی۔ ہیوبرٹ (اسقف وئے لون) رچرڈ کے عہد کی اہمیت۔	۲۰۸ تا ۲۲۰
سوم	**جان سنہ ۱۱۹۹ تا سنہ ۱۲۱۶ء**	۲۲۱ تا ۲۳۸
	مسئلۂ جانشینی۔ جان کا انتخاب۔ جان کے خصائل۔	

باب	مضمون	صفحات
	پہلی بیوی کو طلاق اور ازابلا سے شادی۔ پواتو کے جاگیرداروں سے نزاع۔ مارمڈی کا ہاتھ سے نکل جانا۔ تاریخی تصانیف۔ کلیسائی انتخابات کے قضیے۔ پاپا کی دھمکی اور جان کی مصالحت۔ جاگیرداروں کا فرانس پر حملہ کرنے سے انکار کیا۔ جنگ بوون۔ لڑائی کی تیاری۔ مشورۂ اعظم کا اجرا۔ کلیسا۔ رسوم و محاصل۔ عدالت۔ سربراہی۔ جان کی عہد شکنی۔ لوئی کی بادشاہی کی تجویز۔	
چہارم	**ہینری ثالث؛ ۱۲۱۶ء تا ۱۲۷۲ء۔** ہینری کی تخت نشینی۔ لوئی سے جنگ صلحنامہ لیم تھم۔ ہیوبرٹ دی برگ۔ بیڈفرڈ کا محاصرہ۔ ہینری کا سن بلوغ کو پہنچنا۔ پاپائی محاصل۔ فقرا کے نئے فرقے۔ ہیوبرٹ کی معزولی۔ ہینری کی مشکلات۔ سینری کی سادی۔ پارلیمنٹ۔ سائمن دی مونٹ فرٹ فریق اختلاف کی سرگردہی۔ پردیسیوں کا اخراج۔ نظیمات آکسفرڈ۔ بادشاہ اور برم شوریٰ کی نزاع۔ لارڈ ایڈورڈ معرکہ و محاکمۂ لیوز۔ پارلیمنٹ کا ارتقا۔ سائمن کی پارلیمنٹ۔ ایڈورڈ کی فراری اور فتح۔	۲۳۹ تا ۲۶۲
	جزو چہارم	۲۶۳
	متاخرین شاہان آنژوی	۲۶۵ تا ۲۹۵
اول	**ایڈورڈ اول؛ ۱۲۷۲ء تا ۱۳۰۷ء** اعلان بادشاہی۔ ایڈورڈ اول کے خصائل۔ ایڈورڈ کی مزاحمت۔ گیسین کا معاملہ۔ ایڈورڈ کا سوارنہ ہینری ثانی سے۔ قانون اوقاف۔ آئین نو۔ قانون عملیات عام قوانین عدالتوں کی تسلیم۔ ہیودیوں کا اخراج۔ ویلز۔ ڈیوڈ کی بغاوت۔ اسکاٹ لینڈ کے معاملات۔ ایڈورڈ کی ثالثی۔ ۱۲۹۵ء کی معیاری پارلیمنٹ۔	

باب	مضمون	صفحات
	اسکاٹ لینڈ کی فتوحات۔ جاگیرداروں کا حملہ۔ فرانس میں شرکت سے انکار۔ اہل کلیسا کی اطاعت۔ مستوریں کی تصدیق۔ کلاں رسوم فرانسیسی نزاع کا تصفیہ۔ اسکاٹ لینڈ کی بغاوت۔ نئے انتظامات اور بروس کی بغاوت۔ ایڈورڈ کی وفات۔	
دوم	ایڈورڈ ثانی ۱۳۰۷ء تا ۱۳۲۷ء ایڈورڈ ثانی کے حصائل۔ پیرز گے وسٹن۔ گیوسٹ کا قتل۔ اصلاحی پستی۔ فرانسیسی زمان۔ بروس کی کامیابیاں۔ جنگ بینک برن۔ اسکوٹون کے حملے آئرستان و انگلستان پر۔ ہیوڈس پنسیر۔ ایڈورڈ کا علمہ سرکش امیروں پر۔ ملکہ اور مورٹمر کی سازش۔ ایڈورڈ کی مالی معزولی اور قتل۔	۲۹۶ تا ۳۱۳
سوم	ایڈورڈ ثالث ۱۳۲۷ء تا ۱۳۷۷ء ملکی فرقے۔ اسکاٹ لینڈ۔ ایڈورڈ ثالث کے خصائل۔ ایڈورڈ بے لیل۔ ہے ڈن ہیاڑی کا معرکہ۔ فرانس سے جنگ کے اسباب۔ انگریزی فوج۔ ایڈورڈ کے حلیف۔ پارلیمنٹ کی قوت۔ مس اوروی۔ معرکہ سلوئیس۔ اسٹریٹ فرڈ خاندان سے جھگڑا۔ مزید مراعات۔ مارمنڈی پر حملہ۔ کریسی۔ محاصرۂ کالے۔ اسکوٹی حملہ۔ گیسکی کی لڑائیاں۔ مرگ سیاہ۔ دیہاتی نظم۔ قوانین مزدوراں۔ جنگ فرانس۔ معرکۂ پوائتیے۔ صلحنامۂ کاسے۔ اسکاٹ لینڈ۔ ہسپانیہ۔ جنگ فرانس کی ناکامیابی۔ لیمونز کا قتل عام۔ انگریزوں کے نقصانات۔ آئین "جادہیا"۔ آئین اعتباہ۔ آئین غداری۔ ذاتی عطیات کا انسداد۔ کلیسائی معاملات۔ جان (اوف گونٹ) دارالعلوم اکسفرڈ۔ مرٹن کالج۔ ولیم وکہمی۔ دربار کی اخلاقی پستی۔	۳۱۴ تا ۳۶۱

باب	مضمون	صفحات
چہارم	رچرڈ ثانی: ۱۳۷۷ء تا ۱۳۹۹ء رچرڈ ثانی اور اُس کے چھوٹے بھائی۔ مجلس ایالت۔ کسانوں کی شورش۔ وکلف۔ رچرڈ کے مقربین۔ امرائے مرافعہ۔ امن و آئین کا زمانہ۔ دستوری حکومت۔ آئین جمعیت داری اور بیات۔ ملکہ این کی وفات۔ ہیکسبی کا قضیہ۔ رچرڈ کا جھٹکا۔ شروزبری کی پارلیمنٹ۔ ہیریفرڈ اور نارفک کا قضیہ۔ رچرڈ کی معزولی۔ ہینری کے حقوق۔ رچرڈ اور ایڈورڈ ثانی۔	۳۶۲ تا ۳۸۴
	جزو پنجم **تاریخ انگلستان**	۳۸۵
اول	ہینری چہارم: ۱۳۹۹ء تا ۱۴۱۳ء ہنری چہارم کے اوصاف و خصائل۔ رچرڈ کی نظربندی اور اس کے طرفدار۔ اسکاٹ لینڈ اور دین گلین ڈوور۔ آئین ملاحدہ سوزی۔ ہینری سے ناراضی۔ یرسیوں کی مخالفت۔ معرکۂ شروزبری۔ آئینی حکومت۔ کلیسا کی حمایت۔ بادشاہ کی علالت۔	۳۸۷ تا ۴۰۵
دوم	ہینری پنجم: ۱۴۱۳ء تا ۱۴۲۲ء مصالحانہ روش۔ ذاتی اوصاف۔ سرجان اولڈکاسل۔ دارالعوام کی عرضداشتیں۔ جنگ فرانس کے اسباب۔ فوج کی تنخواہیں۔ فرانس پر فوجکشی۔ میدان آژین کور۔ دوسری مہم کی تیاریاں۔ معاہدۂ تروآ۔ تیسری جنگ۔ ہینری کا مرتبہ۔	۴۰۶ تا ۴۱۹
سوم	ہینری ششم ۱۴۲۲ء تا ۱۴۶۱ء (معزولی) صغرسنی۔ بیڈفرڈ۔ گلوسٹر۔ ہینری اوفرٹ۔ فرانسیسی معاملات۔	۴۲۰ تا ۴۵۲

باب	مضمون	صفحات
	اسکاٹ لینڈ کی فتوحات۔ جاگیرداروں کا حملہ۔ فرانس میں شرکت سے انکار۔ اہل کلیسا کی اطاعت۔ مستوریں کی تصدیق۔ کلاں رسوم۔ فرانسیسی نزاع کا تصفیہ۔ اسکاٹ لینڈ کی بغاوت۔ نئے انتظامات اور بروس کی بغاوت۔ ایڈورڈ کی وفات۔	
دوم	ایڈورڈ ثانی ۱۳۰۷ء تا ۱۳۲۷ء ایڈورڈ ثانی کے خصائل۔ پیرز گے وسٹن۔ گیوسٹ کا قتل۔ اخلاقی پستی۔ فرانسیسی رمان۔ بروس کی کامیابیاں۔ جنگ بینک برن۔ اسکوٹون کے حملے آئرستان و انگلستان پر۔ ہیوڈس پنسیر۔ ایڈورڈ کا غلبہ سرکش امیروں پر۔ ملکہ اور مورٹمر کی سازش۔ ایڈورڈ کی ناہلی معزولی اور قتل۔	۲۹۶ تا ۳۱۳
سوم	ایڈورڈ ثالث ۱۳۲۷ء تا ۱۳۷۷ء ملکی مرقعے۔ اسکاٹ لینڈ۔ ایڈورڈ ثالث کے خصائل۔ ایڈورڈ بے لیل۔ ہے لی ڈن پہاڑی کا معرکہ۔ فرانس سے جنگ کے اسباب۔ انگریزی فوج۔ ایڈورڈ کے حلیف۔ پارلیمنٹ کی قوت۔ بس اوروی۔ معرکہ سلوئیس۔ اسٹریٹ فرڈ خاندان سے جھگڑا مزید مراعات۔ نارمنڈی پر حملہ۔ کریسی، محاصرۂ کالے۔ اسکوٹی حملہ۔ گیسکنی کی لڑائیاں۔ مرگ سیاہ۔ دیہاتی نظم۔ قوانین مزدوراں۔ جنگ فرانس۔ معرکۂ پواتیے۔ صلحنامۂ کاسے۔ اسکاٹ لینڈ۔ ہسپانیہ۔ جنگ فرانس کی از سر نو احرائی۔ لیموژ کا قتل عام۔ انگریزوں کے نقصانات۔ آئین "جادہیا"۔ آئین امتیاز۔ آئین غداری۔ ذاتی عطیات کا انسداد۔ کلیسائی معاملات۔ جان (اوف گونٹ) دارالعلوم آکسفرڈ۔ مرٹن کالج۔ ولیم وکھمی۔ درباری کی اخلاقی پستی۔	۳۱۴ تا ۳۶۱

باب	مضمون	صفحات
چہارم	رچرڈ ثانی: ۱۳۷۷ء تا ۱۳۹۹ء رچرڈ ثانی اور اُس کے چھوٹے بھائی۔ مجلس ایالت۔ کسانوں کی شورش۔ وکلف۔ رچرڈ کے مقربین۔ امرائے مرافعہ۔ امن و آئین کا زمانہ۔ دستوری حکومت۔ آئین جمعیت داری اور میات۔ ملکہ این کی وفات۔ ہیکسی کا قضیہ۔ رچرڈ کا جھٹکا۔ شروزبری کی پارلیمنٹ۔ ہیریفرڈ اور نارفک کا قضیہ۔ رچرڈ کی معزولی۔ ہینری کے حقوق۔ رچرڈ اور ایڈورڈ ثانی۔	۳۶۲ تا ۳۸۴
	جزو پنجم **تاریخ انگلستان**	۳۸۵
اول	ہینری چہارم: ۱۳۹۹ء تا ۱۴۱۳ء ہنری چہارم کے اوصاف و حصائل۔ رچرڈ کی نظربندی اور اس کے طرفدار۔ اسکاٹ لینڈ اور ین گلین ڈوور۔ آئین ملاحدہ سوزی۔ ہینری سے ناراضی۔ یرسیوں کی مخالفت۔ معرکۂ شروزبری۔ آئینی حکومت۔ کلیسا کی حمایت۔ بادشاہ کی علالت۔	۳۸۷ تا ۴۰۵
دوم	ہینری پنجم: ۱۴۱۳ء تا ۱۴۲۲ء مصالحانہ روش۔ ذاتی اوصاف۔ سرجان اولڈکاسل۔ دارالعوام کی عرضداشتیں۔ جنگ فرانس کے اسباب۔ فوج کی تنخواہیں۔ فرانس پر فوجکشی۔ میدان آژین کور۔ دوسری مہم کی تیاریاں۔ معاہدۂ ترویٰ۔ تیسری جنگ۔ ہینری کا مرتبہ۔	۴۰۶ تا ۴۱۹
سوم	ہینری ششم: ۱۴۲۲ء تا ۱۴۶۱ء (معزولی) صغرسنی۔ بیڈفرڈ۔ گلوسٹر۔ ہینری بوفرٹ۔ فرانسیسی معاملات۔	۴۲۰ تا ۴۵۲

باب	مضمون	صفحات
	چارلس ہفتم بادشاہ فرانس۔ محاصرۂ اورلیان۔ جون دارک۔ گلوسٹر کی حرکتیں۔ انتخابات پارلیمنٹ کے صوابط۔ برگنڈی کے ساتھ چھوڑنے کے نتائج۔ بادشاہ کا سن بلوغ کو پہنچنا صلح کی سلسلہ جنبانی گلوسٹر کی موت۔ حکومت کی نامعقولی۔ جان پیٹل۔ قتل کی وارداتیں۔ کیڈ کی بغاوت۔ امیر کیمبرلارک سمرسٹ اور یارک کی کتاکتیں۔ رچرڈ لویل (صغیر) بادشاہ کی علالت اور ولادت فرزند سمرسٹ پر حملہ۔ ہینری کی شفایابی۔ معرکہ سینٹ آلبنس۔ یارک اور مارگریٹ کو وینٹری کی پارلیمنٹ۔ یارک کا دعوئ تخت۔ معرکۂ ویک فیلڈ۔ مارگریٹ کی پیشقدمی۔ مورٹمر کراس اور سینٹ آلبنس کا معرکہ۔ لندن کی مخالفت مارگریٹ سے۔ امیر مارچ کا بادشاہ منتخب ہونا۔	
چہارم	ایڈورڈ چہارم۔ سنہ ۱۴۶۱ء تا سنہ ۱۴۸۳ء ٹاؤٹن۔ شمال کی فتح۔ بادشاہ کی سیرت۔ فرانس کے ساتھ انگریزی طرز عمل۔ نئی ملکہ اور وارک۔ رومن کی بغاوت۔ ایڈورڈ وارک کے اختیار میں۔ وارک اور مارگریٹ کا اتحاد۔ وارک کا حملہ انگلستان پر۔ ایڈورڈ کی فراری۔ ہینری کی بحالی۔ ایڈورڈ کی واپسی جنگ بارنیٹ۔ ہینری کا خون۔ فرانس پر لشکر کشی۔ عہدنامہ پکینی کلیرنس کی موت۔ طاقتور حکومت کی ضرورت۔ ایڈورڈ کا بھروسہ متوسط طبقے پر۔	۴۵۳ تا ۴۷۰
پنجم	ایڈورڈ پنجم۔ سنہ ۱۴۸۳ء (چند ماہ) رچرڈ امیر گلوسٹر۔ ریشہ دوانیاں اور بادشاہ کی حراست	۴۷۱ تا ۴۷۵
ششم	رچرڈ ثالث سنہ ۱۴۸۳ء تا سنہ ۱۴۸۵ء قتل شہزادگان۔ سازش کی ناکامی۔ ہینری کی سازش۔ ہینری کے ساتھی۔ معرکہ بوس ورتھ۔	۴۷۶ تا ۴۸۴

فہرست شجرہ ہائے نسب

نشان سلسلہ	مضمون	صفحہ
	جزو اوّل	
۱	خاندان اگبرٹ (سنہ ۸۰۲ء تا سنہ ۱۰۶۶ء)	۲
۲	انگلستان کے ڈین بادشاہ۔	۳
	جزو دوم	
۳	شجرۂ ملوک نارمن۔	۱۱۸
۴	شجرۂ ملوک اسکاٹ لینڈ۔ سنہ ۱۰۶۶ء تا سنہ ۱۲۱۴ء	۱۱۸
	جزو سوم	
۵	شجرۂ ملوک آنژوی (ابتدائی) سنہ ۱۱۵۴ء تا سنہ ۱۲۷۲ء۔	۱۷۶
۶	شجرۂ ملوک اسکاٹ لینڈ۔ سنہ ۱۱۵۳ء تا سنہ ۱۲۸۶ء۔	۱۷۶
۷	شجرۂ ملوک فرانس۔ سنہ ۹۸۷ء تا سنہ ۱۲۸۵ء۔	۱۷۷
	جزو چہارم	
۸	متاخرین شاہان آنژوی سنہ ۱۲۷۲ء تا سنہ ۱۳۹۹ء۔	۲۶۴
۹	شجرۂ خاندان لوہن۔	۲۹۸
۱۰	شجرۂ ملوک فرانس۔ سنہ ۱۲۷۰ء تا سنہ ۱۴۲۲ء	۳۲۰
	جزو پنجم	
۱۱	شجرۂ خاندان یارک و لینکاسٹر۔ سنہ ۱۳۹۹ء تا سنہ ۱۴۸۵ء	۳۸۶ الف

نشان سلسلہ	مضمون	صفحہ
۱۲	شاہان اسکاٹ لینڈ سنہ ۱۳۶ء تا سنہ ۱۴۸۸ء	۳۸۶ ب
۱۳	شاہان فرانس سنہ ۱۳۵۰ء تا سنہ ۱۵۱۵ء	۳۸۶ ب
۱۴	شجرۂ خاندان لوفرٹ	۴۳۹
۱۵	شجرۂ خاندان وڈویل۔	۴۷۰
۱۶	شجرہ خاندان اسٹیفرڈ۔	۴۷۷
۱۷	شجرۂ خاندان دی لاپول۔	۴۸

فہرست نقشہ جات

نشان سلسلہ	مضمون	صفحات
۱	نقشہ رومانی برطانیہ	ٹائیٹل کے بعد
۲	نقشہ انگلستان و ویلز جس میں جنگل جھاڑیاں اور دلدلیں دکھائی گئی ہیں۔	حصۂ اول کے قابل
۳	نقشۂ جنگ ہیسٹنگز یا سنلاک	صفحہ ۱۱۳
۴	نقشۂ انگلستان و ویلز ۱۱۶۶ء تا ۱۳۹۹ء	مقابل صفحہ ۱۱۶
۵	نقشۂ فرانس ۱۰۶۶ء تا ۱۸۰۰ء	" ۱۷۵
۶	نقشہ سرحدات انگریز و اسکاچ (جس میں ۱۳۳۸ء تا ۱۶۰۳ء کی جنگوں کو ظاہر کیا گیا ہے)۔	" ۲۶۵
۷	نقشۂ ویلز اور وادیٔ سیورن جس میں مشہور قلعے بتائے گئے ہیں۔	" ۲۸۰
۸	نقشۂ بالک برن۔	" ۳۰۵
۹	نقشۂ جنگ کریسی ۲۶ اگست ۱۳۴۶ء	" ۳۳۱
۱۰	نقشۂ جنگ پوئے تار ۱۹ ستمبر ۱۳۵۶ء۔	" ۳۴۲
۱۱	نقشۂ شمالی فرانس جس میں معرکۂ کریسی واقعین کو واضح کیا گیا ہے۔	صفحہ ۴۱۲
۱۲	نقشۂ ٹاؤٹن فیلڈ ۲۹ مارچ ۱۴۶۱ء۔	" ۴۵۴

حصہ دوم کے قابل

جزو اوّل

انگلستان، نارمن فتوحات سے پہلے

۱۔ خاندان اگبرٹ

اگبرٹ
۸۰۲ء تا ۸۳۹ء

اتھل وُلف
۸۳۹ء تا ۸۵۸ء

اتھل بالڈ
۸۵۸ء تا ۸۶۰ء

اتھل رڈ
۸۶۰ء تا ۸۶۶ء

اتھل رڈ (اول)
۸۶۶ء تا ۸۷۱ء

الفرڈ
۸۷۱ء تا ۹۰۱ء

ایڈورڈ (اکبر)
۹۰۱ء تا ۹۲۵ء

اتھل اسٹان
۹۲۵ء تا ۹۴۰ء

ایڈمنڈ اول
۹۴۰ء تا ۹۴۶ء

ایڈرڈ
۹۴۶ء تا ۹۵۵ء

ایڈوی
۹۵۵ء تا ۹۵۹ء

ایڈگر
۹۵۹ء تا ۹۷۵ء

ایڈورڈ "مقتول"
۹۷۵ء تا ۹۷۹ء

اتھل رڈ "مستعد"
۹۷۹ء تا ۱۰۱۶ء

(روجۂ اولیٰ ال گیوہ سے)

ایڈمنڈ "دولاد پہلو"
۱۰۱۶ء

ایڈمنڈ

ایڈورڈ

ایڈگر اتھے لنگ

مارگریٹ (روجۂ سیل گوم گسن مور)

ماٹلڈا (روجۂ ہنری اول)

روجۂ ثانیہ (اترمورمدیہ)

ایڈورڈ "المیت"
۱۱۴۲ء تا ۱۱۶۶ء

وسیں صرف اُن بادشاہوں کے نام کے بیچے دیے گئے ہیں جو تخت نشیں ہوئے ہیں۔

انگلستان کے ڈین بادشاہ

ہیرلڈ بلے ٹینڈ (یا بلوٹوتھ)

سوین — پرنواسی (زوجہ گوڈوِں)

سوین
↓
کین یوٹ
۱۰۱۶ء تا ۱۰۳۵ء

کین یوٹ
- ہیرلڈ اول ۱۰۳۵ء تا ۱۰۴۰ء
- ہارڈی کین یوٹ (فرزند آنہ) ۱۰۴۰ء تا ۱۰۴۲ء

پرنواسی (زوجہ گوڈوِں)
- ہیرلڈ ثانی
- ایڈتھ (زوجہ ایڈورڈ الیمب)
- ٹوسٹگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اوّل

ماقبل تاریخ اور قلطی برطانیہ

قدیم باشندے۔ ایوری قوم قلطی قوم۔ سمان قوم کا پہلا ورود۔ سیسر کی فوج کشی

قدیم جغرافی ہیئت

زمانہ ماقبل تاریخ میں برطانیہ کلاں اور آئرستان ایک بڑے جزیرہ نما کے حصے تھے۔ جو فرانس اور بلجیم کے شمالی سواحل سے کھاڑی قیاموس میں نکل آتا تھا۔ اس زمانے میں گرمی سردی بھی موجودہ زمانے کی نسبت کہیں زیادہ پڑتی تھی اور اسی کا ایک نتیجہ یہ تھا کہ مذکورۂ بالا جزیرہ ما میں گرمیوں کے ایام میں تو بحری اور جنگلی بھینسے اور مہاباکھی (میموتھ) کی کثرت ہوتی تھی اور سردیوں میں قطبی موش، ماندبز اور سانبھر کا دور دورہ رہتا۔ ٹیمز ندی کی وادی میں جو پرانی تہیں کھودی گئیں تو اُن جانوروں کے بچے برآمد ہوئے۔ اسی ماقبات میں کبھی کبھی آدمی کے ہاتھ کے بے ہوئے پتھر کے اوزار بھی نکلے جنھیں دیکھکر معلوم ہوتا ہے کہ ان اوزاروں کے بنانے والے تمدن کے سب سے پست درجے میں تھے کیونکہ انھیں دستے تک بنانے نہیں آتے تھے بلکہ وہ صرف پتھر گھس کے دھار

قدیم باشندے

نکال لیتے اور اسی سے اوزار کا کام لیتے تھے۔ ان کی زندگی نہایت

پُر مشقت اور قوت لایموت کا مطلق اطمینان نہ تھا۔ غالباً اسی لئے یہ نسل قدیم جانوروں کے ساتھ، جو اب نابود ہو گئے ہیں، خود بھی نابود ہو گئی اور اس کی بجائے ایک اور ذرا بہتر نسل پھیلنے لگی جو کسی قدر اچھے اوزاروں سے کام لینی یعنی پتھروں کی دھار نکال کے لکڑی یا ہڈی کے دستوں میں انھیں ٹھوک بنی تھی۔

عہد حجر متقدم

ان میں نقاشی کی بھی حاسی قابلیت پائی جاتی ہے کہ شکار میں جن حیوانات کو مارتے ان کی بعض اوقات جوس انگیز تصویریں اپنے ہتیاروں پر اُتار لیتے تھے۔ پھر بھی وہ تہذیب کے نہایت پست درجے میں تھے اور اپنے مُردوں کو یونہی پھاڑ پھاڑ دیتے تھے۔ مانت کے تاگے سے وہ جنگلی جانوروں کی کھالیں سی کر تو پہن لیتے تھے لیکن کاننے یا بُننے کے فن سے انھیں مطلق آگہی نہ تھی اور جانور پالنے کا بھی ان میں رواج نہ ہوا تھا۔

اس طرح کئی سال گذر گئے اور آخر ایک مدّت کے بعد جس کا معتبر اندازہ کرنا غیر ممکن ہے۔ یہ نسل بھی ابی پیشرو نسل کی طرح برطانیہ سے مفقود ہو گئی۔ ہمارے زمانے تک اس نسل کی یادگار اگر باقی ہے تو وہ اسکیمو قوم کے لوگ ہیں جن میں ایک حد تک نقاشی کی قابلیت موجود ہے اور اپنے مُردوں کے ساتھ ویسی ہی بے پروائی برتتے ہیں جیسی کہ وہ قدیم جنگلی لوگ برتتے تھے۔ ان دونوں قدیم ترین نسلوں کو آثارِ عتیق کے ماہروں نے **عہد حجر متقدم** سے منسوب کیا ہے اور پہلی نسل کو ندی بہاؤ والے اور دوسری کو کھوہ والے انسان بتایا ہے۔

ان کی جگہ تیسری نسل جنوب مشرق سے آئی اور کتا، بیل، بھیڑ، بکری وغیرہ پالنو جانور اپنے ساتھ لائی جو اب بھی عام طور سے پالے جاتے ہیں۔ انھیں کاننے اور بُننے کا فن بھی آتا تھا مگر اوزاروں کے ناقص ہونے کے باعث وہ بہت موٹی جھوٹی قسم کا کام کر سکتے تھے۔ ان کے برطانیہ میں آنے سے پہلے جا بجا زمین دھنسی اور سمندر اس پر بہنے لگا تھا جس سے رودبارِ انگلستان، بحیرۂ آئرستان اور بحر شمالی کے نئے سمندر بن گئے تھے اسی لئے ضرور ہے کہ یہ لوگ کچھ نہ کچھ جہازرانی کے فن سے بھی واقف ہوں گے۔ اور برین ڈن وغیرہ مقامات سے ان کے جو اوزار دستیاب ہوئے ہیں، ان سے یہ بخوبی ثابت ہے کہ وہ کان کنی

عہد حجر متاخر

دیرہ کی خاص مہارت رکھتے تھے۔ اور بسبتہً مہذب لوگوں کو آثار قدیمہ کے ماہروں نے عہد حجر متاخر کے لوگ کہا ہے۔ یہ لوگ اپنے مُردوں کو بھی خاص اہتمام سے دفن کرتے تھے۔ لاش کے واسطے چھوٹے چھوٹے پتھروں کا ایک خانہ بناتے اور اوپر مٹی یا پتھر سے ایک اونچا تعویذ تیار کرتے جو قدرے گول ہو جاتا تھا جیسے ماپاتی آدھی کٹ کر ہو جاتی ہے۔ ان مقابر کا نام لمبے ٹیلے پڑگیا ہے اور ان کے اندر سے جو اجر پنجر نکلے ہیں، ان سے عہد حجر متاخر کے لوگوں کی شکل صورت اور قد قامت کا خاصا اچھا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ قد میں یہ لوگ چھوٹے، یعنی مرد بالاوسط پانچ فیٹ یا پانچ انچ کے ہوتے اور ان کا رنگ سانولا تھا۔ ان کے گھونگر والے بال کالے اور آنکھ کی پتلی کی نسبت بھی خیال کیا جاتا ہے کہ سیاہ ہوتی تھی۔ کاسۂ سر اوپر سے نظر ڈالئے تو بیضوی تھا اور چہرے بھی اسی قسم کے سمجھنے چاہئیں کہ پیشانی تنگ، ٹھوڑی چھوٹی اور رخسار کی ہڈیاں اُبھری ہوئی نہ ہوتی تھیں۔

یہ قیاس کرنا بھی ممکن ہے کہ اہل عہد حجر متاخر کتنے زمانے تک ان ممالک میں بے خلل و خوش آباد و غالب رہے لیکن بڑے بڑے ارضی تغیرات کی بابر جو اُن کے زمانے میں واقع ہوئے، اتنا کہہ سکتے ہیں کہ یہ زمانہ یقیناً بہت طویل ہوگا۔ بااین ہمہ، آخر کار ان کی بستیوں پر باہر والوں نے حملہ کیا اور اپنی قوت، تعداد یا غالبیت کے باعث پرانی نسل کے باسندوں کو اُن علاقوں سے نکال دیا جہاں شکار کی کثرت تھی یا میں زیادہ زرخیر تھیں۔ یہ نو وارد متغلب (قلطی) کہلاتے ہیں یہ حقیقت میں خود بھی کئی قوموں کے مقدمۃ الجیش تھے جو کچھ مدت بعد نمودار ہوئیں اور جو ماہرین مسلمات کے نزدیک آریا نسل کی سمجھی جاتی ہیں واضح ہے کہ قلطی یا آریا عہد متقدم متاخر سے بالکل جدا نوعیت کی اصطلاحیں ہیں۔ یہ فی الواقع انسانی نسلوں کے نام ہیں حالانکہ اہل عہد متقدم سے محض ایک تمدن کی خاص حالت بتانی مقصود ہے اور ان قدیم لوگوں کی کوئی نسل نہیں قرار دی جا سکتی۔ چونکہ خود قلطی نسل کے لوگ بھی ایک زمانے تک تمدن کے اسی درجے میں تھے جس میں عہد متاخر کے ماتحدے لہذا ضروری ہوا کہ ان پہلے قلطی اور بعد کے قلطیوں میں بھی امتیاز کے واسطے جداگانہ نام تجویز کیا جائے۔ چنانچہ

قلطی حملہ

الیورنی قدیم تر قلیوں کو نسل **الیورنی** کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یورپ کے موجودہ باشندوں میں سب سے زیادہ اسی نسل کا خون مخلوط ہے اگرچہ اب اس کی جداگانہ قومیت کہیں باقی نہیں رہی یا ہے تو زیادہ سے زیادہ کوہستان پائرنی کی قوم **باسک** میں ہے اگرچہ خود اس بارے میں بھی تبہات ہیں۔ بہرحال اس میں شک نہیں کہ ایک زمانے میں رباتن دریوں کے مغرب میں اور **سوئٹزرستان** پر اسی نسل کے لوگ آباد تھے۔ اور ائنھی کا خون آریا نسل کے لوگوں سے ملا جلا محلوط ہو گیا۔ یہ نسلہ کے خود آریا کہاں سے آئے، **آریا** سخت اختلافی ہے۔ بعض لوگ تو اسی قیاس پر جمے ہوئے ہیں کہ آریوں کا موطن وسط ایشیا کی وہ ڈھلانیں تھیں جو آگے بڑھ کے ہمالیہ سے آملتی ہیں۔ لیکن دوسرا گروہ سمجھتا ہے کہ اس نسل کا اصلی ماخذ سواحل بالٹیک کے قریب **پوم رانیہ** کے میدان یا سویڈن کی دلدلوں میں تھا۔ اصلیت جو کچھ بھی ہو، رفتہ رفتہ یہی نسل دنیا کی تمام، یا تقریباً تمام معتدل اقالیم میں آباد ہو گئی تھی حالیہ نہ صرف قدیم ایرانی، یونانی اور رومی بلکہ اہل ہند کی معمول تعداد، اور یورپ میں فرانسیسی، ہسپانی، جرمن، اسلانی، الطالوی، برطانی اور ان کی اولاد جو امریکہ، جنوبی افریقہ اور آسٹریلیا میں پھیلی، یہ سب قومیں اسی نسل کے احراہیں اگرچہ دوسری نسلوں کے پیہم اختلاط اور آب وہوا کے اختلاف سے ان کی کیفیت اس درجہ بدل چکی ہے کہ یہ کہنا دشوار ہے کہ کس قوم میں اصل آریا نسل کے خصائص اوروں سے زیادہ باقی رہ گئے ہیں۔

خود آریا اور قلطی نسلوں میں امتیاز کرنا دشوار نہیں ہے۔ قلطی جسم کے ہلکے قد کے لمبے یعنی خود الیورنی نسل والوں سے تیں انچ اونچے ہوتے تھے۔ ان کا کاسۂ سر بھی سیدھ میں کھڑے ہو کر دیکھئے تو گول نظر آتا تھا۔ ان کی پیشانیاں چوڑی، رخسارے ابھرے ہوئے اور آنکھ کی پتلی غالباً نیلی ہوتی تھی حجر ساخر کے باشندوں کی مثل قلطی بھی اپنے مُردوں کو عزت واحترام سے دفن کرتے تھے۔ فرق یہ تھا کہ یہ لوگ تعویذ کو گول بنانے کی بجائے محروطی یا ہرمی صورت کا تیار کر دیتے اور بعد میں مثل استعمال کرنے والی نسلوں میں ملانے کا رواج بھی ہو گیا تھا اور بظاہر

حلانے اور گاڑنے کے ان دونوں طریقوں پر ساتھ ساتھ عمل ہوتا تھا۔ اس اختلاف کا سبب مذہبی عقائد میں اختلاف بھی ہو سکتا ہے یا ممکن ہے کہ کسی نئی نسل کے آجانے سے یہ دو رنگی پیدا ہوئی ہو۔ آریا لوگوں کی زبان، جس کے نمونے سنسکرت، لاطینی اور یونانی زبانیں ہیں، ساحت میں باسک سے جو ایورنی یا قدیم قلطی نسل کی یادگار ہے کوئی مناسبت نہیں رکھتی اور اسی طرح عبرانی اور عربی سے کہ یہ سامی خاندان کی زبانیں ہیں، جدا تھی۔ مثلاً اول کے تین اعداد کا نام۔

ویلزی میں	اُن، ڈاو، بڑی
یونانی میں	ایس، دیو، تریس
اور سنسکرت میں	اکا، دو، تری

ہے بجالکہ باسک میں انھیں "بت، بی، ہیرو" کہتے ہیں؛

الغرض جب قلطی نسل کے لوگوں نے شمالی اطالیہ، فرانس اور جزیرہ نمائے ہسپانیہ کا بہت سا حصہ ایوری لوگوں سے خالی کرالیا تو پھر وہ برطانیہ پر حملہ آور ہوئے۔ یہ

قلطی فتوحات

حملہ مدت تک ٹھہرا رہی اور قدیم یادگاروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں بھی قلطی قوم تمدن کے مدارج طے کر رہی تھی۔ اس لئے کہ حملوں کے شروع میں تو اس کے پاس بھی پتھر کے قریب قریب وہی ہتھیار تھے جیسے اس کے دشمنوں کے پاس لیکن آخر میں وہ برنجی اسلحہ سے مسلح پائی جاتی ہے جو قدیم بحر متوسط کی قوموں کے اسلحہ سے مشابہ ہیں۔ اس ترقی کی اہمیت ظاہر ہے کہ ان بہتر اسلحہ سے مثیل استعمال کرنے والوں کو اول تو ایسے سلح بہ سنگ حریفوں پر بڑا غلبہ حاصل ہو گیا اور دوسرے خود قوانین فطرت کے مقابلے میں جو مسلسل کشمکش ہو رہی ہے، اس میں انسان کو بہت بیش بہا امداد میسر آگئی۔ پہلے، جو متاخر کے لوگ گیہوں کی کاشت سے کچھ واقفیت اور بعض جڑی بوٹی اور ترکاریوں کے خواص سے جنھیں ہم اب تک کھاتے ہیں، تھوڑی بہت آگہی رکھتے تھے تاہم کسی بڑے پیمانے پر زراعت نہ ہو سکتی تھی۔ البتہ اب خود دھات کے اوزار رائج ہوئے تو کسان کا پیشہ ہی کچھ سے کچھ ہو گیا۔ آئندہ سب سے کارگر ہتھیار نہر بن گیا اور کھیتی کے لئے پھاوڑے اور ہل سے مکمل ہو گئے۔ اسی طرح درخت کاٹ کے جنگل صاف کرنے، دلدلوں کا پانی سوکھے اور بیحد روکھ

اراضی میں کھیتی کرنے کی صورت نکل آئی۔ بالعاط دیگر اُس عہد کا حاصی طرح آغاز ہوگیا جب کہ فطرت جو پہلے انسان پر حاکم جابر تھی اب اس کی خادمہ بن گئی۔ یہ بات صاف طور پر معلوم نہیں ہوسکی کہ قلطیوں کو پرانے باشندوں سے بہت زیادہ لڑنا پڑا یا یہ کہ پتھر چلانے والوں کو اپنی بے بسی جلد نظر آگئی۔ مگر یہ ثابت ہے کہ کم سے کم فرانس کے بعض قبرستانوں سے دونوں نسل کے لوگوں کی ہڈیاں ایک ہی جگہ دبی ہوئی نکلی ہیں اور بعض ڈھانچوں میں دونوں نسل کی خصوصیات کا موجود ہونا گواہی دیتا ہے۔ کہ ان میں باہم سادی بیاہ ہونے لگا تھا۔

کچھ مدت گزرنے کے بعد قلطیوں کے ایک اور بڑی دل نے برطانیہ پر یورش کی اور پرانے باشندوں کو اسی طرح نکال باہر کیا جس طرح خود انھوں نے پہلے ایوریئنوں کو نکال دیا تھا۔ اس یورش سے پوری آبادی میں مغرب کی طرف ہل چل پیدا ہوگئی اور پہلے نہیں تو اسی سلسلے میں قدیم قلطی نسل کے کچھ گروہ آئرستان میں بھی آپہنچے۔ یہاں کے ایوریئوں کو اور بھی مغرب میں ہٹنا پڑا اور کچھ لوگ اسکاچستان (اسکوٹ لینڈ) کے شمال میں بھی اُٹھ آئے۔ مگر چونکہ یہاں وہ آزادی سے نہ رہ سکتے تھے اور نئے حریفوں کا بھی خوف لگا ہوا تھا لہذا عجب نہیں کہ انھوں نے اپنے پرانے دشمنوں سے مشترک دشمن کے مقابلے کے لئے میل کر لیا ہو۔ اس جگہ یہ وضاحت کر دینی چاہیئے کہ نئی یا پرانی قلطی نسل کے لوگوں کے قد قامت وغیرہ میں کوئی خاص فرق ثابت نہیں ہوا البتہ ان کی بولیاں متحد الاصل ہونے کے باوجود مختلف تھیں اور کچھ عرصہ گزرنے کے بعد ان کے کتبات اور بستیوں کے ناموں کی سایر یہ تا ممکن ہے کہ

گوئیڈل یہ علاقہ کل حاصی عہد میں آباد تھا۔ تاہم پرانے قلطیوں کو **گوئیڈل گیڈل یا گیئل** کہتے ہیں اور نووارد قلطیوں کو **برای تھن یا بری ٹن** کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ "برای تھن" کے معنی عالماً "بالباس" کے ہیں مگر

برای تھن "گوئیڈل کا مفہوم (ما معلوم ہے)۔ ہر نوع یہی برای تھن قوم تھی جس کے نام پر ملک کا نام برطانیہ پڑ گیا ورنہ اس جزیرے کا پرانا نام "الیون" تھا کو اس لفظ کی اصلیت کا مورخین نہیں۔

اس عرصے میں ان جزیروں کی طرف وہ متمدن قومیں بھی متوجہ ہوگئیں جو بحر متوسط

کے کناروں پر آباد تھیں۔ عہد قدیم کی ان قوموں کو جن میں تیل کا رواج ہو گیا تھا، ٹین کی ہر وقت ضرورت رہتی تھی اور اسی ضرورت نے انھیں مجبور کیا کہ دور دور تک اس دھات کی تلاش کریں۔ پھر اسی کی بدولت ان میں باہم اس اصلاح کے قبضے کے لئے تنديد رقابت بھی پیدا ہو گئی جہاں ٹین کثرت سے نکلتا تھا۔ ان اصلاع میں جزیرہ نمائے آئبیریا بہت مشہور تھا اور بہت قدیم سے صور کے سوداگروں سے اور صور کے زوال کے بعد اس کی نوآبادی قرطاجنہ کے باشندوں نے اس تمام علاقے کے ٹین کا احارہ لے رکھا تھا خصوصاً قرطاجنہ کا عہد متعین اصول ہی یہ تھا کہ کسی رقیب کو پاس تک نہ پھٹکنے دے۔ اس طرز عمل کا نتیجہ قدرتی طور پر یہ ہوا کہ دوسرے رقیب بھی شدت پر آمادہ ہو گئے۔ چوتھی صدی قبل مسیح کے وسط میں جب کہ سکندر رومی ایشیائی مہمات میں مصروف تھا) اہل رومہ

سیلیہ کے اکتشافات

نے سیلیہ (مارسیلز) کی یونانی نوآبادی میں قاصد بھیجے کہ شمال مغرب کے ٹین پیدا کرنے والے ممالک کا کچھ حال معلوم کریں۔ سیلیہ والے اس بارے میں بہت کم یا کچھ نہ بتا سکے لیکن اب خود انھیں اس طرف توجہ ہو گئی اور انھوں نے دو بحری مہمیں تیار کیں۔ ایک کا مقصد لوحوب کی طرف سواحل افریقہ کی دیکھ بھال تھا اور دوسری قادس سے (جو سیلیہ والوں کی سب سے مغربی بستی تھی) گزر کر جانب شمال بھیجی گئی تھی کہ تاید ٹین کے نئے ذخیروں کا پتہ مل جائے اور پھر وہ ساحلی مقامات صحیح طور پر معلوم ہوں جہاں سے نہایت قدیم زمانے سے عنبر کی مقدار کثیر بری راستوں سے لدلدکر بحر اوریاٹک کے کناروں تک پہنچا کرتی تھی۔ اس دوسری مہم کا سردار پی تیاس نامی عالم آدمی تھا اور اس نے سیلیہ کے صحیح عرض بلد کا اندازہ کرنے اور بحری تجارتی وجوہ بتانے سے بڑی شہرت پائی تھی۔ مہم کے جو کچھ حالات ہم تک پہنچے وہ بھی اسی نامور سردار کے قلم کے لکھے ہوئے ہیں۔ اس کی اصلی تحریر تو بدقسمتی سے مفقود ہو گئی تاہم وہ اتنا نامور شخص تھا کہ بعد میں یونانی و رومی جغرافیہ نویس نے اس کے اقوال نقل کئے ہیں اور اس طرح اصل کتاب کے بہت سے اجزا محفوظ رہ گئے ہیں۔

پی تیاس کا بحری سفر

قادس میں مقام کر کے پی تیاس رود لوار کے دہانے تک بڑھتے چلا گیا پھر کورن وال میں لنگر ڈالے بغیر جس کی معدنی (ٹین کی) دولت سے

وہ بظاہر لاعلم تھا، وہ کینٹ کے ساحل تک پہنچ گیا۔ یہاں اس نے لنگر ڈالا اور غالباً پہلا متمدن انسان تھا جس نے جزیرۂ برطانیہ پر قدم رکھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہاں موسم بہار کے شروع میں پہنچا اور تمام گرمیوں مقیم رہ کر سواحل عنبر کی تلاش میں آگے روانہ ہوا اور قیاس کیا جاتا ہے کہ بحر بالٹیک میں رودِ وسچولا کے دھانے تک پہنچ گیا تھا۔ پھر ماروے کے کنارے کنارے وہ نخ سمالی کے منطقے تک آیا جہاں سورج غروب نہیں ہوتا بلکہ "گرمیوں بھر تمام رات تکتا اور عرب سے مشرق کی طرف جلد کھاتا رہتا ہے"۔ اس مقام پر پہنچ کے اس نے راستہ بدلا اور برطانیہ کی طرف پلٹ آیا اور جنوب کی طرف ساحل ساحل یہر کیٹ تک پہنچ گیا۔ اس مرتبہ وہ زیادہ ٹھہرا بلکہ جلد ولمن روانہ ہو گیا اور گارون کے دھانے تک پہنچ کے بری راستے سے مارسیلیہ آگیا۔ افسوس ہے کہ پی تیاس کو علم ہیئت میں چنداں دخل نہ تھا، لہٰذا وہ برطانیہ کے باشندوں کی مسلی خصوصیات و تقسیم کے بارے میں ایسی باتیں جن کی ہمیں تلاش تھی کچھ زیادہ نہیں بتاتا ہے اور حق یہ ہے کہ اس کی تحقیق تفتیش زیادہ تر مٹی ہی کے واسطے رہی۔ برابر ہم اس نے کھیتوں میں غلے کی کثرت کا اور ایک خاص قسم کے شربت کا جو گیہوں اور شہد ملا کے بنتا تھا۔ اور مدت دراز کے بعد ویلز میں "مقدمگ لن" کہلاتا تھا، ذکر کیا ہے اور بادو باراں سے حفاظت کے لئے کھلیانوں پر چھتیں چھانے اور ایک قسم کی جو کی شراب کا بھی حال لکھا ہے۔

اس امر کی تحریری شہادت تو موجود نہیں مگر عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ پی تیاس ہی کے اکتشافات سے مارسیلیہ اور شمالی ممالک میں باقاعدہ تجارت کا آغاز ہوگا جس کی خاص جنس برطانی ٹین اور بالٹیکی عنبر تھیں۔ اس قیاس کی یوں بھی تائید ہوتی ہے کہ جزیرۂ برطانیہ میں جو سب سے پرانے یونانی سکے ملے ہیں وہ سکندر یونانی کے عہد کے ہیں۔

پوسی دونیوس | پی تیاس کی سیاحت کے تقریباً دو صدی بعد جزیرہ روڈس کا فاضل پوسی دونیوس برطانیہ آیا (یہ شخص ژھالیے میں سسرو کا اور ممکن ہے کہ سیزر کا بھی) استاد تھا۔ وہ مغرب میں کورن وال تک گیا اور اس نے دہاں والوں کے جھگڑاؤں میں کھر کھر کر جزیرہ اکتس[1] تک

[1] اکتس کو عام طور پر مارسیلیہ کا جزیرہ تھے میٹ اور یورٹس تھیوس کو بندرگاہ تولون سمجھا جاتا ہے۔

ٹین لانے کی کیفیت بھی لکھی ہے جہاں سے غالیہ کے تاجر اسے کشتیوں میں بدرا نتوس لے لاتے جہاں سے وہ پھر باربرداری کے گھوڑوں پر لدکر دریائے رہون تک آتا اور وہاں سے دوبارہ کشتیوں میں مارسیلیہ بھیجا جاتا تھا۔ اس طویل سفر اور مال کے جابہ جا اتارچڑھاؤ سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ان ممالک میں تمدن خاص ترقی کر چکا تھا اور لوگوں میں عام طور سے تجارت کا شوق تھا؛

بلجی

ادھر اسی زمانے میں جرمن قبائل کے دباؤ سے غالیہ کے قلطی راہ مغرب کی طرف ہٹتے رہے اور رہن و سیلیٹ کے درمیان بسنے والی قوم بلجی نے رود بار انگلستان کے پار ایسے مہاجر بھیجے اور جنوبی برطانیہ کے بڑی تھن باشندوں کو وہاں سے نکالنا شروع کیا اس نارہ وار قوم کی بڑی آبادی پہلی صدی قبل مسیح کے نصف اول میں بسی مگر بہت ممکن ہے کہ اس قوم کے بعض لوگ کچھ مدت قبل سے برطانیہ میں پہنچ گئے ہوں؛

رومیوں کی پیش قدمی

قرین قیاس ہے کہ ملحیوں میں اس پل چل کا سبب سابق یہ ہو کہ ان دنوں رومی جنوبی غالیہ پر دست تصرف دراز کر رہے تھے۔ فتح غالیہ کی سب سے پہلی کوشش صمیم الحوں نے ۱۲۲ ق م میں کی جب کہ ان کا تسلط الطالیہ ہیبالیہ ملعاں (مع یوماں) سواحل التیائے کو چک اور بحر متوسط کے جزیروں پر قائم ہو چکا تھا اور اس وسیع مگر محدود تر سمندر کے تمام شمالی سواحل پر نیمہ ہونے میں صرف فتح غالیہ کی کسر باقی رہ گئی تھی؛

مگر یکاس برس تک ان کی ناحتس ساحلی علاقوں تک محدود رہیں۔ کیونکہ ان کا پہلا مقصد صرف یہ تھا کہ اطالیہ سے ہسپانیہ تک مسلسل ایک سڑک اسی راستے پر سالیس جس سے ہنی بال نے ایک زمانے میں اپنی مشہور و معروف یلغار کی تھی پھر انھیں اسی ساحلی علاقے کی حفاظت میں کافی زحمت اٹھانی پڑی کہ تیوتن قوم کے خانہ بدوش گروہ وقتاً فوقتاً رومی حدود میں گھس کر اپنی بستیاں بسانے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔

بالآخر ۵۸ ق م میں جولیس سیزر جو رومی قوم میں سب سے بڑا شخص گزرا ہے غالیہ بھیجا گیا اور سخت لڑائیوں کے بعد فرانس حاضرہ کے پورے رقبے پر رومی غلبہ

قائم کرنے میں کامیاب ہوگیا لیکن اسے معلوم ہوگیا کہ یہاں مستقل طور پر اطمینان سے حکومت نہ ہوسکے گی جب تک کہ ایک طرف تو مشرقی سرحد سے حرمنوں کی تازہ یورشوں کا سدباب نہ ہوگا اور دوسری طرف شمالی عالیہ کے لٹیروں کو روو بار کے یارایی برادری والوں سے مدد ملنے کی امید باقی رہے گی۔ لطر رائیں ۵۵ء ق م میں اس سے

سیزر کا پہلا حملہ

قصد مصمم کرلیا کہ اہل برطانیہ و حرمانیہ دونوں کو برائے العین دکھادے کہ رومی جیوش کسی قوت سے مغلوب ہونے والے نہیں ہیں۔ اس نے اسی جلد اوریک بہ یک رائن کی تند رو ندی پر پل باندھا اور فوج لے کر حرمن جنگلوں میں گھسا کہ حرمن قبائل لرزہ براندام ہوگئے۔ اس کے بعد وہ اسی سرعت سے فوج لے کر وایس ہٹا اور رودبار انگلستان کے ساحل پر پہنچ کر اس نے حملہ برطانیہ کے ارادے سے سیاہ کشتیوں میں سوار کرادی۔ وہ مدرکاہ **ایتوس** سے دس ہزار پیادے لے کر چلا اور وہاں پہنچا جہاں سے ڈوور کی سفید چوٹیاں افق پر اٹھی ہوئی نظر آتی ہیں کسی قدر دقت سے لنگر انداز ہونے کے بعد رومیوں کو معلوم ہوا کہ برطانی صلح جوئی اور اپنے یرغمال مکنیتس کرنے پر آمادہ ہیں۔ لیکن طوفان سے یکایک رومی بیڑا برباد ہوگیا اور اس واقعے سے برطانیوں کو لڑنے کی جسارت ہوگئی اور پھر شرائط صلح پر اس وقت آمادہ ہوئے جب کہ رومی لشکرگاہ رچھا پہ مارنے میں اکھیں ہر بمت اصیب ہوئی۔ سیزر نے اپنے بیڑے کی مرمت کرالی تھی لیکن اسے ڈر تھا کہ یہ مہم اسے توقع سے زیادہ دشوار نظر آئی ہو لہذا اس نے شرطیں قبول کرلیں اور بلا تاخیر عالیہ واپس چلا آیا۔

دوسرا حملہ

سال آئندہ سیزر نے اس سے بڑا بیڑا اور بہتر کشتیاں تیار کرائیں اور دوبارہ بلا مزاحمت ساحل برطانیہ پر لنگر انداز ہوا اور بارہ میل کے فاصلے پر برطانیوں کے لشکرگاہ کو جس کے گرد حفاظتی سی ہوئی تھی اس نے یورش کر کے چھین لیا۔ پھر ایک طوفان سے کشتیوں کو نقصان پہنچا اور ان کی مرمت میں وقت صرف ہوا جس نے برطانیوں کو موقع دے دیا کہ قوم کنتو ولونی کے سردار کسی ولانوس کی سیادت میں متحد ہو جائیں جس کا قلعہ ایک موربہ بند جھاؤی تھی اور قیاس کیا جاتا ہے کہ وہ موجودہ سینٹ آلبنز سے زیادہ فاصلے پر نہ ہوگی۔

سیزر مقابلے کے لئے ٹیمز کو عبور کرتا ہوا آگے بڑھا اور رومیوں نے حسب معمول راستے میں ریشہ دوانیاں بھی جاری رکھیں کہ اس کے دشمنوں میں پھوٹ پڑ جائے چنانچہ تری نوبان تس قوم کا ایک قبیلہ کیسی ولانوس کا ساتھ چھوڑ کے رومیوں سے آ ملا۔ مذکورۂ بالا قوم اس علاقے میں آباد تھی جسے آج کل ایسکس کہتے ہیں۔ الغرض رومیوں نے برطانی لشکر گاہ پر حملہ کیا کیسی ولانوس نے کنٹ کے چار سرداروں کو بھیجا تھا کہ چکر کھا کے رومیوں کے جہازوں پر حملہ کریں لیکن رومی گھبانوں نے انھیں پسپا کر دیا اور کیسی ولانوس نے طے کر لیا کہ اطاعت قبول کر لی جائے۔ اس نے جو شرطیں پیش کیں انھی سبھی رومیوں نے پسند کیا اور چونکہ سیزر کا مقصد برطانوں کو مطیع کرنا ہی تھا نہ کہ باقاعدہ اسی رعایا بنانا لہذا وہ قبول اطاعت کے قول قرار لے کر واپس چلا آیا۔

سیزر کی کیفیت برطانیہ

یہ سب حالات اسی مشہور و معروف تحریر سے ماخوذ ہیں جس میں خود سیزر نے محاربات عالیہ کی روداد اور اسی کے ضمن میں برطانیہ کی کیفیت لکھی ہے اس میں وہ یہاں کی آبادی اور مکانات کی (جو قریب قریب عالی طرز پر بنائے جاتے تھے) کثرت۔ اور مویشی کے بڑے بڑے گلوں کا ذکر کرتا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ٹین عام طور سے اور لوہا کہیں کہیں تھوڑا سا ملتا تھا اور پیتل کو باہر سے لانا پڑتا تھا جس کے معنی یہ ہیں کہ اہل برطانیہ اس وقت تک تانبے سے کام لینا نہ جانتے تھے۔ سیزر نے اندازہ کیا کہ سردی کم اور غالیہ کی نسبت موسم معتدل رہتا تھا۔ سوائے صنوبر و بیچ کے اور سب قسم کے درخت جو غالیہ میں عام تھے برطانیہ میں بھی پائے جاتے تھے۔ کینٹ کے ماتحت تمدن میں سب سے بہتر نظر آئے ورنہ اندرون ملک میں تو بعض قومیں ایسی تھیں جو زراعت تک نہ کرتی تھیں اور محض دودھ اور گوشت پر ان کا گزارہ تھا اور جانوروں کی کھالوں سے تن ڈھکتی تھیں۔ باقی نیلے رنگ سے جسم رنگنا کہ لڑائی میں زیادہ مہیب نظر آئے سر کے بال بڑھانا اور لبیں چھوڑ کر ڈاڑھی منڈانا سب کا شعار تھا۔ جنگ میں ان کی ایک عجیب خصوصیت یہ تھی کہ جنگی رتھوں سے دشمن کی صف میں گھس کر لڑنے کی بجائے صف کے سامنے رتھ دوڑاتے اور جس جگہ کمزوری

پاتے، وہاں ٹھیرتے اور پیادہ ہو کر دشمن پر جا پڑتے تھے۔ رتھیں فاصلے سے الگ کھڑی رہتیں اور لڑنے والے اگر پسپا ہوتے تو رتھ بان اُن کو مٹھا کے میداں سے ہٹا لاتے یا آگے بڑھ کے صف دشمن کے کسی دوسرے کمزور مقام پر حملہ کرتے تھے۔

ڈروئید

سیزر کا بیان ہے کہ برطانیوں کا مذہب ڈروئڈی تھا جو انھوں نے فلطیوں سے اختیار کیا تھا۔ ڈروئڈ یجاریوں کا ایک فرقہ تھا جو اپنے متبعین پر پورا اروا قدار رکھتا تھا۔ "وہ لوگوں کو روح کے ابدی ہونے کی تعلیم دیتے تھے جس سے انھیں یقین تھا کہ لوگ موت سے نڈر اور دلیر و حری ہو جائیں گے۔ نجوم اور وسعت ارض و سموات پر اسماء کی ماہیت، نیز دیوتاؤں کی قوت و اختیارات پر یہ مدہبی سفدا عور و فکر کرتے رہتے۔ اور نوجوانوں کو اپنے علوم کی تعلیم دیتے تھے۔" ان کی بعض مذہبی رسمیں بالکل وحشیانہ تھیں اور انھیں انسانی قربانیاں کرنے میں بھی تامل نہ ہوتا تھا پھر بھی اس مذہب کے قوی اثرات کا اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اسٹون ہینج جیسے مقام پر بڑی بڑی چٹانیں جمع کر کے جو عظیم الشان یادگار بنائی گئی تھی، اس کی نسبت باور کیا جاتا ہے کہ اسی مذہب کے مقلدوں کی ہدایت سے بنی۔

برطانیہ کی نسلی تقسیم

برطانیہ کی اقوام و قبائل کے بارے میں سیزر نے کوئی ما ضابطہ امتیاز نہیں کیا مگر تحقیقات جدید کی رو سے یہ طے ہو گیا ہے کہ برای تھس، گوئے ڈل اور ایورنی نسلوں کی قسم اعلیٰ حسب دل تھی۔ جنوبی برطانیہ میں بحر جنوب مشرقی اضلاع کے جہاں بلجی قوم آ بسی تھی سارے علاقے میں (برای تھونی) قلطی آباد تھے۔ ان کا دل آبائے رسکل کے جنوبی ساحلوں تک تھا۔ اور جنوب اور شمالی ویلز کے درمیان ڈی اور سیلیم مورگنب کے ماہیں کے ضلعے میں نیز خلیجوں (فرتھمن) کے پار شمال میں لوح ارن تک انھی کی آبادیاں تھیں۔ جنوبی اور شمالی ویلز، جھیلوں کا علاقہ، مغربی لنشیب، اور فورتھ کے شمال کی نیمی رمیوں پر سر موتا اور رین کے حریروں میں گوئے ڈل نسل کے لوگ رہتے بستے تھے۔ ایورنیوں کی نسبت یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ کب تک علیحدہ قوم کی حیثیت سے رہے لیکن گمان غالب یہی ہے کہ برای تھنوں کا گوئے ڈل نسل کے

قلطیوں پر دباؤ بڑھا تو قلطی اور ایورنی نسلوں میں بہت کچھ اختلاط واقع ہوا سیزر سے ایک صدی بعد تاسی توس مورخ نے تحریر کیا ہے کہ اس کے زمانے میں جرمنی ویلز کے قبائل سیلوٹر کی صورتیں رطانیہ کے دوسرے باشندوں سے مختلف نظر آتی تھیں اور ان قبائل کا رنگ زیتونی اور بالوں میں قدرتی گھونگر پائے جاتے تھے جو رومی دیوار کے شمال میں رہنے والے قلطیوں سے بالکل الگ تھے۔ اس قول سے بھی یہی قیاس ہوتا ہے کہ جرمنی ویلز کے باشندوں میں بہت کچھ ایورنی خون مل گیا تھا۔ اور خلیج کلائڈ و ٹے کے شمال میں تو گوڈل نسل کے لوگ رہیج ہی نہ سکے جس طرح مشرق کے نشیبی علاقوں میں یہ رہیج سکے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسکاچیاں پہاڑی علاقوں میں جو کچھ بھی آبادی تھی وہ ایورنی نسل کے لوگوں کی تھی۔

رطانیہ کی اس نسلی تقسیم کے دستاویزی ثبوت میں جو کچھ قیاسات کئے گئے ہیں وہ مختلف النوع شہادتوں پر مبنی ہیں علوم اثریات اور نسلیات اور مقامات کے نام اور کتبات سے یہ شہادت ملتی ہے اور جو کچھ ایسی جدید معلومات برابر حاصل ہوتی رہی ہے جس سے اور بھی زیادہ صحت نتائج حاصل کئے جا سکتے ہیں لہذا مذکورۂ بالا قیاسات میں وقتاً فوقتاً ردّ و بدل کی گنجائش موجود ہے۔

اس باب کے مشہور واقعات و سنین:

پی تیاس کی سیاحت	تخمیناً ۳۳۳ ق م
سزر کے حملے	۵۵ و ۵۴ ق م

باب دوم

رومیوں کا تسلط برطانیہ پر

رومیوں کی فتح برطانیہ ۔ رومی تمدن کا آغاز ۔
رومیوں کی واپسی کے اسباب ۔

سیزر کی فوج کشی کے بعد رومیوں نے ایک عرصے تک برطانیہ کو اپنے حال پر رہنے دیا۔ اس کا سبب کچھ تو یہ تھا کہ جمہوریۂ روما اُن خانہ جنگیوں میں مبتلا رہی جنھوں نے بالآخر اسے شخصی بادشاہی بنا دیا اور کچھ یہ کہ امن و امان قائم ہونے کے بعد بھی اغسطس اور تی بریوس کی حکمت عملی یہ رہی کہ کشور ستانی کے واسطے کوئی جنگ نہ کی جائے۔ خلاصہ یہ کہ تقریباً سو برس تک کسی رومی فوج کا نشان برطانیہ میں نظر نہ آیا اور اس مدت میں برطانیہ والوں نے فنونِ امن میں کافی ترقی کی۔ غالیہ کے ساتھ تجارت بڑھتی رہی اور اس عہد کے سکے گواہی دیتے ہیں کہ یہاں کے باشندے کیسے دولتمند اور ہوشیار ہو گئے تھے۔

رومیوں کا تیسرا حملہ لیکن آخر کار روسۃ الکبریٰ کے جو نئے بادشاہ تی بریوس کلاودیوس (۴۱ء تا ۵۴ء) نے ۴۳ء میں ارادہ کر لیا کہ برطانیہ کو سلطنت میں شامل کر لیا جائے اور اسے زیر کرنے کی غرض سے آولوس پلاوتیوس کو روانہ کیا۔ جس وقت یہ رومی سپہ سالار یہاں آیا تو کیسی ولانوس کے نواسے اور

باب دوم

جانشس کیونو بلی نوس کے دو بیٹے تو گو دوم نوس اور کراک تاکوس برطانیہ میں حکومت کرتے تھے۔ اولوس پلاد تیوس نے جس کی فوج میں نامور سپیسین اور اس کا بیٹا مینس اس کے ماتحت تھے۔ لڑائی میں انھیں شکست دی اور تو گو دوم نوس تو مارا گیا لیکن کراک تاکوس سیلور قوم سے جا ملا جو جنوبی ویلز کے پہاڑوں اور دلدلی علاقوں میں آباد تھی اور غالباً زیادہ تر اوری نل سے تھی۔

اس فتح سے جزیرے کے جنوب مشرقی حصے پر رومیوں کا قبضہ آسان ہو گیا اور ستیہتاہ کلاودیوس خود تسخیر کمولودونم (کول چیسٹر) میں موجود رہنے کے لئے آیا تھا۔ اسی مقام میں آسٹوریوس سکاپیولا نے جو اِن کا دوسرا صوبہ دار تھا ایک رومن نوآبادی بھی قائم کر دی۔ اسی سردار کے بعد میں سیلور قوم پر فوج کشی کی جنھوں نے کراک تاکوس کو اپنا حاکم بنا لیا تھا۔ یہ جنگجو لوگ تھے لیکن انھیں شکست ہوئی اور کراک تاکوس قیدی بنا کے رومہ بھیجا گیا۔ تاہم یہاں کے پہاڑی لوگ پوری طرح مطیع نہیں ہوئے اور اسکاپیولا نے اُس وقت اسی پر قناعت کی کہ ان کے سارے علاقے پر قلعوں کا ایک سلسلہ روڈ اسک سے روڈی تک تعمیر کر دیا جس میں کاٹریلین اور چیسٹر سب سے زیادہ اہم تھے۔

اگلے رومی حاکم سوتونیوس پولی نوس نے جو رہ موبائز سے اب اسکاٹلینڈ کہتے ہیں حملہ کیا کہ یہ درویدون کا صدر مقام تھا جنھیں رومی حملہ آور اہلِ مراحمت کا سرچشمہ سمجھتے تھے اور صحیح سمجھتے تھے۔ اس موقع پر جو لڑائی ہوئی اس میں برطانی حوصلہ عصب سے وارفتہ ہو گئے تھے۔ ان کی عورتیں تک گھمسان میں شریک ہوئیں اور خود درویدوں نے کوسے اور سراپا دے دے کے رومی سپاہیوں کے دل دہلا دیئے لیکن آخرکار حملہ آور فوج کی باقاعدگی غالب آئی۔ درویدوں کا قتل عام کر دیا گیا اور ان کی قربان گاہیں اور جائے پناہیں جلا ڈالی گئیں۔

ادھر اس عرصے میں رومی مجتہدوں کی سختی سے حوصلے ملطیوں میں جو اس قسم کی سختی کے بالکل عادی نہ تھے ناراضی پیدا ہوئی اور اس میں اور بھی شدت اس لئے

باب دوم

بوڈی سیہ کی بغاوت

آگئی کہ بوڈی سیہ اور اُس کی بیٹیوں کے ساتھ رومیوں نے بہت ہی مار دار زیادتیاں کیا حالانکہ بوڈی سیہ کے منوفی شوہر نے جو قوم اِسٹیسی کا سردار تھا، ان سے بطور خاص رحم و کرم کی وصیت کی تھی۔

غرض رومی صوبہ دار کو مونا میں مصروف جنگ دیکھکر برطانیوں نے موقع پایا اور علانیہ بغاوت کر دی۔ کولو دوم کو بورس کر کے چھین لیا اور کہا جاتا ہے کہ ستر ہزار رومی بیخبر ہوئے ماعیوں کی تلوار کا شکار ہوئے۔ مگر موئے تونیوس مستعدی سے واپس آیا اور رومی جیوش کی باقاعدگی کے سامنے برطانوں کی دلیری کا نتیجہ سوائے اس کے کچھ نہ نکلا کہ اور زیادہ آدمی مارے گئے۔ مسلح ماعیوں کی تعداد اس اب بھی کچھ کمی نہ آئی تھی تاہم بیاصوبہ سلطنت کے ہاتھ سے نکلتے نکلتے بچ گیا۔ بوڈی سیہ نے ایسے ستانے والوں کے ہاتھ میں گرفتار ہونے کی ذلت گوارا نہ کی اور خود کسی کر کے اپنی آبرو بچالی۔

اس کے بعد برطانیہ کے صوبہ داروں میں سب سے زیادہ اہم اگری کولا ہوا ہے جو موئے تونیوس کی فوج کا سردار اور تاسی توس مورخ کا خسر تھا اور اسی مورخ نے اگری کولا کی زندگی کے حالات لکھے ہیں جو ہمارے لیے بہت مفید قیمت ہیں۔ جب وہ اس عہدے پر آیا تو اُس کا پیش رو

اگری کولا

فرون تی نوس سکور دوم کو مغلوب کر چکا تھا لہذا اگری کولا نے اس کی ہمسایہ قوم اور دوویس پر توجہ منعطف کی جو باشندے تھے سُل سے اور اس مقامات میں آباد تھی جو اب ویلس کہلاتے ہیں۔ انھیں مغلوب و مصفوح کر کے وہ مونا پر بڑھا اور اندرونی اطراف کو حکم دیا کہ نیزہ سر کے حریرے برہنہ جائیں اور غالباً یہی سبب تھا کہ یہاں کے باشندوں کو اس نے اچانک آدبایا اور ملانا حریر اچرہ مسخر ہو گیا۔ تاسی توس لکھا ہے کہ "اگری کولا بہت عمدہ حاکم تھا"۔ وہ گزشتہ واقعات سے خوب واقف تھا اور چاہتا تھا کہ "غلبہ و فتح جو مصوصوں کے بھتان اور دلآزاری کا موجب ہوتی ہے کبھی محصول و دیہ یا نہیں ہو سکتی"۔ نظر ریں اس نے ارادہ کر لیا کہ آئندہ جہاں اور جہاں تک ممکن ہو سکے فتح ملکی نہ رہنے دے۔ اس کام کے لئے اس نے فوج کی تعداد کو کم کر دیا۔ رسدوں کا مہیا رصرف اہلبت کو قرار دیا اور اس بات کا اہتمام کیا کہ

وجی معارف کے لیے جبری محصول کی وصولی میں بلا وجہ لوگوں کو رحمت نہ دی جائے۔"
اسے اتنی کامیابی ہوئی کہ برطانیہ سے واپس چلے جانے کے بعد بھی وہاں کی رعایا "
خوشی خوشی فوج میں بھرتی کے لئے تازہ جواں دیتی تھی۔ اینا حراج تلافیل وقال
ادا کرتی اور ظلم وزیادتی نہ کی جائے تو سرکار کی سب خدمات مستعدی سے بجالاتی
تھی۔ آرار پہنچنے کی صورت میں اس کو بہت جلد اور تک بہ یک عقدہ آجاتا تھا
کیونکہ برطانی مغلوب ہوئے مگر بے دم نہیں ہو گئے تھے۔ انھیں اطاعت کرنی پڑی لیکن وہ
غلام نہیں بنے تھے۔" اگری کولا معابد عدالتیں اور کتابدہ مکان بنانے میں ان کی
ہمت افزائی ملکہ امداد کرتا تھا۔ لاطینی کے رواج کو اس نے ترقی دی اور مختصر
یہ کہ یہاں کے دیسیوں کو رومی بنانے میں جو کچھ ممکن تھا کر رہا۔

رود ہیمر کے شمالی علاقے کے قبائل بری گنٹیز پہلے مطیع کئے جا چکے تھے،
لہذا اگری کولا نے کوہ جویٹ بلکہ رود ٹے کے اس پار تک رومی تسلط کو وسعت دی۔
لنگس کبلی ڈویوں کو رود ٹے اور اسکے کے درمیان مونس گراوپیوس میں سکست
دینے کے باوجود اس نے رومی سرحد کو جلیج فورتھ اور کلائڈ کے مابین قائم کر نا کافی
تصور کیا اور اسی سرحد کی حفاظت کے واسطے ۱۲۱ء میں قلعوں
کا ایک سلسلہ تعمیر کرایا۔ اس کا خیال تھا کہ آئرستان کی فتح
آسان بھی ہے اور سعد بھی لیکن اس تجویز پر عمل کرنے کی نوبت
نہ آئی تھی کہ وہ واپس بلا لیا گیا۔

اگری کولا کے قلعے

۱۲۱ء میں شہنشاہ ہادریان دورہ کرتا ہوا برطانیہ آیا اور حکم دیا کہ رود
ایڈن کے دہانے سے ٹائن کے دہانے تک ایک پتھر کی فصیل تعمیر کی جائے۔
اسی دیوار کو آئندہ سیہ سالار اور زیادہ مورچہ بند کرتے رہے
حتیٰ کہ آخر میں اگلی فصیل کے عقب میں مٹی کا دھس اور ان کے
بیچ میں بہت سے قلعے تیار ہو گئے۔ اسی سرحد کے جنوب میں
رومیوں نے غالبہ اور ہسپانیہ کی طرح برطانیہ کو بھی متمدن بنانے کی باقاعدہ کوشش
شروع کی۔ سب سے اوّل تو انھوں نے پرانے دُن (یا گراھی) یعنی ایسے قدرتی مورچے
جنھیں برطانیوں نے پہلے سے تعین رکھا تھا اپنے قبضے میں کئے، پھر ان کو اپنے طرز پر

ہادریان کی نئی فصیل

باب دوم

مورچہ کیا اور ان میں سے اہم تھے ان کو آیندہ شہروں کی بنیاد ڈالنے کی غرض سے اعلےٰ درجے کی جنگی سڑکیں بنا کے ایک دوسرے سے ملا دیا۔

رومی شہر ان شہروں میں منجملہ اس عہد میں فروغ ہوا قابل ذکر حسب ذیل ہیں۔ لندن جو ٹیمز کے دہانے کے قریب واقع تھا جہاں دریا اتنا تنگ ہے کہ اسی پر پل بندھ سکتا تھا اور اس کا کنارہ بھی اتنا پختہ تھا کہ کشتیوں سے مال لانے لیجانے میں کچھ دقت نہ تھی۔

یارک شمال کے وسیع میدان کا مرکز، روڈ ہوس اور آوز کے سنگم پر واقع تھا۔

لنکن۔ جن لیسٹ پہاڑیوں نے وادی ٹرینٹ کو گھیر کر مشرق کی طرف موڑ دیا ہے یہ ان کی سب سے اونچی چوٹی پر تھا۔

چیسٹر چوڈی کے سب سے زیریں معبر پر واقع تھا۔

یورک کونیم سیورن پر اور سیرلیون اسک کے کنارے آباد تھے۔ اور باتھ اس زمانے میں بھی اپنے گرم چشموں کی بنا پر مشہور تھا۔

رومیوں کی سڑکوں میں چار سب سے بڑی تھیں اول واٹلنگ اسٹریٹ،

رومی سڑکیں جو ڈوور سے چل کر لندن یارک کو عبور کرتی اور پھر شمال مشرق کی طرف مڑ کر قریب قریب اسی راستے سے چیسٹر تک پہنچتی تھی جو آج کل لندن سے مانچسٹر ریلوے کا راستہ ہے اور جس کے راستے میں یورک کونیم پڑتا ہے۔ دوسری سڑک فوس وے، فالتھ سے چلتی اور لنکن کے علاقے کو طے کرتی ہوئی لنکن پہنچتی اور واٹلنگ اسٹریٹ کو رگبی کے قریب وہاں قطع کرتی تھی جسے اب ہائی کراس کہتے ہیں۔ تیسری سڑک ارمائن اسٹریٹ کہلاتی تھی اور لندن کے شمال سے گزر کر لنکن آتی اور پھر اس کی دو شاخیں ہو جاتی تھیں۔ ایک شمال میں رود ہمبر تک آتی جہاں سے مسافر بذریعہ کشتی دریا پار کرتے اور پھر یارک تک پہنچتے تھے دوسری شاخ ٹرینٹ کو عبور کر کے ڈون کاسٹر تک آتی اور پھر سیدھی شمال میں چلتے چلتے ٹیڈ کاسٹر تک پہنچ جاتی جہاں سے ایک ٹکڑا اسے یارک تک مکمل کر دیتا تھا۔ مگر جو تری سڑک ٹیڈ کاسٹر سے آگے بروبرج بلکہ یوں کہیے کہ ایک میل جنوب میں یوزندی پر السوریم (= آلڈبرو) تک آتی جہاں یارک کی سڑک اس سے مل جاتی تھی۔ یہاں سے یہ سڑک

بورکو اتر کے سویل ندی کے کیٹ رک پل تک سیدھی آئی اور پھر دو شاخوں میں منقسم ہو جاتی تھی۔ ایک شاخ نو پہاڑیوں سے اتر کے کارلائل پہنچتی اور دوسری نیو کاسل جس سے شہر لندن اور ٹرنٹ نصیل کے دونوں سروں میں باہم اتصال پیدا ہو جاتا تھا۔ چوتھی سڑک اک نیلڈا سٹریٹ کی سمت خیال کیا جاتا ہے کہ وہ آئی سینی یا اکینی قوم کے نام سے موسوم کی گئی تھی اور یہ نارچ سے جنوب مغرب کی طرف چلتے چلتے ایکزیٹر کے قریب سڑک فوس وے سے مل جاتی تھی۔ ان بڑی شاہراہوں کے علاوہ بہت سی چھوٹی اور مقامی سڑکیں ایک مقام سے دوسرے مقام تک پھیلی ہوئی تھیں۔ مثلاً واٹلنگ اسٹریٹ کا ایک سلسلہ چیسٹر سے مان چسٹر اور پھر وہاں سے ایسوریم تک آکے سڑک ارمائن سے مل گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ ان سڑکوں سے آمد و رفت کی سہولت، تمدن اور شہری معاشرت کی ترویج اور تجارتی مشاغل کے ترعیب میں بہت بڑی مدد ملتی تھی اور مجموعی طور پر انھی نے برطانیہ کو پہلی مرتبہ متمدن دنیا کا ایک حصہ بنا دیا۔ اس کا بہتر ثبوت ان رومی آثار و مافیات سے فراہم ہوتا ہے جس کو علمائے اثریات کی سعی نے ملک کے مختلف مقامات سے برآمد کیا ہے۔ ان اشیا سے رومی برطانیہ کے قریب قریب ایسی ہی تصویر سامنے آجاتی ہے گویا خود ہمارے زمانے کے سیاحوں نے اس ملک کا معائنہ کیا ہو۔ پرانی بستیوں کے گرد اونچی اونچی فصیلیں اور ان کے وہ مضبوط و مستحکم پھاٹک جن پر دن رات پہرہ رہتا تھا، جیتم تصویر میں پھرنے لگتے ہیں۔ خوشنما حویلیوں کا، جن کے فرش سنگین چار خانے کے ہوتے تھے، خانگی اور سرکاری حماموں، دنگل، تھیٹر، معابد، عدالتوں وغیرہ کا بھی ہمیں علم ہے۔ ان میں سے بعض کے کھنڈر خود برطانیہ میں موجود ہیں، اور بعض کے ممالک یورپ کے آثار قدیمہ سے جو بہتر حالت میں محفوظ رہے، بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ تنہا سڑکیں اور پل بنانے کے علاوہ رومیوں نے ملک کے قدرتی وسائل کے ترقی دینے میں بہت کچھ کوشش کی۔ ان کے شیشے اور کوزہ سازی کے کارخانوں کے بہت سے آثار ملتے ہیں۔ وہ لوہے، ٹین اور سیسے کے وسیع پیمانے پر کام کرتے تھے اور غلے کی پیداوار کو اس حد تک بڑھا لیا گیا تھا کہ جزیرۂ برطانیہ دریائے رائن کے رومی جیوش کی منڈی بن گیا تھا۔ آبادی پر رومی تمدن کا ایک اثر تو غالباً یہ ہوا ہوگا کہ نسلوں میں باہمی اختلاط و امتزاج کو مزید تحریک پہنچی۔

باب دوم

رومیوں کا دستور تھا کہ جہاں سے فوج بھرتی کرتے اسے کبھی وہیں نہیں رہنے دیتے تھے۔ چنانچہ برطانیہ کے جوان افریقہ و رائن کے علاقوں میں بھیجے جاتے تو خود برطانیہ کی رومی دیوار کے مورچوں پر ہمیشہ غیر ملکی سپاہی متعین نظر آتے تھے۔ نوکری سے الگ ہونے کے بعد بھی ان لوگوں کو یہیں زمینیں مل جاتیں اور ان سے برطانی قوم میں ایک جدید عنصر کا اضافہ ہوتا۔ دوسرے اس نسلی امتزاج کا ایک نتیجہ یہ ہوتا کہ ملک میں مختلف اور نئے خیالات پھیلتے تھے رومیوں نے دروتمدن کا قلع قمع کرنے کے بعد حسب معمول اسی برطانی رعایا کو مذہب کی پوری آزادی دے دی تھی اور معلوم ہوتا ہے کہ وہی قدیم دیوتا، رومی ناموں سے پوجے جانے لگے تھے لیکن کچھ مدت کے بعد مسیحیت کی خبریں بھی آنے لگیں اور ہر چند اس کی برطانیہ میں ابتدا اور اشاعت کی کوئی صحیح تاریخ موجود نہیں، تاہم یہ یقینی ہے کہ یہاں کے رومی آبادکاروں اور ان کے برطانی مقلدین کے دل میں یہ مذہب جاگزیں ہو چلا تھا۔ رہے سلطنت روما کے سیاسی جھگڑے تو یا تو بعد سے برطانیہ کا اسی دور ہونا اس کے امن و آسودگی کے حق میں نہایت مفید ہوا اور اس تمام مدت میں برطانیہ کی ملکی تاریخ کے مشہور واقعات بحر اس کے کچھ نہ تھے کہ **ہادریان** اور **سوئی روس** بادشاہوں نے دورہ کیا۔ یا **فسطنطین** کی مہم کہ رومی باپ سے برطانی عورت کا فرزند ہونے کی بنا پر مکمل ہے کہ یہاں کے لوگوں میں اس سے کوئی قومی حد بہ پیدا ہوا ہو۔

سیکسن قزاق

رومی سلطنت کی تین صدیاں اسی امن و آسودگی میں گزر گئیں کہ اتنے میں آئندہ مصائب کی ارواح ہوا میں گشت کرنے لگیں۔ اس کا بڑا سبب یہ تھا کہ سلطنت میں اندرونی انحطاط کے باعث اب اس وسعتوں کو روکے رکھنے کی طاقت نہیں رہی تھی جو روما کے عروج ہی کے وقت سے اندر آگھسنے کی حد و جہد کر رہے تھے مگر سلطنت کی پوری قوت نے ان کو باہر روک رکھا تھا۔ اب ان کے جا بجا حملے ہونے لگے اور اس تکلیف میں برطانیہ کو بھی پورا حصہ ملا کہ ایک طرف تو رومی دیوار کے پار سے خود آزاد برطانی قبائل اور آئرستان کی جانب سے اسکوٹ قبائل نے پیہم چھاپے مارنے شروع کئے اور اس سے بھی بڑھکر یہ کہ مشرقی ساحل پر رود الملت کے سیکسن قزاقوں نے وہ اودھم مچایا کہ اس کی

حفاظت کے واسطے قلعوں کا ایک پورا سلسلہ بنانا پڑا اور یہ خدمت ایک خاص عہدہ دار کے سپرد کی گئی اور "امیر ساحل سیکسن" اس کا لقب قرار پایا۔ اُدھر جیسے جیسے خود قلب سلطنت پر حملہ آوروں کی طرف سے خطرہ بڑھتا گیا، اسی قدر اہلِ روما کو خواہی نخواہی دور دست صوبوں سے فوجیں واپس بلوانی پڑیں اور ان علاقوں کے باشندے مجبور ہوئے کہ یا تو وحشی حملہ آوروں سے صلح صفائی کرلیں اور یا بطور خود مقابلے کے لئے تیار ہوں۔ برطانیہ میں بھی یہی صورت پیش آئی اور سنہ ۴۱۰ء میں

رومیوں کا تخلیۂ برطانیہ

اہلِ برطانیہ سے کہہ دیا گیا کہ اب وہ اپنی حفاظت کا سامان خود کریں اور آئندہ سے اپنے جزیرے کو سلطنت روما کا جزو تصور نہ کریں۔ قدیم انگریز مورخ بیڈ لکھتا ہے کہ "تب جولیس سیزر کی جزیرے میں آمد سے تقریباً پورے چار سو ستر برس بعد، رومیوں کی حکومت برطانیہ میں ختم ہوگئی۔ یہ رومی اس فصیل کے جنوب میں رہا کرتے تھے جسے سوئی روس نے جزیرے کے آر پار بنا دیا تھا، جیسا کہ اُن کے بنائے ہوئے شہروں، مندروں، پلوں اور پکی سڑکوں سے ثابت ہے"۔ یہ مورخ سنہ ۷۳۵ء میں مرا مگر اس کے ایک مدت بعد بھی جیرالڈ ویلش مین نے جو بارھویں صدی کے زمانے میں تھا، شہادت دی ہے کہ سیرلیون کے ویران علاقے میں ایسے پرشکوہ آثار قدیمہ باقی تھے جنھیں دیکھ کر سیاح حیران ہو جاتا تھا۔

خاص خاص سنین

رومی فتح کا آغاز	سنہ ۴۳ء
اگری کولا کے قلعے بنے	سنہ ۸۱ء
ہادریان کی دیوار کا آغاز	سنہ ۱۲۱ء
اہلِ برطانیہ اپنے حال پر چھوڑ دیے گئے	سنہ ۴۱۰ء

باب سوم

قوم انگریز کا توطن برطانیہ میں

ابتدائی انگریزی حملوں کا احوال بہت کم معلوم ہے۔ گلڈاس کی سب سے معتبر تحریر۔ کیولین اور اسکل ورتھ کی متاخر فتوحات۔ رسم کا اثر برطانیوں پر۔

رومی حبوش کے ۴۱۰ء میں رخصت ہونے کے بعد سے جزیرۂ برطانیہ کی تاریخ پر گہری تاریکی چھا گئی جو ڈیڑھ صدی تک زائل نہ ہوئی۔ یہی سبب ہے کہ انگریزوں کی فتوحاتِ برطانیہ کی تفصیل بلکہ بعض ضروری اجزا کا بھی کوئی صحیح علم نہیں اور ازمنۂ وسطیٰ نیز عہد حاضرہ کے مورخین کو اس کمی کے پورا کرنے میں قوتِ متخیلہ پر بہت کچھ زور دینا پڑا ہے۔

رومی حبوش کے کلیتہً رخصت ہونے سے پہلے بھی کئی بار وہ تھوڑے تھوڑے دن کے لئے چلے جاتے تھے اور چونکہ ان کی غیر حاضری میں اس تمام زمانے میں برطانیہ برّ و بحر دونوں طرف سے وحشیوں کے حملوں کا آماج گاہ رہا، لہٰذا دیسی فوجوں کو مدافعت کا کچھ نہ کچھ تجربہ ضرور ہو گیا ہوگا۔ فوج کے علاوہ، مورچہ بند مقامات کی ان کے پاس کچھ کمی نہ تھی۔ شمالی حملے روکنے کے واسطے رومی فصیلیں موجود تھیں اور مشرق کی طرف سیکسنوں کی قزاقانہ مداخلت کے سدّباب کے لئے رُوڈ سولنٹ سے روڈوآس تک

سمندر کی ہر کھاڑی پر گڑھی بنا دی گئی تھی۔ ان ساحلی استحکامات نے جنوبی برطانیہ کو موری حملے کی مصیبت سے محفوظ رکھا اور ان ساحلوں کے دیسی باشندے صدیوں سال تک جرمن حملہ آوروں کو روکے رہے۔ مگر شمال میں پکٹ اور اسکاٹ مسلسل حملے کر رہے تھے اگرچہ کہ ان کی نوعیت غالباً محض تاخت کی سی تھی اور مستقل قبضہ ان کا مقصد نہ ہوتا تھا۔ بہرحال دیوار کے پار کے وحشیوں یا آئرستان کے ڈکیتوں کو ہاوریاں کی عظیم الشان سدّ کے جنوب میں مستقلاً قدم جمانے میں کبھی کامیابی نہیں ہوئی اور یوں بھی رومیوں کی رخصت کے بعد برطانیوں نے کچھ سال تک دشمنوں کا خاصی طرح مقابلہ کیا۔ جنوب کے بعض لاطینی زباں بولنے والوں نے رومہ سے استمدادی لجاجت آمیز درخواست کی، جسے "اشک برطانیین" موسوم کیا تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ جب تک ساحل سیکسن کی حفاظت ہو سکی، اس وقت تک جزیرے کو کوئی واقعی خطرہ پیش نہ آیا۔ بایں ہمہ رومیوں کے جانے کے تیس سال بعد سیکسن ملک میں گھس آئے اور زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ وہ سارے جنوب مشرقی کونے کے (یعنی جہاں پہلے رومی تسلط سب سے کامل جم چکا تھا) مالک ہو گئے۔ یہ لٹیرے بھی پکٹ، اسکاٹ اور سیکسن کے ناموں سے یاد کئے جاتے تھے اور عرب اہل برطانیہ پر آئرستان کی طرف سے جو اسکاٹ اور دوآبار سے جو پکٹ چھاپے مار رہے تھے، وہاں کے علاوہ ہیں۔

یہ فنبائل سیکسن، روڈ ایلینڈ کے نیچی سواحل، جزیرہ نمائے ڈنمارک اور اسی کے قریب کے جزیروں کے باشندے تھے۔ یہ سب آریہ کی تیوتانی شاخ سے شمالی جرمانیہ کی قومیں تھے۔ خود ان کو نو لکھنے پڑھنے کا شعور تھا نہیں، اس لئے ان کا جو کچھ حال معلوم ہوا وہ دوسروں کی زبانی ہے اور ان تاحد میں سب سے اہم تاسی توس مورخ کی کتاب "جرمانیہ" پر ہے جو اس نے پہلی صدی مسیح میں رومی دنیا کے واسطے لکھی تھی۔ دریائے رائن سے لے کے بحر بالٹک کے سواحل تک جو جو بن آباد تھیں، اس نے ان سب کو غیر مخلوط نسل بتایا ہے[1] کہ سب کے

[1] جرمن خون کے اتنے خالص ہونے کی نسبت تاسی توس کے قول میں کسی حد تک کلام ہے۔ غالباً اس کا مساعد لڑنے والوں سے ہے ورنہ اس کی بہیر و نگاہ میں جو غلام رہتے تھے، وہ ضرور مختلف نسل سے ہوں گے

حدوخال، تیز نیلی آنکھ، اور سرخ بال تھے، اور گو بڑے اور مضبوط جسم والے تھے، مگر صرف لکھارگی کام کے موقع ہی پر وہ دکھا سکتے تھے" (کھانے والے یکساں تھے)۔ "بعض قبائل میں بادشاہ، اور بعض میں صرف سردار ہوتے تھے لیکن ان کے اختیارات محدود تھے۔ چنانچہ انھی میں سے کسی نے سیزر سے کہا تھا کہ مجھے ایسی قوم پر جسے خوف حاصل ہیں، اسے ہی خوف قوم کے مجھ پر ہیں"۔ بادشاہ اور جنگی سردار دونوں قبیلے کے جلسۂ عام میں آزاد طبقے سے منتخب کئے جاتے تھے۔ معمولی قسم کے معاملات کا فیصلہ سرداروں کی مشورت سے ہو جاتا لیکن اہم معاملات جلسۂ عام ہی میں طے پاتے۔ اور جنگی طبقے کی آزاد روی کا یہ حال تھا کہ جلسے کے مقررہ دن پر وہ بہت کم بروقت پہنچتے تھے کہ کہیں انھیں سرداروں کا بہت ہی مطیع اور فرماں بردار نہ سمجھ لیا جائے"۔ جلسے میں، بادشاہ یا سردار بحث کا آغاز کرتے پھر عمر و امارت، تہذیب جنگ و فصاحت کے لحاظ سے دوسرے لوگ جو سب سے نوبت حصہ لیتے۔ کوئی شخص سیاست پر حکم نہیں چلا سکتا تھا بلکہ صرف ترغیب دے سکتا تھا"۔ نظم و نسق کی غرض سے ہر قبیلے کا علاوہ مختلف پرگنوں میں جنھیں پاگی کہتے، تقسیم تھا اور ہر پاگی سے سو آدمی فوجی لشکر میں بھیجے جاتے تھے، میدان جنگ میں بھی یہ لوگ یہ اعلان جاندار کے صف بندی کرتے اور چونکہ عورتوں کے ساتھ رہنے کا دستور تھا لہذا ہر شخص جانتا تھا کہ بوڑھے گھرانے کی آنکھیں اس پر لگی ہوئی ہیں۔ جنگ و امن دونوں حالتوں میں ہمارا اہل ہمت اشخاص کے جلوس گھوڑے سے بہت ملازم رہتے تھے اور یہ اپنے آقا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ جنگ میں امیر کا ایسے رفیقوں سے پیچھے رہ جانا، یا رفیقوں کا لڑائی میں ساتھ نہ دینا، موجب ننگ سمجھا جاتا تھا۔ ان رفیقوں کو امیر کی طرف سے صرف خوراک دی جاتی تھی جسے افراط سے مہیا کرنا اس کا کام تھا۔ جرمانیہ میں شادی کی رسم کا کمال احترام کیا جاتا تھا۔ تعدد ازدواج شاذ و نادر صورتوں میں ہوتا اور بدکاری پر خواہ وہ کسی قسم کی ہو سخت سزا دی جاتی تھی۔ رومیوں کے برخلاف، جرمنوں کو سہری زندگی سے نفرت تھی اور امیانوس مارسیلی نوس نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) خصوصاً اس وقت سے جب سے انھوں نے عاجزی اور فراخی کے طریقے اختیار کئے"۔

باب سوم

لکھا ہے کہ یہ لوگ رومی بستیوں کو بہت حقارت سے دیکھتے اور کہتے تھے کہ یہ قبرستان ہیں جن کے گرد جالا لگا ہوا ہے۔ علیحدہ علیحدہ رہنا ان کی عادت تھی اور دیہات میں بھی وہ ایک دوسرے سے فاصلے پر مکان بناتے تھے۔ ان کی بڑی دولت مویشی تھے۔ غلہ بوتے تھے مگر زراعت کو برا سمجھتے تھے۔ "کاشت کرنا اور باقاعدہ فصل کا انتظار کرنا جرمن کا اصول نہ تھا اس سے زیادہ آسانی سے وہ حملہ کرنے اور جنگ میں زخم کھانے پر آمادہ کیا جا سکتا تھا۔" دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ جو چیز تلوار کے زور سے مل جائے اس کے لئے محنت کا پسینہ بہانا جرمن کے ردیک ایسی سستی کی دلیل تھا جو سپاہی کی شان کے لائق نہیں۔ مگر تاسی توس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جرمن جنگی طبقہ سخت کاہل تھا وہ کھیت کیار کا کام غلاموں کے اور گھر بار کا کام عورتوں کے سپرد کرتے اور لڑائی یا بیحائت میں مشغول نہ ہوں، تو شکار کرنے، گوٹ کھیلنے، شراب پینے یا پڑے سوتے رہتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ ان میں آزادی و ناہمتی مگر مہذب قوم کے عیوب و اوصاف سب موجود تھے۔

خاص سیکسن قوم کا تاسی توس نے کوئی ذکر نہیں کیا اور اینگل قوم کی نسبت صرف یہ لکھا ہے کہ ان میں کوئی خاص بات بیان کے لائق نہیں۔ اس سے ہم قیاس کر سکتے ہیں

سیکسن

کہ جو کچھ اس نے عام طور پر جرمنوں کی بابت لکھا وہی ان قوموں پر صادق آتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ تاسی توس کو جرمنوں کے صرف ایک قبیلے سوی اونیز کے بحری مشاغل کا علم تھا اور اس نے اینگلوں کے مقام کو بھی ساحل سے بہت دور بتایا ہے۔ پس ظاہر ہے کہ اس کے بعد یہ قوم عام ہل چل میں ساحل کے قریب آئی ہوگی اور کچھ مدت میں ان بڑی معاشرت والوں کو بحری قزاقی کے مشاغل نے یہ لالچ دلایا ہوگا کہ ایسی قدیم رہزنی کا ایک جدید پیرایہ اختیار کریں۔ بہرحال یہ مسلم ہے کہ رومیوں کے برطانیہ چھوڑنے سے بہت پہلے سیکسن جہازیوں کی سینہ زوری کا ثبوت مل چکا تھا اور وہ بھی سوی اونیز کی طرح "سمندر میں بستے تھے" اور بیں طوفان کی شدت میں سمندر میں روانہ ہوتے تھے کہ ان کے ردیک یہی وقت اس کے مہمانہ مقاصد کے حق میں سب سے زیادہ مساعد ہوتا تھا۔ چند سال ہوئے ان کی ایک جنگی ناؤ شلزوگ کی ایک دلدل سے کھود کر نکالی گئی جو اسّی فیٹ لمبی

باب سوم

نو فیٹ چوڑی، جو بیس چپوؤں سے کھینے والی اور ایک موسس آدمیوں کو لے چلنے کے قابل تھی۔

انگریزی فتح کے ابتدائی سین کی تحریری شہادت چار کتابوں میں مذکور ہے۔ گلڈاس کی کتاب "تخریب برطانیہ" بیڈ کی "تاریخ کلیسائی" "تاریخ برطانیہ کے مجموعہ انینوس کے نام سے منسوب ہے۔ اور "اینگلو سیکسن وقائع"۔ پہلا مصنف گلڈاس ۵۱۶ء میں پیدا ہوا اور ۵۶۰ء میں کتاب لکھی۔ بیڈ ۶۷۲ء میں پیدا ہوا اور ۷۳۵ء میں وفات پائی "تاریخ برطانیہ" نویں صدی کے نصف آخر میں اور "وقائع" کچھ عرصے بعد مدون ہوئے۔ اس لحاظ سے بیڈ اور ہمعصر مورخ گلڈاس ہے مگر وہ جب پیدا ہوا تو رومیوں کو برطانیہ سے رخصت ہوئے سو سال سے زیادہ زمانہ گزر چکا تھا۔ دوسرے اس کی کتاب زیادہ تر اہل برطانیہ کی تنزلات و مدحسالی کے خلاف ایک وعظ ہے اور اس میں تاریخ سے بڑھکر لفاظی اور فصاحت کا زور دکھایا ہے۔ اسی کے ساتھ یہ ضرور ہے کہ گلڈاس نے جو واقعات لکھے ہیں وہ سیل تسلیم ہیں، یہ کہ کم سے کم ان روایتوں کا اس کے سامعین کو تقیناً علم ہوگا، لہذا ان مقامات میں کذب و اختراع کا موقع نہیں معلوم ہوتا۔

اب گلڈاس کو تاریخ کے ہم دیکھتے ہیں کہ برطانیوں کے سب سے سخت دشمن پکٹ اور اسکاٹ تھے اور شروع شروع میں سیکسنوں سے انھیں زیادہ آرائش بھجوا سیج بوجھئے تو ایسا ہی ہونا بھی چاہئے تھا کیونکہ "سیکسن ساحل" کے قلعے جب تک محفوظ اور اچھی حالت میں تھے اس وقت تک ان جنگلی غارتگروں کا انھیں محاصرہ کرنے کا کوئی مطلق ۔ آتا تھا، ملک میں داخل ہونا ممکن نہ تھا۔ البتہ تیس سال گزرے تھے کہ خود برطانی رئیسوں میں جھگڑا ہوا۔ ان کے نام گرتھری گبرنوس اور آوریل یوس سے قیاس ہوتا ہے کہ ان میں ایک قلطی اور دوسرا رومی نژاد ہوگا۔ بہرحال ان میں سے کسی ایک نے حوڈھی سیکسنوں کو اجرت پر مدد کے لئے بلایا اور بھر نتیجہ وہی ہوا جو عام طور پر ہوا کرتا ہے کہ ان طاقتور امیروں کو قلعوں سے گرنے کا موقع مل گیا اور پھر سیکسنوں کی ترکتازیاں یہاں تک بڑھیں کہ ساحل کے تمام دیسی اصلاع کے تمام دیسی باشندے یا مارے گئے یا غلام بنائے گئے یا بھاگ بھاگ کر جنگلوں پہاڑوں میں بہت عسرت سے زندگی بسر کرنے لگے۔ کچھ عرصے بعد سیکسنوں اور آوریلیوس میں کشمکش شروع ہوئی اور انھیں

ایک لڑائی میں سخت شکست ہوئی پھر کبھی ہارے اور کبھی جیتے کے بعد ۱۶ھ میں دوبارہ کوہ بیڈن کی لڑائی میں ان کا ایسا قلع قمع ہوا کہ ایک مدت تک وہ قلعیوں پر کوئی حملہ نہ کر سکے۔ بایں ہمہ اس طویل خونریزی نے خود قلعیوں کو اس قدر نقصان پہنچایا تھا کہ وہ بھی وہاں قابض نہ رہ سکے اور یہ علاقے ویراں ہو گئے۔ گلڈاس کے اسی بیان سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ قدیم برطانی قوم اور اس کی زبان و معاشرت کس طرح مفقود ہوئی اور کس طرح انگل قوم کے نووارد ایک ویراں علاقے میں بے تکلف آباد اور قابض ہو کر اپنی معاشرت کو رواج دے سکے۔

اس مشرقی ساحل کی فتح کے مزید حالات معلوم نہیں البتہ بیڈ نے ان قبائل کے نام گنوائے ہیں جو اس کے زمانے میں ان علاقوں میں (جو کبھی رومی برطانیہ کے نہایت بارونق اضلاع تھے) آباد ہو گئے تھے۔ وہ لکھتا ہے کہ یہ نووارد "جرمانیہ کی تین نہایت طاقتور اقوام یعنی سیکسن انگل اور جوٹ سے تھے۔ جوٹ قوم کے احلاف کنٹ اور جزیرہ وائٹ میں آباد ہوئے اور اس جزیرے کے مقابل ڈبسٹ سیکسن کے صوبے میں بھی یہی آباد تھے۔ جرمانیہ کے اس علاقے سے جسے اب قدیم سکسنی کہتے ہیں، شرقی، غربی اور جنوبی سکسن آئے اور ان نوعوں کے درمیان کے ملک انگلیہ سے انگل آئے جن کی نسل میں مشرقی، وسطی انگل اور مرسی قبائل اور نارتھمبریہ (یعنی دریائے ہمبر کے شمال) کی قوم اور تمام انگریزی قومیں داخل ہیں"

خود برطانی لوگوں کے اندرونی حالات کا اس زمانے میں کوئی ذریعہ معلوم نہیں صرف ولکر کے وقائع سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد میں ان کا مشہور امیر گلیڈ ہوا ہے جس کی حکومت کلائیڈ کے دہانے سے دریائے سیورن تک تھی۔ انگلو سیکسن وقائع میں زیادہ آزادی سے کام لیا گیا ہے مگر یہ گلڈاس کی ہمعصر شہادت سے مطابقت نہیں کھاتے اور نینیوس نے ہر لڑائی میں اہل برطانیہ کو فاتح بنایا ہے حالانکہ وہ بلاشبہہ خود اسے ملک سے نکالے جا رہے تھے۔ غرض معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مغربی سیکسنوں کی آمد کا حال ان کے احلاف نے بہت جلد بھلا دیا اور بعد میں محض قیاسی روایتوں سے اس کمی کو پورے کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

بہرحال گلڈاس کی تحریر کے وقت مغربی سکسنوں کی مسند حکومت پر ایک بادشاہ ۵۶۰ء سے ۵۹۱ء تک متمکن رہا اور یہ تاریخ مسیحی داعیوں کے ورود سے بہت قریب ہے۔

باب سوم

معتبر تاریخ کا آغاز

جن کے آنے سے لائق اور تعلیم یافتہ تاریخ نویس بھی ملک میں بھیج گئے۔ مذکورۂ بالا بادشاہ کا نام کیا دِلن تھا اور نہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کے عہد سے انگریزی فتح برطانیہ کی معتبر تاریخ شروع ہوتی ہے۔ کیا وِلن کا پہلا کارنامہ اسکاٹ لرٹ رئیس کینٹ سے لڑائی ہے جس میں کیا وِلن نے اُسے اپنے علاقے میں دخیل دیا اور پھر برطانیوں کی طرف بیٹ بڑاس سے 'تھول گلڈاس' (خوبصورت شاہد تھا) کو ہیڈنگ کی لڑائی کے وقت سے اب تک تعلق چلی آتی تھی۔ اوّل تو اس نے اکھس مالائی ٹیمز کی وادی سے پرے دخیل دیا۔ پھر ۱۰۷۵ء میں فوس وے کو عبور کر کے ڈربہم کی جاگیر بھی چھین لی۔ اسی لڑائی میں انگریز حملہ آوروں نے پہلی مرتبہ درمائے

جنگ ڈربہم

سیورن کے اطراف کے پُر بیضا میدانوں اور دُور سے ولش کے پہاڑوں کا نظارہ کیا۔ باتھ، گلوسٹر اور سرسبز ٹریمنڈ حملہ آوروں کے ہاتھ آ گئے تھے اور ان وحشیوں نے اس کارگر طریقہ پر ان کو تاراج کیا کہ صدیوں تک یہ شہر ویران پڑے رہے۔ حتیٰ کہ ایک مہیب خوشنما رومی حمام میں جنگلی بطخ نے گھونسلہ بنایا اور انڈے دے رکھے تھے۔

اس فتح کے سات سال بعد کیا وِلن نے وادیٔ سیورن پر دوبارہ حملہ کیا اور گو اسے موجودہ چیسٹر کی سرحد پر ہیڈنگی کے میدان میں شکست ویسائی نصیب ہوئی تاہم ان وحشیوں نے یوری کونیم کے حوالی شہر کو حلا کے حاک کر دیا، رومی ممدن کے آثار مٹا دئے اور کافی مال غنیمت لوٹ لے گئے۔ اسی حملے کے بعد سے سیورن کی زیریں وادی میں نیوتانی نسل کے لوگ آ بسے جس کی لوبی ان کے مغربی سیکس ہونے کی شہادت دیتی تھی۔

اس عرصے میں انگلوں کی دو بستیاں برنی سیا اور ڈیرانا ور اتھل فرتھ کے ماتحت متحد ہو گئیں۔ ان کا علاقہ فورتھ سے ٹی اور ٹی سے ہمبر تک پھیلتا تھا اور اسی اتحاد کے بعد اتھل فرتھ نے ۶۱۰ء میں اسکاٹوں کو جو برطانیہ میں آ بسے تھے،

ڈاسٹون اور چیسٹر کی لڑائیاں

کارلائل کے قرب ڈاسٹون میں سخت شکست دی اور دوبارہ چار سال بعد چیسٹر پر اس سے بھی زیادہ معرکے کی فتح حاصل کی۔ لڑائی میں رومی شہر چیسٹر تاراج ہوا اور کئی صدی تک غیر آباد

ب سوم

وحراب پڑا رہا۔ اس لڑائی کا ایک اور نتیجہ یہ ہوا کہ ڈین اور ویل کے پرگنے اور نیز قلطیوں کی بستیاں جو ابھی تک پیک کی پہاڑیوں اور لوی ڈیس اور الیمیٹ کے جنگلوں میں آباد رہی تھیں، حملہ آوروں کے ہاتھ آگئیں اور اب صرف ویلز کارنول اور اس طریقہ کلائیڈ کے اضلاع محفوظ و خود مختار رہ گئے۔ کارنول میں اس وقت موجودہ ڈیوں اور سمرسٹ کے علاقے شامل تھے مگر اس کے اور ویلز کے درمیان کی پٹی پر اینگل قابض ہو گئے جس سے کارنول کا اسے ویلز کے ہمسایوں سے کوئی اتصال باقی نہ رہا۔ شمالی ویلز کے لوگ اپنے کوہستانی مورچوں سے سکسین حملہ آوروں کا سالہا سال تک بخوبی مقابلہ کرتے رہے اور اس طریقہ کلائیڈ، یعنی مورکمب اور کلائیڈ کے درمیان کا ناہموار علاقہ کوئی ایسی وجہ ترغیب ہی نہ رکھتا تھا کہ اس کی خاطر لڑائی کی جوکھوں مول لی جاتی۔

معلوم ہوتا ہے کہ انھل فرتھ کے جانشین ایڈون کے پاس جہازوں کا ایک بیڑہ بھی تھا جس سے وہ مَن اور مونا کے جزیروں پر قابض ہو گیا اور مونا کا نام آئندہ سے اینگل سی یعنی "اینگلوں کا جزیرہ" رکھ دیا گیا۔

ایڈون

ایڈون کا سب سے بڑا برطانی حریف کیڈ ویلن تھا جسے بیڈ، شاہ اور امیر کے القاب سے یاد کرتا ہے۔ ویلز کے وقائع سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے ایڈون نے اپنی ریاست سے بھگا دیا اور جو وہاں قابض و حکمران ہو گیا تھا۔ بیڈ کے بقول یہی پہلا انگریز رئیس ہے جس کے ماتحت انگریز اور برطانی دونوں قسم کی رعایا تھی اور جس نے کسی قدر رومی حکومت کی شان بنائی اور یہ عزت حاصل کی کہ نہ صرف جنگ بلکہ امن کے زمانے میں بھی اس کے پرچم آگے آگے چلتے تھے اور خواہ وہ ماہ کے تہواروں میں دورے پر ہو خواہ اپنے تہوار میں پیادہ پا چلتا ہو، علم بردار اس کے آگے آگے اس قسم کا جھنڈا لئے چلتا تھا جسے رومی طوفا اور انگریز "ٹووف" کہتے ہیں۔

اینگلوں یا انگریزوں کی میں قدیمی جس پر ڈرہم، ڈاسٹون اور چیسٹر کی لڑائیوں نے مہر تصدیق ثبت کر دی تھی، قلطیوں کی جغرافی تقسیم میں بھی بہت کچھ تغیر کا باعث ہوئی۔ مگر اس سے بھی بڑھکر دو تغیر یہ عمل میں آئے کہ یا نویں اور دسویں صدی میں

باب سوم

ان برطانی قبیلوں کے قدیم دو گروہ گوے ڈل اور بری تھونی مل جل کے ایک ہو گئے اور آمیدہ کمبری (یعنی حلیف) کے مسر کہ نام سے مادکیے جانے لگے اور جنوبی برطانیہ میں گوے ڈلی بولی بھی معمود ہو گئی اور اس کی جگہ بری تھونی بولی جانے لگی۔ دوسرے آئرستان کے گوے ڈلوں نے پانچویں صدی میں اسکاٹ لینڈ کے مغربی کوہستان پر حملہ ایورنی علاقہ کھا نے شروع کیے اور ان قدیم باشندوں کو بتدریج نکال دیا یا فنا کر دیا اور مقام آرجائل سے پھیلتے پھیلتے تمام اضلاع پر اس طرح آباد ہو گئے کہ ان کے چاروں طرف گوے ڈل یا بری تھونی اضلاع آ گئے۔ یہ نو وارد اسکاٹ کہلاتے تھے اور ان کی وجہ سے پہلے ہی محدود سلاوہ اسکاٹ لینڈ موسوم ہوا۔

مگر واضح رہے کہ جزیرے کے انگریزی اور فلطی حصوں میں آبادی کی جو قسم ہوی اس کے متعلق کچھ کہنے میں بڑی احتیاط درکار ہے اس لئے کہ سب سے مخلوط اضلاع میں بھی آبادی کلیتہ خالص و بغیر مخلوط نہ تھی اور جدید تحقیقات سے اسی قیاس کی تائید ہوتی ہے کہ دلدل پہاڑ یا گھنے جنگل میں جہاں موقع مل سکا قدیم باشندے حملہ آوروں کی مدافعت کرتے رہے یا ایسے بیحد علاقوں میں قابض و آباد رہے جس پر حملہ کرنے کی نو واردوں کو کوئی طمع نہ ہوتی تھی۔

خاص خاص سنین

انگریزوں کی پہلی آبادکاری	فنا سنہ ۴۴۰ء
جنگ کوہ مڈن	سنہ ۵۱۶ء
کیاولن کی سند نسینی	سنہ ۵۵۶ء
ڈرہم کی جنگ	سنہ ۵۷۷ء
ڈاسٹون "	سنہ ۶۰۳ء
چیسٹر "	سنہ ۶۰۷ء

باب چہارم

انگریزوں کا قبول مسیحیت

آگسٹائن اور قلعی واعظوں کی تبلیغ۔ دھرم سبھا کی دینی مجلس۔
کلیسائے سینٹ ڈورک کی تعلیم۔ کلیسا کے ارباب۔ آگسٹائن کا رتبہ۔

اس عرصے میں کینٹ کے اندر ایک ایسی تبدیلی پیدا ہو رہی تھی جو اس یونانی رویت کا کسی حد تک مصلح ثابت ہوئی جس نے رومی تمدن کا ناس کیا اور اس کی جگہ لی تھی۔ اس ملک میں مدت سے ایک جمعی جمائی حکومت قائم تھی اور یہیں ڈرہم و چیسٹر کی لڑائیوں کے درمیان رومی داعیوں نے دین مسیحی کی تبلیغ شروع کی اور کوئی بارہ برطانیہ کو سنڈن و ساہس جگہ

رومی مسیحیت

دلانے کا سامان کیا۔ واضح رہے کہ مسیحیت کی اشاعت رومی سلطنت ہی کے زمانے سے برطانیہ میں ہو گئی تھی لیکن یہ مانا نہیں جاتا کہ عوام الناس میں اس کی اشاعت کس حد تک ہوئی اور بحسب ظاہر یہ ہے کہ رومی آثار قدیمہ کی کھدائیوں میں کہیں دین مسیحی کی کوئی خاص یادگار یا علامت برآمد نہیں ہوئی۔ بہرکیف اس مذہب نے جو کچھ ترقی بھی کی ہو، رومیوں کے ملک سے رخصت ہونے اور برطانیوں کے جنوبی برطانیہ سے بھاگنے کے بعد اس کے سب آثار عائب ہو گئے اور صرف چند گرجوں کے

باب چہارم

پرانے دھرانے کھنڈرات اس بات کی شہادت میں رہ گئے کہ یہاں کبھی یہ مذہب موجود تھا۔ انگریز نو واردوں اور قدیم برطانیوں میں باہم اس قدر بے تعلقی تھی کہ حملہ آوروں کو اس مذہب کی دعوت دینے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی البتہ برطانی لوگ خود اپنے اس مادہ

ڈیوڈ

اہل ملک میں تعلیم دینے کی سعی کرتے رہے ڈیوڈ جسے ویلز کے رسم گنیڈا کا عزیز کہا جاتا ہے جو ویلز کے ڈیوڈ میں مبلغ کی۔ **وتھیڈھرن** کی حاتفاہ کے مانی **نیاس** نے **کیلڈوے** کے حنفی قبائل کو عیسائی بنایا اور کالنڈ کے دہانے کے سہ ڈنبارس (اس نام کا سہ کا ماتحدہ **ہیٹ رک** آئرستان کے کوے ڈلوں کو علقہ مدوس دس بنانے میں کامیاب ہوا۔ حتیٰ کہ آئرستان اور کالیڈی کی کھاڑی کے جنوب میں جتنے برطانی آباد تھے وہ چھٹی صدی کے اختتام تک تو صرور مسیحی ہو گئے تھے۔ آرمال کے اسکاٹ اور شمالی **اسکاچستان** (اسکاٹ لینڈ) کے باشندے البتہ اسی بت پرستی میں مبتلا رہے اور ۵۶۳ء میں سینٹ کولمبا نے ان کو مسیحی بنانے کی کوشش کی۔ وہ السٹر کا باسندہ اور غلطی قوم میں سب سے ماضی راعی گزرا ہے اور اس نے

کولمبا

کے اسر سے اسی لے جزیرہ آئی اونا لے کر وہاں ایک خانقاہ بنائی جو صدیوں تک مسیحی دعوت و تبلیغ کا مرکز رہی۔ وہ کے قلمطوں کو اس نے عیسائی بنا کر پھر شمالی پکٹوں میں تعلیم شروع کی جس سے وہ بھی جہان کے در لعے لعنکو کر سکی تھا۔ اس تمام جدوجہد کے باوجود یہ کہیں منہ نہیں چلتا کہ اس پرجوش داعی نے خود اکثر حملہ آوروں کو بھی مذہب کی کوئی دعوت دی۔ اسی طرح آئرستان کے دوادر بڑے داعی سینٹ کولمبان اور سینٹ کال، انگلستان سے گزر کے تراعظم یورپ میں چلے گئے کہ وہاں اشاعت دین کی کوشش کریں؛

لیکن انگلستان کے غلام بچوں پر حوایکلوں کی دو ہاسوں (یعنی بیسیہ و

گریگوری (اعظم)

ڈنٹرا) کی خانہ جنگی کے قیدی تھے ایک رومی بادری گریگوری کونرس آماجس کا فیصلہ مشہور ہے۔ یہ بھی اسے زمانے کا سب سے بڑا مسیحی مقتدی گزرا ہے اور مسند پاپائی پر متمکن ہو کر اس نے ٹھیک کولمبا کی وفات کے سال، اوگسٹائن راہب اور اس کے گروہ کو برطانیہ روانہ کیا کہ اس جزیرے کے

بھٹکے ہوئے ماسدوں کو دوبارہ ہدایت کی راہ دکھائیں۔ رومہ بلکہ اطالیہ کے لوگ، اہل برطانیہ سے اس درجہ بے حس تھے اور غالیہ والوں سے ایکل قوم کی بربریت کی کہانیاں سن سن کر یہ داعی ایسے متاثر ہو گئے تھے کہ بہت دن تک انگلستان آنے سے جی چرانے رہے اور آخر میں بھی محض گریگوری کے تاکیدی احکام سے مجبور ہو کر آگسٹن برٹ رئیس کینٹ کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ مگر معلوم ہوا کہ یہ امیر مسیحیت سے نہ آشنا نہ تھا کیونکہ جو داس کی بیوی برتھا جو شارلی برت فرنگی، حاکم پیرس کی بیٹی تھی) دین مسیحی اختیار کر چکی تھی اور اتھل برٹ نے اسے اجازت دے دی تھی کہ وہ اپنے مذہبی مراسم ادا کرتی رہے۔ الغرض، اوگسٹائن ۵۹۶ء میں اپنے چالیس رفیقوں کے ساتھ انگلستان آیا اور حرہ کھنیٹ میں جہاز سے اترا۔ اتھل برٹ نے جادو کے خوف سے کھلے میدان میں اس سے ملاقات کی اور اس کا وعظ اور راہبوں کے سرملے سخن سے اور مسیح علیہ السلام کی تصویر بھی ایک سنہرے منقوش دیکھی۔ اس کے بعد بیڈ (جس نے یہ روایت اوگسٹائن کے حاشیہ نویسوں سے سنی تھی) لکھتا ہے کہ اتھل برٹ نے حسب ذیل عاقلانہ تقریر کی کہ "تمہارے الفاظ اور وعدے ہمیں بہت دلکش ہیں لیکن چونکہ یہ ہمارے لئے نئے ہیں اور ان کے مطالب کا ابھی تک ہمیں یقین نہیں، لہذا یہ موس پسند نہیں کروں گا کہ اس کی خاطر اس طریقے کو چھوڑ دوں جس پر اسی مدت سے پوری انگریزی قوم کے ساتھ میرا عمل درآمد رہا ہے۔ لیکن تم بہت دور سے میرے ملک میں آئے ہو اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ چیزیں جو تم میں پھیلانی چاہتے ہو، جو تمہارے عقیدے میں صحیح اور تمہارے رویہ میں نہایت مفید ہیں، پس ہم تم کو ستائیں گے نہیں بلکہ تمہاری خاطر نواضع کریں گے اور تمہارے خورد و نوش کا انتظام رکھیں گے اور تمہیں اپنے دین کی تبلیغ کرنے اور لوگوں کو اس کے قبول کرنے سے بھی نہیں روکیں گے"۔

اہل کینٹ کا عیسائی ہونا۔

ظاہر تھا کہ نئے مذہب کے داعیوں کی راہبانہ سادگی اور ان کا خود ان اخلاقی اصول پر عمل کرنا جو وہ دوسروں کو سکھاتے تھے۔ تبلیغ کی راہ میں کامیابی کا باعث ہوا۔ زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ خود اتھل برٹ

باب چہارم

عیسائی ہوگیا اور گویا پوری انگریزی قوم کے عیسائی بن جانے کی گنیٹ سے مہیا ہوگئی۔
اس کامیابی کی خبر سن کر گریگوری نے ان داعیوں کو مسلسل چند خط لکھے جن میں

گریگوری کی ہدایات

مناسب موقع بہت سی ہدایتیں تھیں۔ اور ایک نامہ براہ راست آگسٹن برٹ کو تحریر کیا۔ اوگسٹائن کو نواس نے ہدایت کی کہ نہ صرف بت پرستوں کے مندروں کو پاک صاف کرکے انھیں مسیحی اغراض کے کام میں لایا جائے بلکہ جہاں تک ممکن ہو اُن کی قدیم رسموں اور اوقاتِ پرستش کو بھی ضروری رحم کے ساتھ قائم رکھا جائے کیونکہ "اُن کے وحشی قلوب سے قدیم عادات کو یک بہ یک مٹا دینا غیر ممکن ہے اور جو شخص سب سے اونچے مقام پر پہنچنا چاہتا ہے وہ رفتہ رفتہ ہی چڑھ سکتا ہے۔" لیکن زمبس کسٹ کو اس نے بت پرستی کا سختی سے سدباب کرنے کی تاکید لکھی اور اسی کے ساتھ ہدایت کی کہ وہ خود بھی اپنی رعایا کے سامنے مسیحی اخلاق کا نمونہ بننے کی سعی کرے۔ معلوم ہوتا ہے کہ گریگوری کو انگریز قوم کی اندرونی تقسیم کا ٹھیک علم نہ تھا اور وہ سمجھا تھا کہ اِل گنیٹ کے عیسائی ہونے کے تھوڑے ہی دن بعد پوری قوم ہی مذہب قبول کرلے گی۔ چنانچہ اسی غرض سے اس نے کلیسائے انگلستان کی تشکیل کا خاکہ مرتب کیا اور یارک و لندن میں دو اسقف گاہیں تجویز کیں جن میں اولیت بالفعل اُس کو حاصل رہے جس کا صدر اسقف عمر میں بڑا ہو۔ اس نے ہر ایک اسقف کے ۱۲، ۱۲ مددگار (۲۴ اعضا) تجویز کیے جن پر مجلس انتظامی مشتمل ہوئی اور یہ دونوں اسقف مل کر پورے ملک کے دینی نظم و نسق کی خدمت انجام دیں۔ لیکن یہ خاکہ ابتدا وسیع اور عمل از وقت تھا کہ اس پر واقعی حالات کے لحاظ سے عمل نہ ہوسکتا تھا اور اوگسٹائن نے یہی مناسب سمجھا کہ صرف آگسٹ برٹ کے دارالحکومت کینٹربری میں ایک اسقف گاہ قائم کرے اور اپنی زندگی بھر وہ لندن و روچسٹر کی دو مددگاریوں سے زیادہ کوئی اور مددگار بھی مقرر نہ کرسکا۔

ادھر تھوڑے ہی زمانے میں اوگسٹائن کو قدیم برطانی کلیسا سے سابقہ پیش آیا جس کا دو صدی سے پاپائے طلع تعلق ہوگیا تھا اور اس بت پرستی کے طبعے کے زمانے میں اس کلیسا نے بعض وہ رسوم جاری رکھیں جو رومہ میں متروک کردی گئی تھیں۔ مثلاً وہ ایسٹر اُن ایام میں منانے تھے جو عید بہ ماریحی تخمے کے خلاف تھا۔ یا پادریوں کے سر

باب چہارم

زبانی وضع سے سمجھ لیتے ہیں۔ بیڈ کے حسب بیان اس مشکل کو حل کرنے کی غرض سے اوگسٹائن برطانی پادریوں سے اس مقام پر ملا جو "اوگسٹائن کا بلوط" کہلاتی تھی اور اب آوسٹ کے نام سے موسوم ہے۔ اور برادرانہ نصیحت کی کہ وہ سب مل جل کر کیتھولک کلیسا کی تبلیغ کریں۔ لیکن اس کہنے سننے کا جداں اثر نہ ہوا اور دوسری ناکامی پر یہ اختلاف اور بھی نمایاں ہو گیا جبکہ چیسٹر کی لڑائی میں بین گور کے برطانی مذہب اہل فرقہ کے ہاتھ سے قتل ہوئے تو رومی واعظوں نے اسے سزا و جزائے الٰہی تصور کیا۔ اسی طرح آئرستان کے کلیسا سے بھی اتحاد کی سعی کامیاب نہ ہوئی اور سالہا سال تک اہل دیر و آئرستان انگریزی گرجوں سے بالکل مختلف اصول پر کام کرتے رہے۔

اتھل برٹ نے ۶۱۶ء میں وفات پائی۔ بیڈ اپنے پرانے طرز میں لکھتا ہے کہ یوں تو وہ رود ہمبر کے تمام جنوبی اضلاع کا تیسرا فرماں روا تھا لیکن اس اعتبار سے وہ پہلا بادشاہ ہے کہ اسی کو خدا کی بادشاہی میں اول جگہ ملی۔" مگر اس کے مرنے پر لوگوں کے عقائد میں رجعت پیدا ہوئی اور بت پرستی کے اثرات ہمسایہ ریاست **ایسکس** تک پہنچے۔ اوگسٹائن مر چکا تھا۔ لندن و روچسٹر کے اسقف فرار ہو کے براعظم یورپ میں چلے آئے اور کینٹربری کا صدر اسقف لارنس بھی رخصت ہونے والا تھا کہ اسے ایک خواب نظر آیا اور وہ رک گیا۔ آیندہ واقعات سے بھی ثابت ہوا کہ اس کا فیصلہ درست تھا اور گو اتھل برٹ کے زمانے کی رومی وکالت کلیسا کو حاصل نہ ہوئی تاہم وہ ایسی جگہ پر تنہا نہ رہ گیا۔ مذہبی تبلیغ کے لئے ایک صانع اس طرح پیدا ہوا کہ اتھل برٹ کی بیٹی اتھل برگا کی بیدون سے شادی قرار پائی اور اس کی ایک سرط یہ بھی تھی کہ اسے اپنے مذہب پر عمل کرنے کی اجازت ہوگی چنانچہ

پولی نوس ۶۲۵ء میں وہ اپنے ہمراہ اوگسٹائن کے ایک شاگرد پولی نوس کو لے گئی جو اسقف مادیا گیا تھا۔ یہاں یہ وضاحت کر دینی چاہیئے کہ اینگل قوم کے برطانیہ میں ورود کے وقت سے اس کے مختلف سردار ریاست کے لئے آپس میں بھی اسی طرح آئے دن لڑتے رہتے تھے جس طرح ان کی جنگ قدیم برطانیوں سے تھنی رہتی تھی۔ اور کبھی ایک سردار سب پر غالب آجاتا کبھی دوسرا۔ زیر مطر زمانے میں یہ مرتبہ برٹ والڈا کو حاصل ہوا اگرچہ اس لقب کے معنی میں

باب چہارم

برٹ والڈا اختلاف ہے کہ آیا یہ بڑے حاکم کے معنی میں ہے یا اس سے محض فرماں روائے برطانیہ مراد تھی۔ روہیمپٹن کے خطوط میں ایسی عبارت رکھنے والوں میں بیڈنے ایلا، کیاولن، اسکل برٹ اور ریڈوالڈ کے نام بھی لیتا ہے جو مختلف ریاستوں کے حاکم تھے اور کبھی کبھی تمام ریاستوں پر حیرہ دست ہو جاتے تھے۔ مگر ان سے بھی زیادہ وسیع مملکت یزارکھمپریا کارنس ایڈون فرمان روا تھا جو اہل کینٹ کے سوا اسکس اور سب انگریزوں اور برطانیوں پر حکومت کرتا تھا۔ مذکورہ بالا شادی سے کینٹ اور مارکھمپریا میں اتحاد ہو گیا اور دین مسیحی کے داعیوں نے ایسے مقتدر حاکم کو بہائی بنانے میں کوئی دقیقہ سعی کا نہ اٹھا رکھا۔ ایڈون کی نسبت یہاں کہا جاتا ہے کہ بہت رسمی لیڈر اور دین آبا دطبع فرماں روا تھا اور پوپ نوس کی اسمعاف اسر دلال س کو یہاں سے کچھ نہ کہا مگر دل میں برارمورکرنا رہتا کہ مجھے کیا کرنا اور کس مذہب کو اختیار کرنا چاہیئے" خود بابا سے رومہ نے اسے اور بلکہ کوئی عمدہ اور طویل خط لکھے۔ ایلڈوں کے لئے کچھ لباس اور طلائی زیور اور اسکل برگا کے واسطے چاندی کا آئینہ اور ہاتھی دانت کی کنگھی جس پر مذہبی کلمات ہوا تھا ہدیۃً بھیجے۔ انھی ایام میں ایڈون ایک حوی کے ہاتھ سے بال بال بچا۔ اسے ایک بیٹی پیدا ہوئی اور مغربی سکسنوں پر بڑی بھاری فتح حاصل ہوئی۔ ان سب واقعات نے اس پر کچھ نہ کچھ اثر کیا اور آخر کار اس نے اپنے ہاں کے اہل دانش و بصیرت کی ایک مجلس منعقد کی۔ یہ لوگ بھی اپنے رئیس کی طرح سنجیدہ اور ہوشیار تھے۔ جلسے میں بڑے پروہت کوئی فی نامی نے صاف صاف کہا کہ میرے نزدیک پرانے دین میں کوئی خوبی نہیں اور نہ اس جو اس کی پیروی میں سب سے بڑھکر سرگرم رہا آج اس حال سے کسی بہتر حال میں ہوا۔ ایک ذہین شخص نے بہ تمثیل سائی اپنی خوبی کی وجہ سے کبھی فراموش نہ ہوگی۔ اس نے کہا اے "بادشاہ آدمی کی موجودہ زندگی اس نامعلوم دنیا کے مقابلے میں مجھے ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے کوئی ابابیل اس کمرے میں گھس آئے جہاں آپ جاڑوں میں اپنے سپہ سالاروں اور وزرا کے ساتھ کھانے کھاتے ہیں۔ کمرے کے اندر تو خوب آگ روشن ہوتی ہے اور باہر برف و باد کے طوفان کا دور دورہ رہتا ہے۔ اب اگر ابابیل ایک دروازے سے کمرے میں داخل ہو

باب چہارم

اور جسم روں میں دوسرے دروازے سے باہر نکل جائے' فوجت تک وہ آپ کے محفوظ کمرے کے اندر رہے گی اسے آرام رہے گا مگر ما ہر نکلتے ہی وہ پھر اسی تند و تاریک سرما کے طوفان میں غائب ہو جائے گی جہاں سے پہلے اندر آئی تھی۔ یہ آدمی کی دنیاوی زندگی کا ظہور بھی اسی طرح چند روزہ ہے اور ہم بالکل بے خبر ہیں کہ وہ کہاں سے آیا تھا اور کہاں چلا جائے گا۔ اب اگر اس نئے دین میں اسے نامعلوم عالم کی نسبت کوئی زیادہ معتبر بات موجود ہو' تو وہ اس قابل نظر آتا ہے کہ اسے اختیار کر لیا جائے۔"

اہل نارتھمبریا کا قبول مسیحیت

اس کے بعد پولی نوس کو طلب کیا گیا کہ اپنے عقائد بیان کرے اور اس سن کر کومی فی سہلا آدمی تھا جس نے اپنے دیوی دیوتاؤں کے معبد نوڑ ڈالے۔ خود ایڈون نے مذہب میں داخل ہو گیا اور اس کی رعایا میں ہزاروں نے بپتسمہ لے لیا۔ مڈ کے ایک دوست کی اسی نومسیحیوں میں سے ایک شخص سے گفتگو ہوئی تھی اور اسی نے پولی نوس کی نسبت بیان کیا کہ "وہ بلند مگر قدرے خمیدہ قامت تھا۔ اس کے بال سیاہ' چہرہ دبلا' ناک طبی اور آگے سے مڑی ہوئی' اور پوری وضع باوقار و معدتس تھی۔" مسیحیت کے ظہور سے ایک فائدہ یہ ہوا کہ اس زمانے سے ہم تحریری شہادتوں پر اعتماد کر سکتے ہیں جو سچی بھی ہیں اور پر از معلومات بھی۔ اور اس طرح فسانہ و قیاس آرائی کے زمانے سے باہر نکل آتے ہیں:

جس وقت ایڈون عیسائی ہوا' نوکینٹ کے سوا وہ تمام انگریزی ریاستوں پر سیادت رکھتا تھا اور برطانی بھی اس کے زیر نگیں تھے۔ اس واقعے کے سات برس سال مرسیہ کے انگریز حاکم پنڈا اور برطانی رئیس کیڈوالن نے اس کے خلاف جتھا تیار کیا اور ڈون کاسٹر و لنکن کے درمیان رومی سڑک پر بمقام ہیٹ فیلڈ لڑائی ہوئی جس میں ایڈون شکست کھا کر مارا گیا۔ کیڈوالن کی نسبت بیڈ لکھتا ہے کہ وہ انگریز عیسائیوں پر برٹ پرستوں سے بھی زیادہ ظلم کرتا تھا۔ اور اس نے حریف کے علاقے نارتھمبریا کو بری طرح تاراج و غارت کیا۔ اس ہنگامے سے بیشتر پادری پولی نوس اتھل برگا اور امیر کینٹ کے جید بچوں کو ساتھ لیکر براہ بحر کینٹ چلا آیا تھا لہذا کچھ عرصے کے لئے نارتھمبریا میں عیسائی مذہب کا خاتمہ ہو گیا۔

ایڈوں کی جگہ اس کا ایک چھوٹا بھائی اور انھل فرتھ کا ایک بیٹا بادشاہ ہوئے اور ملک کو آپس میں تقسیم کر لیا لیکن ایک ہی سال کے اندر (ایک تو لڑائی میں اور دوسرا فریب سے) دونوں کیڈوالن کے ہاتھ سے مارے گئے۔ انھل فرتھ کا ایک اور بیٹا آزولڈ جو اینڈوں کے

آزولڈ

عہد میں جزیرۂ آئی اوناس میں جلاوطنوں کی زندگی گزار رہا تھا، مسند نشین ہوا۔ وہ بڑا جنگ جو تھا اور اس نے چھوٹی سی جمعیت سے لادرن کیڈوالن کا مقابلہ کیا اور ڈنمیں برن کے مقام پر شکست دی۔ اس مقام کا اب ٹھیک پتہ نہیں چلتا لیکن بڈے اسے سیلسبم کے قریب بتایا ہے جو رومی دیوار سے زیادہ دور نہ تھا۔ بہرحال، اس کامیابی کے بعد دو سال تک آزولڈ نے امن و آرام سے حکومت کی۔ اس مدت میں اس نے مسیحیت کو از سر نو رواج دیا اور آئی اونا کی خانقاہ سے جہاں خود اس مذہب کی تعلیم پائی تھی، معلمین طلب کئے۔ صاحب حالقاہ

قلطی دعاۃ آئی اونا سے آتے ہیں

نے سینیٹ ایڈن کے یہ خدمت لعوس کی جو نہایت موثر، موضع تساس اور اسی کے ساتھ اعلیٰ اوصاف اور نہایت پاکیزہ اخلاق کا آدمی تھا۔ وہ اسی چیز کی تعلیم دیتا تھا جس کا خود وہ اور اس کے ساتھی پابند تھے۔ لہذا انگریزوں میں اس کا بہت کچھ اعتماد پیدا ہو گیا۔ خود بادشاہ اس ہادری کی ترجمانی کرتا تھا اور اس کی مثال اور اثر سے مسیحیت کو خواہی نخواہی دوبارہ رواج حاصل ہو گیا۔ ایڈن اسکوٹ تھا اور وہیں کے اصول کے مطابق تبلیغ کا مرکز خانقاہ کو بنا کر کام کرتا تھا۔ اس غرض کے لئے اس نے لن ڈس فارن جو پانے خلیج برو کے سامنے تھا، منتخب کیا اور یہ مقام کچھ روز میں نارتھمبریا کے واسطے ویسا ہی ہو گیا جیسا کہ اسکوٹوں کے واسطے آئی اونا تھا۔

ادھر رومی داعی بھی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے نہیں رہے بلکہ انھوں نے ایسیکس میں دوبارہ مسیحیت پھیلائی۔ برگمڈی کے ایک ہادری فے لکس نے مشرقی انگلیہ کے لوگوں کو عیسائی بنایا اور فیلکس ٹو کا قصبہ اب تک اسی کے نام کی یادگار ہے۔ مغربی سیکسنوں کو ایک اطالوی ہادری بری نوس نے مسحر کیا اور اب رشیس کا امیر پینڈا تھا، یا وحشی جنوبی سیکسنوں کی دور دست ریاست ہی دو علاقے ایسے رہ گئے

جہوری طرح کا دیوتا پرست تھے۔

بیڈ نے لکھا ہے کہ ایڈون کی طرح آزولڈ نے بھی برطانیہ کے تمام صوبوں اور قوموں کو مغلوب کر لیا تھا" لیکن اس کی سیادت کے دسمس اٹھ کھڑے ہوئے اور ۶۴۲ء کی جنگ میسر فیلڈ میں وہ پنڈا کے ہاتھ سے مارا گیا۔

میسر فیلڈ

عام رائے ہے کہ یہ مقام (یعنی میسر فیلڈ) اسی جگہ واقع تھا جہاں ضلع شراپ شیر میں آزوسٹری واقع ہے جو کسی زمانے میں "آزولڈ ٹری" یعنی آزولڈ کا درخت کہلاتا تھا۔ جہاں تک اندازہ ہوتا ہے "معصوم بادشاہ، بہادر، فیاض، نہایت منکسر مزاج اور مجموعی طور پر بہت عمدہ اخلاق کا آدمی تھا۔ آئندہ نسلوں میں اسے ولایت کا مرتبہ دیا گیا اور اس کے نام کے جا بہ جا گرجا تعمیر ہوئے۔

آزولڈ کی جگہ اس کے سب سے چھوٹے بھائی آزوی نے لی جو اہل فرنھ کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا اور جس نے دعا سے ایڈون کے بیٹے آزون کو مروا کر تخت کو غصب کیا۔ پھر بیس برس تک اس کی مملکت مڈا اور اس کے مرسوی رعیتوں کے مسل وغارت گری کی آماج گاہ رہی۔ حتیٰ کہ ۶۵۵ء میں آزوی نے

ون ویڈ

ون ویڈ ندی کے کنارے جو بغول بیڈ لوبیڈر با (موجودہ لیڈز) کی نواح میں بہتی تھی، پنڈا کو شکست دی اور یہ اسی سال کا بڈھا بادشاہ بھی یہیں کھیت رہا۔ ظلم و غارتگری کے باوجود پنڈا کو اس کے دشمن بھی بعض عمدہ اوصاف سے متصف تسلیم کرتے ہیں۔ داعیان مسیحی کے اپنے ملک میں تبلیغ کرنے کو وہ منع نہ کرتا تھا اور نہ خود اپنے بیٹے کے عیسائی ہو جانے پر اس نے تعرض کیا۔ البتہ یہ نو عیسائی اگر اپنے دین کے فرائض ادا کرنے میں سستی کرتے تو وہ ان کی تذلیل میں کچھ کوتاہی نہ کرتا تھا۔ اس کی وفات کے تین سال بعد مرسیہ والوں نے پھر آزادی حاصل کر لی اور پنڈا کے ایک بیٹے ولف ہیئر کو بادشاہ بنایا جو عیسائی مذہب رکھتا تھا اور اس طرح ۶۵۸ء سے صرف سسیکس کا علاقہ کفر میں پڑا رہ گیا ورنہ بانی تمام اطراف میں مسیحیت پھیل چکی تھی۔

لیکن شمال کے انگریز، اسکوٹی یا قلطی کلبسا کے پیرو تھے اور جنوب میں کلبسائے رومہ کی حکومت تھی اور ان دونوں میں بعض باہمی اختلافات تھے جن سے بڑی دقت

باب چہارم

رومانہ ہوی۔ اے ڈن کا جانشین کول مین اپنے اسکوٹی طریقے کی فضیلت منوانا تھا اور پولی نوس کا پیرو تھیوڈکن تھا رومی تقویم کا پابند تھا۔ یہ پادری پولی نوس کے حالے کے وقت بھی نارتھمبریا میں ٹھیرا رہا تھا اور اب اس کی تائید ایک اور نہایت لائق پادری ول فریڈ کرنے لگا جو ریپن کا صاحب اعتقاد تھا اور ماہر تعلیم یافتہ تھی۔ اس مسئلے کے تصفیے کی غرض سے ۶۶۴ء میں وھٹ بی کی مجلس منعقد ہوئی جس کے ممتاز شرکا یہ تھے:۔ کول مین۔ فرنگی ہیل برٹ جو مغربی سیکسنوں کا اسقف ہوگیا تھا۔ ول فریڈ اور تھیوڈ۔

مجلس وھٹ بی

معاملے کے اہم ہونے میں کوئی شبہہ نہیں۔ کیونکہ خلیجوں کی کامیابی کے معنی یہ ہوتے کہ انگریزی کلیسا کا یورپ کے اکثر ممالک سے قطع تعلق ہو جاتا اور انگریز قوم رومی تہذیب و تمدن کی دولت میں حصہ لینے سے جس قدر سے بڑا مخزن کلیسائے رومہ تھا محروم رہ جاتی۔ جلسے میں اول کول مین کی تقریر ہوئی۔ اس نے کہا "میں ایسٹر کو اسی طرح مناتا ہوں جس طرح میرے بزرگ جنھوں نے مجھے اسقف بنا کے بھیجا۔ اور جس طرح ہمارے اجداد مناتے تھے"۔ دوسری طرف سے ول فریڈ نے یہ دلیل پیش کی کہ رومی طریقہ اطالیہ، فرانس، افریقہ، ایشیا، مصر، یونان اور مختصر یہ کہ ساری دنیا میں رائج ہے، بحر بالٹک اور اسکوٹوں کے "جو نادانی سے ان دور دست جزیروں میں اور ان جزیروں کے بھی صرف بعض حصوں میں باقی ساری دنیا کی مخالفت کئے جاتے ہیں"۔ تھوڑے سے اور مباحثے کے بعد بادشاہ آزوی نے کول مین سے دریافت کیا کہ "کیا یہ سچ ہے کہ ہمارے خداوند نے پیٹر کی کنجیاں پیٹر کے حوالے کر دی تھیں؟ اور آپ اس قسم کا کوئی لمبا کو بھی اختیار دیا جانا ثابت کر سکتے ہیں؟" کول مین نے جواب دیا کہ ہیں۔ تب بادشاہ نے کہا کہ "اب اگر پیٹر بہشت کا دربان ہے تو پھر میں کبھی اس کی تردید نہ کروں گا کہ مبادا میں آسمان کی بادشاہی میں جانے لگوں تو دروازہ کھولنے کے لئے کوئی موجود نہ ہو"۔ بادشاہ کے اس فیصلے پر احسنت و مرحبا کے نعرے بلند ہوئے۔ کول مین ایسے وطن واپس چلا گیا اور کچھ عرصے بعد نارتھمبریا کا اسقف ول فریڈ مقرر ہوا اور پھر انگریزی گرجوں میں بھی رومی طور طریق کی تقلید کی جانے لگی اور رفتہ رفتہ آئرستانی اور اسکوٹی

گرجا بھی اسی کی پیروی کرنے لگے ؛

پادری آگسٹن کے وقت سے پہلے، انگلستان کے دیسی کلیسا نے غالباً ایسی دلچسپ اور قابل دید شخصیت پیدا نہیں کی جیسی ول فرید کی تھی۔ وہ نارتھمبریا کے ایک چودھری کا بیٹا تھا اور ابتدائی عمر ہی میں شاہ آزوی کی بیوی نے اس کی لیاقت دیکھکر اسے ایڈن کی خانقاہ لن ڈس فارن میں داخل کرا دیا۔ وہاں سے وہ اپنے دوست بس کوپ کے ہمراہ روما گیا اور وہاں کی تعلیم کا نہایت شوق سے واپس آیا۔ یہاں اسنے بادشاہ کے فرزند کی تعلیم تعویض ہوی اور پھر رپن کا صاحب خانقاہ مقرر ہو گیا۔ وٹ بی کی مجلس علما میں اس نے نمایاں حصہ لیا۔ اور پھر یارک کا اسقف بنایا گیا۔ وہیں سے وہ کلسائی سند لینے کی غرض سے غالیہ آیا تھا کہ واپس پہنچا تو دیکھا کہ اس کی جگہ سینٹ ایڈن کے طرز کا ایک راہب سٹیڈ مقرر کر دیا گیا ہے ؛

ول فرید

ابھی دنوں کینٹربری کی اسقفی خالی ہوی تو آزوی نے ایک اگریز کو اس کی سند کے لئے روما بھیجا لیکن وہ وہاں پہنچ کر مر گیا اور اس کی جگہ یایائے روما وی تالیاں نے سیلیشیہ کے شہر طرسوس کے ایک یونانی تھیوڈور کو سند اسقفی عطا کر دی اور تمام کلیسائے اگریزی کی تنظیم جدید کی ہدایت کی۔ اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ول فرید کو دوبارہ یارک میں اسقف بنایا اور سٹیڈ کو اہل روما کی اسقفی سپرد کی جو کچھ کم ناوقفیت حدمت نہ تھی پھر اس نے تمام اگریزی گرجوں کے علما کی مجلس منعقد کی اور ضروری قوانین وضوابط بیان کئے جن میں ایک یہ تھا کہ آیندہ سے اسقف صرف اپنے حلقے میں رہیں گے اور کوئی پادری بغیر اسقف کے اجازت نامے کے تبلیغ و وعظ نہ کر سکے گا۔ تھیوڈور نے خود سارے ملک میں یہ دیکھنے کی غرض سے دورہ بھی کیا کہ ان قوانین کی کہاں تک پابندی ہوتی ہے۔ جس اسقفوں کو معزول کر دیا اور بعض کے بدلے گئے اور ہر جگہ وہی انتظام اور باضابطگی جاری کر دی جو رومی دنیا کی خصوصیت تھی ؛

تھیوڈور اور کلیسا کی تنظیم جدید

باب چہارم

ول فریڈ نے ایسے علاقے میں بڑی مستعدی سے کام کیا اور اسی کے ساتھ وہ شان و سوکت بھی پیدا کی جو رومہ کے علمائے دین کا سنگار ہو گئی تھی۔ اس ملک میں جہاں جو بی بکثات پر قناعت کی جاتی تھی اس نے یارک رپن اور ہیکسم میں مکانف کی عمارتیں بنوائیں اور ادھر اس کے دوست بینڈکٹ بسکپ نے ایسے ہموطنوں کو پہلی مرتبہ رئیس کرتسنے اور سکت کے سخن کے مرموں سے آشنا کیا۔ ان سب کارگزاریوں کے باوجود ایک جھگڑا ہو گیا جس میں ول فریڈ ایک طرف اور تھیوڈور اور سارا اگ فرنتھ دوسری طرف تھے۔ علاوہ ہو کر ول فریڈ وسیع میلا آیا اور یہاں اسے وعظ و تبلیغ سے ان انگریز راعیوں میں اولیت پانی جنھوں نے حرما مہ میں مسیحت پھیلائی ہے اور جس میں بونی فیس سب سے زیادہ مشہور ہے۔ پاپائے رومہ نے اس کی حمائت کی لیکن اگ فرتھ اور تھیوڈور نے پاپا کا حکم بھی نہ مانا اور ول فرنڈ کو پکڑ کر قید میں ڈال دیا۔ تب سے مالا آخر تھوٹ کر وہ سیکس کے کفار میں بھاگ آیا اور انھیں ماہی گیری سکھا کر معولنت حاصل کی اور پھر سمت کی ڈور پر لگا لایا۔ اس طرح یہ علاقہ حوالے تک محروم پڑا رہا تھا آخر کار عیسائی دھرم سال ہو گیا۔ ساتھ ہی ول فریڈ کی نامبدیں لوگ رجوع ہوئے۔ اور تھیوڈور نے سہ مرگ برائے اہا حاسس مامور کیا۔ لیکن چونکہ اس کا دشمن سارا اگ فرتھ مر چکا تھا لہذا ول فریڈ نے اپنی پرانی جگہ مارٹ کو ترجیح دی۔ یہاں دوبارہ اس کا بادشاہ سے جھگڑا ہوا اور پھر پاپا تک مرافعہ لیجا لیکن کمبڑی کا حدر اسقف اس کے ول فریڈ کے ساتھ تھا لہذا اسے کامیابی ہوئی اور ۹۰۹ء میں اس نے اطمینان کے ساتھ یہ طویل و پر زحمت زندگی پوری کی۔ ول فریڈ کی سرت اس کے دوست اڈی نے لکھ بر کی اور یہ اس عہد کی معلومات کے لئے ہمارا بیس بہا ماخذ ہے۔

کیڈمن کتھبرٹ بیڈ

ول فریڈ کے علاوہ انگلستان کے دیسی مادریوں میں کیڈمن کتھبرٹ اور بیڈ سب سے ممتاز ولی گزرے ہیں۔ کیڈمن شاعر تھا اور حالقاہ وھٹ بی میں مامور رہا جہاں اس نے توراۃ کا ایک منظوم خلاصہ لکھا۔ کتھبرٹ ل رور کا راہب تھا پھر لن ڈس فارن میں صاحب خانقاہ اور آخر میں اسقف بنایا گیا۔ وہ نہایت حذر مرس زاہد تھا

چہارم

اور اُس کو سب سے بڑھکر اس بات کا تاسف تھا کہ ایسے قصبوں میں جو راسخوں سے پُر اور دستوار گزار مقامات پر تھے اور کوئی وہاں جانا نہ چاہتا تھا جا کر دین مسیحی کی تبلیغ و تلقین کرتا رہے۔ بیڈ خیر وہ کا راہب تھا اور کبھی کسی کلیسائی منصب پر مائل نہ ہوا بلکہ اپنی طویل عمر علم کی تحصیل و تدریس میں صرف کی۔ اس نے سینتیس کتابوں سے کم نہیں لکھیں اور انگریزوں میں سچی آلے کے وقت اس قوم کی یورپی لیسنت صرف اسی کی کتاب "تاریخ کلیسائی" میں ملتی ہے۔

واضح رہے کہ پاپائے رومہ گریگوری کا لطام کلیسا تو یونی نوشیروانی سے عملاً ختم ہو گیا تھا اور اسے ڈل کا اصول ہی دوسرا تھا کہ اس میں آئس کلیسا کا مرکز حالقاہ ہوتی تھی۔ اسقف ایک صاحب حالقاہ ماسنوتی کا ماتحت ہوتا اور اسی کے احکام و ہدایت پر چلتا تھا۔ دوسرے اسقف کا کوئی حلقہ نہ ہوتا بلکہ وہ جس علاقے میں گشت کرتا رہتا اسی طرح اور کئی کئی اسقف ہوتے۔ آپس میں مصلحت کی نزاع و مخالفت مدام ہوتی رہتی تھی۔ مگر اب الکلسان میں کلیسا کی جو سطح مالا فخر قائم ہوئی وہ صدر اسقف تھیوڈور کی مروجہ تھی۔ یہ رومی طریقہ خالقاہی طریقے کے برعکس تھا اور غالباً سلطنت روسہ کے سیاسی لطام کی نقل میں عرصہ کما کیا تھا۔ تمام انتظامی اختیارات، حلقہ، علاقہ، صوبہ اور کلیسہ پاپائی حکومت کے مدارج میں منقسم تھے۔ ہر کلیسائی عہدہ دار کے فرائض و وظائف معین اور جداگانہ تھے اور ایک شخص کو دوسرے کے اختیارات میں مداخلت کا کوئی موقع نہ تھا۔ الکلسان میں ایسے نظام کا رواج قومی اتحاد کے حق میں بھی بہتر ثابت ہوا اور اسے بھی

کلیسائے رومہ کا نظام اختیارات

ملک کی خوش نصیبی سمجھنا چاہئے کہ تھیوڈور کے آنے میں اس پورے ملک کے واسطے صرف ایک صدر اسقف بنایا گیا تھا۔ تھیوڈور کی مجالس دینی سارے ملک کے یادریوں پر متصل ہوتیں اور اس کے آنے میں ملک کے سیاسی احتلافات اور جرمی فرق کا کوئی لحاظ نہیں رکھا گیا تھا اور یہی حسنائی حقیقت میں حریف ریاستوں کی باہمی اور مسلسل جانبکیوں کا بہترین مصلح تھی۔ اس رومی لطام کی فائدہ مندی کا ایک اور مستحکم ثبوت آئرستان کی تاریخ سے ہم پہنچتا ہے جہاں ایسا مرکزی لطام قائم نہ تھا اور

باب چہارم

اسی لامرکزیت کی بدولت وہاں کے یاوری بالکل معامی سرداروں کی سیاسی آرا کے ماتحت ہو گئے اور ملک کو اسحاد دیگانگی کی نعمت سے بہرہ مند کرنے کا موقع کلیسا کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ اگر تھیوڈور کی تنظیمی قابلیت اور شاہ آزوی کا فیصلہ مساعدت نہ کرتے تو انگلستان میں اسی قسم کی تفرقہ بندی کا طوفان بپا رہتا جبکہ اب کلیسا چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے جھگڑوں میں الجھنے سے بچ گیا اور اس ملک پر قائم رہا کہ گرجا تمام انگریزی قوم کا ہے، گو کہ فی الواقع ایسی قوم کا وجود ہنوز دعوی اعتبار سے بہ مشکل تسلیم کیا جاتا تھا۔ اور مدت دراز تک مختلف اقطاع ملک اور مختلف ریاستوں سے لوگ اکر جمع ہوتے تو وہ صرف یاوری تھے جن کی مجالس میں ساری انگریزی قوم کے دینی مسائل پر بحث و گفتگو اور ان کی قرارداد یں پورے ملک کے لئے ہوتی تھیں ؛

قانونی عدالتوں میں اس وقت تک یاوری اور غیر یاوری میں کوئی فرق نہ کیا جاتا تھا۔ سب کے لئے وہی کارروائی اور یکساں سزائیں مقرر تھیں اور اسقفوں اور حلقے کے یاوریوں کا موجود ہونا ہی خود اس عہد قدیم کی جستجو و سعی کے حق میں ایک مصلح کا کام دیتا تھا۔ مزید برآں مذہب کا پورا اثر طہارت و تقوی کی تائید میں صرف ہوتا تھا۔ اوگسٹائن اور اسے ڈن کے ساتھ جو راہب آئے اُن کے عمدہ اخلاق، مسا کہ اوبرساں ہوا، مسیحیت کی فضیلت کی بہترین دلیل تھے۔ اس میں شک نہیں کہ جب جاہلوں کی تعداد اور دولت میں نسبی ہوئی تو بہت سے نالائق مرد و زن بھی ان میں داخل ہونے لگے۔ تاہم مجموعی طور پر اس عہد جہالت میں جاہلوں کے قیام سے تہذیب و تمدن کو بہت کچھ فائدہ پہنچا کہ ان میں جو لوگ رہتے تھے وہ امن و صلح پسند اور اپنے ہمسایوں سے نسبتاً زیادہ شائستہ ہوتے تھے ؛

راہب، تو زہد و تقوی کی جو مثال پیش کرتے تھے لیکن حلقے کے پادری با واعظ لوگوں کے نفسانی جذبات کی روک تھام کے واسطے اور بھی سخت و سدید دستور العمل عائد کرتے تھے۔ اس وقت تک انگلستان کے لوگوں میں گناہ ہی کی حقیقت سے بہت کم کوئی واقف تھا۔ سرکار کی نظر میں محض ناواں سے جوں ناحق

باب چہارم

کی بخوبی تلافی ہو جاتی تھی اور انسانی زندگی کی قدر و قیمت اسی کم تھی کہ روزمرہ کشت وخون کی وارداتیں ہوا کرتی تھیں۔ اور دوسری بے اعتدالی اور بدکاری پر کوئی توجہ ہی نہ کرتا تھا۔ ان حالات کو دیکھکر تھیوڈور بے رحمی کلیسا کا تقرری طریقہ جاری کیا جس میں عمل عمداً نہ صرف سرکار کا جرم بلکہ خدا کا بھی گناہ تھا اور خمیازہ بھگتنے بغیر اس کا کفارہ نہ ہو سکتا تھا۔ اس کی صورت اکثر یہ ہوتی کہ نامزدگی سالہا سال تک ریاضت و فاقہ کشی کرتا اور اگر گرجا کی تحریر کردہ سزا بھگتنے سے کوئی شخص پہلو تہی کرے تو اسے جامع المذہب اور دینی حقوق سے محروم کر دیا جاتا تھا۔ اس طرح جرم اور تحریم کے لئے کلیسا نے ایک مذہبی خوف پیدا کر دیا اور اگرچہ آگے چل کر بہت سے پادری روپے کی طمع میں اصلاح نفس اور مجاہدے کی مدت سے روگردانی کرنے لگے، پھر بھی ایسے جنگلیوں کے حق میں جیسے کہ سیکسن تھے اس بربری دستور العمل کے رواج سے شروع میں بہت کچھ فائدہ ہوا

محترم بیڈ نے ۷۳۵ء میں وفات پائی اور اس کی وفات اور اس کی تاریخ کلیسائی کے رک جانے سے یہ بہت دشوار ہو گیا ہے کہ ہم بعد کے پیچیدہ حالات کو ٹھیک ٹھیک سمجھ سکیں۔ کیونکہ اور کوئی مورخ اس کی جگہ پیدا نہ ہوا۔ اور عرصے تک وقائع کے داخلے بھی بہت کم محل ہیں ہیں کو ہنری نیہم ہنٹنگڈن کے اور ماسز بری کے ولیم نے بارھویں صدی میں جستہ جستہ معلومات جمع کر کے کچھ معنی پہنائے ہیں۔ بہرحال مسیحیت کی ترویج کے علاوہ، ساتویں آٹھویں صدی کا سب سے اہم واقعہ ہی سمجھا جاتا ہے کہ مختلف انگریزی ریاستوں میں سادن وچیرہ دستی کے لئے لڑائی ہوتی رہی مگر مذہب کے اساطے سے جارح ہونے کے باعث خود سیڈ اس کی تفصیل بہت کم بہم پہنچاتا ہے اور اس کے بعد تو جب تک الفریڈ (اعظم) نے وقائع کی تالیف کو زیادہ مفید نہیں بنایا، اس وقت تک کے حالات کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ البتہ اتنا معلوم ہے کہ اوگسٹائن کی آمد کے قریب انگریزوں کی مستقل آبادیاں مل مل کر یہ چند ریاستیں بن گئی تھیں:۔

شمال میں برنیسیا اور ڈیئرا کی اینگلی ریاستیں مل کر نارتھمبریا بن گئی۔ اور کچھ شمالی اور کچھ صوبی انگریزوں نے مل کر ایسٹ اینگلیا کی ریاست بنا کی ایسیکس کینٹ اور ویسیکس کم وبیش ویسے ہی رہے جیسے فتح کے وقت تھے۔ ویسیکس میں البتہ ٹمبر

باب چہارم

کے صوبی سرداروں کے علاوہ جزیرہ وائٹ اور وادیٔ سیورن کے وہ اضلاع بھی داخل ہو گئے جن پر کیاوڈن مسلط ہو گیا تھا۔ وسطِ انگلستان کے مافی اضلاع مخلف مقامات میں بٹے ہے اور بتدریج ایک ریاست کی شکل میں منضبط ہوئے جس کا نام مرسیہ (یا علاقہ سرحدی) تھا۔

ان ریاستوں میں دو صدی تک قریب قریب مسلسل جنگ ٹھنی رہی اور اگر ایک کو کچھ روز کے لئے دوسری پر غلبہ ہو جاتا تو آئے دن بغاوت کے ہنگاموں سے سابقہ کرنا پڑتا تھا۔ کچھ زمانے تک کیاوڈن کے ماتحت مغربی سکسنوں کا ستارہ عروج پر رہا مگر مرسیہ کی لڑائی نے ماڑھمبریا کو غالب کر دیا اور اتھل فرتھ سے آزوی تک سیادت اسی کے ہاتھ رہی اگرچہ درمیان میں بغاوتیں اس کے سلسلہ کو توڑتی رہی تھیں۔ ان ریاست سے دریا فلتہ پنڈا کا اٹھا ہوا تھا اور جنگ میسر فیلڈ کے بعد سے بعیاؤ ہی ریاست کا سب سے طاقتور فرماں روا گنا گیا تھا۔ آزوی کے زمانے میں ماڑھمبریا نے دوبارہ سیادت حاصل کر لی اور ۶۵۵ء تک حاصی طرح اس مرتبے پر جائز رہی۔ لیکن سرکوبیں اس کے بادشاہ اک فرتھ کو کیٹ ٹوم نے نک مس میر کی المناک جنگ میں شکست دی اور اس کی پوری فوج کو تباہ کر دیا۔ یہ مقام بحر سمالی کے سواحل کے قریب تھا یا گیا ہے۔

جنگ نک مس میر

اس لڑائی کے بعد بہت دن تک سمت مدامی رہی ماڑھمبریا کی قوت کمزور و حراب ہوتی چلی گئی اور پھر مرسیہ نے زور پکڑا۔ پنڈا کے وقت میں بھی وہ ماڑھمبریا کی حریف قوی بن گئی تھی۔ اب ولف ہیر اور اس کے رشتے کے بیٹے اتھل بالڈ کے عہد میں اس نے بہت زور پکڑا اور اول الذکر نے مغربی سکسنوں سے وادیٔ سیورن کے پرے کے علاقے چھین لئے۔ پنڈا کے ایک اور فرزند اتھل ریڈ نے کیٹ پر قبضہ جمایا اور اتھل بالڈ نے مغربی سکسنوں سے سمرٹن لے کر یوری فوت سے دلیر ترحملہ کیا ۷۰۹ء میں مغربی سکسنوں سے برفرتھ کے مقام پر اسے شکست ہوئی مگر اس کی جگہ اوفا بادشاہ ہوا جو مرسیہ کے حاکموں میں سب سے زیادہ مشہور گزرا ہے۔

وہ پنڈا کی اولاد میں تھا اور ۷۵۷ء میں مسند نشین ہوا۔ اہل کینٹ کو اس نے

اوٹ فرڈ پر شکست دی اور بن سنگٹن کی لڑائی میں جو ویسکسوں کو نیچا دکھایا۔ پھر مشرقی اینگلوں کے بادشاہ کو دھوکے سے اپنے دربار میں بلا کر اس کا سر قلم کرا دیا۔ اس طرح جنوبی برطانیہ میں اس کی سیادت مسلم ہو گئی۔ مارکھمبریا اس کے رجوع کو نہ روک سکی اگرچہ خود اس کا ہمسر کے تسلط میں غالباً کوئی اثر نہ تھا۔

اوفا کی جنگی فصیل

ولز کے مقابلے میں اوفا نے ایسی کامیابی پائی جو ایڈون و اتھلسٹن فرتھ کے بعد کسی انگریز بادشاہ کو حاصل نہ ہوئی تھی۔ اس نے سرحد کے قلعے شروز بری کو فتح کر لیا، سیورن اور ڈی کے مغرب کے کیلٹی علاقے میں انگریزوں کو لا کر بسایا اور ان کی حفاظت کے لئے ڈی کے دہانے سے وائی کے دہانے تک وہ جنگی فصیل بنائی جس کے آثار اب تک "اوفا ڈائک" کہلاتے ہیں۔ مایۂ رومہ ہاوریان سے کہہ کر اس نے ایک اور صدر اسقفی لچ فیلڈ میں قائم کرائی جس کے تحت میں چھ اسقفیاں دی گئیں۔ لندن، سلسی، روچسٹر، ووسٹر، ہرفورڈ کی اسقفیاں کینٹربری کے تحت میں رہ گئیں اور ریپن وغیرہ چار یارک کے تحت میں۔ گرمب اوفا مر گیا تو اوپر کی چھ دوبارہ کینٹربری کے ماتحت آگئیں اور لچ فیلڈ کی صدر اسقفی توڑ دی گئی۔

اوفا، چارلس (اعظم) کا ہمعصر تھا، جس نے رفتہ رفتہ مغربی یورپ میں دوبارہ رومی سلطنت قائم کر دی اور یہ نبو مانی یورپ کی مارچ کا سب سے اہم واقعہ ہے۔ یہ بھی اوفا کی عزت و تحریم کا ثبوت ہے کہ چارلس سے بادشاہ نے اس کے ساتھ مساوانہ طریق پر مراسلت گوارا کی۔ یوں بھی چارلس انگریزی قوم سے بخوبی واقف تھا کیونکہ خود اس کے مشہور علما میں ایک شخص الکوئن، مارکھمبریا کا باشندہ تھا اور اسی کے خطوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انگریز سوداگر چارلس کے ممالک میں آتے جاتے تھے۔

اوفا کے زمانے کا ایک ناخوشگوار واقعہ یہ ہے کہ اسی عہد میں اسکین ڈی نیویا کے بحری قزاق سب سے پہلی مرتبہ سواحل برطانیہ پر نمودار ہوئے اور کوئنس کی کہ جس طرح پہلے چھٹی صدی میں انگریز قزاقوں نے قبضہ کیا تھا، اب نویں صدی میں وہ خود اس ملک میں آباد ہو جائیں۔

اوفا نے ۷۹۶ء میں وفات پائی اور گوکین وولف اس کی حکومت کا وارث ہوا

لیکن بادشاہی کے لئے آپس میں ایسے جھگڑے ہونے لگے کہ مملکت مرسیہ کی قوت بہت جلد گھٹتی چلی گئی۔

ادھر مغربی سکسین قوم کے لوگ، حوکا وکن کی وفات کے وقت سے بلاشبہہ ایک درجہ کی قوت رہ گئے تھے۔ یہ سرعت دوبارہ فروغ پانے لگے جس کا

مغربی سکسنوں کا فروغ

سبب ان کے بادشاہ الگبرٹ کی لیاقت تھی جسے اوفا کے زمانے میں چارلس (اعظم) کی پناہ میں فرار ہونا پڑا تھا۔ اسی جلاوطنی کے زمانے میں اس نے وہ فرنگی تہذیب اور آداب سیکھے جن سے انگریز بالکل نا آشنا تھے۔ اسی کے ساتھ فرنگی اس ملکداری اور اصول جنگ سے واقفیت بہم پہنچائی اور ان اوصاف و کمالات کی شہرت سیکس پہنچی تو اس کے ہم وطنوں نے دوبارہ اسے ولن آئے اور حکمرانی کرنے کی دعوت دی جسے اس نے ۸۰۲ء میں قبول کر لیا۔

اسی سینتیس برس کی بادشاہی میں الگبرٹ نے ہمسایہ ریاستوں کو زیر کرنے لانے کی سعی کی جیسے پہلے اڈوں اور اوفا نے یا ممالک یورپ میں چارلس اعظم نے کی تھی اور سب سے پہلے کارنول یا مغربی دیار پر کامل تسلط حاصل کر لیا۔ ۸۲۵ء میں اس نے مرسیہ کے لشکر کو اس کے بادشاہ بیورن ولف کی قیادت میں بمقام الان ڈن سخت شکست

الان ڈن

دی اور اس ریاست کی قوت توڑتے ہی اس کی ماتحت ریاستوں کو بھی مامال کر ڈالا اور کینٹ، ایسکس، سرے اور ایسکس کے باشندوں سے جبراً اپنی سیادت تسلیم کرائی۔ مشرقی انگلیہ والے مرسیہ کے پشتینی دشمن تھے۔ لہٰذا وہ اس جنگ میں الگبرٹ کے حلیف و معاون رہے۔ دو برس بعد اس نے خود مرسیہ کو مسخر کر لیا اور اس طرح ہمبر کے جنوب میں سارا انگلستان اس کے قبضے میں آگیا۔ خود نارتھمبریا کو حملے کی دھمکی قبول اطاعت کے لئے کافی ہو گئی اور ۸۲۷ء میں الگبرٹ شمالی ویلز کو بھی فتح کر لیا۔ چنانچہ پکٹ اور اسکوٹ قوم یا اسٹرتھ کلائیڈ کے ٹکڑے کے سوا مانی تمام اہل ویلز اس کی رعایا بن گئے۔

آخر عہد میں الگبرٹ کو خود اپنا ملک اہل شمال کے حملوں سے بچا نا پڑا جس کا پورا قصہ کسی اگلے باب میں ہماری نظر سے گزرے گا۔ یوں بھی اس کی وفات (واقعہ ۸۳۹ء) کے

باب چہارم

قریب اس کی مملکت میں انتشار و افتراق کی علامتیں پیدا ہوگئی تھیں جیسی ہیپٹ یا ہلک یا سلف یا چارلس کے ممالک مصوحہ میں نمودار ہوئیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کا بڑا بیٹا اتھل وولف وسیکس کا وارث ہوا تو کینٹ وغیرہ چھوٹے بیٹے اتھلس ٹن کے حصے میں آئے اور اگر بیرونی اسباب ایسے پیدا نہ ہو جاتے جن کی بدولت بالآخر تمام انگلستان کی سیادت مغربی سیکسنوں کے خاندان شاہی کے ہاتھ میں آگئی تو اس امر کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ اگبرٹ کی فتوحات اس کے ذاتی اوصاف اور کارناموں کے باوجود ایڈون و اوفا کی فتوحات سے کچھ زیادہ مستقل اور دیرپا ثابت ہوتیں۔

مشہور سنین

اوگسٹائن کا ورود	۵۹۷ء
اے ڈن کی دعوت و تبلیغ	۶۳۴ء
وھٹ بی کی مجلس علما	۶۶۴ء
تھیوڈور طرسوسی کا ورود	۶۶۸ء
نارتھمبریا کی سیادت	۶۰۳ء تا ۶۵۸ء
مرسیہ	۵۷۷ء تا ۸۰۲ء
اگبرٹ کی بادشاہی انگریزی قوم پر	۸۲۷ء

باب پنجم

انگریزی قوم کے آئین

ملک کے طبیعی حالات ۔ قصبات، دیہات اور پرگنوں کا مقامی نظم و نسق ۔ مرکزی حکومت کا بادشاہ اور مجلس عمائد کے ہاتھ میں ہونا ۔ سولہویں صدی میں انگریزوں کے تمدن کی کیفیت ۔

اب وقت ہے کہ ہم انگریز قوم کے آئین اور تمدن و معاشرت کی طرف متوجہ ہوں۔

سات ریاستیں

چھٹی صدی سے اگسٹ کے عہد تک ملک میں سات مستقل ریاستیں ایک دوسرے سے جدا نظر آتی ہیں اگرچہ کبھی کبھی یہ کسی حد تک ایک سیاسی اتحاد میں وابستہ ہو جاتی تھیں یہ نارتھمبریا مرسیہ مشرقی انگلیہ مغربی سیکس مشرقی سیکس جنوبی سیکس اور کینٹ کی ریاستیں تھیں اور ہم نے مقامات کی بجائے بعض کو وہاں کی قوم یہ باشندوں کے نام سے یاد کرنا زیادہ ضروری سمجھا بعض اور قبائل بھی تھے جو علیحدہ زندگی بسر کرتے تھے مثلاً باشندگان سرے یا قبیلہ لینڈسوار اس ریاستیں آزاد اور علیحدہ تھیں مگر قابل ذکر وہی سات ہیں جن کے اوپر نام گنائے گئے ہیں ان میں بھی

باب پنجم

صرف جنوبی اور مشرقی سیکس، واحد قوم یا قبیلے کے لوگ تھے ورنہ کینٹ میں دو قبیلے آباد تھے جس کے صدر مقام روچیسٹر و کینٹربری بھی الگ الگ تھے۔ مرسیہ اور نارتھمبریا مختلف دیہات و قریات کے مجموعے تھے اور شمالی اقوام کی آمد تک ان مساوات کے نام محفوظ رہے۔ مشرقی انگلیہ میں شمالی اور جنوبی قبیلے آباد تھے۔ مغربی سکسنوں میں وہ جوٹ مہاجرین بھی جو جزیرہ وائٹ کے آس پاس بسے اور میون وارا اس کہلاتے تھے جذب ہو گئے تھے۔ ان میں سے ہر ریاست کہلائے خود کامل و مستقل تھی مگر اکثر معزز سیکسن کے بادشاہ کی وہ سبقت الونت سیادت تسلیم کرتی تھیں۔

ان ریاستوں کی حدود ملک کی طبعی ساخت پر مبنی تھیں۔ اور اس زمانے میں پہاڑ، گھنے جنگلوں اور دلدلوں کی ملک میں اسی کثرت تھی کہ اس کا قیاس بھی مشکل سے ہو سکتا ہے۔ دوسرے ندیوں میں اُن دنوں اتنے رود و شور سے پانی بہتا تھا کہ اس کی آج کل کی پتلی پتلی دھار دیکھکر اس کا ٹھیک اندازہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح جنگلوں کی بہت زیادہ تھی اور اس سب کو نکال دیجئے تو ملک کھنڈر میں مائل زراعت زمین ہی باقی رہ جاتی تھی۔

مورتھ اور کلائیڈ کی کھاڑیوں سے لیکر ملک کلیولینڈ کی ویران چڑھائیوں تک بھیانک رمیوں کا سلسلہ چلا جاتا تھا کہ اسے نکال دیجئے تو پوری ریاست نارتھمبریا میں فورتھ سے ٹیمر تک ساحل کی پٹی اور یارک شر آؤز کے میدان کے سوا کچھ نہ بچتا تھا۔ اسے مرسیہ سے ہمبر ندی اور وہ وسیع دلدل جدا کرتی تھی جس میں لنیکا شر، یارک شر اور ڈربی شر کا سارا پانی جمع ہوتا تھا۔ اور آگے بڑھکر سرحد کا سلسلہ المیٹ کے جنگل اور پہاڑیوں سے پورا ہوتا تھا اور یہ وہ جنگل ہے جو ہارف وایر کے درمیان کے علاقے میں پھیلا ہوا تھا۔

مرسیہ اور مشرقی انگلیہ کے بیچ میں روڈ آؤز کے کنارے کنارے کیمرج تک ہیبت ناک دلدلیں تھیں جن میں کہیں کہیں مائل جزیروں کی سی خشکی کے قطعات آجاتے تھے۔ پھر کیمرج سے جنگل سروع ہوتا تھا جو آؤز کی دلدلوں کو اسٹور اور آرول کی کھاڑیوں سے ملا دیتا اور اس طرح مشرقی انگلیہ کی پہاڑی کو مکمل کر دیتا تھا۔ مرسیہ کو مشرقی اور مغربی سیکسون سے کوہ چل ٹرن اور کینٹ و سرے کے علاقے سے ٹیمر کی کھاڑی جدا کرتی تھی۔

یہاں کے جنگلوں کا سلسلہ جو غالباً واٹلنگفورڈ کے قریب ٹیمز کے پار ہو کر "بیاروک وڈ" کہلایا جاتا تھا، باشندگانِ سرے اور مغربی سیکسنوں کی حد فاصل تھا اور اسی جنگل کے ساتھ ساتھ رومی سڑک اک نیلڈا اسٹریٹ بھی جاتی تھی کچھ آگے چل کے اس جنگل نے اور بھی کھول کھلیاں کی شکل اختیار کر لی تھی۔ یہاں اُسے ویلڈ موسوم کرتے تھے جو الفریڈ کے زمانے میں ایک سو بیس میل لمبا اور تیس میل چوڑا تھا اور جنوبی سیکسنوں کو کینٹ کے جیوٹ اور مغربی سیکسنوں سے جدا کرتا تھا۔ مغرب کی طرف سیکسنوں کو آگے بڑھنے سے بہت دن تک سیل وڈ کا جنگل روکتا رہا جس میں برکشائر ہیلز اور ٹیمز کے بیچ کا بین ڈھال واقع تھا۔ اور رودایون کا وہ حصہ بھی جو ضلع ہیمپ شر میں سے گذرتا تھا اسی رقبے میں آگیا تھا۔ ادھر سیورن شرنٹ اور ایون کے اس حصے کے درمیان جو ضلع وارک شر سے گذرتا تھا ایک اور گھنا جنگل تھا، جو بعد میں "آرڈن کے جنگل" کے نام سے موسوم ہوا اور اس نے اہلِ مرسیہ کو براہ راست وادی سیورن میں آنے جانے سے روک دیا تھا۔

ملکی تقسیم انگریزوں کی ملکی تقسیم یہ تھی کہ ہر ریاست قریات (ٹاؤن شپ) شہروں ("ٹرو") صدوں ("ہنڈرڈ") اور پرگنوں ("شائر") میں منقسم تھی اگرچہ بعض ریاستیں اتنی چھوٹی تھیں کہ ان میں یہ آخری تقسیم غیر ضروری ہوتی تھی معلوم ہوتا ہے کہ حملہ آوروں نے جن حالات میں ملک فتح کیا تھا انھی کا مقتضیٰ شہروں اور صدوں کی تقسیم تھی کہ دراصل وہ حملہ ایک ہجرت کی شکل ہوتا تھا جس میں بیوی بچے غلام اور مویشی سمیت ایک پردیسی قوم اٹھکر یہاں حراً آباد ہو جاتی اور پہلے باسندوں کو نکال دیتی یا وہ پہلے سے خود ہی فرار ہو جاتے تھے۔ تاسی توس کے زمانے میں جرمس ایے حملہ جو اشخاص کو نظاہر سنتوسنو کے دستوں میں تقسیم کر دیتے تھے اگرچہ اس تعداد کی سختی سے پابندی نہ کی جاتی تھی معلوم ہوتا ہے کہ یہی تنظیم برطانیہ کے حملہ آوروں میں موجود تھی جس کی وجہ سے ان کی بستیاں بھی صد موسوم ہوئیں۔

بہر حال، ان کا قریہ غالباً ایک شخص اور اس کی آل اولاد کی جائداد اور ما چند نو واردوں کی چھوٹی سی آزاد بستی ہوتا تھا۔ اسی اعتبار سے اس کی تنظیم بھی مختلف ہوتی۔ چنانچہ بعض مقامات میں تو ان کی نوعیت ایک ایسے گاؤں

قریہ کی قائم رہتی جس میں بہت سے ساوی مرتبے کے آزاد کاشتکار کھیتی کیاری کرتے۔ اور بعض جگہ وہ شخص واحد کی جاگیر بن جاتا اور اس کی صورت وہی ہو جاتی جو بعد کے زمانے میں امرا کی جاگیر کی ہو گئی تھی۔ بہرکیف قریہ ملک کا جزو ہونے کے لحاظ سے خاص خاص امور کا پابند تھا جنھیں "ری نو دانے سی بتاس" کہتے تھے اور ان میں پلوں، قلعوں اور راستوں کی مرمت خواہ اس کی زمین میں واقع ہوں، اور جنگ کے وقت سپاہیوں کا ایک دستہ بھیجنا شامل ہوتا تھا۔ قریہ کا ایک ریوا فسر ہوتا جسے لوگ منتخب کرتے یا جاگیردار نامزد کر دیتا تھا اور اسے "ٹن گریفا" کہتے تھے۔ مذہبی اعتبار سے، قریہ عام طور سے ایک یادری کی تحویل میں ہوتا تھا اور اسے کلیسائی حلقہ کہتے اگرچہ کم آبادی کے مقامات، خاص کر سمالی علاقوں میں ایک حلقے کے اندر اکثر کئی کئی قریے داخل ہوتے تھے۔ قریے کا انتظام ماشندے خود کرتے اور اس غرض کے لیے پنچایت میں جمع ہوتے جہاں اس صورت میں کہ جاگیردار نے خود اسے نامزد کیا ہو وہ قریے کے افسر اور عمرداروں وغیرہ کا انتخاب عمل میں لاتے۔ یہ مکامداروں کو قریے میں داخل کرتے، قلعوں، پلوں وغیرہ کی مرمت کا انتظام کرتے اور مقامی قواعد و ضوابط کی پابندی کراتے۔ اس طرح ان قدیم انگریزی قریوں میں حکومت خود اختیاری کے جملہ لوازم کو خود بھی جو آخر تک قائم رہے اگرچہ نجائت کے بعض اختیارات جاگیردار کی عدالت کی طرف منتقل ہو گئے جس کا آئندہ تفصیل سے بیان ہوگا۔ مذہبی حلقوں کو بھی ۱۸۹۴ء سے دوبارہ اس طرح منظم کر دیا گیا کہ بڑے قریے میں حلقے کی انجمن اور چھوٹے قریوں کی اسطامی مجلس سادی گئی جو عملاً اسی قدیم ترین انگریزی انجمن کی تجدید ہے۔

اگر قریے کے گرد "ٹن" (یا باڑ) کی بجائے کچی فصیل اور خندق ہوتی، تو اسے بروگ یا تہر کہتے تھے۔ "ٹن" سے انگریزی لفظ "ٹاؤن" ماخوذ ہے اور بروگ یا تہر بھی مختلف صورتوں میں اب تک سلامت ہے۔ یہاں کے افسروں کو بھی "بروگریفا" یا "بروریو" یا "بورٹ ریو" کے ناموں سے موسوم کرتے تھے۔ اور اگر کسی کسی قدیم رومی چھاؤنی کے حصار میں آبادی ہوتی تو "کاسٹرا" کی مختلف صورتیں "ریسٹر" "سیسٹر" وغیرہ اس کے نام کا جزو ہو جاتی تھیں۔ بڑے قریوں اور چھوٹے تہروں میں کوئی زیادہ فرق نہیں تھا لیکن بعض بڑے تہر کئی قوموں

باب سیم

کا مجموعہ ہوتے تھے اور اُن کے انتظامات صدؔ کی تنظیم کے مماثل تھے ؛

بہت سے قریوں کا مجموعہ صدؔ کہلاتا تھا اگرچہ اِن کا رقبہ بہت مختلف ہوتا تھا۔ جس کا ایک سبب تو ظاہر ہے یہ ہوتا تھا کہ ہر صدؔ میں لڑنے والوں کی تعداد یکساں

صدؔ

نہ رہتی تھی اور دوسرا یہ کہ جو دریں بعض جگہ ایسی تھی کہ آسانی سے بڑی بڑی آبادیاں وہاں تاٹم ہو سکتی تھیں۔ اس تقسیم کے نام بھی انگلستان میں مختلف تھے جو سب میں اسے عموماً صدؔ کہتے مگر یارک شر اور مرسن کے وسطی اضلاع میں "وے ین ٹیک" شمال میں "وارڈ" اور بعض علاقوں میں "شر" کا لفظ تک رائج تھا ؛ صدؔ کے حاکم یا سردار کے بارے میں کچھ ٹھیک معلوم نہیں کہ کون ہوتا تھا مگر عام طور سے خیال کیا جاتا ہے کہ اُس کا انتخاب ہوتا اور سردار صدؔ کہلاتا تھا بحالیکہ بادشاہ کی طرف سے ایک گریفا الگ مقرر ہوتا جسے نارمن فتح کے بعد بیلف یا ایمی کہتے تھے ؛ قریوں کی مثل صدوں کی بھی اندرونی انتظامات کے واسطے یجائت ہر مہینے ہوتی جس میں حاکم دار یا اُس کا خود آتے یا اپنے نائب بھیجتے جیسلہ حلقوں کے ماوری قریوں کے افسر اور بیر ہر قریے کے چار چار رئیس سے ممتاز آدمی اس میں شریک ہوتے تھے۔ یہ یجائت حرائم کی تحقیقات جھگڑوں کا فیصلہ اور اراضی کے انتقال کی تصدیق کرتی تھی۔ شروع سے محض بڑے بڑے جاگیردار ایسے علاقوں میں اپنے ہی اعتبارات عمل میں لاتے تھے جو عدالت صدؔ سے کالاً آزاد تھے اور نہ جاگیریں بدلات خود گو ما صدؔ کی حیثیت رکھتی تھیں۔ انھی جاگیروں کو آگے چلکر "فرین چائز" کا نام دیا گیا۔ مگر حق یہ ہے کہ صدوں کے حالات بہت تاریکی میں ہیں اور عالماً عملی اعتبار سے ان میں واقعی اتنی یکسانی نہیں پائی جاتی تھی۔

صدؔ کے اوپر شر (یا ضلع) ہوتا تھا۔ مگر اس زمانے میں جو شر ہیں ان کی ابتدا بالکل مختلف صورتوں میں ہوئی ہے اور شاید دنیا میں کوئی ایسا شر ہوگا جس کی حدود قدیم

شر

(یعنی اگبرٹ کے) زمانے سے یہی ہوں۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ تقریباً اسی قسم کی تقسیم اُس قدیم زمانے میں بھی تھی اور ہم ان سب پر ایک ہی جگہ نظر ڈالنا مناسب سمجھتے ہیں۔ زمانہ حاضرہ میں کم سے کم سات قسم کے شر پائے جاتے ہیں: سیکس، سیکس کینٹ اور سرے قدیم ریاستیں ہیں۔

باب پنجم

جس کی پرانی حدود کم و بیش یہی ہیں نارتھمبرلینڈ بھی قدیم ریاست ہے لیکن اس کا رقبہ بہت گھٹ گیا ہے۔ کارنول، مغربی ویلز کی ریاست ہے۔ کمبرلینڈ وہ علاقہ ہے جو اسٹرتھ کلائیڈ کی قدیم برطانی ریاست کی تباہی کے وقت انگریزوں کے حصے میں آیا تھا۔ ہیمپ شر، ولٹ شر، برک شر اور ڈیون شر، وسیکس کے قدیم قبیلوں کے علاقے ہیں اور ورسٹر شر، لیسٹر شر وغیرہ وسطی انگلستان کی تقسیم اس وقت سے عمل میں آئی ہے جب کہ اہل سکنڈے نیویا کی آمد نے قدیم قبیلوں کے علاقے درہم برہم کر دئے اور ایک نئی مصنوعی تقسیم ضروری ہوئی۔ ڈرہم قریب قریب ابھی قدیم حدود پر قائم ہے جو پہلے رمانے میں ڈرہم کے اسقف کا علاقہ تھا۔ چیشر ایک امیر کی موروثی جاگیر تھا، جسے نارمن فتح کے وقت عطا کیا گیا۔ لینکا شر، ویسٹ مورلینڈ اور رٹ لینڈ، کتاب بندوبست کے مرتب ہونے کے زمانے سے اضلاع بن چکے تھے۔ بایں ہمہ اگبرٹ کے عہد میں شر کی بنا قبیلوں کی آبادیوں ہی پر تھی جو بعد میں ملک کی انتظامی تقسیم کی شکل میں بدل گئی۔

شر کا سردار ایالڈرمن ہوتا تھا اور جس اضلاع کی تقسیم صحت کے ساتھ قائم ہو چکی تھی، جیسے ڈارسٹ شر اور ولٹ شر وہاں اسے بادشاہ اور اس کی مجلس عقلا مقرر کرتی تھی، لیکن کینٹ، سسکس وغیرہ ایسے اضلاع ہیں جو پہلے آزاد ریاستیں تھیں اور جو اپنی اس حیثیت کو کچھ ہی دن ہوئے کھو بیٹھی تھیں، عموماً پہلے خاندان شاہی کے آدمی کو سردار بنایا جاتا اور خاندان کے لاولد یا بے وارث رہ جانے ہی کی صورت میں کوئی دوسرا شخص مقرر کرنے کی نوبت آتی تھی۔ ایالڈرمن کا بڑا کام یہ تھا کہ لڑائی کے وقت اپنے ضلعے کی فوج کی قیادت کرے اور ضلعے کی عدالت میں موجود رہے جو سال میں دو بار بادشاہ کے نائب یعنی شریو یا شیرف کی طلبی پر منعقد ہوتی تھی۔ اس میں ایالڈرمن اور اسقف کی موجودگی ضروری تھی کہ ایک ملکی قوانین اور دوسرا کلیسائی احکام کی صراحت کرے۔ شیرف کی موجودگی بھی لازمی تھی کہ وہ عدالت کے فیصلوں پر عمل کرائے اور ان عہدہ داروں کے علاوہ عدالت صد کے اہل مقدمہ اور ہر قریے کے ریو کے ساتھ چار چار آدمی بھی اس عدالت میں شریک ہوتے تھے۔ صد کی عدالت میں جن مقدمات کا فیصلہ نہ ہوتا، وہ اس عدالت میں پیش ہوتے اور شخصی نزاعات

باب پنجم

میں تو یہ یقینی طور پر معلوم ہے کہ اگبرٹ کے عہد سے کچھ مدت بعد لوگوں کو بادشاہ اور اس کی مجلس میں حاضر ہونے کا بھی حق تھا لیکن حرائم کی صورت میں ضلع کی عدالت کا یہ فیصلہ محکم ہوا تھا۔ ضلع کی فوج "فرڈ" یا "مہم" کہلاتی اور اس میں سولہ سے ساٹھ برس کی عمر کے تمام آزاد مرد شامل ہوتے تھے۔ ہر گھرانے کے مرد جمع ہو ہو کر اپنے فریق کے دوسرے گھرانوں کے ساتھ میدان میں آتے اور دریے کا ریواں کی قیادت کرتا۔ اسی طرح ہر صد قریے کے ریواوران کے حلقہ اپنے اپنے سرداران صد کے تحت میں اور پورے ضلع کی فوج ایالڈرمن کے زیر حکم ہوتی اور انھی میں جاگیرداروں سر کلیسائی حلقوں کے دستے مل جاتے تھے۔

انتظام مملکت

یورپی بادشاہی کا اسطام بادشاہ اور "وٹس ایجی موٹ" کرانجام دیتے تھے جس کے لفظی معنی "مجلس عقلا" ہیں۔ (وٹس = عاقل) یہ ایک خاص جماعت تھی جس میں بادشاہ، اور بعض اوقات اس کی بیوی اور بالغ لڑکے، سرداران اضلاع، اسقف، بڑی خانقاہوں کے متولی، عمائد دربار اور رفقائے شاہی کی روزافزوں جماعت شریک ہوتی تھی۔ بادشاہ کو وقتاً فوقتاً مشورہ دینے کی غرض سے اس مجلس کے جلسے باقاعدہ اجلاس ہونے لگیں علاوہ ازیں اس کے خاص خاص وائس رہے کہ بادشاہ کا انتخاب کرے اگرچہ انتخاب عموماً خاندان شاہی کے افراد میں ایسے شخص کا ہوتا جو متوفی بادشاہ کا سب سے قریبی عزیز ہو اور کو کبھی کبھی اس کے خلاف بھی ہوا لیکن معمول یہی تھا کہ بادشاہ کا سب سے بڑا بیٹا منتخب کر لیا جاتا۔ تاہم اصولاً مجلس انتخاب میں آزاد تھی اور اس لئے انگریزوں کے قدیم شاہی آئین کو "انتخابی بادشاہی" سمجھنا چاہیئے۔ قدیم ریاستوں میں مجلس عقلا نے بعض اوقات نااہل بادشاہ کو معزول اور بہتر آدمی کو اس کی بجائے بادشاہ منتخب کیا ہے لیکن اگبرٹ کے بعد سے ایسی کوئی مثال نہیں ملتی مجلس اور بادشاہ مل کر سرداران ضلع (ایالڈرمن) کا انتخاب کرتے مگر یہ عہدے بھی موروثی ہوتے جاتے تھے اور نئے انتخاب کی صورت میں اصلی رائے بادشاہ ہی کی ہوتی تھی۔ اسقفوں کو کبھی پادری انتخاب کرتے اور کبھی بادشاہ اور مجلس عقلا نامزد کر دیتی لیکن دونوں صورتوں میں رسمی منظوری مجلس ہی میں ہوتی تھی۔ قدیم ترین زمانے سے وضع قوانین کے لئے مجلس عقلا

باب پنجم

کی منظوری ضروری تھی جیسا کہ تمام نیوتانی قوموں میں دستور تھا مگر انگریزوں میں نئے قانون شاذ و نادر وضع ہوتے اور صرف پرانے قوانین کی تکرار و تصدیق پر اکتفا کی جاتی تھی مجلس کا ایک اور کام یہ تھا کہ سرکاری زمین سے جو عطیات اشخاص کے نام کیے جائیں ان کی تسجیل و تصدیق کرے۔ ضلع کی عدالتوں میں جن مقدمات کا فیصلہ قابل اطمینان نہ ہوتا، ان کے مرافعے مجلس عقلا میں پیش ہوتے اور ایسے اہم مقدمات جن میں مجرم یا فریقین اتنے بااثر ہوں کہ مقامی عدالتوں میں ان کا فیصلہ نہ ہو سکے، ان کی ابتدائی سماعت بھی مجلس عقلا میں ہوتی تھی معمولی حالات میں بادشاہ کے مصارف کے لئے خاص خاص محصول عائد کرنے کی ضرورت نہ تھی اور چونکہ جہازوں، فوج اور لوازم تلاثہ یعنی مرمت وغیرہ کا انتظام ضلعوں یا قریوں کے ذریعے خود بخود ہو جاتا تھا اس لئے زر بدرو پہنچنے کی وصولی کا موقع نہ آتا تھا۔ نظر بریں اس مجلس کے عام فرائض وہی تھے جو اوپر بیان ہوئے اگرچہ قوانین کی تدوین و ترمیم، کسی نئے محصول کا اجرا اور تمام قومی ضرورتوں میں بادشاہ کو مشورہ دینا اس کے وظائف میں داخل تھا۔

بادشاہ

آئین ملکی میں سب سے اوپر بادشاہ کا مرتبہ تھا۔ لفظ "کنگ" کے معنی "پیدا کنندہ" کے ہیں اور اسی سے اس زمانے کی یاد تازہ ہو سکتی ہے جب کہ خاندان اور ملک میں کوئی فرق نہ تھا۔ تاسی توس کی تصنیف کے وقت جرمن قبائل میں بہت کم ایسے تھے جن کی حکومت بادشاہوں کے ہاتھ میں تھی لیکن رطانیہ میں جو انگریز آ کر بسے ان میں ہر جگہ یہ آئین جاری ہو چکا تھا۔ اور ممکن ہے کہ خود یہاں کی فتح نے کامیاب سرداروں کو اس بلند ترمرتبے تک پہنچا دیا ہو۔ انگریز اپنے بادشاہوں کو ایک قدیم اور پُر اسرار سورما ووڈن کی اولاد جانتے تھے اور اسی لئے ان سے اور ان کے کنبے سے خاص عقیدت رکھتے اور ان کا خاص احترام کرتے تھے۔ دوسرے بادشاہ قوم کی وحدت، عزت اور تاریخی زندگی کا نشان تھا جنگ میں وہ لشکر کا سپہ سالار اور امن میں قانون و انتظام کا وہی محافظ مانا جاتا تھا اسی لئے ان کاموں کے واسطے جو عہدہ دار مقرر ہوتے وہ بادشاہی عہدہ دار کہلاتے اور جرائم سنگین کو بھی "شاہی امن" کی خلاف ورزی کہا جاتا تھا۔ غرض اس کے

خاص مائب تھے اور مجلسِ عمّلا بھی جسے بادشاہ کے عزل و نصب تک کا حق حاصل تھا، بادشاہ کی مجلس کہلاتی تھی۔ ان سب اعزاز کے باوجود بادشاہ کے حقوق و امتیازات کی بڑی احتیاط سے حد بندی کی گئی تھی۔ وہ رس کا اصلی مالک نہ تھا اور خود اپنے استعمال کے واسطے بھی کوئی قطعہ بغیر عمّلا کی رضامندی کے مخصوص نہ کر سکتا تھا اور نہ خود کوئی قانون بدل سکتا یا محصول عائد کر سکتا تھا۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ مجلس میں شاہی رعنا کی تعداد کو بڑھا دینے سے اسے ہمیشہ کثرتِ رائے حاصل ہو سکتی تھی اور حاصل کر اگر وہ پختہ ارادے اور عمدہ اخلاق کا بادشاہ ہو تو ملک کو اپنی رائے کے مطابق چلانے میں کامیاب ہو سکتا تھا۔

شاہی محاصل

شاہی محاصل کا انتظام مختلف طریقوں پر کیا گیا تھا۔ انفرادی اور جاگی حیثیت سے اسے ذاتی املاک بہم پہنچانے اور اسے بذریعہ وصیت کسی کے نام ہبہ کرنے کا حق حاصل تھا اور بہ حیثیت بادشاہ ہونے کے، وہ شاہی جاگیروں پر متصرف ہوتا اور ان میں قریبے اور شہر ملک واصل ہو سکتے تھے۔ دوسرے زمین کے مالکوں سے بھی اسے خاص خاص رسوم وصول کرنے کا حق تھا۔ عدالتوں کے حرمانے، لاوارثی یا گرا ہوا مال، معاون اور نک نزول اور بندرگاہوں کے محصول اور اپنے خاص ملازمین کے فوت ہوئے بعض محاصل اسی کو ادا کئے جاتے تھے۔ اس کے شاہی اسباب میں تخت، تاج، عصا اور علم شامل تھے اور تخت نشینی کے وقت تاج پہنانے کے علاوہ اس کے ساتھ بھی ملا جاتا تھا جو اس بات کی علامت تھی کہ وہ کسی کا باج گزار نہیں بلکہ آزاد بادشاہ ہے۔ تاج پوشی کے وقت اسے عہد واثق کرنا ہوتا تھا کہ امن قائم رکھے گا، رہزنی اور غارتگری کو دفع کرے گا اور اپنی قوم میں سے کسی کی حق تلفی نہ ہونے دے گا۔

شاہی جاگیریں

چونکہ شاہی جاگیریں اور شاہلات کی اراضی تمام ملک میں منتشر ہوتی تھیں اس لئے بادشاہ اور اس کے متعلقین کو ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں جانا پڑتا تھا کہ وہاں ان کے خورد و نوش کے لئے جو کچھ ذخیرہ ہو، اسے کام میں لائیں۔ اس طرح بادشاہ کا ملک کے ہر حصے سے بخوبی تعلق قائم رہتا اور رعایا کو اس تک پہنچنے میں کوئی دقت نہ ہوتی دوسرے اس کا مارا مارا دورہ کرنا اور موجودگی

مقامی امرا کی چیرہ دستی روکنے کی بہترین سبیل تھی۔ سامی خاندانوں کا تہذیب و شائستگی میں تیز ترقی کرجانا بھی اس عہد کا قابل تعجب واقعہ ہے اور سیکسن اختیار کرنے کے معاملے میں کنٹ کے بادشاہ اتھل برٹ یا مارتھمبر یا کے حاکم ایڈون نے جس سم کے حالات کا اظہار کیا اُن سے وہ قوم اور وہ قومی ادارے جن میں یہ بادشاہ زندگی بسر کرتے تھے دونوں قابل تعریف ثابت ہوتے ہیں۔

انگریزی آبادی دو بڑی جماعتوں میں تقسیم تھی۔ ایک احرار دوسرے علام۔ گرنارمن فتح سے قبل ان کی الگ الگ تعداد کا صحیح اندازہ نہیں ہوسکتا۔ پھر ان احرار کی بھی چند قسمیں تھیں: اتھ لنگ ایورل کیورل اور تھین۔ اس طرح معمولی علام تھیو اجرت پر کام کرنے والے اس نے قرض نہ ادا کرنے کے باعث غلامی قبول کرنے والے وائٹ تھیو کہلاتے اور حاتگی اور زرعی علاموں کی جماعتیں ان کے علاوہ تھیں۔ آزاد کے قتل ہونے پر عدالت اس کے رتبے کے مطابق قاتل سے خون بہا طلب کرتی تھی مگر علاموں کے قتل پر کوئی تعرض نہ ہوتا تھا تاآنکہ سیکسن نے اس کا کفارہ ریاست تاقہ محویز کیا اور انسانی ہمدردی کو فرض قرار دیا۔

آزادوں میں بعض لوگ زمیندار تھے اور بعض بے زمین کے۔ اور یہ بھی بہت اہم فرق کی بات تھی کیونکہ زمیندار کو قوانین یوراد مذہ دار شہری تسلیم کرتا تھا اور جس کے پاس زمین نہ تھی اُسے خواہ کیسے ہی عالی خاندان کیوں نہ ہوں مجبور کرتا تھا کہ وہ کسی زمیندار کو اپنا حامی بنائے جو اس کے افعال کا ذمہ دار ہو۔ انگستان آنے کے وقت تو معلوم ہوتا ہے انگریزوں میں احرار کی صرف دو قسمیں تھیں۔ شریف اور سادہ یا شریف اور غیر شریف جنھیں اتھ لنگ یا ایورل اور کیورل کے نام سے یاد کیا جاتا تھا لیکن رفتہ رفتہ ان کے معنی میں تغیر ہوا اور ارل یا ارل طبقے کے والی یا سردار کے لئے اور اتھ لنگ بادشاہ کے بیٹے یا بھائی کے لئے مخصوص ہوگیا۔

یہ امر تقسیم میں فرق آنے کی بڑی وجہ یہ ہوئی کہ ایک نیا گروہ رفقا اور خاص کر شاہی رفقا کا وجود میں آیا۔ جرمن قبائل میں بھی تاسی توس نے یہ دستور دیا تھا کہ کسی بڑے آدمی کی خدمت میں رہنا عزت کی بات سمجھی جاتی تھی اور ضیاعالی مرتبہ وہ شخص ہوا جو اتنا ہی عالی مرتبہ اس کا رفیق سمجھا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ بڑے رتبے کے لوگوں کا ایک معمولی ملازم (تھین) اور ندیم (گسیت) فریب فریب یکساں حیثیت رکھتا تھا۔

باب پنجم

اسی لئے انگریزوں میں بھی اب ایک نئی جماعت قایم ہوگئی۔ بادشاہ کے ساتھی یا رفیق (بالڈرمن (امیر کبیر) کے رفیقوں سے اور وہ معمولی ارل یا جاگیردار کے رفیقوں سے اعلیٰ رتبے کے لوگ سمجھے جانے لگے۔ بادشاہ کو ذاتی فائدہ بھی اس میں نظر آتا کہ ایسے رفقا کی توقیر بڑھائے۔ مجلس عطا کی تائید سے اس نے انھیں سرکاری زمینیں عطا کیں اور خود مجلس میں شریک کیا۔ پھر ان کو اور اُن کے ملازمین کو فوجی خدمت کا پابند بنایا جس سے ایک طرف تو فوج کی تعداد بڑھی اور دوسری طرف خود بادشاہ کے ماتحت ایسی سپاہ مرتب ہونے لگی جو بہ نسبت قدیم فرڈ کے اُس کی ذات سے زیادہ وابستگی اور عقیدت رکھتی تھی اور قواعد وضوابط کی بھی زیادہ پابند تھی۔ رفتہ رفتہ رفقا کی منزلت ایسی بڑھی کہ ہر شخص جس کے پاس مقررہ مال واملاک ہو رفیق (تھین) بننے کا مستحق ہوگیا اور یہ قانون ماذکر دیا گیا کہ جس کسی کے پاس پانچ حاندانوں بھر کی زمین (۔ کوئی ۶ سو ایکڑ) ہو جائے، وہ رفیق بننے کی پوری اہلیت رکھتا ہے۔

اُدھر بے زمین کے احرار کی نسل بہت سے زمین والوں کو بھی سہولت اسی میں رہتی تھی کہ کسی طاقتور ہمسائے کی حمایت میں آجائیں اور اس طرح اُس تمدن کا آغاز ہوا جس میں قوم کے ہر درجے اور حیثیت کا آدمی باہمی احتیاج وامداد کی زنجیروں میں ایک دوسرے سے وابستہ ہو جاتا ہے۔

نظام اراضی اراضی کا قدیم انگریزی نظام نہایت پیچیدہ تھا پہلی مکمل تقسیم تو یہ تھی کہ ساری زمین یا ملک ہوتی یا سالات۔ یعنی وہ جس پر کسی ایک شخص یا خاندان شخاص کی ذاتی ملکیت ہو اور وہ مقسم نہ ہوئی ہو اور اس لئے سرکاری سمجھی جاتی ہو۔ بجا لبکہ ذاتی اور پورے کھیے کی اراضی جو باقاعدہ ماہر و کردی گئی ہوں، ملک میں داخل سمجھیں۔ منجملہ خاندانی ملک کی صورت میں صرف گھر ذاتی ملکیت سمجھے جاتے تھے ورنہ زرعی زمین اور چراگاہوں میں ہر شخص ہل چلانے یا مویشی چرانے کا مجاز تھا گو اسے کھیے کے حاص حاص دستوروں کی پابندی کرنی ہوتی تھی۔ اسی کے برابر دوسری زمین ایسے شخص کی ذاتی ملکیت ہوسکتی تھی جو خود کاشت کرتا ہو یا مزدوروں اور غلاموں سے کاشت کراتا ہو۔ اس کی ذاتی ملکیت کا ثبوت قبیلے والوں کی متفقہ شہادت ہوا کرتا تھا مگر شالات کے قطعات جو بادشاہ اور مجلس کی طرف سے عطا ہوتے،

باب سیم

ان میں زیادہ باقاعدگی کرتی جاتی اور اس کی سند ہمیشہ تحریر کی جاتی تھی۔ اسی دساور کو "ٹوک" یا "ٹنک" کہتے تھے اور اس قسم کی زمینیں بھی "لوک لینڈ" (یعنی اراضی تحریری) کے حداگانہ نام سے موسوم ہوتی تھیں۔ چونکہ ایسے عطیات کا سلسلہ برابر جاری رہتا اور عموماً بڑے بڑے قطعات لوگوں کو دئے جاتے لہذا ملک کی سند ان تحریری اراضی (ٹوک لینڈز) کا رقبہ برابر بڑھتا رہا۔

عدالت

انگل اور سیکسن قوم میں عدالت کا تحمل ایک عرصہ پذیر حالت میں تھا یعنی مالی انتقام کی بجائے آہستہ آہستہ اصول وہیں میں آنے لگا تھا کہ جرم کی شدت و وسعت اس نقصان پر بھی ہے جو اس سے قوم یا ملک کو پہنچا ہو۔ مالا، قتل کے معاملے میں مستغیث صرف مقتول کے رشتہ دار اور جرم کی ذمہ داری میں قاتل کے گھر والے شریک سمجھے جاتے تھے جسے مال میں ادائے خوں کا طریقہ ہوتا ہے لیکن اب سرکاری مداخلت اسی صورت ہوتی تھی کہ معاملے کی ماہالط تحقیقات پر زور دیا جاتا تھا اور ملزم کے کینے والے ذمہ دار رکھے کہ اس عدالت میں پیش کریں۔ پھر اگر وہ حاضر عدالت نہ ہوتا تو اسے سرکاری حمایت سے خارج قرار دیا جاتا یعنی اس کے قتل پر سرکار یا عدالت کوئی باز پرس نہ کرتی تھی لیکن اگر اس نے جرم کا اقبال کر لیا تو عدالت خود یہ تحریر کرتی جو مقتول کے ورثے اور دوسرے نقص امن کی سزا پر بادشاہ کو ادا کرنا پڑتا تھا۔ اگر اس نے بیگناہی کا حلف اٹھالیا تو چند اور ساتھیوں کو بھی پیش کرنا پڑتا جو اس کی صداقت کی بحلف گواہی دیتے اور مستخلص (کمپرگیٹر) کہلاتے تھے۔ لیکن ایسے گواہ نہ ملنے کی صورت میں ملزم کو اسلاف سے جا سکتا تھا جس کی شکل یہ تھی کہ بارہ قدم دہکتے لوہے پر جلتا رکھتے یا پانی میں ہنگا ہاتھ ڈالتا اور اگر اس کے زخم تین روز میں اچھے نہ ہو جاتے تو وہ مجرم سمجھا جاتا اور حسبۂ سزا پاتا تھا۔

اگر ہم پویں صدی کی انگریزی معاشرت کا نقشہ دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں ایک ایسی زراعت پیشہ آبادی کو نظر کے سامنے رکھنا ہوگا جو چھوٹی چھوٹی برادریوں میں تقسیم تھی اور ہر برادری بجائے خود کامل و مستقل ہوتی تھی۔ ان میں سے بعض آزاد مزارعین کی برادریاں تھیں اور بعض (بلکہ روز افزوں تعداد میں) ان امیروں کے ماتحت

تھیں جو رئیس کے خود مالک ہوتے اور عام باشندے کسی نہ کسی طرح ان کے دست نگر ہو جاتے تھے۔ رئیس کا عالباً ایک نصف جنگل یا بن تھا اور دوسرے نصف میں بھی زیادہ حصہ چراگاہ یا کچھ سبزہ زار اور باقی ماندہ زیر کاشت تھا۔ عام باشندوں میں سب سے ممتاز اشخاص تو لگان پر زمین لیتے تھے وہ زیادہ تر جاگیردار سے خاص خاص کام انجام دینے کی شرط پر زمین حاصل کرتے تھے اور جو اس سے بھی کمتر درجے کے تھے وہ اس بات کے پابند تھے کہ جب حکم دیا جائے اس کا کام کریں مگر باوجود اس کے ان کی اپنی بھی کھیتی ہوتی تھی اور جب تک وہ جاگیردار کی خدمت میں قصور نہ کریں اس وقت تک اپنی زمین سے محروم نہ کئے جا سکتے تھے۔ انھی حدمنی مزارعوں کو بعد میں رعیت (ولینین) کہنے لگے تھے۔ ان کے بعد غلاموں کا درجہ تھا جو اپنے آقا کے اختیار میں تھے کہ جب چاہے انھیں بیچ ڈالے۔ تاہم یہ گروہ کم ہوتا جاتا تھا کیونکہ کلیسا کی پوری کوشش تھی کہ غلام آزاد کرانے کی ترغیب دے۔ امیر یا جاگیردار غلاموں کے کام کا اپنے داروغہ کو نگراں بنا دیتا تھا اور دوسرے کاشتکاروں کے فرائض کا اضافہ سے حساب رکھا جاتا تھا۔ جاگیردار اپنے علاقے میں جملہ متعلقین کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ گشت کرتا رہتا اور ہر رئیس کی پیداوار وصول کرتا اور کام میں لاتا تھا۔ آزاد دیہاتی آبادیوں کو چھوڑ کر ملک میں باقی آبادی انھی رعیت کے کاشتکاروں اور جاگیرداروں پر مشتمل تھی اور دوسرے باشندے بہت کم تھے۔ قصبات کی تعداد کم تھی۔ صنعت بھی خاص اور کان کسی تناسب و نادر کہیں ہوتی تھی۔ البتہ سمندر کے پانی سے نمک بنایا جاتا تھا اور ندیوں میں ماہی گیری کے بند بھی تھے جن میں نرسلوں کی احاطہ بندی کو درست رکھنا رعیت کے فرائض میں داخل تھا۔ بڑی بھلی اگر کچھ تجارت ملک میں تھی تو وہ پھیری والوں کی تھی اور چونکہ اس نظام معاشرت میں امرا بہت دولتمند ہوتے تھے، لہذا یہ پھیری والے جن کے پاس مال کا کافی ذخیرہ رہتا تھا اپنے ساتھیوں کے بڑے بڑے قافلے لے کے جا بجا پھرتے رہتے تھے جو اس لئے بھی ضروری تھا کہ وسیع جنگلوں میں رہزنوں اور جرائم پیشہ لوگوں کی کثرت

باب پنجم

بھی ۔ اُمرا اور اُن کے گھر والوں کی تعریج کا سامان مسخرے سٹ اور مداری وغیرہ ہم پہنچائے تھے جو گھر گھر پھرتے رہتے اور گو اُن کے کھل تماشے کچھ مہذّب نہ ہوں تاہم ان کی بدولت ملک کے گنبد باد رہتے میں ضرور مدد ملی۔

باب ششم

ڈین قوم کا حملہ

ملوک انگریز

اگبرٹ	۸۰۲ء تا ۸۳۹ء
اتھل ولف	۸۳۹ء تا ۸۵۸ء
اتھل بالڈ	۸۵۸ء تا ۸۶۰ء
اتھل رڈ	۸۶۰ء تا ۸۶۶ء
اتھل ریڈ	۸۶۶ء تا ۸۷۱ء
الفریڈ	۸۷۱ء تا ۹۰۲ء

اگبرٹ کے زمانے میں انگریز ریاستوں کا جو اتحاد عمل میں آیا ممکن ہے کہ وہ اس قسم کی پہلی کوششوں کی نسبت زیادہ پائے دار ثابت ہوتا، لیکن ابھی دنوں اہل شمال یا ڈین قوم کے حملے ایسے شروع ہوئے کہ انگریزی معاملات کا رُخ ہی بدل گیا۔

اہلِ شمال، کون تھے

واضح رہے کہ انگریز سویڈن، ناروے اور ڈین مارک تینوں ملکوں کے

باشندوں کو اہلِ شمال کے نام سے یاد کرتے تھے اور چونکہ اس وقت تک یہ لوگ علحدہ علحدہ قبیلوں میں منقسم نہیں ہوئے تھے، لہذا یہ نام کچھ غلط بھی نہ تھا۔ مگر جس طرح قدیم برطانی انگریزوں کو سیکسن کہہ دیا کرتے تھے، اسی طرح اکثر انگریز بھی اہلِ شمال کو صرف ڈین کہہ دیتے تھے اور آسانی کی غرض سے ہم بھی اسی کو اختیار کرلیتے ہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ ڈینوں میں اس وقت بہت سے سمالی ممالک کے باشندے داخل تھے۔ نسلاً یہ اہلِ شمال بھی آریہ خاندان کی جرمن شاخ میں تھے لیکن انگریزوں کے خلاف جن کی زبان ان شمالی جرمن قبائل جیسی تھی جو سلیٹ سے قریب قریب ایلب تک کے میدانوں میں رہتے تھے، ان کی زبان خاص خاص جزئیات میں اختلاف رکھتی تھی؛ نویں صدی میں اہلِ شمال بت پرست تھے تمدن سے آشنا نہ ہونے کے باعث ان کی وحشیانہ خصائل جنگجوئی میں بھی فرق نہ آیا تھا۔ گویا انگریزوں کی برطانیہ میں آنے کے وقت جو حالت تھی، وہی ان لوگوں کی اب، الفریڈ کے زمانے میں بھی تھی، اگر کچھ فرق تھا تو یہ کہ ڈین قوم کے لوگ بدوی انگریزوں سے بھی ٹھکرتیز و چالاک اور دلیر و بہادر تھے۔ جہازرانی میں اکثر نوقیت حاصل تھی اور دشمنوں کے مارنے اور حملے سے بچانے میں زیادہ مہارت رکھتے تھے؛

پہلا حملہ اہلِ شمال کا پہلا حملہ شاہ اوفا کے عہد میں ہوا اور اس وقت سے ولیم فاتح کے وقت تک جنگ و جدال کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ یہ حملوں سے انگلستان ہی برآمد نہ آئی بلکہ شمالی فرانس اور جنوبی اطالیہ میں بھی اہلِ شمال نے اس زمانے میں حملہ کیا اور خاصے بڑے بڑے علاقے دبالئے۔ یہ دو دفعہ قسطنطنیہ پر حملہ کیا۔ روس میں اپنا ایک شاہی خاندان قائم کردیا اور مالنگ سے بحر متوسط تک کسی بندرگاہ کو لوٹے بغیر نہ چھوڑا؛

انگلستان کے حملوں کو ہم تین دور میں تقسیم کرسکتے ہیں۔ اوّل غارتگری کا دور۔ دوسرے آبادی اور تیسرے سیاسی فتوحات کا دور؛ سب سے اول ۸۳۵ء میں ڈین ساحلِ انگلستان پر نمودار ہوئے تھے اور آئندہ سو سال میں کم سے کم چار مرتبہ فوجیں لے کے داخل ہوئے اور جہاں تک ہاتھ پہنچا ملک میں تباہی اور نارانجی پھیلادی۔ ایڈن و بیڈ کے گھر یعنی لن ڈس فارن اور ویئر متھ کی بڑی خانقاہیں،

او نارتھمبریا کی تہذیب و تقویٰ کے مرکز انہی حملوں میں غارت و برباد ہوئے ۸۳۲ء تک چند سال کا وقفہ رہا اور اس کے بعد ڈین وکس کے ساحل پر اُترے اور ایک میدانی جنگ میں اگبرٹ کو شکست فاش دی۔ مین گسٹ ڈاؤں کی لڑائی میں اگبرٹ نے موم ڈیس اور کورنوال کے لوگوں پر غلبہ پایا تھا (۸۳۷ء) مگر اس وقت سے ۸۴۴ء تک ہر گرمی میں یہ جنگلی حملہ آور آتے اور تباہی ڈالتے رہے۔ کم سے کم بس لڑائیاں جم کر ہوئیں اور ہر ایک میں انگریزوں نے شکست کھائی۔ لندن، روچسٹر اور کینٹربری کو انھوں نے لوٹ کر کے فتح کر لیا۔ ۸۵۱ء میں پہلی مرتبہ انھوں نے جاڑا بھی یہیں جزیرۂ تھنیٹ میں بسر کیا اور اسی سال ان ڈانوں کا بیڑا جس میں ۳۵۰ کشتیاں تھیں ٹیمز میں نمودار ہوا۔ لندن و کینٹربری کو دوبارہ تاراج کر کے اہل مرسیہ کو حملہ آوروں نے شکست دی لیکن جب وہ سرے کے علاقے میں ہیجے تو اوک لے کی جنگ میں انھیں شکست ہوئی اور بہت آدمی مارے گئے۔ ۸۵۵ء میں بھی بعض ڈین لوٹوں نے جاڑا انگلستان میں گزارا اور ۸۶۰ء میں وہ ونچسٹر کو غارت کرنے کے بعد دوبارہ ہیمپ شر و برک شر کے امیروں کے ہاتھ سے شکست کھائی جن میں سے پہلے علاقے کے امیر کا نام اتھل ولف تھا۔ اب تک انگریز خاصی مدافعت کر رہے تھے کہ اسے میں مشرقی اینگلیہ میں ڈینوں کا ایک نیا لشکر نمودار ہوا کہ پہلی تمام فوجوں سے زیادہ طاقتور تھا۔ اس نے سردیاں یہیں گزاریں اور پھر دریائے ہمبر اتر کے مارچ میں یارک پر حملہ کیا جہاں کے لوگ پہلے ہی دوسری طرف مصروف جنگ تھے۔ اسی لئے یارک پر حملہ آوروں کا بلا دقت قبضہ ہو گیا اور دوسرے سال ان کی فوج مرسیہ میں بڑھی اور ناٹنگ ہم پر قبضہ کر لیا لیکن اہل مرسیہ اور مغربی سکسنوں کی ایک بڑی فوج نے انھیں مارک کی طرف پسپا کر دیا جہاں ان کا سردار گتھرم پہلی فتح کے وقت سے موجود تھا۔ ۸۷۴ء میں انھوں نے مشرقی اینگلیہ پر پھر یورش کی اور وہاں کے بادشاہ ایڈمنڈ کو مار ڈالا۔ ہیمپ شر اور کرولینڈ کو غارت کر دیا اور ۸۷۱ء میں وسکس پر فوج کشی کی جہاں اس وقت اگبرٹ کا پوتا اتھل ریڈ حکمراں تھا۔

اتھل ولف

واضح رہے کہ اگبرٹ کی وفات (۸۳۹ء) کے بعد اس کا بیٹا اتھل ولف بادشاہ ہوا تھا مگر معلوم ہوتا ہے اسے ملک رالی

باب ششم

سے بڑھکر کلیسائی احکام کی پیروی میں انہماک تھا کہ نکہ ۸۵۵ء میں جب کہ حملہ آوروں کے بعض گروہ جاڑا بسر کرنے کے لئے انگلستان ہی میں ٹھیرے ہوئے تھے یہ بادشاہ پاپا کی ملاقات کے لئے اطالیہ چلا گیا۔ واپسی میں شہنشاہ چارلس (دی بالڈ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کی بیٹی جوڈتھ سے شادی کی۔ اتھل وولف نے ۸۵۸ء میں وفات پائی اور اتھل بالڈ، اتھل برٹ، اتھل ریڈ اور الفریڈ یہ چار بیٹے چھوڑے جن میں ہر ایک نوبت بہ نوبت بادشاہ ہوا۔ سب سے پہلے اتھل بالڈ تخت نشین ہوا اور اس نے جنوب مشرقی ریاستوں میں اپنے بھائی اتھل برٹ کو ماتحت بادشاہ بنایا جو بڑے بھائی کی وفات پر دو ہی سال بعد وارث تخت ہو گیا۔ اسی کے عہد میں وں چیسٹر کی غارتگری کے بعد اگر روں کو ڈین حملہ آوروں پر فتح نصیب ہوئی اور اس کے مابقی ایام حکومت میں بھی حملہ آوروں کی توجہ مسرقی انگلیہ اور نارتھمبریا تک محدود رہی۔ ۸۶۶ء میں اس نے وفات پائی اور اتھل وولف کی وصیت اور مجلس حلا کی تائید سے بیٹے کی بجائے اس کا سگا بھائی اتھل برٹ جانشین ہوا۔

الفریڈ کا ابتدائی زمانہ

اس وصیت کا کہ یوتوں کی بجائے پہلے چاروں بیٹے حکمرانی کریں مطلب عالباً یہ تھا کہ الفریڈ تک بادشاہی پہنچ سکے جو بچپن ہی سے ہدایت ہوہار نظر آتا تھا۔ وہ برک شر کی لسی وین بیج میں پیدا ہوا۔ (۸۴۹ء)۔ اور ہر چند وہ سب کہانیاں باور کرنا مشکل ہیں جو اس کی بچپن کی فوق العادت فراست کی نسبت مشہور ہیں، تاہم یہ درست ہے کہ اس کی قابلیت نے بہت جلد لوگوں کو متوجہ کر لیا۔ چار برس کا تھا کہ باپ نے اسے روما بھیجا اور وہاں پاپا لیو چہارم نے اتھل وولف کی وفات کی غلط افواہ سنکر اسے ایک طرح بادشاہ بھی بنا دیا۔ پھر اتھل وولف خود روما آیا تو واپسی میں الفریڈ کو ساتھ لیتا گیا۔ بیس برس کی عمر تک وہ مطالعے، شکار اور دینی ریاضات میں مشغول رہا۔ جوانی میں بھی اس کے سنجیدہ اخلاق نمایاں تھے اور بنا جاتوں کی ایک کتاب جو خاص اس کے لئے تیار کی گئی تھی، ہر وقت اس کے پاس رہتی تھی۔ ۸۶۸ء میں اس کی گیماس کے امیر کی بیٹی الس وتھا سے شادی ہوئی۔ جیلہ گیماس کا مام ابھی تک گیئر برو

کی ماوات محفوظ ہے۔ الغرض ڈینوں کی بڑی یورش کے وقت الفریڈ ۲۲ سال کا شادی شدہ جوان تھا۔

۸۷۱ء میں وکنگار کے لشکر عظیم نے واڈی ٹیمز میں پیش قدمی کی اور بڑھتے بڑھتے ریڈنگ کے قریب پڑاؤ ڈالا اور پھر ہر طرف لوٹ مار کرکے مال غنیمت اسی پڑاؤ میں جمع کرنے لگے۔ ان کے ایک دستے کو ترک شہر کے حملہ آور سردار امیر اتھل ولف نے شکست دی اور تین دن بعد اتھل ریڈ اور الفریڈ نے موسم خزاں میں خود بڑا حملہ کیا مگر یہ حملہ آج کی قوت سے بڑھکر کام تھا اور دشمن کے پیچھے ڈینی قیامت کی مدافعت کرتے تھے۔ حملہ ناکام رہا اور بہادر اتھل ولف کام آیا۔ اس کامیابی سے دلیر ہوکر ڈین ماہر بکلے اور انس ڈاؤن کے مقام پر مغربی سیکسنوں کی پوری فوج سے ان کا مقابلہ ہوا۔ یہاں ان کو کامل شکست ہوئی جس کا سبب بظاہر یہ تھا کہ یہاں الفریڈ نے ڈھیلی صفوں کی بجائے گھماں وطار کی صورت میں حملہ کیا تھا۔ مگر ان لڑائیوں میں انگریزوں کو سخت نقصان اٹھانے پڑے اور آئندہ ہیمپ شر کا حملہ روکتے وقت ریڈنگ اور پھر دو ماہ بعد عالباً مارڈون (ولٹ شر) کے میدان میں انھیں سخت شکست ہوئی معلوم ہوتا ہے اسی لڑائی میں اتھل رٹ نے مہلک زخم کھایا اور الفریڈ اس کا جانشین ہوا۔ لیکن مزید مصیبت یہ آئی کہ ڈینوں کو مارہ کمک بھیج گئی اور ولٹس میں سر الفریڈ کو شکست نصیب ہوئی۔ مجموعی طور پر وقائع میں لکھا ہے کہ اس سال

الفریڈ کی تخت نشینی ۸۷۱ء

ٹیمز کے جنوب میں نو لڑائیاں ہوئیں اور بادشاہ کے بھائی الفریڈ سر اُمرا اور نعالے جوالگ الگ حملے کئے وہ شمار میں نہیں ہیں۔

ہر نوع کا اندازہ ہوتا ہے کہ ڈین بھی ان نتائج سے کچھ بہت مطمئن نہ تھے کیونکہ دوسرے سال انھوں نے یہاں سے پڑاؤ اٹھالیا اگرچہ ملک سے باہر جانے کی بجائے واپس لندن میں آگئے۔ سال آیندہ انھوں نے لنکس شر میں قیام کیا اور ۸۷۴ء میں الفریڈ کے بہنوئی اور مرسیہ کے رئیس برہیڈ کو ریاست سے نکال باہر کیا اور اس کی بجائے کیول ولف کو حاکم بنا دیا جو ایک کم عقل بادشاہ کا رفیق تھا۔ یہ حملہ آوروں کی طرف سے

گویا زمیدار تھا؛ پھر آدھی فوج لے ہالف ڈین کے ماتحت مارتھمبریا پر بڑھکر قبضہ کرلیا اور ہکٹوں اور سمال رطانیوں پر چھاپے مارنے لگے۔ اور ادھر باقی نصف گتھرم کے تحت میں کمبرج پر ایسٹ انگلس اور وسیکس پر دو مارہ حملے کی تیاریاں کرتا رہا؛

چنانچہ ۸۷۷ء میں یہ جنگلی آبنائے ڈوور کو کشتیوں میں عبور کرکے ہوئے ویر ہیم پر اُتر آئے اور فروم اور ایکسٹر کے درمیان حسدق کھود کر مورچہ بندی کرلی۔ اس مرتبہ الفریڈ نے رہڈنگ کے حملے کی طرح غلطی نہ کھائی بلکہ صرف یہ انتظام کرتا رہا کہ ڈین ادھر اُدھر لوٹ مار نہ کرسکیں اس میں وہ اتنا کامیاب ہوا کہ بالآخر حملہ آور صلح پر آمادہ ہوگئے تھے لیکن بعد میں بعض نے عہد شکنی کی اور راہ جنگلی ایکسیٹر تک بڑھے جہاں اگلے سال ان کی پوری فوج بڑھ آئی اگرچہ طوفان سے اس کی ایک سو بیس جنگی کشتیاں برباد ہوگئیں؛ یہاں بھی الفریڈ نے وہی روک تھام کی تدبر اختیار کی اور اماکامیاب ہوا کہ ڈین فوج نے ہتھیار کی کا حال چھوڑ کر صلح کرلی اور براہ جنگلی مرسیہ میں ہٹ آئی اور موسم حراں اور ابتدائی سرما گلوسٹر میں بسر کیا؛

اگلے سال ان کا ہم وطن ہبتا جو جوبی ویلز میں لوٹ مار کررہا تھا اس سے آملا اور اس نے گتھرم کو پھر بھڑکنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ اس سردیوں میں گتھرم یہاں سے کوچ کرکے ویسکس کے وسط میں آدھمکا اور ہبتا نے جہازوں کے ساتھ ڈیونشر کا رخ کیا۔ گتھرم اسی تیزی سے بڑھ رہا تھا کہ الفریڈ کی مزاحمت کرے سے قبل چیپن ہیم پر قابض ہوگیا اور مترقی اطلاع کی یہ کنجی ہاتھ سے نکل گئی تو الفریڈ کو مصلحت اسی میں نظر آئی کہ سیل وڈ کے جنگل میں ہٹ آئے اور آیندہ بہار تک یہیں بہتر موقع کا انتظار کرے؛ مگر اس عرصے میں ہبتا کی فوج کو ڈیونشر والوں نے کاٹ کر پھینک دیا؛

الفریڈ نے بڑے حملے کے لئے ولٹ شر کی بسبی برکشٹن کو فوج کے جمع ہونے کا مقام قرار دیا اور ۱۲ مئی تاریخ مقرر کی۔ مگر اس سے پہلے بھی وہ جزیرہ اتھل نی کے ایک قلعے میں مقیم اور چھوٹے موٹے حملے کرکے فوج کی ہمت تازہ کرتا رہا۔ آخر مقررہ تاریخ پر الفریڈ کے سپاہی جنگل کی آڑ لئے لئے اسی جگہ جمع ہوگئے اور ایڈنگٹن میں ڈینوں پر حملہ کیا (۸۷۸ء) انھیں کامل شکست ہوئی اور وہ اپنے مورچہ بندیڑاؤ پر پہنچے تو ہڑے تک

صلح کرلی اور گتھرم بے تسمہ لے کے مسیحی ہوگیا۔ یہ رسم سمرسٹ کے شاہی محل وڈمور میں ادا ہوئی۔

صلح وڈمور

اس صلح نامہ کی رو سے واٹلنگ کی سڑک ڈینوں اور انگریزوں کی حد فاصل قرار پائی تھی مگر شرقی ایسکلیہ میں ڈینوں کی کوشش سے فائدہ اٹھا کر الفرڈ نے اس سے بھی بہتر سرحد مقرر کرالی جو ٹیمز کی کھاڑی سے لی کے دہانے تک اور وہاں سے بحط مستقیم ہیڈفورڈ تک آتی اور پھر اوز کے کنارے کنارے سڑک واٹلنگ کو عبور کرتی اور واٹلنگ کی سرحد تک چلی جاتی تھی۔ جس کے باعث الفرڈ مشرقی ایسکلیہ کے ڈینوں سے بھی بہت کچھ محفوظ ہوگیا اور لندن کے ہاتھ آنے سے ٹیمز اس کی رو میں آگیا۔ مذکورۂ بالا سرحد اور ٹیمز کے درمیان کا علاقہ ہاف ڈین اور کنھ رم لے ایے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا تھا مگر ٹیمز اور فورتھ کے بیچ میں ابھی تک نرتھمبریا کی ریاست انگریزی ہاتھوں میں رہی اور تہاں نارتھمبریا کی اولاد نام برو سے بہ حیثیت امیر صلح کے اس پر حکومت کرتی رہی۔

ڈین آبادکاری کی نوعیت

اہل سمال کس طرح آباد ہوئے اس کا صحیح اندازہ کرنا دشوار ہے کیونکہ ہمیں ان کا اور انگریزی آبادی کا تناسب ٹھیک معلوم نہیں لیکن اگر انگریزوں کے یا مارسوں کے فتح نامہ سے ان کا مقابلہ کیا جائے تو ان کی آمد نامزد فتح سے زیادہ معتاہب معلوم ہوتی ہے گو اس موقع پر فاتح اور مفتوح کی نسل و زبان میں زیادہ فرق نہ تھا اور مذہب کا اختلاف بھی جلد دور ہوگیا کہ نو واردوں نے دس مسیحی قبول کر لیا۔ ہاں ہمہ اس کی فاتحانہ آمد کے خاص خاص اثرات ضرور ظہور میں آئے۔ اول تو یہ کہ گو ڈینوں میں بھی معاشی حکومت کے وہی طریقے مروج تھے جیسے انگریزوں میں اور اس لئے قدیم طرز کی عدالتیں جاری رہیں تاہم ڈینوں میں خون بہا کا معیار دوگنا تھا اور اس سے بھی زیادہ رواج لڑ کر فیصلہ کرنے کا تھا جس سے ان کے اضلاع کی کیفیت ایسی جداگانہ ہوگئی کہ مدت تک یہ پورا علاقہ "ڈین لا" کہلاتا رہا۔ دوسرے شمالی اضلاع کے نہ صرف بستیوں کے نام بلکہ روزمرہ میں بھی بہت سے ڈینش الفاظ داخل ہوگئے۔ جن قریوں کے ناموں کے آخر میں تھورپ یا تھویٹ آتا۔ یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ انھی شمالی حملہ آوروں نے بسائے تھے۔ ان کے قبضے میں آنے سے

پرانا نام مدل گیا۔ شمال میں عام بول چال اور خصوصاً کھیت کیار کی اصطلاحات میں بھی نے سمار ڈین العاط ملتے ہیں مزید برآں شمال اور جنوب انگلستان کے لوگوں کی خوصلت میں جو فرق بھی طور پر پایا جاتا ہے اس کا سبب بھی یہی قرار دیا جاتا ہے کہ شمال کے لوگوں میں ڈینی حملہ آوروں کا خون مل گیا ہے۔ اگرچہ یہ بات بھی دہیں میں رہنی چاہئے کہ یہاں پہلے سے انگل اور جوٹ بھی کثیر تعداد میں آباد تھے۔

وسکس پر ڈینوں کی آبادکاری کا دوگونہ سیاسی اثر یہ ہوا کہ ایک تو وہ اپنی ماتحت ریاست سے الگ ہو گیا کیونکہ وہ واٹ لنگ سٹرک کے دوسری طرف واقع تھی۔ اور ادھر اس کی نئی سرحد اور ٹمر کے مابین مرسیہ اور ایسیس ماجو علاقہ تھا وہ پوری طرح تماہاں وسکس کے تصرف میں آگیا۔ اس میں لندن، سنبٹ الباں، اوکسفورڈ، ورسٹر اور گلاوسٹر کے شہر بھی داخل تھے کہ گو صلحنامۂ ونڈسور نے الفریڈ کے برائے نام مقبوضات کو گھٹا دیا لیکن اس کا ذاتی علاقہ رقبے اور اہمیت کے اعتبار سے بڑھ گیا۔ مرسیہ کا حدبد صلع الفرنڈ نے اپنے داماد ایتھل ریڈ کے تعویض کر دیا۔ تمدنی حالات پر اس طول جنگ نے بہت برا اثر ڈالا تھا۔ وحشی کفار کا سال بہ سال تاخت و تاراج کرنا ملک کی فلاح و خوشحالی کے حق میں ہی سخت مہلک تھا، تہذیب و تمدن کی دوسری بہبودیوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ مزید برآں سوئے اتفاق سے ڈینوں کی سب سے خوفناک یورشیں انہی علاقوں میں ہوئیں جہاں تمدن کی سب سے زیادہ خدمت ہوئی تھی۔ یعنی مارتھمبریا اور بڑی خانقاہوں پر جنھیں بار بار لوٹا گیا، اور آباد نصبوں پر۔ الفرنڈ نے ملک کو جس حالت زار میں پایا۔ اس کا وہ خود راوی ہے۔ اور اس کی کوششوں سے تلافی ہونا ہے کہ جنگ و جدال ختم ہونے کے بعد جب اسے تدبیر منزل کی فرصت ملی تو تمدن کو بالکل نئے سرے سے تعمیر کرنا پڑا۔ اس میں الفریڈ نے بلا تامل اپنی پوری ہمت صرف کر دی اور باقی ماندہ عہد حکومت میں مختلف پریشانیوں کے باوجود اس کی وسیع دماغی اور بلند حوصلگی فراموش نہ ہونے پائی۔

اسی مقصد کے لئے اس نے اپنی تباہانہ زندگی کو اس طرز معاشرت کا نمونہ بنایا جس کا وہ اپنی رعایا میں رواج دیکھنا چاہتا تھا۔ اور چونکہ وہ اپنے اہل دربار سمیت برابر ایک مقام سے دوسرے مقام پر جاتا رہتا تھا

الفریڈ کی تجدید تمدن

لہذا ہر جگہ لوگ بخوبی دیکھ سکتے تھے کہ دولت و وقت میں کفایت کس طرح ہوتی ہے۔ پُر مسقف اور ما صالطہ کام کرنے کا کیا طریقہ ہے۔ بیسدہ تعیش اور سجدہ تفریح کیا چیز ہے۔ حوروں کی حرمت اور خردوں کی تربیت علم کا احترام اور بے میری کو مایسد کس طرح کرتے ہیں۔ غیر ملکیوں سے تعصب کیے بغیر اعلیٰ درجے کی محبت وطن اور روزمرہ کی زندگی میں عملی تعہدی کی شان کیا ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ بہترین زندگی کی وہ خود مثال بنتی کرتا تھا۔ انگریزوں میں جو الفریڈ کے ساتھ سچی عقیدت رکھتے تھے سب سے ممتاز اہل رینڈ امیر مرسیہ، اور بیلک منڈ، ورفرتھ، اور ڈین وولف تھے اس اسقف تھے۔ اور غیر ملکیوں میں جان (دی اولڈ سیکس) گرم بالڈ (فرنگی) اور اوتھیر (شمالی) کو اس سے نہایت گرویدگی تھی آخر میں اس کے سوانح نگار اسیر (ولری) کا نام آتا ہے گو وہ الفریڈ کی سرپرستی میں کسی سے کم نہ تھا۔ ان لوگوں کے ساتھ وہ برابر ترقی تعلیم اور مذہب کے متعلق کے از سر نو فروغ دینے پر گفتگو کرتا رہتا تھا کیونکہ الفریڈ کا عقیدہ تھا کہ قومی زندگی کا کوئی شعبہ بادشاہ کی توجہ سے عاری نہ رہنا چاہیے۔

اس کا بیڑا

الفریڈ نے سب سے اوّل ملک کے دفاع کا از سر نو انتظام کیا۔ جب پہلے یعنی ۸۷۵ء ہی میں اس نے خشکی بیڑے سے کام لیا تھا اور آخری معرکوں میں اس کے جہاز بہت کارآمد ثابت ہوئے تھے۔ اب اس نے بحری فوج کو مستقل بنیاد پر قائم کیا اور ملک کے ہر حصے پر حسب حیثیت اور مناسب جہاز مہیا کیے اور اس نقشے کے مطابق ہونے کا جو خود وہ تجویز کرتا تھا، مارعائد کیا۔ اسے اہل وطن کو جہاز رانی وغیرہ کی تعلیم دلانے کی غرض سے اس نے مرسیہ و رحاسہ کے اور ڈین اسماد مقرر کیے جن میں اوتھیر (شمالی) کا نام سب سے ممتاز ہے کہ وہ اکتساب حال کی غرض سے راس شمالی کے گرد اور بحر سفید کے اندر ایک مشہور بحری مہم لے کے گیا تھا۔

اب تک لڑائی کا مار سب سے ڑھکر فرڈ فوج لے برداشت کیا تھا جس کے انتھل وولف جیسے بہادر سردار تھا، یا بادشاہی رعنوں لے۔ لیکن لوگوں کو مدتوں گھر بار سے جدا رہنا شاق ہوا اور اس سے دقتیں پیش آئیں، لہذا الفریڈ نے یہ انتظام کیا کہ آیندہ قابل خدمت سپاہیوں میں سے ایک تہائی، گرمی کے ایک مہینے میں حاضر رہا کریں اور دو مہینے گھر ٹھیریں۔ جس سے پرانی شکایت رفع ہوگئی اور باضابطہ تربیت

کے باعث فوج کی کارکردگی بھی بہتر ہوگئی۔ اسی سلسلے میں اُس نے قلعوں کو، جو گزشتہ لڑائیوں میں بہت ناکارہ ثابت ہوئے تھے، نئے اصول پر از سرِ نو تعمیر کرایا۔ اور آخری کام یہ کیا کہ لندن کی حدید نعمر و قلعہ بندی اس طرح کی کہ وہاں سے ٹیمز میں اوپر جانے کا راستہ مسدود ہو سکے۔

الفریڈ انصاف کے معاملے میں بہت سخت تھا۔ اس نے اپنے عقلا کی مدد سے قوانین کی اصلاح کی اور ایک نیا مجموعہ تیار کیا۔ نیز اسے لازم کر دیا کہ حکام اصلاع اور عمّالِ عدالتی فرائض ادا کرنے کی قابلیت ہم پہنچائیں۔ مقامی عدالتوں کو دوبارہ مستعدی سے کام کرنے کے لائق بنایا۔ اُس نے اِن اصول کا لوگوں کو کاربند کیا کہ خاطی کے جُرم کی ذمہ داری اُس کے آقا، عزّہ یا ساتھی اہل حرفہ پر عائد کی جائے۔ مدارس کے قیام اور ترغیب و ہمت افزائی سے علم کی اشاعت میں بھی الفریڈ نے بہت کچھ کیا۔ وہ کتب بینی کے اخلاقی اثرات سے واقف تھا اسی لئے بڑی دردسری سے ایک کتب خانہ تیار کیا جس میں خود اس کی مادری زبان میں کتابیں لکھوا کر جمع کی گئیں کیونکہ الفریڈ اُن لوگوں میں نہ تھا جو سراسر کو مصارف کی نگاہ سے دیکھتے ہیں بلکہ جانتا تھا کہ اعلیٰ خیالات محاسنِ زبانوں کی تصانیف میں ہو سکتے ہیں۔ اسی غرض سے اس نے کرم بالڈ اور اسر کی مدد سے اردسیوس کی کتاب "جغرافیہ و تاریخ"، بیڈ کی "تاریخ کلیسا" بوتھیس کی (Cousolatius of Philosophy) گرگوری (Pastoral) اور سینٹ اوگسٹائن (متوطن ہیپو) کی تصانیف کے بعض منتخب اجزا کا لفظی یا معنوی ترجمہ کیا۔

ایک اور علمی دولت جو الفریڈ نے اپنے ہموطنوں کو دی وہ انگلو سیکسن وقائع ہیں کہ یورپ کی کسی ملکی زبان میں اسی قدیم تاریخ موجود نہیں ہے۔ الفریڈ نے بحوبی اندازہ کر لیا تھا کہ قومی حوصلہ بیدار کرنے میں تاریخ کا مرتبہ کیا ہے۔ بنا بریں اس نے حکم دیا کہ انگریزوں کی آمد کے وقت سے ہر سال کے واقعات بہترین ماخذوں سے فراہم اور وقائع کی صورت میں مرتب کئے جائیں اور آئندہ جو کچھ ہیں آئے اسے لکھکر سال بہ سال اس میں شریک کیا جاتا رہے تاکہ اس سے انگریزی قوم کے بانی اسلاف کی مستند سرگزشت میسّر آجائے۔ چنانچہ یہ سلسلہ نورمن فتح کے وقت تک جاری رہا گو اتنی تفصیل کے ساتھ نہیں جیسا کہ الفریڈ چاہتا تھا۔

"وقائع"

تاہم نورمنوں کے آنے تک یہی مجموعہ تاریخ کا سب سے بڑا ماخذ ہے۔

کلیسا کی حالت نے الفریڈ کو نہایت متوحش کیا۔ اہل شمال کی یورشوں سے پہلے ہی وہ تھوڈورو سڈ کے رسالے کی نسبت بہت پست ہو گیا تھا۔ الفریڈ کے ایام سے اب ہی تمس و ہمبر کے جنوب میں ایسے پادری کم تھے جو لاطینی خط کو انگریزی میں ترجمہ کر سکتے ہوں۔ اور شمال میں بھی ان کی تعداد زیادہ نہ تھی۔ لیکن اس وقت گرجوں میں قیمتی ساز و سامان کی افراط اور جائیدادوں سے کثیر آمدنی ہوتی تھی اور اب یہ سب دولت تاراج و برباد اور جو عمارتیں سلامت رہ گئیں ان

اصلاحِ کلیسا

روگھس۔ غرض ان امور کی اصلاح کے لئے الفریڈ نے سب سے پہلے تو انگریز اور پردیسی بہترین اسقف ڈھونڈ کر مقرر کئے اور تاکید اکید کی کہ وہ اپنے فرائض ادا کریں۔ پھر اس نے اکثر تمام راہبوں کے لئے اور شافٹسبری میں راہبات کے لئے نمونے کی خانقاہیں بنوائیں جن میں سے پہلی کا انتظام جون (دی اولڈ سکس) کے سپرد کیا اور دوسری میں خود اپنی بیٹی کو نگراں مامور کیا۔ اسی کے ساتھ اپنی آمدنی کا بڑا حصہ اس نے دوسرے معابد و مدارس کی درستی اور ساز و سامان کے واسطے مخصوص کر دیا۔

سوائے ۸۸۳ء کی ایک تورش کے، جس کا باعث تازہ ولایت ڈینیوں کا آ بسنا ملک میں ۸۹۲ء تک امن و اماں رہا۔ مگر اس سال شمالی یورپ کے تمام علاقوں سے آفاقیوں کا ایک بڑا لشکر جمع ہو کر انگلستان میں آدھمکا جس نے سلطنت مقدسہ میں سالہا سال تک آفت برپا رکھی تھی۔ اس کا سرغل ہیسٹنگز تھا کہ ایک فرانسیسی وقائع نویس کے الفاظ میں "اس سے بدتر انسان کبھی پیدا نہ ہوا اور اپنی زندگی میں اس نے

بعد کی لڑائیاں

سے بڑھکر بھی کسی نے نہ ہچایا"۔ اس لشکر کا ایک حصہ ٹمر میں در آیا اور دوسرے نے سسیکس کی بستی ایپل ڈور میں پڑاؤ ڈالا۔ اس طرح کو دیکھکر الفریڈ نے اپنی فوج کے تہائی حصے کو طلب کیا اور دشمن کی دونوں فوجوں کے درمیان آکر وہی تدبیر اختیار کی کہ ان کی لوٹ مار کا تدارک کیا کہ یہ غارت گر ساماں رسد حاصل نہ کر سکیں۔ اس تدبیر سے ڈین اپنے پڑاؤ چھوڑ کر مجبوراً لی کے قریب ہٹ آئے جہاں لندن والوں نے یورش کر کے اس کا پڑاؤ چھین لیا۔

اسے مس ڈنموں کا ایک اور لشکر انگریز میں نمودار ہوا اور جس وقت الفریڈ ان سے مصروف جنگ تھا اُس وقت اُس کی جماعت اصلہ کسی طرح تہر لندن میں گھس گئی۔ ڈینی اصلاع کے بہت سے منچلے بھی اس میں آملے تھے اور یہ لشکر لوٹ مار کرتا ہوا تمام ٹمز کا راستہ طے کر گیا اور سورن اتر کے منٹ گمری شہر میں ٹنگلٹن تک بڑھا جہاں لندن کے امیر انھل ریڈ نے اگرر اور اہل ویلز کی بہت بڑی جمعیت سے اس پر حملہ کیا اور ایسی کامل شکست دی کہ یہ لوگ یوری یزی سے اسکیس کی طرف بھاگ گئے۔ پر اس ہم آیندہ سال وہ پھر چیسٹر میں آ پہنچے اور سمالی ویلز کو تاراج کر کے اسکس واپس ہوئے۔ ۸۹۶ء میں ان کی کشتیاں تی مس داخل ہوئیں مگر اس موقع پر الفریڈ نے مذی کے ایک تنگ مقام پر دو مورچے بنا کے ان کی واپسی کا راستہ مسدود کر دیا۔ یہ دیکھکر انھوں نے ویلز میں داخل ہو جا بجا جہاں وہ مستقل طور پر جم جانے کی فکر میں تھے۔ لیکن الفریڈ کی مدابر نے انھیں ایسا پریشان کیا کہ آخر کار پانچ سال تک سارے انگلستان کو خوف و ہراس میں مبتلا رکھنے کے بعد یہ لشکر عظیم منتشر ہو گیا اور کچھ لوگ مسترقی انیگلیہ میں چلے آئے اور کچھ نارتھمبریا میں۔ اور جن کے پاس روپیہ نہیں رہا تھا انھوں نے یہاں سے جہاز فراہم کئے اور سمندر عبور کر کے پھر فرانس کی طرف چلے آئے۔ چار سال بعد انھوں نے پھر جزیرۂ وائٹ میں موج اتارنے کی کوشش کی مگر اس کے انتشار کے بعد پھر ہیسٹنگز اور اس کے ساتھیوں کا نام تاریخ انگلستان میں کہیں نہیں آتا۔ ولمن کو اس ملائے سخت سے نجات دیے کے چار سال بعد ۸۹۹ء میں خود الفریڈ نے وفات پائی اور حکومتی، مدبر منزل اور ذاتی اخلاق، غرض ہر لحاظ سے ایسی شہرت یادگار چھوڑی جس کی مثالیں مشکل سے مل سکتی ہیں۔

جس زمانے میں گتھرم اور اس کے ساتھی شمالی انگلستان میں قدم جما رہے تھے، انھی کے ہموطنوں کے ایک گروہ نے اسی موسم کی لو آبادی فرانس کے شمال میں لسائی اور ستاہ فرانس کو سین کے دونوں طرف کے علاقے پر ان کا قبضہ تسلیم کرنا پڑا۔ اس گروہ کا سردار رولو یا رالف تھا اور یہی لوگ تھے جو فرانس میں بس جانے کے بعد نورمن کہلائے اور وہی بگڑی ہوئی لاطینی انھوں نے بھی اختیار کر لی جو اہل فرانس کی زبان تھی اور آہستہ آہستہ فرانسیسی بنی۔ اسی طرح اپنے نئے وطن کا تمدن اختیار کرنے میں اس گروہ نے بڑی مہارت کا ثبوت دیا ہے

خاص خاص سنین

اہل سمال کا پہلا حملہ	۸۷۸ء
وسکس میں لشکر عظیم کی آمد	۸۷۱ء
ایس ڈاؤن کی جنگ	۸۷۱ء
ایڈنگٹن کی جنگ	۸۷۸ء
صلحنامۂ ویڈمور	〃
اہل سمال کا (نورمنڈی) وائس میں آباد ہونا	۸۷۶ء

باب ہفتم

اضلاع ڈین کی دوبارہ فتح

شاہانِ انگریز

ایڈورڈ (کبیر)	۹۰۱ء تا ۹۲۴ء
اھلس ٹن	۹۲۴ء تا ۹۴۰ء
ایڈمنڈ	۹۴۰ء تا ۹۴۶ء
ایڈریڈ	۹۴۶ء تا ۹۵۵ء
ایڈوی	۹۵۵ء تا ۹۵۹ء
ایڈگر	۹۵۹ء تا ۹۷۵ء
ایڈورڈ (مسعول)۔	۹۷۵ء تا ۹۷۸ء

ایڈورڈ کبیر۔ الفریڈ کی وفات پر اس کا بیٹا ایڈورڈ "کبیر" کی مسند کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے مغربی سکسنوں کا بادشاہ ہوا۔ اس تخت نشینی کی عمزاد بھائی (یعنی الفریڈ کے بڑے بھائی اتھل ریڈ کے بیٹے) اتھل والڈ نے مخالفت کی لیکن

انگریزوں نے اس کی کچھ تائید نہ کی اور اسے مارتھمبریا کے ڈیینوں میں پناہ لینی پڑی۔ انھوں نے اسے بادشاہ تسلیم کر لیا اور ایسٹ انگلیہ میں داخل ہو کر ویلش پر حملے کی تیاریاں کیں۔ وہ کرک لینڈ برٹیمر کو عبور کر آئے اور ویلٹ تسر میں فساد مچایا لیکن ایڈورڈ نے جواب میں خود ان کی نسلوں پر حوسرک واٹلنگ کے پار آباد تھیں حملہ کر دیا اور اس چال نے ان کو پسپائی پر مجبور کیا۔ اسی گھبراہٹ میں اتھل والڈ اور اس کے ساتھیوں نے کیسٹ کی فوج پر جو ایڈورڈ کی طرف سے لڑنے آئی تھی، حملہ کیا اور اسی میں جان سے مارا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گو لڑائی میں ڈینیوں کو کامیابی ہوئی مگر اصلی غرض ہی فوت ہو گئی تھی، لہذا آئیس میں صلحنامہ ہو گیا اور ۹۱۹ء تک خاصی طرح اس کی پابندی ہوئی۔

ایڈورڈ اس صلح کے ضمن میں وہ اعتبار نہ رکھتا تھا جو اس کے باپ کو حاصل ہوا تھا۔ اس کا شمار انگلستان کے سب سے جنگجو بادشاہوں میں ہوتا ہے۔ اس نے مغربی سیکسنوں کی بادشاہی کا لقب چھوڑ کر اسے آپ کو اینگلو سیکسنوں یا انگریزوں کا بادشاہ ملقب کیا اور یورپے جزیرۂ برطانیہ پر تسلط حاصل کرنا، اپنا مقصد عظمیٰ قرار دیا۔ ان ارادوں میں اس کی بہن اتھل فلیڈا اور بہنوئی اتھل ریڈ امبر مرسیہ (جس نے گذشتہ عہد تباہی کی لڑائیوں میں اپنا حصہ لیا) اس کے ہم آہنگ و موید تھے۔

ہمبر کے جنوب میں ڈینیں سب سے زیادہ قوت دو صلعوں میں رکھتے تھے اول، وادی ٹرنیٹ، جس میں تین مستحکم قصبے یعنی لیسٹر، ٹنگ ہیم اور ڈاربی ان کے پاس تھے اور سٹیم فورڈ اور لنکن کو ملا کر یہ "پانچ ڈینی بستیاں" کہلاتے تھے۔ ان کی قوت کا دوسرا مرکز مالائی وادی اور تھی جس میں نارتھمپٹن، بڈنگ ڈن، کیمبرج اور بیڈفورڈ کی بستیاں تھیں۔

انگریزی قدیم کی پہلی دلیل یہ تھی کہ چیسٹر کی رومی فصیل، جو اتھل فرتھ کی موت کے بعد سے بے مرمت پڑی تھی، از سر نو درست کرائی گئی کہ واٹلنگ سڑک پر سے ڈینی کا معبر اور مارتھمبریا سے ویلز کا سب سے قریبی راستہ اسی قلعہ بند مقام کی زد میں تھا۔ دوسرے یہی سب سے بامونع بندرگاہ تھا جس کے ذریعے آئرستان کے ڈینی اپنے انگلستان کے دوستوں سے رسل و رسائل کر سکتے تھے، لہذا اس کی جنگی اہمیت اور بھی بڑھ گئی تھی۔

۹۱۲ء میں اتھل ریڈ نے وفات پائی۔ ایڈورڈ نے ٹیمر کی وادی ریرین کا علاقہ اور لنڈن واوکسفورڈ کو براہ راست اپنی نگرانی میں لے لیا مگر مرسیہ کے باقی علاقے پر اس کی

یہ وہی جو "سگم مرسیئن" کہلاتی تھی حکومت کرتی رہی۔ اس عرصے میں قلعہ سدی کا کام برابر جاری تھا۔ بعض عورتوں میں نئی سنگین فصیلیں شہروں کے گرد تیار کی گئیں یا کسی خاص موقع کی حفاظت کے لئے بڑی سی مضبوط دیوار بنا دی گئی ورنہ قدیم رومی موریحوں ہی کی جا بجا مرمت ہوتی رہی۔ جدید قلعہ سدستیوں میں سے لوگ بسائے گئے کہ آس پاس کے علاقے کی حفاظت کرتے رہیں اور اس تدبیر سے فتح مکرر کا کام آہستہ آہستہ مگر استقلال کے ساتھ ہونے لگا۔ سڑک واٹلنگ کا جو میرا انگل فلیڈا کے بنائے میں تھا اُسے ڈینوں سے بچانے کے لئے اس نے اسٹے فورڈ، ٹیم ورتھ، انڈس بری اور رگبورن کے قلعے تعمیر کرائے اور اہل ویلز کے حملوں سے بچنے کے لئے قلعہ رچ مارتھ تعمیر کرایا۔ انگل فلیڈا کی طرح ایڈورڈ نے بھی ہرٹ فورڈ تھم اور بکنگھم میں قلعے بنائے۔ ہوس وے کی حفاظت کی غرض سے انگل فلیڈا نے وارونک کی بناڈالی اور آمدورفت کے ذرائع محفوظ ہو گئے لوڈی قلعوں پر فوج کشی کی گئی۔ ایڈورڈ نے مڈفرڈ اور سٹیک ڈن پر قبضہ کیا اور مارتھیس اور کیمبرج کے لوگوں کو مجبور کیا کہ وہ امن قائم رکھیں۔ انگل فلیڈا نے ڈارلی اور لیسٹر تسخیر کئے۔ ۹۱۹ء میں وہ فوت ہوئی تو پوری مرسیہ ایڈورڈ نے اپنی تحویل میں لے لی۔ زیادہ مدت نہ ہوئی تھی کہ ناٹنگھم اور اسٹیم فورڈ بھی ہاتھ آ گئے اور ڈین باشندوں کو قابو میں رکھنے کی غرض سے ایڈورڈ نے یہاں اور بیڈفورڈ میں انگریزوں کے نئے محلے بنوائے۔ اس کے بعد وہ چیسٹر سے بڑھا اور یارک کے راستے پر میں حیسٹر فتح کر لیا۔ یارک کے علاقے میں اس نے ایک وال کی مورچہ بندی کی جس سے نارتھمبریا کی پہاڑی گزرگاہیں محفوظ ہو گئیں اور میں چیسٹر ڈاربی اور ناٹنگھم سے مربوط ہو گیا۔ وہ اور شمال میں بڑھنے کی تیاریاں کر رہا تھا کہ ایک ویل سے سیفیلڈ کے راستے پر ڈور میں قاصد اطاعت کا پیام لائے۔ یہ لوگ نہ صرف یارک کے ڈینوں کی طرف سے آئے تھے بلکہ رسیہ کی انگریزی ریاست بھی جس پر ڈینوں نے کبھی بھی قبضہ نہ کی تھی اور اسٹرتھ کلائڈ کے ویلز، ملکہ اسکوٹ اور شاہ بھی اس درخواست میں شریک تھے۔ ان سب نے بجلف اسے اپنا "باپ اور مالک" تسلیم کیا اور شمالی ویلز کی طرح جہاں ۹۲۲ء میں اس کی سیادت مانی گئی تھی اب تمام جزیرۂ برطانیہ کے لوگوں نے اس کی کسی نہ کسی حد تک حکومت قبول کر لی البتہ شاید وہ ڈین جو انتہائے شمال میں آباد تھے

ایڈورڈ کی سیادت سارے جزیرے پر

اور جنھوں نے ہمبر کے شمال میں اسکوٹ قوم کو بہت زمانے تک پریشان و خوفزدہ رکھا وہ اس قبولِ اطاعت میں شریک نہ تھے۔ بہرحال اسے بہت کافی اقتدار حاصل ہو گیا اگرچہ کچھ مدت بعد اسکوٹوں کی اس اطاعت کی سخت آزمائش کی نوبت آئی۔

اپنی قلمرو میں ایڈورڈ نے بابِ تعلیمی کاموں کی تکمیل کی۔ وسطی انگلستان کی قدیم تقسیم جو راہوریوں کی بنا پر تھی، ڈینوں کے آنے سے درہم برہم ہو گئی تھی۔ اب انھیں از سرِ نو تقسیم کیا گیا اور ایڈورڈ کے قلعوں باڈیہ تصبوں کو مرکز بنا کے اطراف پر نئے اضلاع موسوم ہوئے جیسے وارورک۔ ہرٹ فورڈ شیر وغیرہ۔ یہ امر قیاسی ہے۔ لیکن ایڈورڈ کے عہدِ حکومت کے دوسرے حالات کی پوری تفصیل "اینگلو سیکسن وقائع" میں موجود ہے جو اس کے وقت میں حاصل طور پر بہت صاف اور واضح لکھے گئے تھے۔

اتھلس ٹن

۹۲۵ء میں ایڈورڈ نے وفات پائی اور اس کا بیٹا اتھلس ٹن وارثِ حکومت ہوا۔ یہ بہت لائق اور دلیر بادشاہ تھا اور اس کے زمانے میں انتظامِ ملک کا کام بلا خلل جاری رہا۔ اس نے سب سے پہلے تو اپنی بہن کو مارتھمبریا کے ڈین بادشاہ سے بیاہا اور دو سال بعد جب وہ مر گئی تو اس کے دو مٹوں کو جلاوطن کر کے خود مارتھمبریا پر قبضہ کر لیا۔ جو بس اگریٹ کے ویلزی باشندوں کی آزادی چھین کر اپنا تسلط جمایا اور ٹیمر کو انگلستان کا رنول کی حد فاصل قرار دیا۔ ویلز کے رئیسوں سے بھی اس نے خراج وصول کیا لیکن اسی زمانے میں سمال سے شادی کی۔ کونسٹین ٹائن شاہِ اسکوٹ نے ستھرک کے مٹوں کو مدد دی بھی اور ۹۳۳ء میں انبدورڈ نے اس کے ملک پر چڑھائی کر کے بظاہر اس بادشاہ کو مطیع کر لیا تھا لیکن ۹۳۷ء میں "یہ لوڑھا جنگ آزما اور پرانا فریبی" پھر آمادۂ جنگ اور ایک سازش کا سرغنہ تھا جس میں ڈین، اسکوٹ اور اسٹرتھ کلائیڈ کے ویلزی متحد ہو گئے تھے کہ انگریزوں کا طوقِ اطاعت اتار پھینکیں اور آئرستان کے ڈینوں کی امداد سے ان کی کمر ہمت اور مضبوط ہو گئی تھی۔

جنگ برونن برو

اتھلس ٹن اور اس کے پانزدہ سالہ بھائی ایڈمنڈ مقابلے میں آئے اور برونن برو کی لڑائی میں سب حلیفوں کو کامل شکست دی۔ یہ معرکہ ایسا خونریز تھا کہ سالہا سال تک اسے "معرکۂ عظیم" کہتے تھے اور وقائع نویس نے ایک زوردار پرانا گیت لکھکر اس کی یادگار رضائی ہے۔ مگر لڑائی کی جزئیات اور

جغرافی مواقع سے ہم بے خبر ہیں۔ بعض لوگوں نے اس کا محل وقوع ہمبر کی اور بعض نے مرسی کی نواح میں بتایا ہے۔ فتح کے تمام دار ہونے میں شبہ نہیں مگر اس میں شبہ ہے کہ اس کے باوجود اسلس ٹن کا اقتدار بھی ڈینی اصلاع پر ویسا ہی رہا جیسا کہ اس سے قبل تھا۔

اسلس ٹن کی علوی مرتبت اور ہمسایہ ممالک میں اس کے اعزاز کا اندازہ اس کی بہنوں کی شادیوں سے ہو سکتا ہے کہ ایک نوجوانس (سادہ دل) کی موی تھی۔ ایک ہنسری (پرمدبازو) کے بیٹے اوٹو سے بیاہی گئی اور تیسری ہیجو (اعظم) امپیریرس سے۔ اپنے دادا الفریڈ کی سل اسلس ٹن بھی واضع قوانین تھا اور اس کے مجموعے کے بعض اجزا جو محفوظ رہے اس عہد کی عمرانی حالت کا عمدہ مرقع ہیں کرتے ہیں۔

ایڈمنڈ

۹۴۰ء میں اسلس ٹن کا انتقال ہوا تو اس کا بھائی ایڈمنڈ بادشاہ بنا۔ اسی کے ساتھ ڈینوں میں نام تورس و عادت پیدا ہوی اور مارتھمر یا اور یارک بسنوں کے ماشندوں نے انگریزوں سے انحراف کیا اور آئرستان کے انلاف کو مادشاہی کے واسطے ملامحوروس برو کے معہ کے من بھی ان کی طرف سے لڑ چکا تھا۔ بایں ہمہ کچھ لڑائی کے بعد دونوں علاقوں میں ایڈمنڈ کا تسلط تم ہو گیا۔ ایڈمنڈ کا بڑا کارنامہ اسٹریتھ کلائیڈ کی فتح کو سمجھنا چاہیے کہ ۹۴۵ء میں ویلزی بادشاہ کو بھگا کر اس نے یہ کامیابی حاصل کی۔ یہ لڑائی گراس میر دکھرل میر کے درمیان ہوی تھی جہاں اس کی یادگار میں پتھروں کا حوادیچا جیوترہ سایا تھا وہ آج تک موجود ہے۔ مقوحہ علاقہ میل کم شاہِ اسکوٹ کے حوالے کر دیا گیا جسے وقائع میں ایڈمنڈ کا "سرو بحر میں تسرک کار" بتایا گیا ہے۔ اس علاقے میں کمبرلینڈ کی ندی ڈرونیٹ اور درتھ (کلائیڈ) کے بیچ کی ساری زمین داخل تھی اور پنائن پہاڑیاں اور رایبرگ کا جنگل اندرونی حد بندی کرتے تھے۔ یہ ٹھیک معلوم نہیں کے اس وقت اسٹریتھ کلائیڈ کس حد تک برطانی تھا لیکن آج کل تو مقامات کے نام اگرچہ بہت سے قطعی ہیں مجموعی طور پر یہی ثابت کرتے ہیں کہ انگریزوں اور ڈینوں کی تعداد کثیر یہاں اٹھ آئی تھی اور قطعی زبان کے آثار باقیہ میں صرف وہ اعداد رہ گئے تھے جن سے گذرے اب تک اینی بھیڑیں گنتے رہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہاں کے بہت سے قطعی باشندے اٹھ کر ویلز میں چلے آئے جس سے انگریزی اثر بڑے میدان میں آسانی ہوی۔ ایڈمنڈ صرف چھ برس بادشاہی کرنے

یا یا تھا کہ اک ڈاکو نے اُسے مار ڈالا۔ تاہم اس کا مرقد "ذی شان" (یعنی بڑے بڑے کام کرنے والا) ظاہر کرتا ہے کہ اس کے ہموطن اس کی کیسی عزت کرتے تھے۔

ایڈرڈ

ایڈمنڈ کا جانشین اس کا بھائی ایڈرڈ ہوا جس کا قلیل زمانہ بھی ہر اعتبار سے یادگار رہے کہ اسی میں ڈین اضلاع سے طویل کشمکش ختم ہوئی اور انگریز بادشاہوں کا اقتدار مضبوطی سے قائم ہو گیا۔ ایڈرڈ کو جس مجلس عقلا نے بادشاہ بنایا اس میں انگریز، ویلری اور ڈبلن ممالک کے لوگ تھے اور حلف شاہی کی رسم بھی کینٹربری اور یارک کے دو اسقفوں کے ہاتھ سے عمل میں آئی جس سے بخوبی پتہ چلتا ہے کہ قومی اتحاد کس حد تک ترقی کر چکا تھا۔ شمال والوں نے ایڈرڈ کی اطاعت قبول کرنے میں کوئی قیل و قال اور اسکوٹوں نے بھی حلف اطاعت اٹھا لیا البتہ مارتھمبریا کے لوگوں نے انحراف کی جرأت کی۔ ان کا سرغنہ ولفسٹن کا اسقف اور ڈین مارک کے ہم مسلک باشندے مددگار تھے۔ لیکن ایڈرڈ نے اس شدت سے انتقام لیا کہ بہت جلد لوگ مطیع و منقاد ہو گئے اور اسقف کو جنوبی انگلستان میں منتقل کر دیا گیا۔ جہاں سرکشی کا حوصلہ کم تھا۔ اس وقت سے نیم بادشاہی کی بجائے ایڈرڈ نارتھمبریا کا بھی کامل بادشاہ ہو گیا اور اسے آپ کو نہ صرف شاہ انگریز اں بلکہ مصر پرلمایہ کے لقب سے ملقب کرنے لگا کہ قدیم انگریز بادشاہوں نے اس سے بڑھکر مرتبے کا کبھی دعویٰ نہیں کیا۔ مگر اس کی قلیل مدت حکومت کا یہی آخری سال تھا۔ شمال ہمبر کے تازہ مقبوضات کو اضلاع میں تقسیم کرنے کی بجائے ایڈرڈ نے دو نوابوں میں تقسیم کیا جس میں سے ایک اسی وقت مالکم بعد میں شاہ اسکوٹ کو دی گئی اور دوسری جس میں لوتھین سے ہمبر تک کا علاقہ تھا، ایک انگریز اوسولف کو تفویض ہوئی۔ ایڈرڈ کی صحت کبھی اچھی نہ تھی اور بوسال کی بادشاہی کے بعد اس نے وفات پائی۔

ایڈرڈ کا حاص متبنیٰ اور دوست ڈنسٹن تھا اور نارس صح سے قبل ایسا لائق انگریز بانسدہ دوسرا نہیں گزرا۔ یہ عجیب و غریب شخص سمرسٹ میں پیدا ہوا۔

ڈنسٹن

گلبسٹن بری کی خانقاہ میں تعلیم پائی جہاں اسے علمائے آئرستان سے بھی علمی استفادے کا موقع ملا حواس حلقہ میں اکثر آتے رہتے تھے وہ معزز خاندان کا آدمی تھا لہذا جلد ہی دربار شاہی تک رسائی پا گیا لیکن اس کی قابلیت

باب ہفتم

دیکھکر دوسرے درباریوں نے جس قدر حسد کیا اس سے ڈنس ٹن اتنا افسردہ ہوا کہ محمولاً کچھ عرصے کے لئے دربار سے ہٹ گیا اور رہبانیت اختیار کرلی۔ بالآخر ایڈمنڈ نے اسے دوبارہ بلا لیا اور گلیس ٹن بری کا متولی حاکقاہ بنا دیا۔ ایڈرڈ کے عہد بادشاہی میں یہی بادشاہ کا سب سے ممتاز مشیر تھا اور لڑائیوں میں بھی ساتھ ساتھ رہتا اور شاہی جھنڈے کا محافظ بنا دیا گیا تھا۔ اس کا باقی وقت تعلیم دینے میں گزرتا تھا اور اپنے دوست اتھل ولڈ (صاحب خانقاہ ایمگ ڈن) کے ساتھ اس نے جنوبی انگلستان میں علم کی ترویج واشاعت اسی قسم کا کام کیا جیسا کبھی نارتھمبریا میں انجام پایا تھا اور جس کے کیڈمن و بیڈ روح رواں تھے۔

ایڈرڈ کی وفات پر تخت وتاج کی وراثت ایڈمنڈ کے بڑے بیٹے ایڈوی کے حصے میں آئی جس کی عمر پندرہ سال کی تھی اور کوئی ذاتی رائے یا پختہ مزاج نہ رکھتا تھا۔ غالباً اسی لئے عزیز واقارب جو چاہتے اس سے کرا لیتے تھے۔ یہ لوگ ڈنس ٹن اور اس کے رفیقوں سے بیزار تھے اور ادھر جس ماہ پوشی کی مذہبی رسموں کے وقت ایڈوی نادانی سے غیب رہا اور مجلس عقلا کے حکم سے ڈنس ٹن اسے جس طرح کھینچ کے باہر لایا اس نے قطع تعلق کی گویا تکمیل کردی۔ ڈنس ٹن کو دیس نکالا ملا۔ دوسرے علمائے دین بھی ایڈوی سے ناراض ہوئے کہ اس نے محرمات میں سے ایک عورت سے شادی کرلی۔ اس نے اپنی قوت کو یوں اور بھی کمزور کرلیا کہ مرسیہ کی نوابی کا عہدہ جسے الڈورڈ (کمبر) نے بڑا دیا تھا، دوبارہ قائم کیا اور اس طرح ٹیمز کے شمال کے اضلاع سے اپنی براہ راست حکومت اٹھالی۔ ادھر کینٹربری کے صدر اسقف اوڈو نے بادشاہ کی شادی کو حرام قرار دیا اور ہر طرف لوگوں نے سرکشی شروع کردی۔ تمام امرا اور نواب ایڈوی کے چھوٹے بھائی ایڈگر کے حامی ہوگئے اور ایڈوی کے قبضے میں صرف ٹیمز کے جنوب کا ملک رہ گیا۔ اس بغاوت سے اندازہ ہوتا ہے کہ انگریزی بادشاہی میں فی الواقع کتنی کمزوری تھی۔ بارے یہ افتراق ایڈوی کی موت سے جلد دور ہوگیا اور سب اختلاف کرنے والے ایڈگر کی بادشاہی پر متفق ہوگئے۔ اس بادشاہ کے زمانے میں ڈنسٹن کو دوبارہ اقتدار حاصل ہوا حتیٰ کہ یہ کہنا مشکل ہے کہ ایڈگر کے زمانے میں بادشاہی حکمت عملی کا ذمہ دار کس حد تک خود بادشاہ تھا اور کس حد تک اس کا یہ بااثر وزیر۔

ایڈگر

مگر اندرون و بیرون ملک میں اقبال نے ہمنشہ ایڈگر کا ساتھ دیا۔ شہنشاہ اوٹو انھی دنوں ڈینوں پر لشکر کشی کر رہا تھا لہذا شمال کے قزاقوں کو ادھر کافی مصروفیت رہی خود اپنے ملک میں ایڈگر کے عاقلانہ نظم و نسق نے رعایا کے مختلف طبقوں کی شکایتیں دور کیں اور عدل و حق رسی کے ساتھ بادشاہ کی اس محنت پسندی نے کہ وہ ایسے احکام کا بغور تبسم خود معاینہ کرتا تھا۔ اس کے عہد کو مدت تک امن و آسودگی سے معروف و متصف رکھا۔ معلوم ہوتا ہے ایڈگر نے امرا کے علاقوں کو زیادہ تر انھی پر چھوڑ دیا تھا اور خود صرف وسکس کے انتظام پر متوجہ رہتا یا ملک کے مسائل مہمہ پر۔ چنانچہ ہر گرمی ہم اسے بیڑے کا معاینہ کرتے دیکھتے ہیں کہ بحری قزاقی کے انسداد کے لئے سارے ساحل کا گشت کرایا جائے۔ اور ہر جاڑے ضلع بہ ضلع دورہ کرتے پاتے ہیں کہ جو کچھ ہو رہا ہے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھے اور خرابیوں کی اصلاح کرے۔ مگر یہ تدبر جو ایڈگر جیسے طاقور بادشاہ کے زمانے میں نہایت کامیاب ثابت ہوئی کمزور بادشاہوں کے لئے بالکل دوسرے نتائج پیدا کر سکتی تھی کیونکہ اسی آزادی پر امرا کو لامحالہ کامل آزادی کی ترغیب ہوتی اور کامل آزادی کا انجام طوائف الملوکی ہوتا۔ دنیا کے ہر ملک میں جہاں اس حوش نما طریقے پر عمل کیا گیا ایسا ہی ہوا ہے اور انگلستان میں بھی اس کے اختیار کرنے سے عدم اگری بادشاہی کی تاریخ میں ایک انقلابی باب کا آغاز ہوا۔

ایڈگر کے زمانے کا ایک اور نتیجہ حسب تعہد رہبانیت کا احیا تھا۔ ڈنوں کی یورش سے مثل انگلستان کے شمال و جنوب میں جا بجا راہبوں کی خانقاہیں تھیں اور ان تارکان دنیا نے تہذیب و تمدن کی ترقی میں بڑا حصہ لیا تھا۔ لیکن ڈینوں کی وحشیانہ غارتگری نے انھیں تباہ کر دیا اور خود وسکس میں بہت کم خانقاہیں رہ گئیں۔ الفریڈ نے اتھلنی کی خانقاہ بنائی تو انگلستان کے ماہر سے راہب لانے پڑے گو سیفٹس برمی اور ہائیڈ کی زنانہ خانقاہوں کے واسطے انگریز عورتیں ملے میں دقت نہیں نہ آئی۔ یہ حالت صرف انگلستان کی نہ تھی بلکہ تمام اسباب نے یورپ کے اور ملکوں میں بھی ایسا ہی انحطاط نظر آتا ہے تا آنکہ دسویں صدی میں ریاست برگنڈی میں کلونی کے راہبوں کی تقوی اور پرہیزگاری نے رہبانیت کو دوبارہ رونق بخشی اور دوسری خانقاہوں

میں بھی اُن کی تقلید کا جوش پیدا ہوا۔ یہ اثرات ایڈگر کے عہد حکومت میں انگلستان پہنچے۔

رہبانیت کا احیا

ابنگ ڈن کا صاحب حانقاہ اتھل ولڈ بھی جوش رکھتا تھا۔ ورسسٹر کا اسقف اوس ولڈ جو ایک کلگ وی اقامت خاد میں رہا تھا اور ڈنسٹن بھی حلاوطنی کے زمانے میں گان کی ایک حانقاہ میں مقیم ہوا جہاں قوانین رہبانیت کی سخت پابندی تھی۔ عرصہ اتھل ولڈ اور اوس ولڈ نے ایڈگر کی امداد اور ڈنسٹن کی رضامندی سے انگلستان میں ایک رہبانی احیا کا آغاز کیا جس کی عملی صورت یہ تھی کہ ایلی وغیرہ مقامات کی قدیم اور شکستہ خانقاہوں کو دوبارہ تعمیر کرایا جائے اور جن کلیسوں میں پہلے راہبوں کا عمل دخل تھا انھیں پھر اسی گروہ کے حوالے کر دیا جائے۔ ہاں ہمہ ان جدید خانقاہوں کی تعداد کچھ زیادہ نہیں معلوم ہوتی اور سوال میں تو اس تحریک کا بہ مشکل کوئی اثر ظاہر ہوا۔ دوسرے اس کی ضرورت و حوبی کے متعلق اختلاف رائے بھی تھا اور بعض مقامات میں اس کی خوب مخالفت کی گئی۔ مگر عموماً طور پر لوگ اسے مفید جانتے تھے اور اشاعت علوم کے حق میں یہ یقیناً مساعد تھی۔ دوسرے اسی زمانے سے خانقاہوں نے دوبارہ باقاعدہ وقائع لکھنے کا کام ایسے دنتے لیا اور ان کی اطلاعات جو ہمایت مکمل ہوتی جاتی تھیں اب بھر مثل قیمت ہمعصر بیانات بن گئیں اور ان میں بھی سب سے کارآمد وقائع وہ تھے جو ابنگ ڈن، ورسسٹر اور پیٹر برو میں مرتب کیے جاتے تھے۔

۹۷۵ء میں ایڈگر نے وفات پائی اور اس کا بیٹا جو تیرہ سال سے زیادہ عمر کا نہ تھا وارث تاج ہوا مگر تین سال بعد اس جماعت کے ہاتھ سے مارا گیا جو ہمیشہ سے اس کے سوتیلے بھائی اتھل ریڈ کی بادشاہی کی موید تھی۔ اسی سلسلے میں ڈنسٹن کے ملکی اختیارات بھی چھن گئے اور وہ صرف کینٹربری کا صدر اسقف رہ گیا۔ اس واقعے سے تاریخ انگلستان کا ایک عہد جو خاصی طرح علیحدہ معین ہو سکتا ہے۔ ختم ہوتا ہے کیونکہ اتھل ریڈ کی تخت نشینی سے ڈینوں کے حملے دوبارہ شروع ہوئے اور آگے چل کے ان میں پورے ملک کو فتح کر لینے کی شان پیدا ہو گئی۔

خاص خاص واقعات وسنین

ڈین اصلاح کی فتح مکرر	سنہ ۹۱ تا سنہ ۹۲۴ء
اتھلورڈ کبیر کی سیادت یورے جریرے پر	سنہ ۹۲۴ء
روس رو کی لڑائی	سنہ ۹۳۷ء
اسٹریتھ کلائیڈ کی فتح	سنہ ۹۴۵ء
ڈنسٹن کیتھڑری کا تعدد اسقف سایا گیا	سنہ ۹۶۰ء

باب ہشتم

ڈینوں کی فتوحات

ملوک انگریز

اتھل ریڈ (نامستعد)	۹۷۸ء تا ۱۰۱۶ء
ایڈ منڈ (آہن س)	۱۰۱۶ء تا ۱۰۱۷ء
کینیوٹ	۱۰۱۷ء تا ۱۰۳۵ء
ہیرولڈ (اوّل)	۱۰۳۵ء تا ۱۰۴۲ء
ہارڈی کینیوٹ	۱۰۴۰ء تا ۱۰۴۲ء

اتھل ریڈ (ثانی)

اتھل ریڈ کی تخت نشینی کے ساتھ ہی ڈنسٹن کے اقتدار کا خاتمہ ہوا اور امور سلطنت کی باگ اُس کے رقیبوں کے ہاتھ میں آگئی۔ ادھر اتھل ریڈ نے جوان ہو کر ثابت کیا کہ وہ اپنی نسل کا بدترین بادشاہ ہے۔ شریر النفس، کاہل، ظالم، بدعقل اور بد اقبال کہ جو کام کیا اس میں خرابی واقع ہوئی۔

ہیں ہمہ اس عہد کے جملہ نقصانات کا صرف اسے ذمہ دار قرار دینا خلاف انصاف ہوگا۔ عام اسباب بھی ایسے پیش آئے کہ الفریڈ یا ایڈگر جیسے لائق بادشاہ ہوتے تو بھی یہ مشتبہ ہے کہ وہ مصائب کے اس طوفان کو روک لیتے جس سے اتھل ریڈ کو مقابلہ پڑا۔

واضح ہو کہ شمالی اقوام اب خانہ بدوش اور منتشر قبائل کی بجائے ناروے ڈینمارک اور سوئیڈن کی میں طاقتور سلطنتوں میں آباد و منظم ہو گئے تھے۔ ان میں سوئیڈیوں کی ترک تاری کا میدان تو روس اور بالٹک کے جنوبی ساحل رہے لیکن ناروی اور ڈینی اقوام نے کبھی جداگانہ اور کبھی مشترکہ اپنی پوری قوت جزائر برطانیہ پر صرف کر دی۔ خود انگلستان کے ڈینی اضلاع ان حملہ آوروں سے ہمدردی رکھتے اور انھیں عملاً مدد دیتے تھے۔ مقامی امرا کی باہمی عداوت مدت سے انگلستان میں اندرونی مدر سلگ رہی تھی، وہ بھی اسی زمانے میں بھڑک اٹھی اور اسی طرح جگہ جگہ رقابت و حسد کا زور ہو گیا۔ کسی نامعلوم سبب سے ایڈگر کا بیڑا معلوم ہوتا ہے کہ نابود ہو گیا کہ شمالی حملہ آور بے تکلف جب چاہتے ملک میں آجاتے یا واپس چلے جاتے تھے۔

ان کے حملوں کی ابتدا ۸۹۸ء میں چشر تھے ہینٹ اور ساؤتھمپٹن کی غارتگری سے ہوئی جہاں اکثر اہل شہر مارے گئے یا گرفتار ہو گئے۔ پندرہ سال تک کوئی اسا فائد یا سر لشکر نہ اٹھا اور اہل شمال کی ہمہ گیر سفاکیوں نے سارے ملک کی ہمت پست کر دی۔ الگ الگ اضلاع ماامیر حوصلہ لڑتے تھے۔ لیکن وقائع کے الفاظ میں کوئی ضلع دوسرے ضلع کی مدد کرتا تھا اور کوئی شخص ایسا نہ تھا جو پورے ملک یا قوم کی جانب سے مزاحمت کا بندوبست کرتا۔ ڈنسٹن ۹۸۸ء میں فوت ہو گیا اور یہ ہتھ ناک اختیار اس کے جانشین سیگریک کے نصیب میں آیا کہ پہلی مرتبہ اسی نے ڈینیوں کو رشوت دے کے ٹالنے کی تجویز کی۔ پھر ہنگامی صلح کے بعد اب موقع پر دغا سے دشمن کو بھاس لینے کی بھی کوشش کی گئی تھی مگر خود بادشاہ کے سب سے معتمد علیہ امیر الفرک نے راز فاش کر دیا؛ ۹۹۳ء میں نیم نے ہیمپ شر کو یورش کر کے چھین لیا اور ہیمپ کے شمال و جنوب کا علاقہ تاراج کر ڈالا اور جب لشکر جمع ہو کر لڑنے آیا تو سب سے پہلے

سرداروں ہی نے فرار اختیار کیا۔ آخر کار اتھل رڈ نے دشمنوں میں تفریق ڈالنے کے لئے ماروی بادشاہ سے جداگانہ صلح کر لی اور وہ اس عہد نامے کا برابر پابند بھی رہا۔ اسی طرح فرانس کے مارمنوں کو لڑائی سے الگ رکھنے کے لئے اس نے وہاں کے امیر رچرڈ کی بہن اما سے شادی بھی کر لی۔ لیکن ابھی دونوں برائنسی تہوار پر نوساکس ڈینیوں کا جو قتل عام ہوا، اس سے ڈینمارک کا بادشاہ سوین نہایت برافروختہ ہوا کہ خود اس کی بہن بھی متمولین میں تھی۔ اس کے حملے جاری رہے اور زر نقد یا اجناس کی رشوتوں سے حملہ آوروں کی اور بھوک تیز ہوتی گئی۔ اس تمام المناک زمانے میں قابل تعریف کوئی چیز ہے تو لندن والوں کی پامردی کہ انھوں نے پے در پے محاصروں میں اپنے شہر کو بچائے رکھا اور ٹیمز کا راستہ روک کر دشمن کو آگے بڑھنے نہ دیا۔ اور بامنصوذ بریہت نوت امیر سسکس، الف کانی ٹل امیر انگلیہ وغیرہ امرا کی جانبازی جنھوں نے ڈینوں کو وہ ہاتھ دکھائے جو انگلستان میں انھوں نے کبھی نہ دیکھے تھے، مگر ان بہادروں کے کارناموں سے اتھل رڈ کی نامردی اور بھی نمایاں ہو گئی جو غالباً ایک دفعہ بھی خود میدان جنگ میں نہیں آیا اور پندرہ سال تک مصائب گزرنے کے بعد ۱۰۱۶ء کے وقائع میں تحریر ہے کہ سور غور ہی کر رہا تھا کہ کیا کیا جائے۔

بارے ۱۰۱۷ء میں ایک لائق آدمی ایڈرک مرسیہ کا امیر مقرر ہوا کیونکہ سب کے باعث امرا اسے پسند نہ کرتے تھے اور اس کی حرأ "اسٹریونا" (یعنی سمیٹو) کے نام سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ طامع آدمی تھا۔ اس کے دغا باز ہونے میں بھی شبہ نہیں

ایڈرک

گو ان سب باتوں کے باوصف ظاہرا اسی نے حملوں کا سلاب روکنے کی سعی کی۔ بیڑے کی کمی کو سارے ملک کی اعانت سے پورا کیا گیا لیکن جب وہ جمع ہوا تو سرداروں کے جھگڑوں اور ایک تقدیری طوفان سے قوم کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا اور بظاہر کوئی نجات کی صورت باقی نہیں رہی۔ ملک میں اور بھی زیادہ پست ہمتی پیدا ہو گئی۔ اور ڈین ہر طرف بے روک مارتے کاٹتے، جلاتے اور لوٹ مار کرتے پھرے۔ ۱۰۱۳ء میں خود سوین انگلستان آیا کہ اسے باقاعدہ فتح کر لے۔ اس نے ٹرینٹ کی راہ گنسبرو تک کشتیوں میں سفر کیا اور وہاں نارتھمبریا اور یانخوں ڈینی اضلاع کے باشندوں نے اس کی اطاعت قبول کی

اور ہر ضلع سے اُس نے یرغمال ساتھ لئے۔ پھر سڑک واٹلنگ کے پار لوٹ مار کرتا آگے بڑھا اور مغربی رفقائے اطاعت قبول کی۔ آخر میں لندن کے باشندوں نے مزاحمت کو بے سود سمجھکر سر تسلیم خم کر دیا اور سارے ملک نے اسے کامل بادشاہ مان لیا۔ رعایا کو برگشتہ دیکھکر شاہ اتھل ریڈ نے وطن چھوڑ دیا اور مارمنڈی میں پناہ لی۔ لیکن ایک ہی سال میں سوین مرگیا اور تب انگریزوں نے دوبارہ اتھل ریڈ کو بلوایا اور یقین دلایا کہ "اگر اب وہ سابق کی بہ نسبت ان پر ابھی طرح حکومت کرے تو اُس سے بڑھکر کوئی بادشاہ ہمیں عزیز نہ ہوگا"۔ چنانچہ وہ واپس آگیا لیکن صحت جواب دے چکی تھی اور باقی ماندہ ایام حکومت میں اصلی اختیار اُس کے بیٹے اڈمنڈ اور ایڈرک (سمیٹو) کے ہاتھ میں تھا۔ ایڈمنڈ کو اُس کی جسمانی قوت اور دلیری کے باعث آئرن سائڈ کہتے تھے۔ مگر یہ دونوں آپس میں حسد رکھتے تھے اور ملک میں جو نفاق و شقاق پہلے تھا، وہی اب بھی رہا۔ اِدھر اسی زمانے میں ڈینوں کی حکومت سوئن کے بیٹے کینیوٹ کے ورثے میں آئی جو بہت لائق اور باہمت آدمی تھا۔ اس نے انگریزوں سے پھر لڑائی چھیڑ دی اور وغا باز ایڈرک بھی اسی سے جا ملا۔ نارتھمبر لینڈ نے مجبوراً اطاعت قبول کرلی۔

۱۰۱۶ء میں اتھل ریڈ کے وفات پائی تو لندن کے سوا سارے انگلستان میں کینیوٹ کی بادشاہی تسلیم کرلی گئی۔ البتہ بہادر لندن والوں نے اڈمنڈ کا ساتھ دیا اور اس نے چند ہی روز میں دکھا دیا کہ ایک شخصی قومی رہنما کیا کچھ کرسکتا ہے۔ وہ سیل وڈ کے جنگلوں میں ہٹ آیا اور انہی لوگوں کی اولاد سے جنھوں نے ایک زمانے میں الفریڈ اعظم کی جاں نثاری کی تھی، مدد مانگی۔ پھر سیل وڈ کی لڑائی میں اس نے کینیوٹ کو بھگا دیا۔ اس کامیابی سے اور بھی مددگار اُسے مل گئے اور شائر اسٹون کی سخت لڑائی میں اس نے دوبارہ ڈینوں کو شکست دی۔ اس فتح کی اہمیت کا یوں بھی اندازہ ہوسکتا ہے کہ ایڈرک ڈینوں کو چھوڑ کر ایڈمنڈ کی طرف آگیا اور لطف یہ کہ پھر سرداری کرم سمجھا گیا حالانکہ وقائع میں لکھا ہے کہ "اس سے بڑھکر غلط رائی نہ ہوسکتی تھی"۔ اب دُور دُور کے علاقوں سے لوگ ایڈمنڈ کی فوج میں جمع ہونے لگے اور صحیح معنی میں ایک قومی لشکر لے کے اُس نے ڈینوں کو برمنٹ فرڈ پر

سوین کی بادشاہی کا تسلیم کیا جانا

شائر اسٹون

شکست دی۔ لورن کا محاصرہ اٹھوا دیا اور اوٹ فرڈ میں ایک اور معرکہ جیت کر بہت سے ڈیوں کو جزیرہ تھینی میں دھکیل دیا۔ پھر ٹیمز اتر کے کینیوٹ کی بڑی فوج پرایسن ڈان (ایسکس)

ایسن ڈن

میں حملہ کیا۔ گو عین اس وقت کہ انگریزوں کا پلہ جھکتا جاتا تھا، عدّار ایڈرک اپنی فوج لے کے الگ ہو گیا اور کامیابی کی ساری امیدیں جاتی رہیں۔ ایڈرک کی نسبت لوگ کہتے تھے کہ اس نے دشمن سے رشوت لے لی تھی۔ بہرحال رات ہونے تک چاندنی میں بھی ایڈمنڈ لڑتا مارتا رہا اور صرف اس وقت کہ ساتھ کے دلیر زریں جنگجو کام آ گئے، وہ پسپا ہو کر گلوسسٹر شر میں ہٹ آیا۔ ایک اور لڑائی کی تیاریاں تھیں کہ مجلسِ عقلائے بطانیہ کے مشورے سے تقسیم ملک کی تجویز ہوئی اور ایڈمنڈ نے بادلِ ناخواستہ اسے مان لیا کہ ویسیکس اور مشرقی انگلیہ اس کے پاس رہیں اور مابقی بادشاہ کی حیثیت سے مرسیہ اور نارتھمبریا پر کینیوٹ دانض رہے۔ مگر چند ہی ہفتے میں ایڈمنڈ مر گیا اور ایک روایت یہ ہے کہ ایڈمنڈ نے اسے مروا ڈالا۔ لہٰذا کینیوٹ سارے انگلستان کا بادشاہ بن گیا۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ ایڈمنڈ زندہ رہتا تو وہ حکمرانی میں وہ الفرڈ کا جواب نکلتا۔ ایلس جونگ آرمائی حیثیت سے تو وہ یقیناً اس کا جواب تھا اور صرف ایڈرک کی دلیل عداری نے اسے کامل فتح سے محروم رکھا۔ اس کی چند روزہ کامیابی سے یہ بھی بخوبی روشن ہو جاتا ہے کہ اصل ریڈ ہی کمزور اور مردہ بادشاہ تھا اور اس کے عہد میں جو مصیبتیں آئیں ان کا سبب انگریزوں کا کوئی قومی انحطاط نہ تھا بلکہ صدر حکومت کی نالائقی تھی۔

کینیوٹ نے ۱۰۱۶ء سے حکومت شروع کی اور ہر چند اس کی ابتدائی زندگی جو رو و غارتگری کے افعال سے داغ دار ہے لیکن عمر کے ساتھ اس کے مزاج میں بھی تبدیلی ہوئی اور آخر میں وہ نہایت عمدہ فرماں روا بن گیا۔ جولیس سیزر کی طرح اس میں یہ وصف بھی تھا کہ مفتوح اقوام کو اپنا گرویدہ بنا لیتا تھا۔ چنانچہ چند ہی روز

کینیوٹ

میں انگریز اس کا ایسا احترام اور اعتبار کرنے لگے گویا وہ انھی کی قوم کا آدمی تھا۔ آدھ کینیوٹ بھی انگریزوں کو اسی طرح اپنا سمجھنے لگا اور اپنے موروثی ممالک میں اس نے بارہا اسقفی کے عہدوں پر انگریزوں کو ترقی دی اور اپنی یورپ کی لڑائیوں میں اُن سے کام لیا۔

انگریزوں نے اسے خود منتخب کیا تھا لہذا کینیوٹ سابق بادشاہوں کے جملہ حقوق کا مدعی تھا۔ اس نے ویلز والوں سے ایمی مباوت معوائی اور میل کم (شاہ اسکوٹ) کو اس کے تمام ماتحت رؤسا سمیت مجبور کیا کہ آکے اقرار اطاعت کرے مزید برآں وہ برطانیہ کے پارلیمنٹ حکومت و سیادت کا میل رکھتا تھا اور اس کا منصوبہ یہ تھا کہ ایک شمالی سلطنت قائم کرے جس میں انگلستان، ناروے اور ڈینمارک شامل ہوں جس طرح چارلس اعظم نے ممالک مغرب میں رومی سلطنت کا احیا کر دیا تھا۔ انگلستان اور ڈینمارک اس کے قبضے میں آ چکے تھے اور ۱۰۳۰ء میں اس نے ناروے کو بھی فتح کر لیا اور گو اس کے مرتے ہی یہ سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی تاہم اس منصوبے کا یورپ کے معاملات پر اثر ضرور پڑا۔ انگلستان میں کینیوٹ نے سب سے پہلے خاندان شاہی کے بس ماندہ افراد سے پیچھا چھڑانے کی ٹھانی اور ایڈمنڈ کے تیرہ حواریوں کو سویڈن بھیجدیا وہاں کے بادشاہ نے انھیں ہنگری کے بادشاہ اسٹیفن کے پاس بھجوا دیا تھا مگر اس نے کینیوٹ کی منشا کے خلاف بڑے اہتمام سے ان کی پرورش کی۔ ایڈمنڈ کا بھائی ایڈوی قانون کی حفاظت سے محروم اور بھوڑے ہی دن بعد قتل کر دیا گیا۔ اتھلریڈ اور اما کے دو بیٹے (نارمنڈی میں) تھے ان سے ایسے آپ کو بچائے اور ساتھ ہی نارمنوں کو خوش کرنے کی غرض سے کینیوٹ نے عجیب تدبیر کی کہ ان کی ماں سے شادی کر لی اور وہ ایسے بچوں کو نارمنڈی میں چھوڑ کر انگلستان آ گئی۔ یہ دکھانے کی غرض سے کہ اسے انگریزوں پر کامل بھروسہ ہے کینیوٹ نے اپنے ڈینی بیڑے کو رخصت کر دیا۔ اس رقم کے لئے ایک خاص لگان زمین پر عاید کیا گیا تھا جسے ڈین جلد" کہتے ہیں۔ اپنی مشہور فوج رکاب کے سوا اور کوئی فوج ہی کینیوٹ نے نہ رکھی اور اس میں بھی ڈین اور انگریز بلا امتیاز داخل ہوتے تھے۔ یہ درحقیقت ایک باقاعدہ تنخواہ دار فوج تھی جس کی سخت فوجی ضوابط کے ماتحت غالباً اس فوج خاصہ کی نقل میں تنظیم ہوئی تھی جسے کہ قسطنطنیہ کے یونانی بادشاہ رکھا کرتے تھے۔

کینیوٹ نے نوابوں کو برقرار رکھا۔ مسترقی ایگلیہ کا نواب اس نے ایک ڈین تھرکل کو مقرر کیا جو اسین ڈون کی لڑائی میں اس کا دست راست تھا۔ نارتھمبریا پر اپنے برادر نسبتی ایرک کو اور مرسیہ میں ایڈرک کو رکھا اور وسیکس کا انتظام اپنے

ہاتھ میں رہنے دیا مگر ۱۰۱۷ء میں ایڈرک کو ایک وقائع کے الفاظ میں "مکمل بربادی" کینیوٹ نے قتل کرا دیا جو اسکے اقتدار و خصائل سے ضرور خوب واقف ہوگا۔ اس کی جگہ ایک اور انگریز لیوف وائن مقرر ہوا۔ اسی طرح ۱۰۲۱ء میں تھرکل کو انگلستان سے نکالا دیکر ڈین مارک میں نائب شاہ بنایا گیا اور مارتھمبر یا میں بھی قدیم خاندان امرا کو سابقہ امارت عطا ہوئی مغربی سیکسنوں کا امیر بھی ایک انگریز گوڈون مقرر کر دیا گیا؛ یہ شخص جو آئندہ چالیس برس تک انگلستان کے معاملات میں بہت مؤثر رہا، مظاہر دانی کوشش و قابلیت سے بڑھا تھا۔

گوڈون

اس کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ مشورہ دینے میں نہایت عاقل، جنگ میں جانباز، داد و ستد میں بہت ہوشیار، تقریر میں باوقار، تدبیر میں اخلاق اور نہایت عمدہ مزاج کا آدمی تھا۔ اس کی ابتدائی زندگی کا حال معلوم نہیں لیکن کینیوٹ کی بادشاہی کے شروع ہی میں بہت کچھ مورد الطاف تھا اور پہلی مرتبہ بادشاہ ڈنمارک روانہ ہوا تو وہ بھی بادشاہ کے ہمراہی ندموں میں چنا گیا تھا۔ وہاں اس نے اور بھی تبہرت حاصل کی اور واپس آکر خود کینیوٹ کی رشتہ دار گیتھا سے شادی کی۔ پھر وہ ڈینش کی نوآبادی پر نائز ہوا اور یہ امارت اسی کے خاندان میں رہی حتیٰ کہ اس کا بیٹا ہیرالڈ آگے چل کے سارے انگلسان کا بادشاہ ہوگیا کینیوٹ کے باقی ماندہ ایام میں گاڈون اس کا سب سے معتمد علیہ خادم رہا کہ انگلستان میں بادشاہ ہر کام اس کے مشورے سے کرتا اور کسی ضرورت سے، باہر جاتا تو اسی کو اپنا نائب مقرر کر جاتا تھا۔

کینیوٹ کے بیرونی کارناموں سے تاریخ انگلستان کا چنداں تعلق نہیں۔ مگر انگلسان کے حق میں اس کا عہد حکومت کامل اس کا زمانہ تھا کہ ملک میں بہترین انتظام قائم رہا اور نہ باہر والوں کے حملوں کی مصیبت آئی نہ اندرونی بغاوت سے امن امان میں کوئی خلل پڑا۔ قانون کی پابندی ڈین اور انگریز ہر ایک سے یکساں کرائی جاتی تھی اور کینیوٹ نے ایڈگر کے عہد کو اپنا نمونہ قرار دیا تھا اور یہ مشہور محاورے کے مطابق کہ "اسی کے قانون کی پابندی کا بیڑا اٹھایا تھا"۔

کینیوٹ کے آخر عہد کا سب سے دلچسپ واقعہ اس کا بطریق زیارت روما جانا ہے۔ جب سے انگلستان کا بادشاہ ہوا، اسی زمانے سے اس کی دینداری ظاہر ہونے

باب ہفتم

لگی تھی۔ ایسین ڈون میں پہاڑی پر اس نے ایک گرجا بنوایا اور دوسرے گرجوں اور خانقاہوں کو فیاضانہ عطیات سے سرفراز کیا۔ پھر ۱۰۲۶ء میں روما کی زیارت کے لئے روانہ ہوا اور وہاں بادشاہ اور پاپا دونوں اس کے ساتھ بڑے اعزاز و اکرام سے پیش آئے۔ وہیں سے اس نے اپنی رعایا کے نام ایک بہت عمدہ خط لکھا جس کا لب و لہجہ ایسا ہے جیسا ایک باپ کے خط کا بیٹوں کے نام ہوتا ہے اور اس میں سفر کے تفصیلی حالات کے علاوہ اپنے آئندہ ارادے بھی تحریر کئے ہیں۔

انگریزی شہر

اہل الرائے کا خیال ہے کہ کینیوٹ کا طویل و پُراس زمانہ حکومت حصرت کے حق میں ایک مصدالصلاب کا موجب ہوا۔ اب تک سوائے فلعوں کے، انگریزی عاسرت میں شہروں کا کوئی حصہ نہ تھا لیکن کینیوٹ کے عہد میں انگلستان ڈنس مارک اور ناروے کا اتحاد تجارت کے لئے بہت مفید ثابت ہوا اگرچہ تجارت کی طبعی ملاحت حالیں انگریزوں نے اتنی نہ دکھائی جتنی ڈینی آمادکاروں نے۔ بہرحال لندن و مارک تجارت جارجہ کی بڑی منڈیاں ہو گئے۔ آکسفورڈ، چیسٹر اور برسٹل میں رونق پیدا ہوئی اور یارک کے پرانے صدر مقام ولن چیسٹر کی وقعت کم ہونے لگی اور وہ دوسرے درجے کا شہر رہ گیا۔

کینیوٹ نے ۱۰۳۵ء میں وفات پائی اور تین بیٹے چھوڑے سوئن ہیرولڈ اور ہارڈی کینیوٹ (یا ہارتھا نوٹ)۔ آخری اما کے بطن سے تھا اور پہلے دو ایک انگریز عورت الف گیفو کے بطن سے جسے صحیح معنی میں کینیوٹ کی بیوی کہنا درست نہیں۔ غالباً حود مونی بادشاہ اما ہی کے بیٹے کو جس کا نام ایلفا گاڈون تھا گاڈون اور معدنی سکس اسی کے حامی ہو گئے لیکن شمال والوں نے ہیرلڈ کو ترجیح دی جس کا سبب یہ تھا کہ اسے گاڈون اور اہل جنوب کے ساتھ بادشاہ کی حامی مہربانی دیکھکر حسد ہوا۔ آخر آکسفورڈ میں باہمی مصالحے اور مصالحے سے یہ قرار پایا کہ ٹیمز کے اوپر ہیرلڈ آزاد بادشاہ رہے اور جنوب میں ہارڈی کینیوٹ حکمرانی کرے۔ ڈنس مارک بھی اسی بادشاہ کے حصے میں آیا اور سویں کو ناروے کا ملک ملا۔ لیکن وہاں کے رئیس اولاف کے بیٹے میگنس نے بہت جلد اسے نکال باہر کیا اور حدود ڈینی مارک کر حملے کی تیاریاں کیں۔ اسی اندیشے سے ہارڈی کینیوٹ

ڈوین مارک میں رکا رہا اور وہیں نہ آسکا جہاں اس کی نیابت میں ایما اور گاڈوِن حکومت کرتے رہے۔ یہ کیفیت دیکھکر اتھل ریڈ و ایما کے بیٹوں کو اپنے باپ کا ورثہ لینے کی آرزو پیدا ہوئی۔ ان کے نام الفریڈ اور ایڈورڈ تھے اور یہ نارمنڈی ہی میں پل کر جوان ہوئے جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے۔ اس غرض سے کم سے کم الفریڈ (ورنہ ممکن ہے ایڈورڈ بھی) خود انگلستان آیا مگر ہیرلڈ کے آدمیوں کے ہاتھ میں پڑکر کمال سفاکی سے قتل کرا دیا گیا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس گرفتاری میں گاڈوِن کا بھی ہاتھ تھا۔ لیکن اگر وہ ایسا کرتا تو بالکل جائز بلکہ اس کا فرض ہوتا۔ باقی جو کچھ بے رحمی ہوئی اس کے مرتکب گاڈوِن نہیں بلکہ ہیرلڈ اور اس کے ساتھی تھے۔ بہر حال اس کی نسبت شبہ پیدا کرنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ گاڈوِن کے حامیاں اور والیانِ نارمنڈی میں بے لطفی ہوگئی۔

ہارڈی کینیوٹ کا عہد حکومت

دو سال تک مغربی سیکس، ہارڈی کینیوٹ کے آنے کا انتظار کرتے رہے لیکن جب وہ انگلستان نہ آیا تو وہ اپنے شمالی ہموطنوں کے ہم آہنگ ہو گئے اور ہیرلڈ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ ایما اور گاڈوِن کو بھاگ بالڈوِن امیر فلینڈرس کی پناہ لینی پڑی اور وہاں ہارڈی کینیوٹ کے ساتھ مل کر انگلستان پر فوج کشی کے منصوبے باندھے جا رہے تھے کہ خود ہیرلڈ کا، جو کچھ مدت سے علیل تھا، انتقال ہوگیا، اور اب سارے ملک نے ہارڈی کینیوٹ ہی کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ لیکن یہ بادشاہی بھی زیادہ دن نہ رہی اور اس عہد کے مشہور واقعے صرف دو ہیں۔ ایک تو یہ کہ بادشاہ نے اپنے سرداران خاصہ کو ایک جارانہ محصول وصول کرنے پر مقرر کیا اور دوسرے یہ کہ اپنے علاتی بھائی ایڈورڈ کو خود انگلستان بلا لیا۔ اس کے آنے کے بعد ۱۰۴۲ء میں ہارڈی کینیوٹ کسی شادی کے جشن میں شریک تھا کہ مرگِ ناگہاں نے اس کا خاتمہ کر دیا اور انگریزوں نے بالاتفاق ایڈورڈ کو بادشاہ منتخب کیا اور قدیم خاندان دوبارہ سریر آرائے دولت ہوگیا۔

باب نہم

نارمنوں کی فتح

ملوکِ انگریز

ایڈورڈ (تائب) سنہ ۱۴۱ تا سنہ ۱۶۶ء
ہیرلڈ (ثانی) سنہ ۱۶۶ء

ایڈورڈ (تائب) کا عہد بادشاہی

نئے بادشاہ ایڈورڈ (التائب) کی سیرت کو سمجھنا آسان نہیں۔ ذاتی تقویٰ کی بنا پر اسے "التائب" کا لقب ملا اور اس میں وہ ہینری ششم کے مماثل نظر آتا ہے۔ بیرونی لوگوں سے اس کی گرویدگی اس قسم کی ہے جس کا نمونہ بعد میں ہینری نالث نے مہیا کیے ہیں کے ساتھ کبھی کبھی کام کا حوصلہ دکھانے میں وہ اپنے باپ اکل رہڈ کی یاد دلاتا ہے۔ بادشاہی کے وقت اس کی عمر پختہ اور تجربہ نہایت وسیع تھا، بایں ہم وہ ہمیشہ دوسروں کے زیر اثر رہا اور اس کی جرأتِ مردانہ بھی تسکار کے

باب ہم

مفرط شوق کے سوا، بہت کم کسی دوسرے کام میں آئی ؛

اس کے ابتدائی عہد میں گاڈون، لیوف رک امیر مرسیہ اور سیورڈ امیر نارتھمبر باکار و خ و اثر فائم رہا۔ گاڈون بوڑھا ہو گیا تھا مگر اس کے نئے جوان اور سوبن و ہیرلڈ بوابی کے منصب سے سرفراز ہو گئے تھے اور مٹی، ایڈ تھ، بادشاہ سے میاہی تھی ؛

ایڈورڈ نے مارسیڈمی میں ہوش سنبھالا اور طبعاً وہیں کی معاشرت اور آداب کا دلدادہ تھا۔ وہاں کے لوگ عموماً انگریزوں کے بہ نسبت زیادہ تمائکنہ بھی تھے کیونکہ ہر چند نارمن قوم تیوتانی نسل کے لوگوں میں سب کے بعد آکے سلطنت رومہ کے علاقے میں آباد ہوی تاہم اس نے رومی تہذیب و تمدن حاصل کرنے میں حسرت انگیز قابلیت کا اظہار کیا اور اپنی بولی چھوڑ کر فرانسیسی زبان اختیار کر لی تھی۔ وہ باہر کے لوگوں کا جو علم و فن میں امتیاز رکھتے ہوں دلی مسرت سے خیر مقدم کرتے اور ان سے مستفید ہوتے تھے۔ اسی لئے ایڈورڈ کی خواہش تھی کہ انگلستان میں جہاں تک ممکن ہو نارمن تہذیب کو رواج دے۔ وہ خود فرانسیسی زبان بولتا تھا اور اس نے تھوڑی ہی مدت میں بہت سے فرانسیسی بولنے والے نارمنوں کو ایسے دربار میں بلایا اور ممتاز مدنی و دنیاوی عہدوں پر سرفراز کر دیا۔ انھی میں ایک شخص روبرٹ جوڈومیز کا رہنے والا تھا (جمیٹری) ۱۰۴۳ء میں لندن کا اسقف اور ۱۰۵۱ء میں کینٹربری کا صدر اسقف مقرر ہوا۔ بادشاہ کا بھتیجا رالف ہیریفورڈشر کا حکمران امیر بنایا گیا۔ اسی علاقے میں ایک اور نارمن رخصرڈ کو جاگیر دی گئی تھی جس نے انگلستان میں سب سے پہلا ذاتی قلعہ تعمیر کیا اور رچرڈ کاسل نامی گاؤں ابھی تک اس منال بدکی یادگار ہے؛

لیکن بادشاہ کی کوشش کے علاوہ دوسرے اسباب بھی انگلستان کو براعظم یورپ سے مربوط کر رہے تھے۔ پردیسی سوداگر کثرت سے لندن آنے لگے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جس طرح نارمن لوگ فرانسیسی بن گئے اسی طرح انگلستان میں بھی ایسا ہی تغیر پیدا ہونے والا ہے ؛

ان باتوں سے ملک میں لامحالہ بددلی پیدا ہوئی اور گاڈون اور اس کے بیٹے وطنی جماعت کے سرگروہ بن گئے۔ آخر ۱۰۵۱ء میں علانیہ مخالفت کی نوبت آگئی۔

باب نہم

انگریزوں میں بددلی

یہ وہ سال تھا جس میں ایڈورڈ کا ہموی یوشس (امربولوں) انگلستان آیا اور واپسی میں مصمۂ ڈوور میں اس طرح داخل ہوا جیسے کسی مفتوح شہر میں داخل ہوتے ہیں اور اسے ساتھیوں کو زردسی اہل شہر کا مہمان مانا چاہا۔ شہر والوں نے مزاحمت کی جس کا نتیجہ لڑائی ہوا اور تیس انگریز اور امیس پردسی مارے گئے۔ یہ معاملہ ایڈورڈ نے مانا کہ گاڈوں امیروں کی حمیت سے شہر والوں کو سزا دے۔ اس لئے یہ واجبی مطالبہ کیا کہ پہلے شہر والوں کے عدرات سنے جائیں۔ اسی کے ساتھ اپنے دونوں بیٹوں سوین اور ہیرلڈ کو طلب کیا اور اب ان تینوں امیروں کی فوج بیورسٹن میں جمع ہوئی جس کے قریب ہی گلوسٹر اور ڈان دونوں معسکر تھا۔ اس فوج کے ہم پلہ جمعیت مہیا رکھنے کی غرض سے ایڈورڈ نے مرسیہ اور نارتھمبر کے امیروں کو طلب کیا۔ سب انھی میں سے ایک یعنی لیوفرک امیر مرسیہ کی تحویز پر دونوں لشکر واپس کر دئے گئے اور لندن میں مجلس عقلا منعقد ہوئی۔

گاڈوں گلوسٹر ملک بوسے سے زیادہ اثر و اقتدار رکھتا تھا لیکن سمجھ میں نہیں آتا کس وجہ سے بعد کے جلسے میں وہ اور اس کے بیٹے حفاظت قانونی سے محروم کر دئے گئے اور ملک چھوڑ کر بھاگ گئے۔ خود گاڈوں اپنے دو بیٹوں سوین و ٹوس ٹنگ کے ساتھ الڈون رئیس فلینڈرز کے پاس بروز بس سادگریں ہوا اور ہیرلڈ جہاز میں بیٹھکر آئرستان چلا گیا۔ بادشاہ کی بیوی ایڈتھ کو وھرول کی حفاظت میں جبراً بند کر دیا گیا اور کچھ مدت تک دربار انگلستان میں باہر والوں کا راج رہا۔

انگریزی حملہ کے اسی انتشار کے زمانے میں ولیم دائی نارمنڈی ایڈورڈ سے ملنے انگلستان آیا۔ وہ ایڈورڈ کی خالہ (یعنی ایما کی بہن) کا نواسہ تھا مگر اس رشتے کے سوا انگلستان کے شاہی خاندان سے اس کا کوئی نسلی تعلق نہ تھا۔ اس کا باپ امیر روبرٹ اور ماں ارلیتا، فلینڈر کے ایک دقاع کی بیٹی تھی۔

ولیم وائی نارمنڈی

ولیم کی عمر آٹھ سال کی تھی جب اس کے باپ کا انتقال ہوا، اور ولیم کو ایما متشکوک وراثت حکومت ملنے میں بڑی دقتیں

پیش آئیں لیکن اس کی ہمت و تدبیر نے وال اسدیون کے میدان میں سب دشمنوں پر غلبہ پالیا اگرچہ اُس وقت بھی وہ بالکل ایک نوخیز لڑکا تھا۔ اب کہ اُس کی عمر ۲۴ سال کی تھی، وہ نہ صرف اپنی ریاست کا بلا شرکت اور صاحب اختیار فرماں روا تھا، بلکہ ابھی سے اپنے عہد کے قابل ترین اشخاص میں شمار ہونے لگا تھا۔

انگلستان میں ولیم کو تمع دلانے کے بہت سے اسباب جمع تھے۔ وہ جانتا تھا کہ خود انگریزوں نے کینیوٹ کو بادشاہ منتخب کیا اور نہایت خلالی سے اس کی خدمت کرتے رہے۔ اِدھر انگریز بادشاہ کے گرد مارمنوں کی کثرت تھی، وہ مذہبی اور دیوانی بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے اور ولیم نے ہر طرف لوگوں کو فرانسیسی زباں بولتے سُنا۔ یہ سب باتیں دیکھکر اگر ولیم کے ذہن میں انگلستان کی بادشاہی کی آرزو پیدا ہوئی، تو اس میں تعجب ہی کیا ہے۔ مارمنوں کے واسطے اس قسم کا قبضہ کچھ نئی بات بھی نہ تھی۔ اسی زمانے میں ایک اور نارمن روبرٹ گس کار جنوبی اطالیہ پر پنجے جما رہا تھا۔ ہارڈراڈا اور ایس ٹرتھ سن کا ناروے اور ڈین مارک پر قابض ہو جانا، ولیم کے آنکھوں دیکھنے کا واقعہ تھا۔ دوسرے انگلساں میں گاڈون اور اس کے بیٹوں سے میدان پہلے ہی خالی ہو چکا تھا اور ولیم کے بہت سے ہوا خواہ موجود تھے لہذا امیر نارمنڈی کو کسی سخت مزاحمت کا بھی قوی اندیشہ نہ تھا۔ سب سے بڑھکر یہ کہ قریب قریب یقینی طور پر معلوم ہے کہ خود ایڈورڈ نے ولیم کو جانشین بنانے کا وعدہ کر لیا حالانکہ وہ اس کا حق نہ رکھتا تھا اور نہ اس سے مجلس عقلا کی آزادئ انتخاب پر کوئی اثر پڑ سکتا تھا۔ تاہم ولیم کو کہنے کے لئے ایک دعویٰ ضرور پیدا ہو گیا اور یہی وعدہ لے کے وہ خوش خوش اپنے وطن واپس آیا۔

لیکن دوسرے سال واقعات کا رنگ بدلا۔ لوگوں کے خیالات میں گاڈون کے موافق تبدیلی پیدا ہوئی اور اس کی اتنی ہمت بندھی کہ پہلے تو اس نے وطن آنے کی اجازت چاہی اور جب ایڈورڈ نے انکار کیا تو فوج لے کے ہیرالڈ کی معیت میں جو آئرستان سے آملا تھا، انگلستان آپہنچا اور اس کے جہاز ٹیمز میں داخل ہو گئے۔ ایڈورڈ نے بھی زیادہ تر شمالی لوگوں کی فوج تیار کی تھی

باب ہم

اور لڑائی سر پر ہی نظر آتی تھی کہ لندن کے اسقف اسٹی گینڈ کی تالیق سے یہ قرار پایا کہ تمام مقدمہ مجلس عقلا میں پیش کر دیا جائے اور دوسرے دن اس کا اجلاس ہو۔ اسی رات ولیسی فرار ہو گئے۔ ساوی کی جڑ روبرٹ (ڈومیتری) اور ڈوورچسٹر کا اسقف الف ان مفروروں کے سردار تھے۔ الف کی نسبت کہا گیا ہے کہ کبھی اس نے کوئی کام اسقف کی شان کے سازگار نہیں کیا۔ بہر حال یہ لوگ لڑتے بھڑتے ساحل تک پہنچے اور جہازوں میں سوار ہو کے فرانس چلے آئے۔ دوسری صبح بڑی مجلس رسما منعقد ہوئی۔ روبرٹ اور الف قابل اخراج اور کنسمی قرار پائے۔ گاڈوں اور اس کے بیٹے اپنے اپنے عہدوں پر بحال کئے گئے۔ ایڈنتھ کو دھمکیوں سے واپس بلایا گیا اور سب لوگوں کے لئے اچھے فالوں کی منادی کر دی گئی۔ اسٹی گینڈ کینٹربری کا صدر اسقف مقرر ہوا اور انگریزی حاضرات کی کامیابی میں کوئی کسر باقی نہ رہی۔

اسی حکومت کے باقی پندرہ سال تک ایڈورڈ اسی طرح گاڈوں کے خاندان کے اثر میں رہا جس طرح پہلے فرانس والوں کے ہاتھ میں تھا۔ گاڈوں نے ۱۰۵۳ء میں وفات پائی اس کا بڑا بیٹا سوئن روسہ کی زیارت کے لئے گیا اور راستے میں فوت ہو چکا تھا لہذا باپ کے مناصب دوسرے بیٹے ہیرالڈ کے ورلے مل آئے جس کی عمر اس وقت ۴۲ سال کی تھی۔ وہ رزم و بزم کے اوصاف میں بھی اپنے باپ کا سچا جانشین تھا اور اسی کے ساتھ اس کے مزاج میں ایک خاص شرافت و فیاضی ایسی بھی تھی جس نے اسے گاڈوں سے بھی جو بہتر آدمی بنا دیا تھا۔ ادھر ۱۰۵۵ء میں سیورڈ کے انتقال اور اس کے بیٹے والف تھیبوف کی صغر سنی کے باعث مرسیا کی امارت بھی گاڈوں کے تیسرے بیٹے ٹوسٹگ کو مل گئی جو اب سارے کا بہت مشہور نظر ندیم تھا۔ ان بڑے امیروں میں لیوفرک نے سب سے آخر میں وفات پائی (۱۰۵۷ء) اور یہ امارت چندروز اس کے بیٹے الف گر کے قبضے میں رہ کر پھر لیوفرک کے یونے ایڈون کے عوض کر دی گئی مشرقی انگلیہ میں گاڈون کا چوتھا بیٹا گیرتھ امیر مقرر ہوا اور یا یحوبں بیٹے لیوف وائن کو اُن رگموں کی حکومت کی جو ٹیمز کے تاح دار دہانے کے ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں۔

خاندان گاڈون کا عروج

باب نہم

اس طرح چند وسطی اضلاع کے سوائے باقی سارا ملک ہیرلڈ اور اس کے بھائیوں کے تحت آگیا۔

چونکہ ایڈورڈ لاولد تھا لہذا فیصلہ کیا گیا کہ ایڈمنڈ "مولاد آرو" کے بیٹے ایڈورڈ کو بلوایا جائے جو ہنگری میں جلاوطنی میں اپنی زندگی بسر کر رہا تھا۔ وہ اپنی بیوی اور بچوں کو لیکر آ بھی گیا مگر آتے ہی بیمار ہو کر مر گیا۔ اس کی اولاد میں مارگریٹ اور کرسٹینا دو بیٹیاں اور ایڈگر نامی ایک بیٹا تھا اور الفریڈ کی نرینہ اولاد میں سے وہ اب یہی بچہ رہ گیا۔ مگر جلاوطن ایڈورڈ کے بلائے جانے سے یہ نکتہ بھی بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ انگلستان میں لوگ شاہ ایڈورڈ کے وعدے کو جو ولیم والئی مارمنڈی سے کیا گیا، کچھ بہت وقعت نہ دیتے تھے۔

ویلز

ان پندرہ سال میں کہ جاندان گاڈون کا دور دورہ رہا، ویلز کی انگریزی فتح میں کافی ترقی ہوئی۔ ہنڈا کے حلیف گریفڈ ویلون (ویلزی) کے زمانے سے ویلز کا کوئی فرماں روا انگریزوں کے حق میں خطرناک نہ ہوا تھا لیکن ۱۰۳۹ء میں گریفیتھ (پسر للی ویلن) شمالی ویلز کا رئیس ہوا اور تھوڑے ہی دن میں جنوبی ویلز پر متصرف ہو گیا۔ پھر مرسیہ کے حاکم الف گر کو حلیف بنا کے اس نے اسکاٹ سیورن اور وائی کی وادیوں میں وہ طوفان مچایا کہ لوگ اس کے نام سے کانپنے لگے اور ہیریفرڈ کی بشپ لک کو جو اسقف کلیسا کا مقام تھا، اس نے لوٹ کے آگ لگا دی۔ اس قومی دشمن کے استیصال کے لئے تمام ملک انگلستان کی فوج فراہم کرنی پڑی جس کے سردار ہیرلڈ اور ٹوسٹگ تھے۔ ان لڑائیوں نے خود گریفیتھ کی رعایا کو اتنا بیزار کیا کہ ۱۰۶۳ء میں انھوں نے اپنے حد سے بڑھا ہوا حوصلہ مند فرماں روا کا خود سر کاٹ کے ہیرلڈ کے سامنے پیش کیا۔ اس کی ریاست میں سے بعض زرخیز نشیبی علاقے گھٹا کر دیئے گئے اور باقی اضلاع اس کے دو عریضوں کے سپرد ہوئے کہ مارچ گزار حاکموں کی حیثیت سے ان کا انتظام کریں۔ اس طرح ایک مدت کے لئے ویلز کی قوت توڑ دی گئی۔

گروفیڈ کی معزولی سے بھی ہیرلڈ کے دشمنوں میں کمی آگئی لیکن ۱۰۶۵ء میں

ٹوس ٹاگ کا اخراج

اس کے بھائی ٹوس ٹاگ کو ولایت نارتھمبریا سے نکالا تو ہیرلڈ کی قوت کو بہت صدمہ پہنچا۔ ابتدا ابتدا میں ٹوس ٹاگ ایک نیک نیت آدمی تھا گو اس میں موقع شناسی کی صفت بہت ہی کم تھی۔ مگر آگے چل کے سرکش اہل نارتھمبریا کو دبانے کی کوشش میں وہ ظلم و جور بلکہ دغابازی اور خوں ناحق پر اتر آیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بار صاحب کہ وہ دربار شاہی میں گیا ہوا تھا، نارتھمبریا کے عمائد نے یارک میں ایک جلسہ کیا اور ٹوس ٹاگ کو معزول و دشمنی قرار دے کے اس کی بجائے الف گر کے چھوٹے بیٹے مورکر کو والی منتخب کر لیا۔ پھر اپنے نئے والی کو لے کے وہ وسط انگلستان کے علاقے میں پہنچے جہاں اس کا دوسرا بھائی ایڈون بھی باعیوں سے آملا۔ بہ رنگ دیگر ایڈورڈ اور ہیرلڈ دب گئے۔ ٹوس ٹاگ کا اخراج اور مورکر کا انتخاب تسلیم کر لیا گیا البتہ ٹمبگ ڈن اور نارتھمپٹن کی جاگیریں نارتھمبریا کی ولایت سے جدا کر کے سیورڈ کے بیٹے والتھیوف کے تفویض کر دی گئیں۔ ٹوس ٹاگ فلینڈرز چلا آیا اور آیندہ اس کی خصلت اور بھی بگڑ گئی اور وہ اپنے بڑے بھائی کا سوءالبدل ثابت ہوا۔ اس انقلاب سے ہیرلڈ کو جو سخت نقصان پہنچا، وہ ظاہر ہے کہ ولایت نارتھمبریا اس کے ہاتھ سے ہی نہیں نکلی، بلکہ عملاً ایڈون کے زیر اقتدار چلی گئی اور اس طرح خاندان گاڈون کے پاس نہ اتنا بڑا علاقہ رہا نہ ایسا مسلسل، جتنا اب خاندان لیوفرک کے ہاتھ میں تھا۔ دوسرے ایڈون خلقی سازشی اور اس بات پر تلا ہوا تھا کہ جہاں تک ممکن ہو شمالی علاقے کی آزادی اور اس کا انتظام جداگانہ اصول ہی پر قائم رکھے۔

ہیرلڈ کی تخت نشینی

ان واقعات کو زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ ۵ جنوری ۱۰۶۶ء یعنی ویسٹ منسٹر کے عالیشان خانقاہی کلیسا کی تکمیل و افتتاح کے بعد ہی ایڈورڈ نے وفات پائی اور ساتھ ہی جانشینی کا دشوار مسئلہ سامنے آگیا۔ انگریزی خاندان شاہی میں صرف ایتھلنگ ایڈگر باقی تھا۔ گو وہ ابھی بالکل خرد سال تھا اور بڑا ہو کر بھی بہت کمزور آدمی نکلا۔ پھر ایسی صورت میں کہ ٹوس ٹاگ انتقام لینے کے درپے

اب ہم

اور ولیم اپنے دعاوی سوائے زیر ملا بیٹھا تھا' ایک کمسن بچے کو بادشاہ بنانے میں اسی قسم کے واقعات میش آنے کا اندیشہ تھا جیسے اتھل ریڈ (ناصستعد) کی تحت نشینی سے میش آئے تھے۔ اور چونکہ خود متوفی بادشاہ نے بستر مرگ پر بوری تاکید کے ساتھ وصیت کر دی تھی کہ اس کا جانشین ہیرلڈ بنایا جائے' لہذا مجلس عملا نے بلا تاخیر اس پر عمل کیا اور اس امیر اعظم نے بھی اس عزت و خطر کے منصب کو قبول کر لیا۔ دوسرے ہی دن ایل ڈریڈ' صدر اسقف مارک نے ویسٹ منسٹر میں ماجیوشی کی رسم ادا کی اور اس عہد کا آغاز ہو گیا جو اول سے آخر تک اپنی مملکت کے لئے جدوجہد کرنے میں گزرا۔

اہل مارتھمبریا کی اطاعت کا اطمینان کرنے کی غرض سے نئے بادشاہ نے سب سے پہلے یارک کا دورہ کیا اور ایڈون و مورکر کو اپنا ہالے کے واسطے ان کی خوبصورت بہن ایلڈگتھ سے' جو معمول کر نقشہ کی بیوہ تھی' شادی کر لی۔ شروع سے اسے یقیناً حامدان لیوفرک کی مخالفت کا خوف ہو گا کہ ان لوگوں کی حکمت عملی ہی یہ تھی کہ مغربی سکسنوں کا بادشاہ ہیرلڈ ہو یا اڈگر ایلنگ جو ولیم شمال والوں کی خود مختاری میں دخل نہ آنے پائے۔

اُدھر ولیم والی نارمنڈی کو' اڈورڈ (جس نے ہنگری میں ہوش سنبھالا) ماموں کے بیٹے ایڈگر کی تحت نشینی کی صورت میں تو لب کشائی کا موقع کم ملتا یا بالکل نہ ملتا لیکن ہیرلڈ کے مقابلے میں وہ زیادہ معقولیت سے اپنا دعویٰ جتا سکتا تھا۔ ایک قصہ جو سب سے بڑھکر قریں قیاس ہے یہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ ہیرلڈ کا جہاز ٹوٹ گیا اور وہ بہتا ہوا پونتھیو کے حاکم کے علاقے میں جا پہنچا جس نے اسے وائی نارمنڈی کے حوالے کر دیا۔ چنانچہ کچھ مدت تک وہ ولیم کے دربار میں رہا اور نبائل برمس کے ملاف فوج کشی میں بھی اس کے ساتھ تھا۔ اسی زمانے میں ہیرلڈ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ ولیم کا "آدمی" بن کے رہے گا' اس کی بیٹی سے شادی اور سلطنت انگلستان کے لئے ولیم کے دعوے کی تائید کرے گا۔ یہ حلف ولیم نے چالاکی سے ایسے قدیم متبرکات پر ہاتھ رکھوا کے لیا

ولیم کا دعوی ہیرلڈ کے مقابلے میں

باب ہم

جس کا ہیرلڈ کو علم نہ تھا اور جس کی وجہ سے اس کا حلف اور بھی زیادہ سخت اور قابل احترام ہو گیا تھا۔ ان حریات کا تاریخی ثبوت ملنا ممکن نہیں لیکن یہ بات ضرور قابل لحاظ ہے کہ فرانسیسی مصنف اس حلف پر بہت زور دیتے ہیں اور انگریز اس کی قطعی تردید کی کہیں کوشش نہیں کرتے۔

ہیرلڈ اور اس کے بھائیوں نے یردسیوں کی مخالفت میں جو حصہ لیا اُس کے باعث بھی مارمنوں کو اس سے عناد تھا الفریڈ ایتھلنگ کے قتل کا واقعہ بھی دشمنی کا ایک حیلہ ہو سکتا تھا۔ سب سے بڑی بات یہ کہ ایک نو انگریزوں نے روبرٹ (رومیثری) کا خلافِ شرع اخراج کیا دوسرے اس کے جانشین اسٹی گینڈ نے پاپا سے سند لینے کی بجائے اس کے حریف بینی ڈکٹ (دہم) کی سند حاصل کر لی جس سے اور بھی پاپا کو ناگواری ہوئی اور اُمید بھی کہ وہ ایسی مہم کی تائید و تریک برآمادہ ہو جائے گا جس کا مقصد یہ بتایا جائے کہ روبرٹ کے اخراج پر انگریزوں کو سزا دینی منظور ہے۔ پاپا کا مشیر اُن دنوں ہلڈی برانڈ تھا جو آگے جلکر پاپائے گریگوری ہفتم بنا، اور بہت ممکن تھا کہ وہ بھی پاپا کی تائید روحانی سے ولیم کے انگلستان فتح کرنے میں ہم آہنگ ہو کیونکہ اس فتح سے کلیسائے انگلستان پر پاپائی اقتدار کا بڑھ جانا یقینی نظر آتا تھا۔

ادھر انگلستان کی سیاحت کے بعد سے خود ولیم کی قوت برابر بڑھتی رہی تھی ۱۰۵۳ء میں اس نے مالڈون، وائی فلینڈرز کی بیٹی مالڈا سے شادی کی جس سے یورپ میں اس کا پایہ اور مضبوط کر دیا۔ پانچ سال بعد اُس نے والی فرانس اور اُس کے حلیف ڈیوفرے (امیر آنژو) کو کامل شکست دی ۱۰۶۳ء میں ریاست مین کا الحاق کیا اور چند روز پہلے برتیانی کی لڑائیوں میں بھی منحمات رہا۔ ان سب منوحات سے اس کے علاقے میں کچھ نہ کچھ اضافہ ہوا اور وہ خطاب فاتح کا مستحق ہو گیا تھا لیکن ایڈورڈ (تائب) کی وفات کے بعد سے اُس نے فرانس میں ملک گیری کا خیال چھوڑ کر پوری توجہ انگلستان کی طرف منعطف کر دی جس کے تخت کا وہ اپنے نزدیک جائز حق رکھتا تھا۔ چنانچہ شروع میں اس نے ماضابطہ تخت انگلستان کی درخواست پیش کی۔ پھر اپنے دعاوی کا ایک اعلان شائع کیا اور آخر میں زورِ شمشیر

باب نہم

ملک فتح کرنے کی تیاریاں کیں

جنگ کی تیاریاں

ذاتی حق تلفی اور دیگر بدعنوانیوں کا عذر، ولیم نے نارمن جاگیرداروں کی ایک مجلس میں پیش کیا جن میں ولیم فٹز اوزبرن، اوڈو (رئیس بائیو) روبرٹ (رئیس منٹگمری)، ہیو (رئیس آورانش)، ہیو (رئیس مونٹ فورٹ) اور ولیم (رئیس وارین) بہت ممتاز تھے اور ان کے نام تاریخ انگلستان میں بھی مدت دراز تک یادگار رہے۔ ولیم فٹز اوزبرن کی ہمنوائی میں ان جاگیرداروں نے کسی قدر تامل کے ساتھ شرکت جنگ اور فوج و جہاز مہیا کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ یوس ٹیس امیر بولون اور الان دائی بریتانی بھی ساتھ دینے پر رضامند ہو گئے اور اطراف یورپ سے جسمت آزماؤں کا ایک لشکر کا لشکر ولیم کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گیا کہ انگریزوں کے خلاف جہاد میں شریک ہو جس میں بہت کچھ اعزاز اور مال غنیمت ملنے کی امید تھی۔

ادھر ہیرلڈ بھی بیکار بیٹھا ہوا نہ تھا۔ ملک کو بچانے میں سب سے زیادہ تو اُسے بڑے کا بھروسہ تھا، پھر فوج خاصۂ رفقا اور ان کی جمعیت اور آخر میں عام احرار قوم کی فوج کا۔ شروع گرمیوں میں جہاز اور فوجیں جنوبی ساحل پر جمع ہوئیں اور مناسب مقامات پر دستے متعین کر دئے گئے۔ لیکن یہ اہتمام ذرا وقت سے پہلے تھا کیونکہ ولیم کو جہاز منوانے تھے اور اگست سے قبل اس کا بیڑا تیار نہ ہو سکا۔ ادھر اسی مدت تک ہیرلڈ کے سپاہی صبر نہ کر سکے۔ فصل کا زمانہ بھی آگیا تھا۔ آخر ہیرلڈ کو بے شبہ مادل ماحواستہ، رفقا اور احرار کو گھر جانے کی اجازت دینی پڑی اور صرف فوج خاصہ کے آدمی چھاؤنیوں میں باقی رہ گئے۔ ہیرلڈ بھی ہٹ کر لندن چلا آیا۔

ٹوس ٹاگ اور ہارڈراڈا

بدقسمتی سے اس وقت صرف نارمنڈی ہی کی جانب سے حملے کا خوف نہ تھا بلکہ ٹوس ٹاگ بھی اپنی امارت وایس لینے کے لئے بصرار تھا اور وطنی حقوق کو اس درجہ بھول چکا تھا کہ بیرونی امداد حاصل کرنے کی غرض سے مختلف بادشاہوں کے پاس ڈورنا بھیجتا تھا۔ ولیم وائی نارمنڈی

سنہ ۱۰۶۶ء

سے اس کی طرف حمدان التفات نہ کی کیونکہ گاڈون کے ایک بیٹے کو ہٹا کر دوسرے کو لایا اس کے معلومات میں داخل نہ تھا۔ برایں ہم ٹوسٹ ٹک نے کسی طرح حمد جہد رصرور فراہم کر لئے اور انگلستان کی بعض بندرگاہوں کو لوٹ کر دل ٹھنڈا کیا۔ ہیرلڈ کا بیڑا اس کی طرف بڑھا تو وہ اسکاٹ لینڈ مل گیا اور وہاں قرارداد سے یا محض القاقیہ ناروے کے بادشاہ ہیرلڈ الملقب بہ ہارڈریڈا (بمعنی "رنجائے سوری") سے ملاقی ہوا جو بطور خود انگلستان پر حملے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ یہ شخص اولاف (ولی) کا چھوٹا بھائی، اور ایسی جہاں گرد و خاکش قوم کا ایک نمونہ تھا۔ جوانی میں وہ اہل شمال کے اس لشکر کے ساتھ تھا جس نے رومی شہنشاہ کو قسطنطنیہ میں گھیرا۔ پھر بیت المقدس اور مصر گیا اور ایک مگرمچھ کو مار کر بہت نام پایا۔ بعد میں لڑائی کے سخت نوروے تک ہمجوا اور نہ صرف جنگجوئی میں شہرت پائی بلکہ مشہور تھا کہ ممالک شمالی میں اس سے زیادہ بلند قامت اور طاقتور کوئی نہیں۔ الغرض اگر ولیم کے لشکر میں سب رومانی بولنے والے ملکوں کے آدمی جمع ہوئے، تو ہارڈریڈا کے زیر قیادت بھی، ممالک شمال (اسکینڈی نیویا) کے ہر حملے کا بہترین نمونہ تھا۔

اس زبردست لشکر کو لیکر ٹوسٹ ٹک اور ہارڈریڈا سواحل انگلستان پر پہنچے۔ کلیولینڈ کو تاراج کیا، اسکاربرو میں آگ لگا دی اور وادی ہمبر میں داخل ہو گئے۔ نارتھمبریا والوں کا بیڑا وہارف کے راستے ٹمبڈ کا سڑیک ہٹ گیا تھا، لہٰذا حملہ آوروں نے جہاز نوریکال پر چھوڑ دیئے کہ وہارف اور آور کے سنگم کی نگہبانی کر لے ہیں، اور خود خشکی کے راستے مارک برحڑھائی کی۔ مبرلڈ کو امید تھی کہ ایڈون اور مورکر ایسی ریاست کے لئے جاں توڑ لڑیں گے اور واقع میں انھوں نے ۲۰ ستمبر چہار شنبہ کے دن حملہ آوروں پر بہ مقام فل فرڈ شدید حملہ کیا لیکن لڑائی میں انھیں کامل ہزیمت ہوئی اور وہ بہت نقصان اٹھا کے مارک کی طرف دھکیل دیئے گئے۔ اس حملے کی خبر سن کے ہیرلڈ اور اس کی فوج جادہ شمال کی طرف دوڑی لیکن وہ ۲۵ ستمبر کے دن مارک پہنچ سکی جہاں معلوم ہوا کہ ایک روز پہلے شہر والے شمالی حملہ آوروں کے مطالبے میں ہتھیار ڈال چکے ہیں۔ گو اتفاق سے حملہ آور

فلفرڈ اور اسٹیم فرڈ برج کی لڑائیاں

شہر کا قبضہ لینے کے باوجود آٹھ میل دور ڈرونٹ کے کنارے اسٹیمفرڈ برج میں مقیم ہوئے تھے اور وہیں ہیرلڈ بلا تاخیر اُن کے سر پر جا پہنچا اور پڑاؤ کے ایک حصے پر جو ندی کے دائیں کنارے تھا، یک بہ یک جا پڑا۔ پھر لڑتا بھڑتا تانگ پل سے گزرا اور جمعیت اصلیہ کی پھیلی ہوئی قطاروں میں تہلکہ ڈال دیا۔ حملہ آوروں کو ہر سمت کال نصیب ہوئی ٹوسٹگ اور ہارڈریڈا دونوں اپنے ہزاروں ساتھیوں سمیت مارے گئے اور سالہا سال تک مقتولوں کی ہڈیوں سے یہ میدان سفید رہے۔

ولیم کا ورود

مگر جس وقت ہیرلڈ یہ شاندار لڑائی جیت رہا تھا، جنوب کے ولیم نواسی کے چلنے کا انتظار تھا، مارسنوں کی رسد کی کشتیوں کو روہ بار کے پار انگلسان لا رہی تھی۔ اس کے بعد ہی پوری فوج بھی آپہنچی اور بلا مزاحمت پیون سی کی پھیلی ریتی پر اتری جہاں قریب ہی رومیوں کے ویران قلعے انڈریڈا کی شکستہ دیواریں ایک قدیم ترفع کی داستان سنا رہی تھیں۔ بادیا سواروں نے یہ خبر یارک بھجائی۔ ہیرلڈ کے منہ سے بے اختیار نکلا "اگر میں وہاں ہوتا تو وہ ساحل پر قدم نہ دھر سکتے تھے"۔ بہرحال اب بھی جس قدر جلد ہو سکا وہ اپنے بھائیوں گیرتھ اور لیوف وائن اور فوج خاصہ کو لنکر لندن کی طرف روانہ ہو گیا اور ابڈون و مورکر سے تاکیدی ہدایت کر دی کہ بلا تاخیر اپنی جمعیت لیکر آجائیں۔ جنوبی اضلاع اس کے دونوں بھائیوں کے علاقے اور وال تھیوف (ہیمپشیر وڈ) کے علاقے سے فوج کی بھرتی میں کوئی نسائل نہ ہوا۔ کارنوال سے مارٹوک اور ورسٹر شیر سے کمبرلینڈ تک ہر مقام کے رنقا اور احرار، مقررہ مقام پر آپہنچے مگر ایڈون اور مورکر نے اس وقت بھی الگ رہنے کی روش نہ چھوڑی۔ وہ بھول گئے کہ خود انھی کی نظر وڈ کی شکست کے باعث انگریزی فوجیں سمال میں آئیں ورنہ شاید ولیم ساحل انگلسان پر نہ اترتا۔ خلاصہ یہ کہ وہ رُکے رہے اور ہیرلڈ حملہ آوروں کی غارتگری کے قصے سنکر صبر نہ کر سکا اور مجبوراً ان کے بغیر فوج لے کے چل پڑا۔

جنگ ہیسٹنگز

اس اثنا میں ولیم ہیسٹنگز تک بڑھ آیا تھا۔ انگلستان کے جنوبی ساحل اور لندن کے مابین پہاڑیوں کے دو سلسلے ہیں

باب ہم

ایک ساحل کے قریب اور دوسرا ہیمز سے نزدیک تر ہے اور ان پہاڑیوں کے درمیان اُن دنوں ویلڈ کے جنگل پھیلے ہوئے تھے۔ غالباً سپہ سالاری کی عمدہ مہارت مقتضی تھی کہ انھی پہاڑیوں کے درمیان بڑھنے پر مجبور اور شمالی پہاڑیوں رسفالہ کیا جائے۔ لیکن ہیرلڈ نے اپنے ملک کے اتنے وسیع قطعات کی پامالی گوارا نہ کی اور گیرتھ کو بطور ہراول آگے بھی نہ جانے دیا بلکہ ملک کی پوری قوت ایک ہی فیصلہ کن میدان میں جمع کر دی۔ اسی پہلی لڑائی کو اس نے طاقت آزمائی کا اصلی موقع قرار دیا اور سنلیک کی پہاڑی پر، بتاریخ ۱۴ اکتوبر ۱۰۶۶ء، جو سسیکس کے لیکیس لٹس کے تہوار کا دن تھا، لڑنے کی ٹھان لی۔ جس قسم کی لڑائی ہیرلڈ کے ذہن میں تھی کہ ہر اور سانگ سے مسلح پیادوں پر تیر انداز و سوار حملہ کریں گے، اس کے لحاظ سے مقام کا انتخاب نہایت عمدہ تھا۔ یہ جگہ کئی اعتبار سے واٹرلو کے میدان جنگ کی یاد دلاتی ہے۔ یہ ایک ٹیکرا ہے جہاں سے ہیسٹنگز سے لندن آنے والا راستہ زد میں ہے، اور ہیسٹنگز سے قریب ہونے کے باعث ولیم کو اسے طے کئے بغیر چارہ نہ تھا، ورنہ اسے رسد نہ مل سکتی۔ اس طرح ہیرلڈ جنگی اصول کی رو سے بڑی حیثیت میں رہا کہ دشمن مجبور ہو گیا کہ وہ ہیں آکر جہاں ہیرلڈ اسے لانا چاہتا تھا، اور اسی طرح لڑے جس طرح ہیرلڈ کا منشا تھا۔ یہ ٹیکرا سالیک کی پہاڑی (جہاں اب قصبۂ بٹل آباد ہے) میل بھر کے قریب لمبی ہے اور انگریزوں کو کافی فرصت مل گئی کہ خندق کھود کے، اور شاید باڑھ لگا کر کے اپنا محاذ مضبوط کر لیں۔ آخری پچاس سال سے انگلستان کے سپاہی پیشہ جنگ آزما دو دستی تبر استعمال کرتے تھے اور تیروں سے بچنے کے لیے لمبی لمبی ڈھالیں ہوتی تھیں۔ صف جنگ میں فوج خاصہ کے سپاہی جن کی نسبت عام خیال تھا کہ ایک ایک دو دو معمولی سپاہیوں کے برابر ہوتا ہے، قلب میں استادہ ہوئے اور بازوؤں پر احرار و رفقاء جن میں سے بعض بحر سے بعض سالک اور قدیم دو دستی تلواروں سے مسلح تھے۔ ڈھالوں کے علاوہ منتخب و سپاہی گھٹنوں تک نیچی اور کہنیوں تک آہنین کی زرہیں پہنے ہوئے تھے۔ بادشاہ سے لے کے معمولی سپاہی تک ساری فوج پیادہ تھی اور اس موقع کے لئے تعداد میں نہ بظاہر کم تھی نہ ضرورت سے زیادہ لیکن اگر

باب نہم

اسٹیمفرڈ برج میں روح خاصہ کے اتنے آدمی نہ مارے جاتے اور بعض احرار کی بجائے ہیسٹنگز میں بھی وہی صف آرا ہوتے تو بہتر ہوتا کیونکہ کوشش اور دلاوری کے باوصف احرار ہی سے صف جنگ میں کمزوری پیدا ہوئی۔

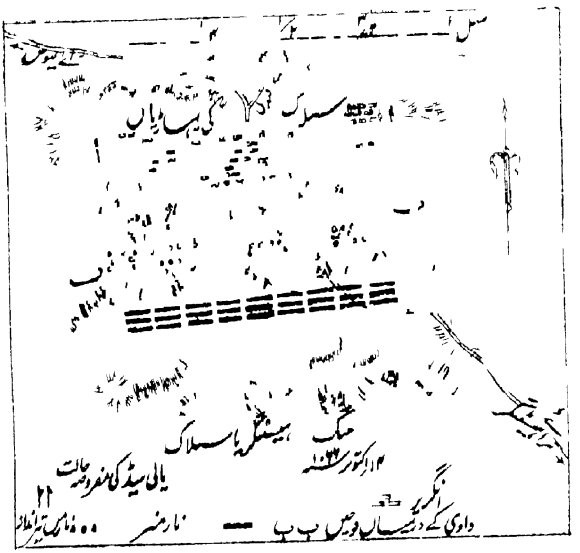

ادھر ولیم نے بھی اس عرصے میں اپنے لشکر کو بہترین طریق پر مرتب کر لیا تھا۔ اس کی فوج کا مایۂ قوت وہ زرہ پوش جنگ آزما تھے جو زیادہ تر سانگ یا چھوٹی برچھی سے لڑتے اور اسے پھینک کر مارتے یا قریب آکر گھونپ دیتے اور تیر انداز جن کو ولیم نے اس فن میں بہت کچھ مشاق و ماہر بنا لیا تھا۔ لیکن چونکہ لڑائی پہاڑی والوں سے لڑنی تھی لہذا یہ دونوں بہت دقت اور حصار میں رہے۔ ولیم کا منصوبہ یہ تھا کہ پیادوں کو تیر اندازوں کی مدد سے سامنے بڑھائے اور زرہ پوشوں کو مناسب وقت پر کام لینے کے لئے محفوظ رکھے۔ اس نے اپنے مرکب لشکر کی ترتیب، قومیت کے اعتبار سے کی تھی کہ میسرے پر برتیانی، قلب میں مارمن اور میمنے پر مطوعین تھے۔ یہ سب لوگ پیشہ ور سپاہی اور مل کر لڑنے کے اصول سے یقیناً خوب واقف تھے،

ماہ نہم

اور زیادہ تر اسی میں ولیم کی کامیابی کی اُمید مضمر تھی۔ دوسرے انھیں یہ بھی فائدہ تھا کہ اگر یہ دل میں بہرا مدار نہ تھے اور اس لئے حد تک دست بہ بدست لڑائی نہ ہو دشمن انھیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکتا تھا۔

صبح کے نو بجے لڑائی شروع ہوئی اور ہر حصہ زرہ پوش سوار، تیر انداز اور پیادے بھی جاں توڑ کر لڑے تاہم تین گھنٹے سے پہر تک انگریزی صف میں کوئی خلل نہ آیا خود ولیم جو تیر مردانگی کا نمونہ بنا ہوا تھا اور گیرتھ کو اس نے اسے ہاتھ سے قتل کیا۔ ادھر ہیرلڈ بھی استقامت کی مثال بنا، جس جگہ پر کھڑا تھا، جہاں دشمن کا اثر زور تھا اور خود اس کا، تمیر رن کا علم اڑ رہا تھا۔ حملہ آوروں کی ہمتیں پست ہونے لگی تھیں اور بعض تو واپس ہٹنے کے مشورے بھی دینے لگے تھے کہ اتنے میں ایک اتفاقی واقعے نے ولیم برعکس کی کمزوری عیاں کر دی۔ دراصل انگریز اصرار اختیار کر کے بھک گئے تھے اور بعض مارش سپاہیوں کو بھاگتے دیکھ کر اُن سے صبر نہ ہوا اور مائیں طرف سے صفیں توڑ کر نیچے دوڑ پڑے جس سے ان کی قطار میں فصل خالی رہ گیا۔ ولیم نے ہدایت خداداد سے فوراً مسئلہ سمجھا اور فریب سے فراری کا حکم دے دیا۔ اس کے آمودہ کار سپاہیوں نے اس احکام پر بڑی خوبی سے عمل کیا اور یکبارگی پلٹ کر دشمن کی خالی صف میں جا گھسے اور بازو سے عقب لشکر پر حملہ کیا۔ ایسی خرابی خود والٹر لوس و لنکلن کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیتی اور یہی انجام ہیسٹنگز میں ہیرلڈ کے منصوبوں کا ہوا۔ تاہم کچھ دیر تک فوج خاصہ کی ڈھالوں کی دیوار اپنی جگہ پر قائم رہی اور ممکن تھا کہ تھوڑی دیر میں پسپائی کا موقع نکال لے کہ اتنے میں ولیم نے تیر اندازوں کو اوپر کے رُخ تیر چلانے کا حکم دیا تاکہ ان کے تیر انگریزوں کے سر پر گریں اور یہ چال بھی پہلی کی طرح پوری کامیاب ثابت ہوئی۔ ہیرلڈ کے بھائی گیرتھ اور لیوف وائن پہلے مارے جا چکے تھے اب وہ خود کام آیا اور رات ہوئی تو میدان قتال مارسوں کے قبضے میں تھا اگرچہ شکست خوردہ انگریز خوف زدہ نہ ہوئے تھے بلکہ پسپائی میں بھی گرانی دکھاتے اور جہاں اچھا موقع ملتا، پیچھا کرنے والوں پر پلٹ پڑتے تھے۔ اس قیامت کی لڑائی چار سو برس تک انگلستان کی سرزمین میں نہ ہوئی اور ٹاؤٹن کے معرکے تک اتنے آدمی کسی انگریزی میدان میں کھیت نہیں رہے۔ ٹاؤٹن کی طرح، یہاں بھی

باب نہم

صرف حکمت نے لڑائی جیتی اور فاتح اور مفتوح دونوں نے ایسی جانبازی دکھائی کہ دونوں کے اخلاف معرکہ سنلیک پر ناز کریں تو بجا ہے اور اب جب کہ انگریز و نارمن واحد قوم کی صورت میں متحد ہو چکے ہیں وہ اسی جنگ کے حملے اور دفاع کو پیش کر کے کہہ سکتے ہیں کہ برطانی فوج کیا کچھ کمال دکھا سکتی ہے؛

ہیسٹنگز کی شکست میں گرانی اس لئے پیدا ہوئی کہ بہترین انگریز سردار مارے گئے۔ ہیرلڈ اور اس کے بھائیوں کی جگہ لینے والا کوئی سامنے نہ آیا۔ ایڈگر محض خورد سال بچہ اور ایڈوِن و مورکر بیکار سے بدتر تھے ورنہ بہت ممکن تھا کہ لڑائی جاری رہتی۔ ہیسٹنگز کے باقی ماندہ سپاہی پھر جمع ہو سکتے تھے بجالیکہ نارھمپٹن اور مرسیہ پر تو ہنوز کوئی آنچ ہی نہ آئی تھی۔ مگر ہوا یہ کہ کوئی قیادت کرنے والا ہی نہ رہا اور ولیم کو آزادی مل گئی کہ جو چاہے وہ کرے؛

ولیم کی پیش قدمی لندن پر

سب سے اول تو اس نے اپنی واپسی کا راستہ محفوظ کیا کہ ڈوور، رومنی اور ونچسٹر پر قبضہ کر لیا۔ پھر کینٹربری کے راستے ساؤتھورک پر بڑھا اور اس بستی کو جلا دیا۔ مگر لندن کے پل کو یہاں اثر نے کی سجائے وہ ٹیمز کے کنارے کنارے والنگ فرڈ تک لوٹ مار کرتا ہوا اور وہاں سے مڈی اثر کے برک ہیم اسٹیڈ ہیم جیسے ڈال دئے۔ اس نے یہ جگہ نہایت سوچ سمجھ کر منتخب کی تھی کہ والنگ فارڈ اور اک ہیلڈ قبیلوں سے ہراساں یہاں آکر ملتی تھیں اور اس کے زد میں آجانے سے لندن کا باہر سے تعلق بالکل ٹوٹ گیا؛

ولیم بادشاہ منتخب ہوتا ہے

اس اثنا میں مجلس عقلا نے ایڈگر اتھلنگ کو بادشاہ منتخب کر لیا تھا لیکن شمال والوں کی مدد کے بغیر وہ بالکل بے دست و پا تھا اور ولیم سد راہ نہ بھی ہو تو بھی ایڈوِن اور مورکر ایڈگر کو بچانے کا جوکھم لینے پر آمادہ نہ تھے۔ یہ بات روز بہ روز عیاں ہوتی گئی تو شاید یہ سوچ کر کہ ممکن ہے ولیم دوسرا کینیوٹ ثابت ہو جنوب کے اکثر عمائد نے جن میں ایڈگر بھی شامل تھا، باضابطہ سخت و تاج ولیم کے سامنے پیش کیا اور اس کے قبول کر لینے سے تاریخ انگلستان کا ایک نیا دور شروع ہوا؛ مجموعی طور پر ہمیں ہیسٹنگز کے نتیجے کا غم نہ ہونا چاہیئے۔ برطانی قوم کی تخلیق و تکمیل میں یہ بھی ایک

باب ہم

ضروری، اگرچہ رنج دہ تھا۔ جس طرح کلیسائے روما کے ساتھ مل جانے سے انگلستان کو بہت سے فوائد پہنچے اسی طرح اس ملک کا اقوام یورپ کے گروہ کا ایک اہم فرد بن جانا بھی کچھ کم نتیجہ خیز نہ تھا۔ مارس حاضر ملک داری کی بہتریں قابلیت اوران کے دسی علما یورپ کی اعلیٰ سے اعلیٰ نمائندگی اپنے ساتھ لائے اور ہر جدید کسی قوم کا تفوق ہوتا اس کے دل پر بہت گراں ہوتا ہے تاہم سچ یہ ہے کہ ہیرلڈ کی شکست سے فرنچیس حکام کی اولاد کو جتنے بڑے بڑے فائدے پہنچے، وہ اس کی فتح پانے کی صورت میں پہنچے ممکن نہ تھے۔

حاص خاص سنین

ولیم کی سیاحت انگلستان	سنہ ۱۰۵۱ء
ٹوس ٹک کا احراج ماتھلڈ سے	سنہ ۱۰۶۵ء
اسٹیمفرڈ برج کی لڑائی	سنہ ۱۰۶۶ء
ہیسٹنگز کی لڑائی	۱۴ اکتوبر سنہ ۱۰۶۶ء

تقابل صفحهٔ ۱۱۶

جزو دوم

انگلستان کے نارمن بادشاہ

سنہ ۱۰۶۶ تا سنہ ۱۱۵۴ء

باب اول

شجرۂ ملوک نارمن

ولیم فاتح و ماٹلڈا

سنہ ۱۰۶۶ تا سنہ ۱۰۸۷ء

- روبرٹ — ڈائی مارمنڈی — ولیم
- ولیم روفس — سنہ ۱۱ سالہ
- ہیری اول — سنہ ۱۱ تا سنہ ۱۳۵ سالہ
  - ولیم
  - ماٹلڈا روحۂ (۱) ہیری پنجم (۲) جیوفری (مرانجو)
    - ہیری ثانی — سنہ ۱۱۵۴ تا سنہ ۱۱۸۹ سالہ
  - روبرٹ
- اڈیلائڈ روحۂ ایتھیس امیر بلوس
  - ایتھیس ہیری — سنہ ۱۱۳۵ تا سنہ ۱۱۵۴ سالہ
    - یوس ٹیس ویلیو

ملوک اسکوٹ لینڈ

سنہ ۱۰۶۶ تا سنہ ۱۲۱۴ء

ڈنکن اول

- میل کوم — ڈوماڈیس
- (ڈنکن) — اڈگر — الیک زنڈر — (ماٹلڈا) (روحۂ ہیری اول شاہ انگلستان) — ڈیوڈ اول
  - (ہیری امیر ہنگ ڈن)
    - میل کوم چہارم
    - ولیم (الاسد)
    - ڈیوڈ

باب اوّل

ولیم اوّل

۱۰۶۶ء تا ۱۰۸۷ء

(ولادت ۱۰۲۷ء س کنحدائی ماما ٹلڈا (سہرادی فلینڈرس) ۱۰۵۲ء)

ملوکِ معاصر:	اسکاٹ لینڈ	مل کوم مالت ۱۰۵۶ء تا ۱۰۹۳ء
	فرانس	فلپ اوّل ۱۰۶۰ء تا ۱۱۰۸ء
	تہسماہ	ہنری رابع وفات ۱۱۰۶ء
پاپا	اگزیدر	ثانی و گرگوری ہفتم

ولیم فاتح

ولیم فاتح کی تاجپوشی کی رسم ۱۰۶۶ء کے میلاد مسیح کے دن' ویسٹ منسٹر میں ادا ہوئی۔ رسمی طور سے اسے مجلس عقلا نے انتخاب کیا اور حقیقت میں اس کا حق حکمرانی ہیسٹنگز کی فتح سے حاصل ہوا تھا لیکن تمام سرکاری کاغذات سے ہیرلڈ کا نام اڑا دیا گیا اور ولیم کو ایڈورڈ (تائب) کے جانشین کی حیثیت سے یاد کیا جانے لگا۔ یہ بات کہ اس کی بادشاہی صرف انتخاب پر مبنی نہ تھی بلکہ اس میں تلوار کا بھی دخل تھا' تاجپوشی ہی کے روز ایک

ماساوّل

خوف انگیز واقعے سے ظاہر ہوگئی۔ یعنی عمارت کے اندر حسب معمول تاج پہنانے وقت صدر اسقف نے حاضرین سے تائید چاہی تو عمارت کے باہر جو نورمن سپاہی پہرے پر تھے وہ تائیدی نعروں کو سنکر یہ سمجھے کہ اندر کوئی فساد یا بلوہ ہوگیا اور انھوں نے آس پاس کے مکانوں میں آگ لگادی اور یہ دن اسی گشت وخون اور تباہی میں ختم ہوا۔ ہاں ہمہ رسمی انتخاب وتاجپوشی فوائد سے خالی نہ تھی کیونکہ ان سے ولیم صحیح معنی میں بادشاہ جائز ہوگیا اور اس کے خلاف ہر قسم کی سعی وتدبیر قانون کی نظر میں جائز لڑائی نہیں رہی بلکہ بغاوت وعداوت بن گئی۔

مگر پورا ملک فتح ہونے میں ابھی بہت کسر تھی۔ ہیسٹنگز میں ولیم نے ہیرلڈ کی تنخواہ دار فوج اور صرف جنوبی اور جنوب مشرقی اضلاع کی جمعیتوں کو ہزیمت دی تھی۔ اور نہ صرف مارتھمبریا اور مرسیہ بلکہ جنوب مغربی اضلاع سے لڑنا باقی تھا۔ ایڈوِن ومورکر کے ارادے پہلے تو پردۂ خفا میں تھے لیکن عید ہی ہفتے میں انھوں نے حاضر دربار ہوکر ولیم کی بادشاہی تسلیم کرلی اور اس طرح ۱۰۶۶ء کے اوائل میں نئے بادشاہ کو قریب قریب وہی مرتبہ حاصل ہوگیا جو ایڈورڈ (کبیر) کو وِین لا یعنی ڈینی اضلاع کی فتح سے قبل میسّر تھا۔ ولیم نے بھی اس اظہار اطاعت کو قبول کرلیا اور ان امیروں کو اپنی ریاستوں میں برقرار رہنے دیا اور صرف خاندانِ گاڈوِن یا اُن لوگوں کی جاگیریں اپنے نارمن ساتھیوں میں تقسیم کرنے پر قناعت کی جو ہیسٹنگز میں حملہ آوروں کے خلاف آکے لڑے تھے۔

بغاوتیں

مارچ ۱۰۶۷ء میں ولیم چند روز کے لئے نارمنڈی گیا اور انگلستان کا انتظام اپنے علاتی بھائی اوڈو (اسقف بائیو) اور اپنے عزیز دوست ولیم فٹز اوزبرن کے حوالہ کرگیا۔ اوڈو اپنے ہم قوموں کی نظر میں محبت واحترام دونوں کا مستحق تھا اور اوزبرن جب تک زندہ رہا ولیم ہر دشوار کام میں اسے ضرور طلب کرتا تھا۔ ان سب باتوں کے باوجود بادشاہ کے غیاب میں بظاہر قابو طلب نارمنوں کی خردماغی سے اہلِ انگلستان تنگ آکر لڑنے پر تیار ہوگئے۔ ہیریفرڈ شیر میں ایڈرگ (وحشی) کے زیر قیادت اور کینٹ میں یوسٹیس (امیر لوبون) کی مدد سے لوگوں نے بغاوت کردی۔ مگر

ان کا ایس میں کوئی تعلق نہ تھا اور جو کہ ولیم ایڈگر، ایڈون، مورکر وغیرہ ممتاز اشخاص کو اپنے ساتھ لے گیا تھا، لہذا ان بغاوتوں کو ایک متحدہ قومی تحریک بنانے والا کوئی نہ تھا اور اسی لئے وہ آسانی سے فرو کر لی گئیں۔ لیکن واپس آکر ولیم نے باضابطہ یورپے حریرے کی فتح پر کمر باندھی اور سب سے اوّل ایکزیٹر پر توجہ کی جہاں گاڈون کی بیوہ گیتھا اور اس کے پوتے یعنی ہیرلڈ کے بیٹوں نے پناہ لے رکھی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایکزیٹر والوں کے ذہن میں کچھ اس قسم کا بھی خیال تھا کہ ان کا شہر آزاد چھوڑ دیا جائے۔ مگر ولیم نے ایسی نیم اطاعت کو قبول نہ کیا اور اٹھارہ دن کے محاصرے میں شہر والوں نے ہتیار ڈال دئے۔ ہیرلڈ کے گھر والے بچ کے نکل گئے۔

اسی سال ایڈون، مورکر اور ایڈگر (اتھلنگ) دربار سے نکل بھاگے اور برائے نام ایڈگر کی سرداری میں شمال والوں نے بغاوت کی۔ چونکہ باغیوں کو شاہ ڈین مارک سے بھی مدد ملنے کی امید تھی، لہذا معاملہ زیادہ سنگین بن گیا تھا اور ولیم کو اس کا قلع قمع کرنے کی غرض سے خود شمال کی طرف جانا پڑا۔ وہ آہستہ آہستہ بڑھا مگر ہر قدم پر مضبوطی کرتا ہوا یعنی ایڈورڈ (کبیر) کی طرح، اس نے وسطی اصلاع میں ایک ایک شہر تسخیر کیا اور ان میں مضبوط حصار بنا دئے جن میں ضروری سازسامان کا عمدہ انتظام اور ایسی طاقتور مقامی فوج متعین تھی کہ کوئی باغی ایسی اراضی کو اس سے محفوظ نہ سمجھ سکتا تھا۔ دوسرے شہروں کی مثل، وارک اور ماٹنگ ہم کے ساتھ بھی یہی عمل ہوا۔ ولیم کی آمد آمد سکر ایڈون و مورکر کی ہمت ٹوٹ گئی۔ انھوں نے لے اطاعت قبول کر لی اور ایڈگر اسکاٹ لینڈ فرار ہو گیا۔ ولیم نے سمی یارک میں ایک بالا حصار بنانے پر اکتفا کی اور وہ لیم سلیٹ کو قلعہ دار مقرر کیا۔ پھر جنوب کی طرف پلٹ کر اس نے لنکن، اسٹمفرڈ اور کیمبرج میں قلعے تعمیر کئے۔ نیٹنگز، ڈوور، وچسٹر، لندن، نارچ، ایکزٹر اور رئل میں وہ پہلے قلعے بنوا چکا تھا۔ لہذا اب جنوبی علاقے پر مستقل تسلط کے انتظام میں کوئی کسر نہ رہی اور ہیرلڈ کے بیٹوں نے دو مرتبہ مغربی اصلاع کو بھڑکانے کی جو کوششیں کیں، وہ بالکل ناکام رہیں۔

لیکن شمال، حقیقت میں ابھی مطیع و منقاد نہ ہوا تھا اور ۱۰۶۹ء میں ڈین والوں نے

رو برٹ (کومیی) کو مار ڈالا جس نے ناعاقبت اندیشی سے ولیم کے کہنے پر نارتھمبریا کی نوابی قبول کر لی تھی۔ اس واقعے سے یارک والوں کو بھی تحریک ہوئی اور انھوں نے بادشاہ سے انحراف کیا۔ دوبارہ ولیم یارک گیا اور آوز کے مقابل اس نے ایک اور قلعہ بنوایا۔ لیکن سردیوں میں ڈرہم اور یارک والوں کا ایک بڑا بیڑا ہمبر میں داخل ہو گیا وال تھیوف کے انگریز سپاہی بھی انھی لوگوں سے مل گئے اور یارک کے دونوں چوبی قلعے جلا کے مقامی ساہبوں کو ہلاک ما صد کر لیا۔ اس لڑائی میں وال تھیوف نے دانی دلیری اور قوت کی بنا پر بڑی ماموری پائی؛

ولیم نے تیسری مرتبہ یارک پر چڑھائی کی۔ وہاں والوں کی سرکشی سے پیمانۂ صبر لبریز ہو چکا تھا لہذا اب کے اس نے ٹیز اور ہمبر کے درمیان سارے مزروعہ علاقے کو پامال کر ڈالا کہ اس کے جنوبی ملک اور شمالی باغیوں کے بیچ میں ویران علاقہ پڑا رہ جائے۔ وال تھیوف نے مایوس ہو کر اطاعت قبول کر لی۔ ڈین مارک کے بیڑے کو رومیہ دے دیا گیا کہ وہ لڑائی میں کوئی حصہ نہ لے اور اس طرح شمال کی شورش فرو کر کے ولیم پہاڑیوں کے پار چیشیر آیا اور چیسٹر کو مسخر کیا کہ انگریزی شہروں میں اب یک آزادی کا دم بھرنے والا صرف یہی ایک شہر باقی رہ گیا تھا؛

اس عرصے میں ایڈگر شاہ اسکاٹ لینڈ کے پاس پناہ گزیں تھا مگر سوائے اس کے کہ ٹوئیڈ کے پار ایڈنبرا کے شمالی پرگنے تاراج کرائے اس نے اور کچھ نہ کیا اور اس غارتگری کا نتیجہ یہ ہوا کہ ولیم کی رحمدلی یا ساحل سے شمال میں جو کچھ باقی رہ گیا تھا وہ شاہ اسکاٹ لینڈ میل کم کی دست درازی کا شکار ہوا اور یہ پورا خطہ جو جنوب کی نسبت ہمیشہ سے کم آباد و کم زرخیز تھا اب ایسا تباہ ہوا کہ اٹھارھویں صدی کے آخری نصف میں صنعتی ترقی کے دوبارہ فروغ عظیم پانے سے قبل شاید اسے کبھی فلاح و بہبود یا تناسب تہذیب و تمدن کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوا؛

چیسٹر کی تسخیر (۱۰۶۹ء) نارمن فتح کی تکمیل ظاہر کرتی ہے لیکن اسی سال فینس کے ماتحندے ہیرورارڈ کے زیر علم الٹھ کھڑے ہوئے اور اس نے جزیرۂ ایلی کو اپنا جنگی مامن قرار دیا۔ ۱۰۷۱ء میں ایڈون و مورکر کو بھی بغاوت کی ہمت ہوئی مگر ایڈون تو اسکاٹ لینڈ نکل جانے کی کوشش میں غالباً اپنے ہی ساتھیوں کے

ہاتھ سے مارا گیا اور تمور کرنے ہیرورڈ کی تبرکت اختیار کی۔ پھر بھی یہ بغاوت دیر پا نہ نکلی۔ ولیم نے کیمبرج کو مستقر بنا کے ایلی پر خشکی اور تری، دونوں طرف سے حملہ کیا۔ ہیرورڈ تو بطا ہر بچ نکلا مگر تمور گرفتار کیا گیا اور عمر قید کی سزا پائی۔ پھر ہیرورڈ نے بھی اطاعت قبول کر لی اور وال تھیوف کی طرح مورد الطاف بن گیا۔ ایلی کی بغاوت انگریزوں کی قومی آزادی کی بہ حیثیت ایک انگریز قوم کے قایم رکھنے کی راہ میں آخری کوشش تھی۔

جب یہ بغاوتیں ختم ہو گئیں تو ولیم ملک کے اندرونی معاملات پر متوجہ ہوا اور اپنی حکمت عملی کے حاصل خاص مقصد یہ قرار دئے کہ (۱) ملک پر قبضہ محفوظ و مستقل قائم ہو (۲) اس کے نارمن رئیسوں کو مناسب انعام و اکرام دیا جائے۔ اور (۳) نارمن امرا حد سے زیادہ طاقتور نہ ہونے پائیں۔ پہلا مقصد بہت کچھ تو جنوب میں قلعے بنانے اور شمال کو تاراج کرنے سے حاصل ہو چکا تھا لیکن اب اس نے خود اپنی طرف سے نارمنوں کو پیٹے پر زمینیں دیں جس سے ہر ضلعے میں نارمن جاگیرداروں کی حکمراں جماعت مرتب ہو گئی جو گویا بادشاہ کے نائب ہوتے تھے اور سوائے چند پرگنوں کے ہر جگہ انگریز باشندے انھی نارمنوں کے محض کاشتکار رہ گئے۔ چند آزاد انگریز زمیندار جو باقی رہ گئے تھے، انھیں بھی مجبور کیا گیا کہ اپنے حق ملکیت کی تصدیق بادشاہ سے کرائیں اور اس طرح جنوبی ساحل سے ٹویڈ تک ساری زمین کی اصلی ملکیت بادشاہ کے ہاتھ میں آگئی۔ ان عطیات نامہ جاگیروں کی شرط یہ ہوتی تھی کہ پٹہ دار سال میں چالیس دن کے لئے غالباً پانچ یا پانچ کے پہاڑے ہی کا ایک عدد مبارزین مہیا کرنے کا ذمہ دار ہوتا تھا جو بادشاہ کی ذاتی خدمت انجام دیتے تھے۔

ولیم کی حکمت عملی

لیکن اصلی دشواری بڑے امرا کو قابو میں رکھنا تھی جس سے ایک طرف تو یہ اندیشہ تھا کہ بادشاہ سے سرتابی کرنے لگیں گے اور دوسری طرف یہ کہ عوام الناس کی آزادی کا شائبہ تک مٹانے پر تل جائیں گے۔ جرمانیہ اور فرانس میں یہی ہو چکا تھا اور انگلستان میں اگر اس کی نوبت نہ آئی تو یہ ولیم فاتح ہی کے

تدبر کا نتیجہ تھا۔ وہ خود والی نارمنڈی رہ چکا تھا اور چاہتا تھا کہ خود اُس کے ماتحتوں میں کوئی شخص انگلستان میں اتنا اقتدار حاصل نہ کر سکے۔ اسی بنا پر اپنے رفیقوں کو خطابات اور جاگیریں دیتے وقت اُس نے بڑے غور و فکر سے ایک تدبیر سوچی اور اسی کے مطابق عمل کیا۔ امیر (ارل) کا خطاب معدودے چند اشخاص کو دیا گیا اور اگر اس کے پاس دو پرگنے تھے تو وہ ایک دوسرے سے متصل نہ رہنے دیے۔ انعام دینے کے لئے زمینوں کی کچھ کمی نہ تھی کیونکہ ہیسٹنگز میں جو لوگ لڑے ان سب کی زمینیں ولیم نے ضبط کر لی تھیں اور یہی بعد کی بغاوتوں میں بھی مال آمد کیا تھا۔ مزید برآں شمالات کی زمینیں جو کچھ باقی تھیں وہ بھی سب بادشاہ کی جاگیر شمار ہونے لگی تھیں۔ یہ وسیع اراضی ولیم نے اپنے ساتھ والوں میں تقسیم کر دیں مگر خیال رکھا کہ اگر کسی کو کئی کئی مقطعے ملیں تو وہ مختلف اطراف ملک میں ہوں۔ مثلاً جود و لیم کے علاتی بھائی روبرٹ (امیر مورٹین و کارنول) کو ۹۳، مقطعے یا گاؤں ملے مگر یہ سب اضلاع میں بٹے ہوئے تھے، پھر یہ کہ شرف یا بادشاہی عامل کے اختیارات بجنسہ رہے دیے اور اب اگر کوئی امیر یا جاگیردار اپنی جمعیت فراہم کرنی چاہتا تو سرکاری عامل کے لئے اس کے دستوں کا الگ الگ قلع قمع کر ڈالنا مشکل نہ تھا۔

تفصیلی صحت کے ساتھ نظر ڈالئے تو اس کلئے میں تین مستثنات بھی تھیں۔ ایک تو ڈرہم کی اسقفی دوسرے کینٹ اور تیسرے چیسٹر کی امارت۔ جہاں پورا ضلع ایک ایک امیر کے حصے میں تھا۔ اور بادشاہی پٹہ داروں کی بجائے تمام زمیندار وہاں کے امیروں کے پٹہ دار تھے۔ بجز پادریوں کے۔ رہی ڈرہم کی اسقفی، تو اس کا منشا یہ تھا کہ اسکاٹ لینڈ کی طرف سے حملوں کی پاسبانی کریں۔ اور چونکہ یہ منصب موروثی نہ تھا، لہٰذا خالی ہونے پر ہر دفعہ بادشاہ ایسا آدمی مقرر کر سکتا تھا جو اس کے ساتھ حسن عقیدت رکھتا ہو۔ کینٹ کی امارت بھی اوڈو کو دی گئی تھی جو ایک مذہبی آدمی تھا اور اس کے بعد کوئی جانشین مقرر نہیں کیا گیا۔ البتہ صرف چیسٹر کی مالا متیاز امارت ہیو (امیر آوراش) کو ملی جس کا کوئی کلیسائی منصب نہ تھا۔ اسی طرح روبرٹ (امیر مانٹگمری) ٹمروزری اور ولیم فٹز اوزبرن ہیریفورڈ

میں بااختیار امیروں کی حمیت رکھنے تھے اور وہ بڑی سرحد کے بھی امیر بادشاہ کی رعایا میں سب سے طاقتور تھے مگر خوش نصیبی سے ان کا زیادہ تر وقت اپنے ہمسایہ وطریوں سے جنگ و جدال میں گزرجاتا تھا۔

نو عمر ایڈورڈ بھی ولیم نے کہ استعمائے جینڈ سب اسے ہاتھ میں رکھے۔ ان کے طلعہ دار خود نامزد کرتا اور وہاں کی مقامی فوجوں کو سپاہی طرز سے تنخواہ ملتی تھی۔ یہی سبب تھا کہ ممالک یورپ میں تو قلعے رہزنی اور سورش کا گھر بن گئے تھے اور اس لیے برخلاف ولیم کے زمانے میں یہ قلعے ایسی نواح میں نارمنوں اور انگریزوں میں جہاں امن کے خصائص تھے۔

جس طرح ولیم نے نارمنوں کو ہر جگہ زمینداری میں توفیق دی اسی طرح کلیسائی عہدوں کے صدر بھی نارمن یا پردیسی مقرر کیے۔ خانقاہوں اور اسقفی حلقوں میں جو جگہ خالی ہوتی بامعرفی سے بھائی بھتیجے انگریز کی بجائے کسی پردیسی کا نصرتمل میں آیا بنشلم میں انسلم کینٹ جس کی صدر اسقفی ہمنسہ سے نذ بدب میں بھی بھلا دیا گیا اور اس کی بجائے ولیم نے اپنے دوست اور مشیر لین فرنیک کو مقرر کیا جو کاس کی خانقاہ سینٹ اسٹیفن کا متولی تھا۔ اسی کے تہ مت زمانے میں ٹامس (متولی بائیو) یارک کا صدر اسقف مقرر ہوا یہ اپنے زمانے کے علمائے کبار میں شمار ہوتا تھا۔ مگر لین فرنیک بہایت مدبر آدمی تھا اور اس نے انگریزی کلیسا میں جو رد و بدل کیے وہ مجموعی طور پر فائدہ مند ثابت ہوئے۔ اس نے نارمن جلسے کر کے اصلاحی حالت درست کی حصول علم کی تحریص کی اور راہبوں کو از سر نو ضوابط کا پابند بنایا۔ اس زمانے میں سب سے بلند خیال اشخاص کی جو رائے تھی اس کے مطابق لیس فرنیک نے پادریوں میں تناہل کو بھی ممنوع کر دیا۔ یہ سب تعزیرات ایسے تھے جن سے علمائے مذہب کا ایک جداگانہ فرقہ تیار ہونے لگا۔ ادھر ولیم نے برگے کی بجائت میں اسقف کو جاگیردار بانواب کے پہلو بہ پہلو مسند صدارت پر بیٹھنے سے روک دیا اور خود اسقفی عدالتیں علیحدہ بنادی تھیں جن میں کلیسائی یا دینی جرائم کی تحقیقات ہوتی تھی۔ لہذا اس حکمت عملی کا مجموعی اثر یہ ہوا کہ مذہب و سیاست نمایاں طور پر

ایک دوسرے ممتاز اور جدا ہو گئے ہیں۔

ان تبدیلیوں کی بدولت تمام موقر عہدوں پر انگریزوں کی بجائے بردیسی اشخاص مامور ہو گئے لیکن قدیم انگریزی آئین و قوانین کو کالعدم۔ کیا گیا بلکہ مجلس عقلا سے لے کر پنچایت تک کی تمام انگریزی پنچایتیں وغیرہ بحسنہ قائم رہیں اگرچہ ان کی وقعت میں بہت کچھ فرق آگیا۔ بڑے آدمیوں کی زبان بے شبہ فرانسیسی تھی لیکن انگریزی کا استعمال ترک کرانے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی اور خیال کیا جاتا ہے کہ حوردا دشاہ نے اپنی رعایا کی زبان درساً درساً سیکھی تھی۔ اس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ وہ انگریزی قوانین معلوم کرنے چاہتا تھا اور اسی غرض سے ۱۱۰۱ء میں ہر ضلع سے ۱۲، ۱۲ معمر اشخاص طلب کئے تھے کہ بحلف ملک کے رواج اور معمولات بیان کریں۔

خارجی حکمت عملی اس اندرونی حکمت عملی پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ ولیم قدیم انگریز بادشاہوں کے حقوق کی پوری طرح حمایت کرتا رہا۔ اس نے اسکاٹ لینڈ پر چڑھائی کی اور ٹے کے کنارے ارنھمی تک بڑھتا چلا گیا۔ اور میل کم کو مجبور کیا کہ (۱۰۷۲ء میں) اس کی رفاقت کا اقرار کرے۔ غالباً اسی معاہدے کی رو سے اس نے ایڈگر ایتھلنگ کا اخراج کرایا جس کا ذکر آیندہ ہم پڑھتے ہیں کہ وہ امیر فلینڈرس کے ساتھ رہتا ہے۔ اس واقعے سے ایک سال پہلے میل کم نے بادشاہ کی بہن مارگریٹ سے شادی کر لی تھی جس سے اسکاٹ لینڈ کی تاریخ میں ایک نئے باب کا آغاز ہوا کیونکہ اب تک یہاں کے رئیسوں نے اپنی قلمی حصائص کو خالص و محفوظ رکھا تھا لیکن میل کم کا قیام سیوارڈ کے ساتھ رہا اور وہ انگریزی طور طریق سیکھکر انھیں بہت پسند کرنے لگا جس کی تصدیق مذکورہ بالا شادی سے ہو گئی۔ اسی زمانے سے لوتھین کی انگریزی امارت اسکاٹ لینڈ میں سب سے باوقعت سمجھی جانے لگی۔ بادشاہ اور درباریوں نے انگریزی عادات اختیار کر لیں۔ سالہا سال تک شاہ اسکاٹ لینڈ، دربار انگلستان میں اول درجے کا منصب دار مانا جاتا تھا اور ویلز کے رئیسوں پر بھی انگریزی بادشاہ کی سیادت پوری پابندی سے جتائی جاتی تھی۔ اسی کے ساتھ آئرستان میں بھی رسوخ حاصل کرنے کی کچھ نہ کچھ کوشش ہوتی رہی۔ ڈبلن کے دو ڈینی صدر اسقف کے بعد دیگرے دستار بندی

مالک

کے لئے لنس فرنیک کے پاس آئے اور کہا جاتا ہے کہ ولیم یک بہ یک فوت نہ ہو جاتا تو وہ اس جزیرے کو سخ کرنے کی ضرور سعی کرتا۔

ولیم کے تعلقات پاپا سے

پاپا گریگوری ہفتم (یعنی ہلڈبیرانڈ) کے ساتھ ولیم کے بہت کچھ تعلقات رہے لیکن انگلستان کو ایک پاپائی ملک یا جاگیر تسلیم کرنے سے اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ اس کے کسی پیش رو نے ایسا نہیں مانا تھا۔ اسی کے ساتھ وہ شرائط اصطاط سے تلخم بند کر دیں جن کے ماتحت پاپا کا کلیسائے انگلستان پر اقتدار زائم رہ سکتا تھا۔ اس غرض سے کہ انتخابات میں جھگڑے نہ پڑیں، یہ اصول ماند ہوا کہ "پاپا کا کوئی حکم انگلستان میں واجب العمل نہ ہوگا تاوقتیکہ بادشاہ کی طرف سے اس کا تعاد نہ ہو" اور اس خیال سے کہ کہیں پاپائی فرامین خود بادشاہی اصطارات میں رخنہ اندازی کریں، یہ قرار پایا کہ کوئی پاپائی فرماں وصول ہی نہ کیا جائے گا۔ جب تک کہ بادشاہ اس کا تعاد نہ کرلے؛ مزید برآں علمائے دین کا کوئی جلسہ بغیر شاہی منظوری کے، اور کوئی دایوں ماضابطہ بغیر شاہی اصطواب کے مرتب نہ ہو سکتا تھا۔ انگلستان کے باہر شاہی عہدہ داروں کو مذہب سے خارج اور مردود کیا جا سکتا تھا اور اس رواج سے طرح طرح کے جھگڑے مذا ہوتے تھے۔ لہذا ولیم نے حکم دیا کہ کلیسائی عدالتیں اس کے منصب داروں یا عاملوں کو کسی گناہ کے باعث مذہب سے خارج نہیں کر سکتیں نہ مقدمہ چلا سکتی ہیں جب تک کہ بادشاہ صراحتہً اس کی منظوری نہ دیدے۔

جاگیرداروں کی بددلی اور پہلی بغاوت

بادشاہی اقتدار کی حفاظت اور جاگیرداروں کو مایوس رکھنے کا ولیم نے مصمم ارادہ کر لیا تھا اور یہ چیز ان لوگوں کے واسطے بہت مایوس کن تھی جو اس امید کے ساتھ انگلستان کی فوج کشی میں شریک ہوئے تھے کہ جب ان کا امیر بادشاہی کے رتبے پر پہنچے گا تو وہ خود بھی با اختیار امراء اور رؤسا کا مرتبہ حاصل کریں گے۔ چنانچہ آئندہ سو برس تک وہ اور ان کے اخلاف جدوجہد کرتے رہے کہ ولیم فاتح نے جو قیود عائد کی تھیں ان سے آزادی حاصل کریں جس سے ممالک یورپ

کے جاگیر دار بہرہ مند تھے۔ لیکن ان کی روک تھام کے لئے بادشاہ عموماً علمائے دین، انگریز باشندوں اور خصوصاً شہر والوں سے بخوبی کام لے سکتا تھا؛ نارمن فتح سے قبل ہی ہم شہروں کو ترقی اور فروغ پاتے دیکھ چکے۔ عہد جدید کے حالات ان کے نشو ونما میں اور بھی مساعد ہوئے۔ پردیسیوں نے پیا ذوق پیدا کیا۔ مال کی ولیم کے زمانے میں بڑے اہتمام سے حفاظت کی جانے لگی۔ انگلستان و نارمنڈی کی بندرگاہوں پر آمد رفت بڑھی۔ اور یہ سب اسباب فروغ تجارت میں ممد ہوئے اور انگریزی قریوں نے بہت جلد وہ رونق حاصل کر لی کہ پہلے اس کا عشر عشیر بھی نہ تھی۔

اس عرصے میں جاگیرداروں کی بددلی نے سب سے پہلے ۱۰۷۴ء میں انحراف و سرکشی کی صورت اختیار کی۔ ان کے سرغنہ ریلف (گوآوری) اور روجر (بری ٹیولی) تھے۔ پہلا تو نورفوک کا رئیس اور ایڈورڈ تائب کے ایک برٹانی سردار کا بیٹا تھا اور دوسرا ولیم فٹز اوزبرن کا بھتیجا جو اپنے باپ کی وفات پر ہیریفرڈ کا رئیس بنا دیا گیا تھا۔ ریلف نے بادشاہ کے حکم کے خلاف روجر کی بہن ایما سے شادی کی اور وال تھیوف (پسر سیوارڈ) جو قبول اطاعت کے بعد نارتھمبریا کا رئیس بنایا گیا اور بادشاہ کی بھانجی جوڈتھ اسے بیاہی، شادی میں شریک تھا۔ اسی شادی میں ریلف و روجر نے بغاوت کی ٹھانی کہ جس زمانے میں بادشاہ نارمنڈی گیا ہوا ہو، اس وقت شروع کی جائے اور وال تھیوف کو بھی شرکت پر آمادہ کیا۔ شرط یہ تھی کہ کامیابی کی صورت میں انھی تینوں میں سے ایک بادشاہ ہوگا اور باقی دو امیر کبیر بنائے جائیں گے۔ وال تھیوف اس وقت تو نادانی سے رضامند ہو گیا مگر بعد میں پشیمان ہوا اور لین فرنیک سے سازش کا حال بیان کر دیا۔ قرارداد کے مطابق ۱۰۷۵ء میں مشترکہ بغاوت ظہور میں آگئی لیکن اس کے فرو کرنے میں ولیم، اہل کلیسا اور انگریز باشندوں پر بھروسہ کر سکتا تھا چنانچہ دوسٹر کے انگریز اسقف ولفسٹن نے تو وہاں کے عامل کی مدد سے روجر کی خبر لی اور اوڈو (اسقف بائیو) وغیرہ ریلف کے مقابلے میں بڑھے۔ اس نے بھاگ کر ڈینمارک میں پناہ لی مگر اس کی نئی وطن

ماریچ کبس میں قلعہ بند ہو کر تین مہینے تک مقابلہ کرتی رہی۔ روجر گرفتار ہو گیا اور وال تھیوف کے ساتھ مجلس عقلا میں اس کا مقدمہ پیش ہوا۔ اس کا جرم اشکارا اور وال تھیوف کی شراکت مشتبہ تھی پھر بھی روجر کو نیدکی اور وال تھیوف کو موت کی سزا ملی حالانکہ وہ مجرم تھا بھی تو اتنا نہ تھا۔ لنکس و نچسٹر میں اسے حسب فیصلہ مروا دیا گیا اور بہت سے لوگ اسے شہید یا بے گناہ مقتول سمجھتے رہے۔ اس کی مٹی ڈنبوڈ سے میاہی ہوا گے میل کے اسکاٹ لینڈ کا بادشاہ ہوا اور اسی مادری ورثے سے ٹوک اسکاٹ لینڈ مدت تک ہنٹنگ ڈن کے جاگیردار رہے۔

خانگی قضیے ولیم کو آیندہ خود اپنے کنبے میں لڑائی جھگڑوں سے سابقہ پڑا۔ اس کے تین بیٹے جوان ہو گئے تھے:۔ روبرٹ (ولادت ۱۰۵۳ء) ولیم (ولادت ۱۰۶۰ء) اور ہنری۔ (ولادت ۱۰۶۸ء) بادشاہ کی حکمت عملی کا ایک جزو یہ بھی تھا کہ اس نے ان میں سے کسی کو انگلستان میں جاگیر نہ دی اور کہا جاتا ہے کہ اسی بنا پر روبرٹ کو محض اپنی جوانی ماں کا چاہیتا بیٹا تھا اگرچہ خود ولیم اسے سلوتن اور محض مسخرہ سمجھتا تھا۔ بہرحال ۱۰۷۸ء میں روبرٹ نے باپ کا دربار چھوڑ کے چند نوجوان باروں کے ساتھ آوارہ گردی شروع کی۔ اس کے ساتھیوں میں شروز بری کے رابس کا بیٹا روبرٹ (بلیمی) بھی تھا۔ ۱۰۷۹ء میں شاہ فرانس نے اس شہزادے کو تر بروا کے سرحدی قلعے کا حاکم بنا دیا اور وہیں اس کے باپ ولیم نے اسے آگھرا۔ باپ بیٹوں میں ایک بیکی رزم کی نوبت بھی آئی جس میں ولیم کی پیٹرمی اکھڑ گئی اور ایک انگریز رفیق کی دلیری سے جاں بچی جو اس وفاداری کی بدولت خود جان سے گیا۔ کچھ روز بعد روبرٹ باپ سے مل گیا لیکن ولیم کی اس کے مزاج سے بدگمانی آخر تک باقی رہی۔ تاہم اسکوٹوں کے خلاف یورش میں اسے بھی بھیجا گیا اور شمال میں اپنے قیام کی یادگار میں رومی فصیل کے سرے پر نیوکاسل اون ٹائن کا قلعہ اسی نے تعمیر کرایا۔

۱۰۸۲ء میں اپنے علاتی بھائی اوڈو کی نحوت و بیباکی سے ولیم بہت ناراض ہوا۔ وال تھیوف کی موت کے بعد سے ولیم کی توجہ ہمیشہ ممالک یورپ کے معاملات پر رہی اور بادشاہ کے مارے جانے کے زمانے میں اوڈو ہی اس کی نیابت کرتا تھا۔

مگر اس کا طرز حکومت ولیم کو مطلق پسند نہ آیا کیونکہ وہ غریبوں کو ستاتا اور زمادا جب درستانی سے ساری رعایا کو ناراض کئے دیتا تھا۔ ڈرہم کا اسقف جو نیوں کے ہاتھ سے مارا گیا تو اوڈو نے اس کی سزا اس گناہگار و بے گناہ سبھی کو پیس ڈالا۔ ڈرہم کا اسقفی عصا بھی اڑالایا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اب بایائی کے خواب دیکھ رہا اور کوہ السپس کے پار لڑنے کے لئے سامان بھرتی کر رہا تھا۔ اس آخری حرکت پر ولیم مداخلت کئے بغیر نہ رہ سکا اور انگلستان واپس آکر اس نے اوڈو کو "اسقف بائیو کی حیثیت سے نہیں بلکہ رئیس کیمبٹ کی حیثیت سے" حراست میں لے کر نارمنڈی بھیجا اور قلعہ روآں میں مقید کر دیا۔ ایک سال بعد مائلڈا لے وفات پائی ۱۰۸۳ء اس لئے یادگار ہے کہ اس سال ڈین مارک کی طرف سے حملے کا اندیشہ تھا جو محض اس وجہ سے زائل ہوا کہ ڈینی بادشاہ (کینیوٹ) کو خود اس کی رعایا نے مار ڈالا۔

پھر بھی ولیم کو انگلستان کی طرف خاص طور پر توجہ کرنی پڑی اور ۱۰۸۶ء میں بہت غور و خوض اور اپنی مجلس میں مدبرانہ تفکر کرنے کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ پورے ملک کی پیمائش کرا کے معلوم کیا جائے کہ اس کی ساخت اور آبادی کیا ہے۔ ہر شخص کتنی کتنی زمین پر قابض اور کیا مالگزاری بادشاہ کو ادا کرتا ہے؛ اس تحقیقات میں ایک سال صرف ہوا۔ پرگنوں کی تحصیلوں میں سامی ناظر بھیجے گئے جہاں انھوں نے ہر پرگنے کی تقسیم معلوم کی اور آخر میں ہر مقطعے سے مقدم ملغے کا پادری اور ۶ یا ۶ کاشتکاران کے سامنے پیش ہوئے جس سے وہ یہ سوال کرتے تھے:۔ مقطعے یا دیہ کا نام کیا ہے؟ شاہ ایڈورڈ کے وقت میں اس کا مالک کون تھا؟ اب کون ہے؟ جاگیردار کی زمین میں کتنے ہائڈ[1] اور کتنے کھیت ہیں؟ آبادی کتنی ہے؟ دخیل کار، مستقل کاشتکار، غلام، موالی اور زمیندار (اُمرا کے علاوہ) کتنے ہیں۔ جنگل، سبزہ زار، اور چراگاہوں کا رقبہ کیا ہے۔ مچھلی تال کتنے ہیں۔ کمی یا بیشی

[1] ہائڈ کا صحیح رقبہ معلوم نہیں۔ بیڈی تائی نے سو ایکڑ قرار دیا تھا۔ اسی طرح کھیت کا صحیح تعین نہیں ہو سکتا۔

کس قدر ہوی مجموعی قسمت کیا ہے اور کس طرح جوڑی گئی۔ موالی اور آزاد زمینداروں کی فرداً فرداً ملک و فاع کتنی ہے؛ ہر بات کا جواب تین زمانوں کے متعلق لیا جاتا تھا۔ اول، عہد ایڈورڈ۔ دوم، وہ زمانہ جب کہ موجودہ مطلع دار کو مقطع دیا گیا۔ اور سوم، تحریر کتاب کا زمانہ۔ اور آخر میں یہ بھی دریافت ہوتا تھا کہ آیا اسے زیادہ لگان پر اٹھایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ دیہات کی طرح بسنے والوں سے بھی ایسے ہی سوالات کئے گئے اور ان کے جوابات احتیاط سے ایک کتاب میں قلمبند کرلئے جو بعد میں "ڈومزے ڈے بک" (کتاب بندوبست) مشہور ہوی۔ اس معلومات کے فراہم کرنے میں مشکلات بھی پیش آئیں۔ ایسی ہیدی کی جیندی یوحیسے ہر شخص گھبراتا تھا اور پیٹربرو کے وقائع میں لکھا ہے کہ لوگ جس بات کے کرنے سے شرم نہ کرتے تھے اس کے بتانے میں انہیں شرم آتی تھی۔ لیکن رحم کی مسلسل سے یہ کام انجام کو پہنچ گیا۔ کمبرلینڈ، ویسٹ مورلینڈ، نارتھمبرلینڈ اور ڈرہم کی تحقیق و پیمائش نہ ہوسکی کیونکہ پہلے دو پر تو اسکوٹوں کا قبضہ تھا اور باقی دو بالکل ویران پڑے تھے۔ ہاں ہمہ حوکچھ ملمند ہوگیا وہ محفوظ ہے اور آٹھ سو برس پہلے کے انگلستان کی ایسی صحیح و مفصل کیفیت دکھاتا ہے کہ اس سے بڑھ کر کسی قوم کے پاس نہ ہوگی۔

کتاب بندوبست "ڈومزے ڈے بک"

حود ولیم کے حق میں اس تحقیقات کے نتائج نہایت مفید تھے۔ کتاب کی تکمیل ہوتے ہی اس نے جملہ زمینداروں کو سالس بری میں طلب کیا اور وہاں کی قدیم پہاڑی ساروم کے دامن میں ہر شخص سے اپنی اطاعت کا حلف لیا۔ اس فعل کی اہمیت پر جس قدر زور دیا جائے، بجا ہوگا کیونکہ ممالک یورپ میں زمیندار بجز اپنے مقامی امیر کے اور کسی کی اطاعت کا حلف نہیں لیتے تھے مثلاً نارمنڈی کے لوگوں کو جو کچھ محصول یا مالیہ ادا کرنا ہوتا وہ صرف اپنے مقامی والی یا امیر کو دیتے تھے اور ساوِ فرانس کا ان پر کوئی حق نہ تھا۔ اگر والی خود بادشاہ سے منحرف ہوجائے تو اس علاقے کی رعایا کو اپنے والی یا امیر ہی کے ساتھ ہوکر لڑنا پڑتا اور یہ فعل بغاوت یا غداری میں شمار نہ ہوتا تھا۔ اس کے برخلاف انگلستان میں بالکل دوسری صورت تھی کہ امیر ہو یا اس کی رعایا جو بادشاہ کے

خلاف لڑنے آتا اس کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکا لگ جاتا تھا۔ سب سے بڑھ کر یہی دہری ذمہ داری کا اصول تھا جس نے یہاں امیروں کی قوت کو توڑ دیا۔ دوسرے اسی کی بدولت ولیم اپنے سب پیش رو بادشاہوں سے زیادہ اقتدار کا مالک ہوگیا۔ وہ اپنی رعایا کے سامنے جو مرتبہ رکھتا تھا الفریڈ، آنڈگر یا کینیوٹ کسی کو یہ بات حاصل نہ تھی۔ اسی کے ساتھ اس عمل سے پورے ملک کا اتحاد اور انگریزی باشندوں کی واحد قومیت متنی مضبوط بنیادوں پر قائم ہوگئی، پہلے قائم نہ تھی۔

نظام جاگیرداری

یہی نہیں کہ یہ حلف جاگیرداری طریقے سے الگ تھا، بلکہ فی الواقع اس کی بنیاد اکھاڑنے والا تھا۔ برایں ہم سالسبری کے اسی جلسے کو اگر اس نظام کی ابتدا قرار دیا جائے جسے بلاتعین معنی جاگیرداری نظام کہنے لگے ہیں تو سہولت کا موجب ہوگا۔ اس نظام کی بنا دس مرکزی مفروضات پر مبنی ہے، (۱) یہ کہ ساری زمین کی ملکیت آخرین بادشاہ کی ہے (۲) یہ کہ اسے بادشاہ کی کسی خدمت کی شرط پر اور کسی ملازمے کے عوض میں عطا کیا جاتا ہے (اور خدمات میں سب سے معزز، فوجی خدمت کی شرط ہے) اور (۳) یہ کہ جو لوگ زمین براہِ راست بادشاہ سے پاتے ہیں، وہ اپس میں ایک آپسی اور برابر کی حیثیت کا رشتہ رکھتے ہیں؛ مزید براں ایسے اشخاص جنھیں براہِ راست بادشاہ سے زمین ملے اور جو "صدر کا تنکار" کہلانے کا امتیاز رکھتے ہیں (اسی قسم کی شرطوں پر زمین (تنکی طور پر) دوسروں کو دے سکتے تھے اور وہ تنکی کا تنکار اپنی نوبت پر اور دوسروں کو۔ اگرچہ سب سے نیچے کے مرتبے میں جنگی خدمت کی شرط ہو تو بھی تنکار کا اصلی کام عموماً یہ ہوتا تھا کہ ہل چلائے، بیج بونے وغیرہ کی خدمات انجام دے اور اسے علامی کا "ٹہ" کہتے تھے۔ بادشاہ اور صدر تنکار کا یہ بھی معمول تھا کہ اپنی عدالت منعقد کرتے جس میں ان کے تنکاروں کا حاضر ہونا لازم تھا اور وہیں قانونِ ملک کی رو سے ان کے مقدمات فیصل ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ بادشاہ یا صدر تنکار اپنی رعایا یا تنکاروں سے محصول وصول کر سکتے تھے جنھیں رسوم یا زمیں کی مالگزاری کہا جاتا تھا۔

جاگیرداری کی اصلی شان یہی لیکن انگلستان میں مکمل طور پر کبھی یہ نظام مروج نہ ہوا۔ نارمنوں کی فتح سے پہلے اس کے آثار ملتے ہیں اور بے شبہ فتح کے بعد بھی ساری زمین بادشاہ کی ملکیت سے عطا ہوتی تھی لیکن دوسرے امور میں رواج مختلف تھا۔ سالسبری کے حلف کی اہمیت ہم اوپر بتا چکے ہیں۔ اس کے ماسوا مجلس عقلا اور پرگنوں وغیرہ کی پیچیدگیوں کے سلامت رہنے سے بھی جاگیرداروں کو فصل خصومات میں اپنے حقوق سے تجاوز کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اور نارمن بادشاہوں اور ان کے جانشینوں کو ایک ہی نظر میں اندازہ ہو گیا کہ ان کا اتنا فائدہ اسی میں ہے کہ ان آمن و محاکم کو محفوظ رکھیں جس سے بڑے بڑے باج گزاروں کا اقتدار تھا بو میں رہ سکتا تھا۔ تاہم سو برس تک بادشاہ اور جاگیرداروں میں یہ کشاکش رہی کہ جاگیردار کس حد تک ممالک یورپ کے جاگیرداری اصول انگلستان میں مروج کرا سکتے ہیں۔ ان کے مصوبوں پر پہلی ضرب تو جاگیروں کی تقسیم سے لگی اور دوسری سالسبری کے حلف سے۔

ایسے سارے عہد حکومت میں ولیم کی غلبہ شاہ فرانس سے بھی خاصی علانیہ دشمنی کا سلسلہ جاری رہا۔ غلبہ کو طبعاً ایسے طاقتور باج گزار کی فتوحات سے تردد و تعرض تھا۔ ۱۰۷۳ء میں ایک انگریزی فوج نے مارمنڈی اور آترو کے درمیان ایک فرانسیسی علاقے میں حملہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ ۱۰۷۹ء میں ہم غلبہ کو ولیم کے ماموں بیٹے کی مدد و سرپرستی کرتے دیکھتے ہیں۔ ۱۰۸۰ء میں ولیم شاہ فرانس کے ایک بھگوڑے سے اتنا برہم ہوا کہ مارمنڈی و بیرس کے درمیان ویکزین کے علاقے پر چڑھائی کی اور وہاں کے صدر مقام مانت کو جو سین کے کنارے واقع تھا۔ جلا ڈالا۔ اسی موقع پر بازار سے گزرتے وقت ولیم کا گھوڑا اتفاقاً جلتی بھوبل میں جا گھسا اور اس کے تڑپنے سے ولیم اچھل کر زین کے ہارے پر زور سے گرا جس سے مہلک اندرونی ضرب آ گئی۔ پھر وہ ۶ ہفتے تک روآں میں رنجتا رہا۔ دونوں بیٹے ولیم و ہیری مصروف تیمارداری تھے۔ آخر میں تیدیوں کو رہا اور مال متاع کی تقسیم کر کے وہ راہی ملک عدم ہوا۔

ولیم کے خصائل ولیم سخت گیر حاکم تھا۔ اخلاقی اعتبار سے انگلستان پر اس کے

حملے اور اس سلسلے میں جو مظالم ہوئے اُن کا حوالہ تاریخ کرما بھی عبث ہے بایں ہمہ اُس کا بڑا احسان ہے کہ انگلستان کو ایک ایسی متحدہ مملکت بنا دیا کہ پہلے کبھی اس معنی میں وہ متحد نہ ہو سکا تھا۔ وہ تاریخ انگلستان کے ایک نازک موقع پر وارد ہوا جب کہ بڑے اُمرا مقامی جو دمحتاری کی طرح ڈال رہے تھے جو غالباً وہی روش اختیار کرتی جیسی کہ اسی قسم کی تحریکیں فرانس و جرمانیہ میں کر چکی تھیں اور یہاں بھی اقتدار ساہی میں اسی طرح کی کمزوری اور عوام الناس کے حق میں ویسے ہی ظلم و حشر کا دور آجاتا۔ ایسا حشر ہوئے سے ولیم نے انگلستان کو بچایا اور بادشاہی کو مؤثر کرکے جاگرداروں کے مقابل میں انگریز بادشاہوں اور علمائے دین پر بھروسہ کرکے اور یکساں قانون اور واحد اطاعت سوائے ملک کو محکم متحد بنانے میں بہت بڑا کام انجام دیا۔ اس میں شک نہیں کہ اس کی سیرت جرائم سے بالکل بے داغ نہیں رہی۔ وہ ہیسٹنگ کا عدالتی قتل، جہاں تک ہماری معلومات ہیں کسی طرح قابل حمایت نہیں نظر آتا۔ اسی طرح بیاہ کھیل بنانے کی خاطر ہیمپ شیر کی مردم زمینوں کو ویران کر دینے کا وحشیانہ فعل بھی ہمدان کے حق میں دشمنی کے مرادف تھا۔ اونچے ہرن کی افزائش نسل کی خاطر گرجا اور دیہات دونوں مسمار کرا دیے گئے کہ ان ہرنوں سے بادشاہ کو اتنی محبت بنائی جاتی ہے جیسے باپ کو بچوں سے ہوتی ہے۔ ان سب باتوں کے باوجود ولیم کو ان لوگوں میں شمار کرنا چاہیے جو اپنی عقل و فہم کے مطابق بہتری کی کوشش کرتے ہیں اور جن کی حسنات سیئات سے زیادہ شمار و دیرپا ثابت ہوئی ہیں۔

ولیم کے عہد شاہی میں ایک یہ بات بھی ہوئی کہ وہ یا قصبے کی غیر مزروعہ اراضی جنگل کہلانے لگیں اور بادشاہ کے سیر و شکار کے لئے مخصوص ہو گئیں۔ دوسرے استغنی کے مستغرق جو انگریزوں نے دیہات میں رکھے تھے اب منصبوں میں متمثل کر دیے گئے جیسے ڈورچیسٹر سے لنکن اور کرے ڈیمن سے ایکزیٹر میں۔ قصبے کا نام تو باقی رہا لیکن موضع اس سے پہلے شمار ہونے لگا۔

مشہور سنین

فتح انگلستان کی تکمیل	سنہ ۱۰۷۱ء
مارس امیروں کی سازش ...	سنہ ۷۴ء
کتاب بندوبست کی تیاری .	سنہ ۸۶ء
سالسری کا بڑا اجلاس	سنہ ۸۶ء

باب دوم

ولیم ثانی: ۱۰۸۷ء تا ۱۱۰۰ء

(ولادت تخمیناً ۱۰۶۰ء)

ملوک ہمعصر: اسکاٹ لینڈ	ولیم کم ہالٹ
فرانس	فلپ
شہنشاہ	ہینری چہارم
پاپائے رومہ	اربن ثانی

اپنی املاک کی تقسیم میں ولیم نے اس زمانے کے عام خیالات کی پیروی کی جو اس کے ذاتی میلانات کے موافق تھے۔ بڑے بیٹے روبرٹ کو اس نے نارمنڈی کی موروثی امارت دی جس میں مین کا ہمسایہ ضلع بھی شامل تھا۔ دوسرے بیٹے ولیم کو اس نے انگلستان بھیجا اور کینن فرینک صدر اسقف سے مرتے وقت وصیت کی کہ تخت بادشاہی کے لئے اسے تحفہ کرائے۔ تیسرا بیٹا ہینری، ۱۹ سال کا نوجوان لڑکا تھا۔ اسے بالفعل صرف پانچ ہزار اشرفی کے ترکے پر قناعت کرنی پڑی۔

لین فرنیک نوجوان ولیم کا اتالیق رہ چکا تھا۔ اس شہزادے کے خطاب مائٹ پانے کی رسم اسی کے ہاتھوں سے ادا ہوئی تھی۔ وہ اپنے شاگرد کے اچھے برے اوصاف سے خوب واقف تھا۔ چنانچہ شاہ منتونی کی وصیت کے موجب مجلس عمائدا کا انعقاد اور اس میں ولیم کے استحقاق کی تحریک لوکی، گراسی کے سپرد ہوا۔ دوراندیشی سے بادشاہ سے بھی مسائل یہ حلف لوایا کہ وہ کسی معاملے میں

ولیم کی تخت نشینی عدل و انصاف اور حدا رسی کو ہاتھ سے نہ دیگا۔ اور کلیسا کے امن و آزادی اور تحفظ کی حمایت کریگا اور ہر معاملے میں جو لین فرنیک کے مشورہ و رائے پر عمل پیرا ہوگا۔

ولیم ثانی جسے چہرے کی سرخی کے باعث روفس کہتے تھے عام طور سے مدالطوار آدمی مانا جاتا ہے اگرچہ اس کی سیرت کا بیان کرنے والے راہب ہیں جن کے ساتھ کبھی اس کی نہ بنی۔ اس ہمہ اس میں بڑی (خاص کر جنگی) قابلیتیں ضرور تھیں اور ۱۳ سال کے مختصر عہد حکومت میں وہ نہ صرف علاقے رسانے کی طرح حاکم و متصرف ہی نہیں رہا بلکہ محلف حیثیتوں سے باپ سے بھی زیادہ صاحب اقتدار اور معظم ہوگیا۔ نقائے ذاتی کی فطری خواہش نے اسے طبعاً جاگیرداروں کا دشمن بنا دیا تھا کہ ان لوگوں کا میلان ہی یہ تھا کہ اپنے اپنے علاقے میں بالکل مختار کار رہو جائیں جس سے عام تمدن کو سخت نقصان پہنچ سکتا تھا۔ ولیم برابر ان قلعے وغیرہ بنوانے سے روکتا اور ملی فوجیں رسمی سے عمل کرا رہا جس سے شہری آبادی نے بہت فائدہ اٹھایا اور غور سے دیکھیے تو اسی آبادی کی فلاح و بہبود پر ملک کی ترقی کا انحصار تھا۔ مگر ان جاگیرداروں سے کتنا کش کے باعث وہ مجبور تھا کہ جہاں تک ممکن ہو انگریز باشندوں کو رضامند رکھے اور بالارادہ یا بلا ارادہ اس قسم کی تدابیر اختیار کرے جس سے ملک کے اتحاد و خوشحالی میں ترقی ہوتی تھی

روبرٹ کا فساد پہلے ۶ سال تک ولیم کو اپنی توجہ مسرا پنے بھائی روبرٹ اور اس کے حلیف جاگیرداروں کی نقل و حرکت پر مبذول رکھنی پڑی ان کی جاگیریں انگلستان اور نارمنڈی دونوں ملکوں میں تھیں لہذا ایک طرف تو وہ ان دونوں میں لڑائی کو روکنا چاہتے تھے اور دوسری طرف یہ بھی ان کی اغراض سے

باب دوم

خلاف تھا کہ انگلستان کا کوئی تعلق مارسڈی سے باقی نہ رہے۔ لیکن چونکہ اکثر کی رائے یہ تھی کہ خوش مزاج اور لاابالی روبرٹ ایسے بھائی کے برابر سخت گیر نہ ہوگا اس لئے ولیم کے حلاف لڑنے والے ملاوٹ ہم بھیج گئے۔

ان سب میں زبردست چار شخص تھے اوڈو (اسقف مانٹوا اور امیر کینٹ) جو ولیم عاجز کی وفات پر فند سے جھوٹا۔ روجر (امیر منٹگمری) اور اس کا متبنیٰ مٹارو برٹ (لیمی) اور چوتھا روبرٹ موبری۔ اوڈو ان سب کا سرگروہ بنا اور روبرٹ سے مارسن فوج کی امداد کا اقرار لیکر انگلستان میں ایک وسیع سازش کا جال بچھایا جس میں بیک وقت پورے سات اضلاع میں شورش برپا کرنے کا سامان کیا گیا تھا۔ کینٹ کے باغیوں کی قیادت خود اس نے کی اور روچیسٹر کو لوس ٹس (امیر بولون) کے سرد کرکے ارنڈل کاسل میں روبرٹ کے لشکر انداز ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

ولیم نے سب سے پہلے اوڈو کو پکڑنے کی فکر کی اور سات مہینے کے محاصرے میں قلعہ ارنڈل فتح کرلیا اوڈو کو روچیسٹر بھیجا گیا تھا کہ خود جاکے اس قلعے کو بھی مارسان کے حوالے کرادے مگر اس نے دعا ماری سے قلعے میں بیٹھ کر سرکشی کی اور زبردست مدافعت کی۔ یہ رنگ دیکھکر ولیم کو بہت ہی صورت ہی نظر آئی کہ اگر مارسڈوں سے امداد کی امید عاکس کیونکہ انھیں اکیلے مارسان کی نسبت جاگیرداروں کے سارے گروہ کا خود امتداد خواہی سے ناگوار تھا۔ غرض اس نے "شریف و دلیر انگریزوں" کو بلاکر فرمائش کی کہ مارسان کی مدد کے لئے اے (انگریز) ہموطنوں کو جمع کریں اور یہ بھی کہہ دیا کہ اس موقع پر جو منہ چھپائے گا اسے "تھین" (یعنی مالائی) کے خطاب سے یاد کیا جائے گا جسے انگریز قابل عار سمجھتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انگریز مارسڈے حوق درجوق اس کے زیر علم جمع ہونے لگے۔

اسی لشکر کی مدد سے روچیسٹر فتح ہوا مگر اس پر بھی ولیم کو یہ جرات نہ ہوئی کہ اپنے چچا کو پھانسی سزا دے۔ حالانکہ انگریز باسندوں کو جو اسے سولی دلوانا چاہتے تھے یہ دیکھکر مایوسی ہوئی کہ بادشاہ نے محض جلاوطنی کی سزا کافی تصور کی اور اوڈو کو دولت کے ساتھ ملک سے نکلوا دیا۔

اس عرصے میں ولیم کا بھائی روبرٹ مارمنڈی ہی میں لیت و لعل کرتا رہا۔

اس کا سبب کچھ تو سستی تھی اور کچھ یہ کہ روپیہ کافی نہ تھا۔ اس کے بہت سے ساتھی جو بطور خود ہمت کر کے سمندر عبور کر آئے تھے وہ ان جنگی جہازرانوں کے ہاتھ بڑے جنھیں ولیم نے انگریزی بندرگاہوں میں بار مسلح کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ الغرض یہ سازش بالکل ناکام رہی کیونکہ مقامی فتنوں کو ستاہی عمال نے فرو کر دیا۔ روجر مسگمری نے اطاعت قبول کر لی۔ موری تمال میں ہونے کے باعث ابھی تک مطیع نہ ہوا تھا مگر جونہی انگلستان پوری طرح ولیم کے قبضۂ قدرت میں آگیا وہ

اسے بھائی سے ملتی رد دیکھکر بعض جاگیرداراب اس بات پر تیار ہو گئے کہ روبرٹ کو خود نارمنڈی سے لے دخل کر لے ہیں ولیم کی مدد کریں اور ۱۹۱۰ء میں ولیم فوج لے کر اس ولایت میں جا بھی پہنچا تھا مگر ملک شاہ فرانس نے مالی کرنے کی جو آمادگی ظاہر کی اور جاگیرداروں نے بھائیوں کے درمیان ان شرطوں پر مصالحت کرادی کہ روبرٹ کو آئندہ تخت انگلستان کا کوئی دعویٰ نہ رہے گا اور بعض وہاں کی جاگیروں کے عوض میں وہ نارمنڈی کے چند مضبوط قلعے ولیم کے قبضے میں رہنے دے گا۔ یہ شرط بھی بڑھا دی گئی تھی کہ جو بھائی دوسرے کے بعد تک زندہ رہے وہ انگلستان و نارمنڈی دونوں کا فرماں روا ہو۔ لیکن عہدنامے کے باوجود ولیم نے روبرٹ کی جاگیر میں دیے ہیں لیف و لعل کی جس سے دوبارہ جنگ چھڑ گئی اور ولیم فوج لیا آگے چلا آتا تھا کہ شاہ فرانس نے پھر مداخلت کی ولیم نے اس ناگہانی ضرورت کے لیے ہیسٹنگز میں اگر بیڑا جمع کیے مگر جب وہ آئے تو اس کے میر عدالت انولف نے جنگی خدمت کے بدل میں دس ہزار مارک فی کس لے کر یہ رقم بادشاہ کو بھی اور اسی سے ولیم نے شاہ فرانس کو رشوت دے کر ٹالا اور خود روبرٹ کو دبا کر بالکل مغلوب کر رہا تھا کہ ۱۹۱۴ء میں سرحد ویلز کے خطرناک واقعات سنکر ولیس انگلستان آنے پر مجبور ہو گیا۔

محاربات ویلز اس کی موجودگی نہایت ضروری تھی کیونکہ ہل ویلز نے قلعۂ مسگمری پر قبضہ کر لیا تھا اور اس سدراہ کے دور ہوتے ہی اپنی پہاڑیوں سے نکل نکل کے صیسر شراب شہر اور میر یفیرڈ شہر اسٹنڈ بڑے تھے۔ ولیم نے اس خطرے کے انسداد کی غرض سے خود ان کے پہاڑوں میں گھسنے کا اہتمام کیا

لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا کیونکہ اسے ابھی تک یہ تجربہ نہ تھا کہ زرہ پوش سوار، ولز کے ان سخت مایا دوں کا توڑ نہیں ہو سکتے جو ایک میدان میں جم کر لڑنے سے بھاگتے اور صرف چھوٹے چھوٹے ساہنوں کو پہاڑوں یا گھاٹیوں میں موقع پا کے کاٹ جانے ہی پر مائل تھے۔ ۱۰۹۵ء میں دوسرے حملے سے بھی ان پہاڑیوں کا کچھ نہ بگڑ سکا اور ولیم کو چار و ناچار لے دے کر یہ عہدہ گرر مادہ کارگر طرز جنگ اختیار کرنا پڑا اور بہ انتظام کر کے کہ ولز والوں کی جو زمین ہاتھ آئے وہ بطور معافی قبضہ کرنے والے ہی کو دیدی جائے وہ خود یہاں سے رخصت ہو گیا۔ اس مدبرانہ سرحد کے شورہ پشت جاگیرداروں کو بہت اچھا مسئلہ ہم پہنچا دیا اور اسی کامیاب ہوئی کہ تھوڑی ہی مدت میں ولیز کے تقریباً تمام نشیبی میدان اور جنوبی ساحل مارچس مس حلوں کے قبضے میں پہنچ گئے جن کے قلعے اب سرحد کی پہاڑی چوٹیوں پر نظر آنے لگے۔

اسکاٹ لینڈ پر حملہ

اسکاٹ لینڈ کے معاملے میں ولیم کا شروع سے ہمیشہ یہ ساتھ دیا۔ ولیم کے تاجپوشی جانے کے زمانے میں میل کم نے موقع پا کے انگلساں کے شمالی پرگنوں پر حملہ کر دیا تھا۔ لہٰذا واپس آکر ولیم نے اس کے ٹکر پر چڑھائی کی اور میل کم کو اس کی اطاعت قبول کرنی پڑی جس طرح وہ پہلے اس کے باپ کا مطیع تھا۔ واپس آتے وقت ولیم کو شہر کارلائل کا عمدہ جگہ موقع بہت پسند آیا جہاں سے ایڈن (دریں) کے راستے کی حفاظت ہو سکتی تھی۔ نظر برایں اس نے یہاں انگلساں ہوا کے حموی انگلساں کے لوگوں کو بسا دیا جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اصل میں نیو فورلیسٹ کے ماتحت تھے۔ یہ نیا قلعہ رومی حصیل کے مغربی سرے کے قریب واقع اور گو بامستقر قی سرحد کے سب سے بڑے قلعے مانے جاتے رہے۔ لیکن اسٹریتھ کلائڈ کا علاقہ شاہ ایڈمنڈ کے عہد کے وقت سے اسکاٹ لینڈ کے بادشاہوں کے ہاتھ میں تھا، لہٰذا کارلائل کی قلعہ بندی اور اسی کے ساتھ کمبرلینڈ کا نقصاں، طبعاً ان کی ناگواری کا موجب ہوا اور جب شکایتیں کی گئیں تو میل کم نے دوبارہ ہتھیار سنبھالے۔ لیکن خود اپنے لوگوں کے ہاتھ سے، جو ۱۰۹۳ء میں الن وک کے قریب گھات لگا کے حملہ آور

ہوئے ایسے سب سے بڑے بیٹے ایڈورڈ سمیت مارا گیا اور اس کی موت سے سخت اسکاٹ لینڈ کے متعلق ملک میں ایک مدت تک جو ماہی لڑائیاں ہوتی رہیں اس کے باعث شمالی انگلستان کو امن مل گیا۔ اسکوٹوں اور ولریوں سے فرصت ملی تو نارمن کی موجوں نے روبرٹ موبری کی طرف رُخ کیا کہ یہ امیر پھر نارمن کو معزول کرا دینے کی سازشیں کر رہا تھا۔ اس کا قلعہ بیم برو اتنا مستحکم تھا کہ یورش سے فتح نہ ہو سکا اور وہاں سمندر کی جانب سے آمد و رفت کے راستے ایسے آسان تھے کہ سامانِ رسد کا روکا بھی ممکن نہ تھا لہذا ولیم نے اس کے قریب ایک اور قلعہ سادیے یرقناعت کی جس کا نام مال وُوازین (یعنی بُرا ہمسایہ) تھا۔ یہ تدبیر کامیاب ہوئی۔ موبری دھوکا کھا کے ایسے کوہستانی مامن سے نکلا اور تناہی قلعے کی فوج کے ہاتھ پڑ گیا اور جب اس کی بیوی کو دکھا کے اس کی آنکھیں نکال لینے کی دھمکی دی گئی تو وہ قلعہ بیم برو حوالہ کر دینے پر مجبور ہو گئی (۱۱۰۲ء) دوسرے سال روبرٹ نے دس ہزار مارک (تقریباً ۴ ہزار روپیہ) کے عوض مارمنڈی کو بھائی (ولیم) کے پاس معمول کر دیا اور اس واقعے سے ان کی باہمی جنگ جوا ے رمانے سے جاری تھی ختم ہو گئی۔

لین فرینک نے ۱۰۸۹ء میں وفات پائی۔ اسقف کی حیثیت سے مامور ہو یا نہ ہو اور مختلف اعتبار سے وہ یقیناً بڑا آدمی تھا۔ اور جب تک زندہ رہا اس وقت تک لوگ سمجھے تھے کہ جو حوال بادشاہ کی روک تھام وہی کرتا ہے۔ اس کے بعد چار سال تک کوئی صدر اسقف (کنٹربری) مقرر نہیں ہوا مگر ملکی معاملات میں بادشاہ کا معتمد علیہ انولف ہو گیا جس کا لقب "فلیم بارڈ" (یعنی مشعل) تھا اور جو ہدایت ہوشیار زندہ دل یاوری تھا اگرچہ اسے دیانت و صداقت کی جذاں پروا نہ ہوتی تھی اور ہسٹنگز میں پیادوں سے جو خدمت کے عوض روپیہ لے لیا بھی اسی کی کارروائی تھی جس کا حال ہم اوپر پڑھ چکے ہیں۔ وہ ایڈورڈ (ناصب) کے وقت سے انگلستان میں تھا اور کتاب بندوبست کی تیاری میں بھی شریک رہا ہے۔

محاصل شاہی

اس زمانے میں بادشاہ کی آمدنی کا بڑا ذریعہ وہ جاگیری مالیہ تھا جو جاگیردار ادا کرتے تھے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ اس عہد میں جاگیرداری یا جاگیرداری نظام کی ابتدا اس طرح ہوئی تھی کہ جاگیردار معقول سوار فوج فراہم کرنے کے

ذمہ دار ہوتے تھے اور چونکہ وہ ایسے ایسے کاشتکاروں کی نیابت کرتے اس لئے ان کی حیثیت ایک حاکم رمانہ حاضرہ کے کمیداروں یا کرملوں سے ملتی جلتی تھی۔ جب ان میں سے کوئی فوت ہوتا تو اس کے وارث کو ایک خاص محصول جسے رلیف (زربارسانی) کہتے تھے ادا کرنا پڑتا کیونکہ پہلے جاگیردار کے مرتے ہی رس جاتا تو بادشاہ کی ملکیت میں چلی جاتی تھی۔ وارث جب تک اتنا سیانا نہ ہو جائے کہ فرائض احکام دینے کے قابل ہو تو بادشاہ ایک اتالیق مقرر کرتا تھا کہ بادشاہ کی طرف سے جاگیر کا انتظام کرے اور بالغ کی تعلیم و تربیت کا نگراں ہو۔ اسے "وارڈشپ" (یعنی ایالت) کہتے اور یہ بہت نفع کی چیز تھی۔ سر رشتہ کو بھیجئے پر جس محصول "زرمارسانی" ادا کرنا ہوتا تھا، وارث عورت ہوتو بادشاہ اس عذر پر کہ شاید وہ بادشاہ کے کسی مخالف سے رشتہ ازدواج قائم کرلے اپنی رائے سے اس کی شادی کردینے کا حق رکھتا تھا اور اس پیرائے میں بھی ایسے خیرخواہوں کو فائدہ پہنچاتا تھا۔ اگر خود اس بی بی کو محولہ رشتہ پسند نہ ہو تو بعض اوقات بادشاہ کچھ روپیہ لے کر اس کا عذر قبول کرلیتا تھا، بہرحال زرمارستانی، ایالت اور ازدواج کے یہ سب حق تھے جن سے ولیم رفس اور اس کے اعلاف بہت اہتمام اور مستعدی سے کام لیتے رہے اور ان سب محاصل کے علاوہ جن کا تعلق جاگیرداروں کی زندگی سے تھا بعض ایسے محصول اور رسوم رائج ہوگئے جو خود بادشاہ کی ذات سے متعلق تھے اور اس کے جاگیرداروں سے وصول کئے جاتے تھے یہ (۱) آقا کو عید سے بچاں دلانے کی غرض سے زر عیدیہ (۲) اس کی بیٹی کے جہیز کے لئے روپیہ اور (۳) لڑکے بیٹے کے سن رشد کو پہنچنے کے وقت زر رشدا۔ تھے ان میں پہلے حق سے شاہ ہنری اول نے اول کے معاملے میں فائدہ اٹھایا گو کہ ان قسموں کا رواج سب سے اول شاہ ہنری اول کے زمانے میں ہوا، شاہی جاگیردار اپنے ایسے زمینداروں سے اسی قسم کے محاصل وصول کرتے تھے مگر چھوٹے زمینداروں سے جو زرمارستانی لیا جاتا اس کا نام ہیریوٹ تھا اور وہ ایک قدیم رسم کو یاد دلاتا ہے جب کہ سردار روح اپنے کسی رفیق کی وفات پر اس کا مدرانہ جنگ (وارگیر) خود لے لیا کرتا تھا۔ ان جاگیری مطالبات کو (بشرطیکہ ان کی مقدار معمولی سے متجاوز نہ ہو جائے۔ اور زمینداروں کے حقوق وراثت نظر انداز نہ کئے جائیں) لوگ بلا چوں وچرا تسلیم کرتے تھے لیکن ولیم اور رفوس نے روپے کے لالچ میں ایسی

طالما زیادہ سمجھ سے کام لیا جو رواج و دستور سے بالکل مطابقت نہ رکھتا تھا' لہذا سخت عتکاسی پیدا ہوئیں۔

علمائے دین کی زمینیں بھی اکثر و بیشتر عام زمینداروں کی مثل جاگیری شرائط پر عطا ہوئی تھیں البتہ وہاں حرد سالی یا دختری وراثت کا سوال پیدا ہی نہ ہوتا تھا اور اس لئے انتقال وراثت کے محصولات وصول کرنے کا کوئی موقع نہ تھا۔ مگر اس کمی کو ولیم اور اس کے مصاحب رنولف (فلیم بیر) نے یوں پورا کیا کہ اسقف ماحاتقاہ کا متولی فوت ہوا تو وہ اس عہدے کو خالی رہنے دیتے اور حسب مالگزاری وصول کرتے اور جب کوئی دوسرا آدمی مقرر کرتے تو زر بازستانی کی بجائے بہت معقول مذرانہ انٹھہ لیتے تھے؛ مثلاً جس فرنبک نے وفات پائی نو یا رسال تک اس کا کوئی جانشین ہی مقرر نہ ہوا اور اس وقت بھی جب ولیم کو بیماری سے جاں بری کی امید نہ رہی تو اس نے این سلم کو صدر اسقف نامزد کیا۔

این سلم

این سلم طالوی نژاد پادری تھا جو بیک کی خانقاہ میں آرہا اور وہاں لین فرنبک کا جانشین مقرر ہوا۔ وہ لیمن فرنبک کا بڑا معتمد علیہ اور تقرر کے وقت امیر چیسٹر کا جاں تھا۔ اس کی عالمانہ دلسوزی اور زہد و تقوی مسلم تھے اور اس کی تصنیف "کور دوس ہومو" سے ثابت ہے کہ معاصرین میں ایسا عالم دین مسیحی دنیا میں نہ تھا غرض یہ انتخاب ہر طرح احسن تھا لیکن ولیم کو صحت ہو گئی تو تجربے سے معلوم ہوا کہ جسے ایسے عہدہ اسقف سے عاقبت پڑا ہے جس کی انتہائی راست بازی کسی قسم کی بدکاری کو روادار نہیں ہے۔ ایسے آدمی کے ساتھ ولیم کوئی ہم آہنگی نہ رکھتا تھا اور ادھر این سلم ولیم کی بدلطواریاں یا کلیسا کے مال کی خورد برد دیکھ کر اغماض نہ کر سکتا تھا۔ نتیجہ یہ کہ باہم نزاع کا سلسلہ چھڑ گیا اور آخر این سلم و ولیم کی خباثت کی تاب نہ لا سکا اور ۱۰۹۳ء میں رومہ روانہ ہوا کہ سارا مقدمہ پاپائے اربن ثانی کے سامنے پیش کرے۔

اسی زمانے میں پہلی جنگ صلیبی (۱۰۹۶ء) کی تیاریوں سے سارے یورپ میں ہنگامہ برپا تھا۔ اصل میں تو بیت المقدس کو پیغمبر اسلام (علیہ التحیۃ والسلام) کے عرب پیروؤں نے ۶۳۵ء میں فتح کر لیا تھا لیکن اسلام کے اثر سے عرب نسبتہً مہذب لوگ ہو گئے

جیسا کہ الف لیلہ نے ان کا نقشہ پیش کیا ہے اور پہلی فتح کے بعد وہ بصارہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے لگے تھے۔ شہر میں آنے جانے کی یا ریا رت و تجارت کی

معاربات صلیبیہ | تمھیں روک نہ تھی اور عربی سلطنت ہی کے زمانے میں معراج مسیحؑ کا میلا تجارتی دنیا کا ایک مشہور تہوار ہو گیا تھا جس میں اٹلی ہیرا حصوں اور آگے چل کے وینس (بندقیہ) کے اطالی سوداگر مسرقی تاجروں سے ملاقی ہوتے اور یورپ کی مصنوعات کے معاوضے میں ریشم اور مصالحے لیکر مغرب میں آتے تھے۔ یہ مسرقی ایشیائی قافلوں کے ذریعے صحرا کے پار ممالک عرب و ہند بلکہ چین تک سے آتی تھیں۔ ۱۰۹۵ء میں بیت المقدس پر پہاڑی مسلمانوں کی ایک جنگلی قوم یعنی سلجوقی ترکوں کا قبضہ ہوا جو وسط ایشیا کی پہاڑی بلندیوں سے نکل کے حنوبی میدانوں میں پھیلے اور جس طرح گوتھ اور وینڈال یورپ میں داخل ہوئے تھے، ان تاتاریوں نے ایشیا کے متمدن ممالک پر یورپ کی ان کے سلسلے سے حالات میں بڑا تغیر پیدا کر دیا کیونکہ یہ لوگ قدیم مسلمانوں کا محمودانہ حوصلہ سے نفرت رکھتے تھے۔ تجارت کی اصلی پروانہ بھی اور انھوں نے یہی راہزن اور تاجروں کو ستانا اور لوٹنا شروع کیا۔ مزید برآں ان کا ایشیائے کوچک میں تسلط برابر بڑھتا جاتا تھا اور مسترقی سلطنت رومہ کے بعض بیش بہا علاقوں کی جیر نظر نہ آتی تھی بلکہ خود سلطنت معرض خطر میں تھا۔ غرض تمام ہوئے رائرین کی واویلا و فریاد نے یورپ کے سوداگروں کے گلے شکوے اور مسترقی سلطنت کے بادشاہ الکسیوس کو مع پوپ اربن کی بار بار صدائے استمداد ملنے کر لے سے یورپ میں سخت ہیجان پیدا ہوا۔ نارمن قوم کے لوگوں نے گزشتہ نصف صدی میں عربوں کے ہاتھ سے صقلیہ اور صقلیہ والس لی تھی لہذا یہ بھی ایشیا میں شمشیر زنی دکھانے

سلہ۔ مظاہر اتی مصنف نے جنگیز خانی مغلوں اور سلجوقی ترکوں میں غلط سہو کر دیا ہے حالانکہ یہ ترک اس زمانے کی یورپی اقوام سے بہذیب و تمدن میں ہر حال کہیں افضل تھے۔ (اس کے آئندہ صلیبی جنگ کے مختصر بیان میں بھی حاشیہ جا تاریخی نقص ہیں اور جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے اس کی تحریر یا یہ اعتبار سے گری ہوئی نظر آتی ہے۔ مترجم۔

کے کچھ کم مشتاق نہ تھے۔ اور اُس ہنگامہ و شورش میں بھی تو میں شریک ہوگئی تھیں جسے بطرس راہب نے مشتعل کیا جو خود مسلمانوں کا ستایا ہوا تھا اور یورپ میں جا بہ جا گشت لگا رہا تھا کہ نصاریٰ کو بیت المقدس اور قبر مسیحؑ کے واپس لینے کے لئے جہاد کی تلقین کرے۔ یا یائے اربن ثانی نے دیکھا کہ اس تحریک سے پاپائی کی ناموری میں اضافہ اور دنیائے مسیحی میں اتحاد کی صورت پیدا ہوگی لہٰذا وہ اس کا سرگروہ بن گیا۔ کلرمونٹ کی مجلس میں مسیحی روح کا نعرۂ جنگ Dieu le volt (یعنی خدا ہی چاہتا ہے) انتخاب ہوا۔ ہزاروں سپاہی بعض حالتہً للہ بعض دنیاوی اغراض سے اور بعض محض ثواب جنگ کے باعث، مہم میں شرکت کے لئے تیار ہوئے۔ فرانس اور انگلستان کے بادشاہوں نے بھی اسے پسند کیا کیونکہ اس میں ان کی رعایا کے بہت سے خطرناک جنگجو افراد شریک ہو کر ملک سے ٹل گئے۔ چنانچہ ولیم نارمنڈی کی کفالت پر دس ہزار مارک (یا ۶۶۶۶ پونڈ) خوشی سے ادا کر دئے کہ اس کا تکلف دہ بھائی روبرٹ ایشیا جانے کا ساز و سامان کر سکے صلیبیوں کا اصلی لشکر بوہمنڈ (امیر ٹرنٹو) گوڈفرے (امیر بوئلوں) روبرٹ (امیر نارمنڈی) اسٹیفن (امیر بلوا) اور دوسرے رئیسوں کی قیادت میں قسطنطنیہ روانہ ہوا اور ایشیا میں داخل ہو کے ترکی سواروں کو نیکیا میں شکست دی اور بعد محاصرہ انطاکیہ فتح کر لیا۔ ۱۰۹۹ء میں بیت المقدس فتح ہو گیا اور گوڈفرے کے ماتحت دہاں جاگیرداری اصول پر ایک مسیحی بادشاہی قائم کر دی گئی۔ چند سرداروں کے سوا، جیسے بوہمنڈ جسے انطاکیہ جاگیر میں ملا، باقی ماندہ مجاہدین کو اس جدوجہد کا بجز ناموری کے، اور کوئی مادی صلہ میسر نہ آیا لیکن حقیقت میں اس جنگ کی اہمیت، بیت المقدس کی چند روزہ بادشاہی کی شان و شوکت یا مسیحی بہادروں کی شہرت میں محدود نہیں ہے جیسا کہ عام طور سے بیان کیا جاتا ہے۔ بلکہ اس کا بہت بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ایک مدت کے لئے مسلمانوں کی فتوحات کا سیلاب کا رُخ پھر گیا اور مشرقی سلطنت رومہ کو اور کچھ روز جینے کو مل گئے۔ جنگ میں اشتراک سے مختلف ممالک یورپ میں جو اب تک بالکل غیر مربوط تھے، یورپی ہونے کا خیال پیدا ہوا اور جو قومیں ادنیٰ تمدن رکھتی تھیں، انھیں ایک اعلیٰ تمدن کے دیکھنے کا موقع ملا۔ مشرقی اسباب عیش و نعم کے

ذوق نے سارے مغربی تمدّن کا معیار بلند کر دیا۔ علوم اور ادب تک مستفید ہوئے۔ بڑی بڑی مملکتوں کے استحکام نے امن و استظام کو مزید تقویت بخشی اور اطالیہ کی جمہوری ریاستوں کے سوداگروں نے ممالکِ مشرق سے دوبارہ تجارت قائم کر لی۔

نارمنڈی کے ہاتھ آنے سے ولیم مغربی یورپ کا سب سے طاقتور فرماں روا ہو گیا تھا جس باج گذاروں نے سر اٹھایا یا اس کا اس نے بجو بی قلع قمع کر دیا اور ان کے مال سے اپنی جیبیں بھریں۔ اسکوٹ اور ویلزی ہمسایوں سے اب مطلق خطرہ نہ رہا تھا اور آئیرستان پر حملے کی تیاریاں تھیں کہ ولیم فاتح کا یہ ارمانی منصوبہ پورا ہونے پائے اور جزائر برطانیہ کو تقویت پہنچے۔ اور اس مہم میں کوئی خاص دشواری بھی پیش نہیں آ رہی تھی۔ اُدھر وائی گئین یعنی امیر پواتو نی الواقع اپنا علاقہ انگلستان کے ممتول بادشاہ کے پاس گروی رکھنے پر آمادگی ظاہر کر رہا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ولیم جس کی عمر ابھی بمشکل چالیس سال کی تھی ایک نیا دور شروع کرنے والا ہے کہ اتنے میں موت نے اس کا یک بہ یک خاتمہ کر دیا۔

اس کی موت کے بہت سے اور نہایت مرتبع قصّے بیان کئے جاتے ہیں لیکن یہ ٹھیک معلوم نہیں کہ حقیقت میں وہ کس طرح واقع ہوئی۔ صرف اتنا معلوم ہے کہ ہسی حوتی کھانا کھا کر وہ اپنے مصاحبوں کے ساتھ نیو فوریسٹ میں شکار کو گیا اور تمام دن اس کی لاش ایک غریب لکڑہارے کو اس حالت میں ملی کہ ایک تیر سے دل چھدا ہوا تھا۔ یہ مطلق پتہ نہ چل سکا کہ تیر چلانے والا کون تھا اور یہ اتفاقی طور پر آ لگا یا کسی نے بالارادہ چلایا۔ ایک روایت تھی کہ یہ موت کا پیام بلا ارادہ والٹر ٹیرل کی کمان سے چھوٹا تھا لیکن اس نے حلف اٹھا کر انکار کیا اور کوئی شہادت اس کے تیر چلانے کی نہ مل سکی۔ بادشاہ کی لاش گاڑی پر ڈال کر وینچسٹر لائے اور وہیں دفن کی گئی۔ پھر نئے عہدِ حکومت کے ہنگامے میں بہت کم لوگ ایسے رہ گئے جنھوں نے یہ بھی پوچھا ہو کہ ولیم روفس کس طرح مرا؟

مشہور واقعات

لیں وریک کی وفات	سنہ ۸۹ء
کمبر لینڈ کو شاہ اسکاٹ لینڈ سے واپس لیا جاتا ہے	سنہ ۹۳ء
اینسلم کا تقرر صدر اسقفی پر	سنہ ۹۴ء
بیت المقدس پر نصاریٰ کا قبضہ	سنہ ۱۰۹۹ء

باب سوم

ہنیری اول

سنہ ۱۱۰۰ تا سنہ ۱۱۳۵ء

سنہ ۱۱۰۰ ماٹلڈا (اسکوٹی)

ولادت: سنہ ۱۰۶۸ ۔ ارو واح: سنہ ۱۱۲۱ اڈل (لودیی)

معاصرین ۔ ڈیوڈ اوّل ۔ ساہ اسکاٹ لینڈ

غلب اوّل ولوی ششم ۔ فرانس

ہنیری چہارم وہنیری پنجم ۔ تہنشاہ

ولیم کی ناگہانی موت اور روبرٹ کے الشیا میں ہونے سے تخت ما دشاہی انگلنگ ہنیری کے لئے حالی رہ گیا۔ وہ اپنے باپ کا سب سے چھوٹا اور ایک ہی بیٹا تھا جو ولیم فاتح کے بادشاہ انگلستان ہونے کے بعد پیدا ہوا تھا۔ گو باپ نے مرتے وقت اسے کوئی ملک نہیں دیا، تاہم ہنیری کی دوربینی اور ٹھنڈے مزاج نے اسے بخوبی سکھا دیا تھا کہ بھائیوں کے باہمی جھگڑوں اور کمزوریوں سے خود کیونکر فائدہ

اٹھایا جا سکتا ہے۔ باپ کے ترکے میں سے اُس نے تین ہزار اشرفی دے کے اپنے فصول خرچ بھائی روبرٹ سے مونٹ سینٹ میخل اور اس کی نواح کا پرگنہ خریدا اور چند ہی روز میں ولیم کو تمادیا کہ روبرٹ سے لڑائی کی صورت میں ہنیری کو دوست بنائے رکھنا بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ دشمن کی طرف رہے۔ چنانچہ ولیم نے اسے بلالیا اور ۱۰۹۵ء سے وہ زیادہ تر انگلستان ہی میں مقیم رہا تھا۔ اور اب موقع آتے ہی اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے تیار تھا۔ سب سے پہلا کام تو اُس نے یہ کیا کہ بگ ٹٹ گھوڑا دوڑا کے وِنچسٹر پہنچا اور خزانے پر قبضہ کر لیا۔ پھر اُس نے بہ عجلت مجلسِ عقلا کا جلسہ کر کے انتخاب شاہی کی رسم ادا کرادی۔

ہنیری کا انتخاب بادشاہی پر

اسد اسے وہ حوصلہ ہوتا تھا کہ اسے بادشاہی کے لئے روبرٹ سے اور شاہی وقار قائم رکھنے کے لئے جاگیرداروں سے لڑنا پڑے گا لہٰذا اب اس نے اپنے طرفداروں کا ایک خاص فریق مرتب کرنے کی تدبیر کی۔ اس معاملے میں اسے زیادہ توقع انگریزوں سے تھی اور انھیں دوست بنانے کی غرض سے اس نے اسکاٹ لینڈ کی رئیس رادی ماٹلڈا سے شادی کرلی جو ایڈگر ایتھلنگ کی بھانجی اور بزعم انگریزی خاندانِ شاہی کی وراثت کی دعویٰ دار تھی۔ مطلب یہ تھا کہ اس کی اولاد ولیم جائع اور الفریڈ دونوں کی وارث اور انگریز و نارمن دونوں قوموں کی نظر میں یکساں قابل اطاعت و محبت ہو۔ جاگیرداروں کو خوش کرنے کی غرض سے اُس نے رنولف کو قید کر دیا اور ایک منشور آزادی شائع کیا۔ اور اہل کلیسا کو بھی دروس مراج این سلم کے واپس بلانے سے مسرور کر دیا۔

منشور آزادی

ہنیری کا منشور بڑی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ اس سے ضمناً معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں امرا اور اہل کلیسا کی شکایتیں کیا تھیں اور ان کو رفع کرنے کی کیا شکل ہو سکتی تھی۔ منشور میں ہنیری دلیری سے یہ جتا کر کہ مجھے پورے ملک کے جاگیرداروں نے باہمی مشورے سے منتخب کیا، اعلان کرتا ہے کہ کلیسا کو معافی حاصل ہوگی اور اس کے کسی عہدہ دار کے مرنے پر بادشاہ کوئی مدرلہ وغیرہ ان کی ارہی یا کارندوں سے وصول نہ کرے گا حد تک کہ جائیں مقرر و متصرف نہ ہو جائے

جاگیرداری محاصل کے بارے میں بھی وارثوں کو بڑی بڑی رقمیں زبردستی دینی نہ پڑیں گی جیساکہ "میرے بھائی کے زمانے میں ہوتا تھا" بلکہ صرف واجبی "نذرانہ تاجپوشی" پر اکتفا کی جائے گی اور جاگیردار ہی مل بیٹھ کر اپنے کاشتکاروں کے ساتھ کریں گے۔ جاگیردار اپنے زمانہ رشتہ داروں کی شادی کی اطلاع بادشاہ کو دیں گے لیکن بادشاہ نہ کوئی محصول لے گا اور نہ ممانعت کرے گا بجز ایسی صورت کہ محوزہ شوہر کوئی دشمن ہو۔ جاگیر کی وارث لڑکیاں ہوں تو ان کی شادی جاگیرداروں کے مشورے سے ہوگی اور لاولد بیوگاں کو دوبارہ شادی پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ جاگیردار بھی براہ راست اپنے ماتحت زمینداروں سے کریں گے؛ سکہ ضرب کرنے کا مخصوص حق حسب سابق بادشاہ کے پاس رہے گا؛ ذاتی املاک و مال کو ہر شخص ہر طرح وصیت منتقل کر سکے گا۔ سرکار کی طرف سے پوری جائداد کی ضبطیاں نہ کی جائیں گی جیساکہ سابق دونوں بادشاہوں کے زمانے میں ہوا کرتا تھا بلکہ معقول حد کے اندر بقدر جرمانے وصول کئے جائیں گے۔ اور آخری وعدہ یہ تھا کہ شاہ ایڈورڈ کا قانون قدیم فاتح کی ترمیمات کے ساتھ بحال کیا جائے گا۔

یہ جملہ انتظامات بلاشبہ اصلاح حال کی تدبیریں تھے اور ان سے بادشاہ کا بہترین وصف، کہ وہ مختلف طبقات رعایا میں تمام عدل و حقوق کا ذریعہ ہے، نمایاں ہوتا ہے۔ لیکن ایک معاملے میں اسی دستور کی رو سے ایک نئی رعایت کا آغاز کیا گیا جو بڑی خطرناک تھی۔ یعنی فوجی خدمت کے لئے جو اراضی دی جاتی تھیں، وہ ہر قسم کے محاصل و خدمات سے معاف کر دی گئیں بشرطیکہ جاگیردار اپنی جمعیت کو گھوڑوں اور اسلحہ سے بادشاہی محاربات کے واسطے آراستہ رکھے۔ اس قاعدے میں بڑی خرابی یہ تھی کہ محاصل سے مستثنیٰ لوگوں کی ایک جماعت تیار ہو گئی۔ کہ اگر فوجی خدمت کا رواج جاتا رہے، جیساکہ آئندہ جاتا رہا، تو پھر ان کا ملک کے مصارف میں مطلق حصہ نہ ہوتا اور فرانس میں واقعتہً یہی ہوا کہ جاگیردار جملہ محاصل سے آزاد رہ گئے۔

رؤلف (فلیم بارڈ) کی گرفتاری سے اہل کلیسا، امرا اور عام لوگ سبھی خوش ہوئے۔ کہا جاتا تھا کہ اس نے گلے کی اون ہی نہیں بلکہ کھال تک اتار لی تھی۔ لیکن ان

تدبیروں سے جو جائز دولت اس نے جمع کر لی تھی وہ فیدیں کام آئی اور تیراب کے سوہن چھپا کر اسے ایک رسّی برج کے اندر پہنچا دی گئی جس کے ذریعے وہ اُتر کے نکل بھاگا اور نارمنڈی پہنچ گیا اور بلا تاخیر ہینری کے خلاف سازباز میں مصروف ہو گیا۔

روبرٹ کا دعوی بادشاہی

ہینری نے انگلستان والوں کے ساتھ حوصلہ افزائیں کی تھیں ان کی ضرورت بخوبی ثابت ہو گئی جب کہ ۱۱۰۱ء کے اواخر میں روبرٹ نارمنڈی واپس آیا۔ اور آتے ہی رئولف اور بہت سے انگلستان کے جاگیرداروں نے اسے دعوت دی کہ آئیے اور انگلستان کے تخت پر قبضہ کیجئے۔ اور ہمیں "گوڈرک" اور "گوڈیوا" سے نجات دلائیے۔ یہ انھوں نے ہینری اور ماٹلڈا کے نام رکھے تھے اور اس میں کسی پرانی انگریزی کہانی کی تلمیح تھی۔ انھیں جاگیرداروں کی بے وفائی کے باوجود ایسیکس اور انگریز باشندوں نے ہینری کا ساتھ نہ چھوڑا کہ وہ اس کی شادی سے بہت خوش تھے اور اس کی انگلستان میں ولادت کو بھی بہت اہمیت دیتے تھے۔ انھوں نے صاف کہدیا کہ ہینری ہماری سرداری کرے تو ہم نارمنوں کے ساتھ لڑنے سے ذرا نہیں ڈریں گے۔ چنانچہ روبرٹ پورٹس متھ میں لنگر انداز ہوا تو ہینری (بمقام الٹن) ایسی زبردست فوج لے کے مقابلے میں آیا کہ روبرٹ کو کامیابی کا وثوق نہ رہا اور بھائیوں میں صلح کی شرطیں طے ہو گئیں۔ یعنی روبرٹ نے دو ہزار یونڈ سالانہ کے عوض میں تخت کے دعوے سے دست برداری کر لی۔ اور ہینری نے نارمنڈی کی ساری املاک اس کے حوالے کر دی۔ یہ بھی قرار پا گیا کہ دونوں میں جو پہلے لاولد موت ہو جائے وہ دوسرے کے ملک کا وارث ہو۔ تب روبرٹ واپس نارمنڈی چلا آیا؛ مگر اس حملے سے ہینری کو معلوم ہو گیا کہ کون کون سے جاگیردار بے وفا ہیں اور اس نے باقاعدہ تدبیر سے ان کے اندیشہ ناک اقتدار کا خاتمہ کرنے کی ٹھان لی۔ ان سب میں قوی اور

روبرٹ بلیمی

شتھی روبرٹ (بلیمی) تھا جو شہر وزبری کا امیر ہوا اور سسیکس و سمرسٹ پر متعدد قلعوں کا مالک تھا۔ ان قلعوں میں برج نارتھ کی ملکیت نے اسے خصوصیت کے ساتھ زبردست بنا دیا تھا۔

اس کے خلاف ۱۰ ہم غداری کے الزام لگائے گئے اور جب وہ بلائے سے حاضر نہ ہوا تو ہینری نے فوراً برج نارتھ پر چڑھائی کی اور من ہیتے میں یہ قلعہ مفتوح ہوگیا۔ شروزبری اور ارنڈیل پر بھی بہت جلد ہی قبضہ ہوگیا اور ۱۱۰۲ء میں روبرٹ کو ولمن سے نکلنا پڑا۔ اس ظالم کے دفع ہونے سے ملک بھر میں خوشیاں منائی گئیں اور لوگوں نے بالاتفاق نعرے لگائے کہ "اے بادشاہ خدا کا شکر کرو اور خوشیاں مناؤ کہ روبرٹ (بلیمی) پر تم نے فتح پائی اور اسے ملک سے نکال دیا اور اب تمہاری حکومت کو پورا اختیار حاصل ہوا"۔ دوسرے امیروں نے بھی اسی طرح اسے کئے کی سزا پائی۔ گرانٹ میسنل کا جاگیردار امی وو بہت سیخپا ہانکتا تھا کہ انگلستان میں پہلا شخص میں ہوں جس نے ہمسائے کے خلاف اعلانِ جنگ کیا" اس پر بھاری جرمانہ کیا گیا کہ دوسرے ایسی حرکت نہ کرسکیں۔ امیر کبیر روبرٹ کے حلیف بیٹے ولیم امیر مورٹس کو بلاد ملنی کی سزا ملی۔ غرض ولیم فاتح کے بڑے بڑے امرا میں سے صرف ڈرہم کی اسقف اور چیسٹر کی امارت بحالہ قائم رہیں۔

گرنارمنڈی کا قضیہ ابھی تک طے نہ ہوا تھا۔ چالاک روبرٹ (بلیمی) نے دائی نارمنڈی کے ساتھ سازش کی اور ۱۱۰۳ء میں بھائیوں میں دوبارہ جنگ کی آگ بھڑک اٹھی۔ کچھ مدت تک کوئی بڑی لڑائی نہ ہوئی لیکن ۱۱۰۶ء میں

نارمنڈی پر حملہ

ہینری کی مخلوط فوج نے، جس میں نارمن جاگیردار اور انگریز سپاہی شامل تھے، روبرٹ کی سوار فوج کو شکست دی اور خود بادشاہ انگریزی طرز پر سب کے آگے پیادہ لڑائی لڑا۔ یہ لڑائی جو **تنش برای** سے منسوب ہے ۲۹ ویں ستمبر کو ہوئی اور یہی ولیم فاتح کے انگلستان میں اترنے کی چالیسویں سالگرہ کا دن تھا چنانچہ کہتے ہیں اس فتح کو انگریزوں نے ہیسٹنگز کا بہت اچھا بدلا حاصل کیا۔ اور اس میں شبہ نہیں کہ انگلستان و نارمنڈی کی ان لڑائیوں کی اصلی اہمیت یہی ہے کہ ان سے نارمن قومیت کے مقابلے میں انگریزی قومیت کے جذبے پرورش پائی اور خود فاتحان ہیسٹنگز کے پوتے پروتے نارمنڈی والوں کے مقابلے میں آئے تو اپنے تئیں انگریز سمجھکر آئے۔ مذکورۂ بالا لڑائی میں روبرٹ اسیر کرکے قلعہ کارڈف میں بھیجدیا گیا اور اپنی وفات

(واقعہ ۱۱۳۵ء) تک وہیں رہا۔ ہینری اب بلا شرکت انگلستان کا بادشاہ اور نارمنڈی کا والی بن گیا۔ اسکاٹ لینڈ کے بادشاہ کا وہ بہنوئی تھا لہٰذا اس ملک سے پہلے ہی دوستانہ تعلقات تھے۔ ویلز کے رئیس اپنے پہاڑوں میں قلعوں کے ایک حلقے سے گھیر لئے گئے تھے اور زیادہ دق نہ کرتے تھے ۱۱۰۷ء میں ملیمگر کی بستی کی بستی، جسے سمندر کی ماگہانی طغیانی نے بے گھر کر دیا تھا بیم بروک شائر میں آباد ہوئی جہاں ہینری نے فیاضی سے انھیں زمینیں عطا کی تھیں اور اس طرح سیورن کے مغرب میں تیوتانی عنصر اور بھی قوی ہو گیا۔ عرض دس سال سے زیادہ عرصے تک ہینری کے ملک میں کامل امن امان رہا۔

منافقانہ خرقہ پوشی

۱۱۰۷ء میں اسقف اور متولیوں کے مقرر کرنے کے طریقے میں ایک خاص تغیر واقع ہوا۔ بادشاہوں اور پاپاؤں میں یہ مسئلہ کئی سال سے کشاکش پیدا کر رہا تھا اور "مناقشۂ خرقہ پوشی" کے نام سے مشہور ہے۔ اینسلم بھی باہر رہنے کے زمانے میں اس بارے میں پاپائی خیالات سے متاثر ہو گیا تھا۔ اہل میں اُن دنوں اسقف یا متولی کی دو مختلف حیثیتیں ہوتی تھیں۔ مذہبی مقتدی ہونے کے اعتبار سے وہ دینی معاملات میں وعظ دینا اور برگزیدہ مانا جاتا تھا لیکن زمیندار ہونے کے لحاظ سے اس کی حیثیت بادشاہ کے خراج گزار جاگیردار اور فوجی جمعیت کے سردار کی سی تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں آپس میں کوئی مطابقت نہ رکھتی تھیں مگر حد تک صورتِ حال یہ تھی اس وقت تک بادشاہ کو تو لامحالہ دیکھنا پڑتا تھا کہ کوئی اسقف اس کا بدخواہ نہ ہو اور اہل کلیسا کو فکر رہتی تھی کہ کہیں بادشاہ محض کسی فوجی آدمی کو دینی مقتدی نہ بنا دے۔ یہ دشواری بھی کچھ اسی قسم کی تھی جیسی جاگیر کی وارثہ کے معاملے میں پیش آئی کہ بادشاہ اور خود عورت دونوں کو دعویٰ تھا کہ شوہر کا انتخاب ہماری مرضی سے ہونا چاہیئے۔ نارمن فتح سے قبل اساقفہ وغیرہ کا انتخاب مجلس عقلا میں عملاً بادشاہ کی رائے کے مطابق ہو جاتا تھا اور ولیم فاتح کے زمانے میں بھی یہی عمل رہا۔ مگر اب اینسلم کی خواہش تھی کہ ان عہدوں کا انتخاب یا دری کیا کریں اور جو شخص منتخب ہو، وہ بادشاہ کی بجائے صدر اسقف کے ہاتھ سے اپنے عہدے کا چھلا اور

عصا حاصل کرے۔ بہت دن تک ہینری اور اینسلم اپنی اپنی رائے پر اڑے رہے اور اینسلم دوبارہ انگلستان چھوڑ کر یورپ چلا آیا لیکن چونکہ یہ دونوں معقولیت پسند اور دور اندیش آدمی تھے اور جانتے تھے کہ جھگڑے سے دونوں کا نقصان ہے، لہٰذا ۱۱۰۷ء میں ان کی مصالحت ہوگئی اور قرار پایا کہ انتخاب تو پادریوں کی یا کیتھیڈرل کے معاملے میں راہبوں کی، پوری جماعت کرے لیکن یہ اجتماع بادشاہ کے دربار میں ہو اور انتخاب کے بعد نیا اسقف جاگیر کے لئے نو بادشاہ کی سلامی بجالائے اور اس کے بعد صدر اسقف اور اساقفہ حرقہ پوشی کی رسم ادا کریں اور اسی کے ہاتھ سے چھلا پہنے اور عصا حاصل کرے۔ اس طرح کلیسا کے دینی حقوق بھی محفوظ رہے اور اس کے مقتداؤں کی مذہبی اہلیت کی طرف سے اطمینان ہوگیا اور ادھر انتخاب میں بادشاہی اثر بھی غالب رہا اور مالکِ ارضی کی حیثیت سے اس کے حقوق کی بھی پوری پوری رعایت کرلی گئی۔ حو دیورپ میں کچھ روز بعد ہینری کے داماد، شہنشاہ ہینری پنجم اور پاپائے کیلیکس ٹس ثانی کے درمیان اسی شرائط پر مصالحت ہوئی؛ یاد رہے کہ یہ مناقشہ حقیقت میں اس وسیع تر بحث کا کہ کلیسا اور سلطنت کا باہمی تعلق کیا ہو، محض ایک جزو تھا۔ قرونِ وسطیٰ میں علمائے نصاریٰ کی کوشش برابر یہ رہی کہ جہاں تک ہوسکے کلیسا، سلطنت کے اثر سے آزاد اور اندرونی معاملات میں جماعت با اختیار بن جائے۔ اسی منصوبے کی تکمیل میں وہ چاہتے تھے کہ اپنے عہدہ داروں کا خود انتخاب کریں۔ اپنے قوانین خود بنائیں، اپنے مجرموں کو خود سزا دیں اور اپنے ہی کلیسائی عمال کو مالیہ وغیرہ ادا کریں۔ چنانچہ ایک نہ ایک وقت میں یہ مسائل ایک ایک کرکے انگلستان میں بھی چھڑے اور یہاں کے بادشاہوں اور اہلِ کلیسا میں مابہ النزاع بنے رہے۔ اسی منصوبے کا ایک جزو یہ بھی تھا کہ پادریوں کو جہاں تک ممکن ہو بیرونی علائق سے الگ رکھا جائے اور اس غرض کے لئے ان میں جو زیادہ بلند خیال تھے وہ پادریوں کے مجرد رہنے پر بڑا زور دیتے تھے۔ ۱۱۰۲ء میں اینسلم نے بھی یہ کوشش کی تھی کہ یہ قاعدہ انگلستان میں واجب العمل قرار دیا جائے لیکن کامیابی نہ ہوئی اور بہت مدت کے بعد جاکر اتنا ہوا کہ روزینہ یاب پادری پوری طرح اس قاعدے کے پابند ہوگئے۔ انگلستان میں دیہی حلقوں کا دیا جانا عموماً گاؤں کے جاگیردار کے اختیار میں ہوتا تھا

اس لئے یہاں آخر تک ادنیٰ اعلیٰ ہر حیثیت کے پادریوں پر دنیا داروں کا کافی اثر قائم رہا۔

نئے طریق کے بموجب پہلا انتخاب سالسبری کے اُسقف کا ہوا۔ اور اسی سے جدید انتظام کی عملی صورت کا اندازہ ہوسکتا ہے کیونکہ عہدۂ مذکور پر خود ہینری کا امام اور صراپنچی، روجر، منتخب ہوا جسے بادشاہ نے اس لئے پسند کیا تھا کہ وہ بہت جلدی نماز پڑھا دیتا تھا اور ان دنوں عموماً روزانہ ادا کی جاتی تھی۔ بعد میں ثابت ہوا کہ ہر قسم کی داد و ستد کے معاملے میں حواس کے تعویض کیا جائے وہ نہایت ہوشیار و کامیاب شخص ہے اور جب ہینری بادشاہ ہوا تو وہ اس کا دست راست اور ملک کے کاروبار میں مشیر خاص بن گیا۔ خود ہینری تنظیم و ترتیب کو بہت پسند کرتا تھا اور تانش برای کی جنگ کے بعد کئی سال کے مسلسل امن میں اُسے حسب دلخواہ موقع ملا کہ ملک کی نظامی اور مرکزی حکومت کو صحیح نظم و ترتیب کے ساتھ مرتب کرے۔

نظر برایں (۱۱۰۸ء کے بعد اور ۱۱۱۲ء سے قبل) احکام جاری ہوئے کہ پرگنے اور ضلع کی عدالتیں اسی طرز پر منعقد ہوں جیسے شاہ ایڈورڈ (مائل) کے زمانے میں ہوتی تھیں اور اس میں کوئی فرق نہ آئے، اس میں دو بڑے فائدے تھے، ایک تو یہ کہ عدالت گویا ہر شخص کے دروازے تک پہنچ گئی اور دوسرے یہ تحقیقات جرائم وغیرہ کا کام جاگیرداروں کے قبضے میں جانے کی بجائے، جیسا کہ ممالک یورپ میں ہوا، بادشاہ کے تحت میں آگیا کیونکہ ان عدالتوں کی صدارت شاہی عامل شیرف کرتا تھا شخصی حقوق کے معاملات جملہ حاضرین عدالت کی رائے سے تصفیہ پاتے تھے جس کو عدالت میں حاضر رہنے کا حق حاصل تھا جرائم کی صورت میں استشہاد (کمپرگیس) اور امتحان کے پرانے طریقے ابھی تک جاری تھے لیکن نارمن قوم کے لوگ ملزم و مستغیث یا ان کے قائم مقاموں کے باہم لڑ کر فیصلہ کر لینے کو ترجیح دیتے تھے۔

نارمن فتح کے بعد مجلس عقلا کی جگہ "میگنم کوں کی لیم" یا مجلس اعلیٰ نے لے لی تھی لیکن یہ محض نام کا فرق تھا ورنہ اس مجلس میں بھی اساقفہ وغیرہ دینی متقدی اور امرا ہی شریک ہوتے تھے۔ البتہ شاہی رفقا شریک تھے کیونکہ ان کی ذمہ داری قائم ہو،

بیرن کہلانے لگے اور مارمن فتح کے وقت سے انھیں جاگیرداری اصول کی شرطوں کے مطابق، راہ راست بادشاہ سے جاگیریں ملنے لگی تھیں۔ چونکہ اہل کلیسا جو مجلس میں شریک ہوتے، وہ بھی انھی شرطوں پر مالکان اراضی ہوتے تھے۔ لہذا مجلس اعلیٰ حقیقت میں شاہی جاگیرداروں ہی کی ایک جماعت رہ گئی اور اسی میں رفتہ رفتہ مجلس عقلا کی قدیم خصوصیات غائب ہوگئیں؛ مگر اس پوری مجلس کا اجتماع بہت کم اور کسی ایسے خاص موقع پر ہوا تھا جیسے سالسبری کا اجتماع ۱۰۸۶ء میں۔ اور ملک کے معمولی معاملات مجلس شاہی ("کیوریا ریجس") میں طے ہو جاتے تھے۔

مجلس شاہی اس مجلس کی صحیح کیفیت تو معلوم نہیں مگر عموماً اس میں بادشاہ اور بڑے بڑے عہدہ دار جیسے میر عدالت، میر مئی، خزینہ دار، حاجب، بخشی، اور سپہ سالار، شامل ہوتے اور بطور خاص بادشاہ جسے چاہتا طلب کر لیتا تھا۔ نارمن اور تسروع کے آخری بادشاہوں کے عہد میں میر عدالت سب سے اعلیٰ عہدہ دار تھا اور بادشاہ کی عدم موجودگی میں جب کہ اسے نارمنڈی جانا پڑتا تھا وہی نیابت اور مجلس شاہی کی صدارت کرتا تھا۔ "تواب صدر عدالت" کے نام سے، جو اب تک انگریزوں کے قانونی نظام کا صدر ہے اس قدیم عہدے کی یادگار باقی ہے۔ میر مئی یا صدر معتمد (چانسلر) بادشاہ کا معتمد خاص ہوتا اور شاہی مہر اسی کی تحویل میں رہتی تھی۔ حاجب محلات شاہی کے کاموں کا ذمہ دار تھا۔ بخشی (کونٹس ٹیبل) اور سپہ سالار زیادہ تر جاگیرداروں کی افواج کے معاملات سے تعلق رکھتے تھے؛

اس مجلس کے فرائض مختلف تھے۔ جب ملکی معاملات میں مشورہ دینے کی غرض سے منعقد ہوتی، تو اسے بادشاہ کی "معمولی مجلس" کہتے کہ مجلس اعلیٰ سے جو خاص خاص موقعوں پر منعقد ہوتی امتیاز رہے۔ بعض اوقات وہ عدالت عالیہ کا کام دیتی اور بڑے جاگیرداروں کے قضیے چکاتی جیسا کہ زمانۂ سابق میں مجلس عقلا کرتی تھی۔ نیز ان مقدموں کے مرافع جو پرگنے کی پنچایت سے آئیں، سماعت کرتی تھی۔ اس موقع پر اسے صرف "مجلس شاہی" کہتے۔ اس کے وقت کا معقول حصہ وصول مالگزاری کے کاموں میں خرچ ہوتا اور اس غرض سے اجلاس ہو تو اسے

باب سوم

عدالت مالیہ کہے جاتے تھے۔ اس کے حسابات بہت احتیاط سے رکھے جاتے تھے اور ۱۱۳۳ء کا بہی کھاتہ یا حساب بجسمہ محفوظ رہ گیا ہے جس سے عدالت مذکور کے عمل درآمد کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ ہر چیز کی غایت رویہ معلوم ہوتی ہے کیونکہ ہنیری کا حراجی رویہ جس طرح تھا ہی مداخل کا سیسہ وصول کرنے میں ایسا ہی سخت تھا جیسے رنولف (فلیم مارڈ)۔ اور حسابات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رباز ستاق، ایالت، ازدواج وغیرہ کے مذرائے آمدنی کی کمی معمول مد تھے۔ اور وہ آمدنی الگ رہی جو قانونی کارروائی میں تاخیر یا تعمیل کے لئے تاہی اثر سے کام لینے کی غرض سے، معاہدات وتوجہات سے معافی چاہنے کے واسطے، عہدے پر مقرر یا علیحدہ ہونے کے وقت کے، مدراؤں سے وصول ہوتی تھی کیونکہ ہنیری کے عہد میں ہر چیز کی قیمت تھی اور زندگی کا کوئی کام ایسا نہ تھا جس سے کسی نہ کسی پیرائے میں شاہی خزانے کے لئے کچھ نہ کچھ رکھوا نہ لیا جائے۔

مجلس کے ان مختلف وظائف کی بدولت، بادشاہ نظم ونسق کے ہر جزیر کا نگرانی رکھ سکتا تھا اور زیادہ تر اسی مجلس کی بدولت انگلستان کی مقامی محکومت برنارمس صدر محکومت کی وہ مرکزیت تعمیر ہو سکی جو ولیم فاتح کے جانشینوں کا بڑا عجیب کارنامہ ہے۔ مگر اس نظام کی تکمیل کے لئے ضرورت تھی کہ مجلس شاہی اور مقامی عدالتوں یا پنچایتوں میں کوئی قریبی رشتہ پیدا کیا جائے اور ۱۱۳۴ء میں اس کی ایک تمہید اس طرح ڈالی گئی کہ مجلس شاہی نے اپنے اعصا کا ایک خاص وعدہ تیار کیا کہ دیہات میں اعلان کرے اور اس نے اتنے چوروں کو پھانسی کی سزا دی کہ پہلے کبھی نہ ملی تھی۔ چنانچہ اسی تھوڑے سے عرصے میں ۴۴ آدمی لٹکائے گئے۔ بادشاہ کی اس پُرزور عدل وسیاست نے اسے "شیر عدالت" کا لقب دلوایا اور حقیقت میں اس کا آہنی پنجہ جس طرح انگلستان کی سب قوموں کو ایک دوسرے کے قریب تر لایا وہ ملک کے حق میں ایک بڑی رحمت ثابت ہوا۔

۱۱۱۸ء میں ملکۂ ماٹلڈا نے ایک سولہ سال کی لڑکی ماٹلڈا اور ایک پندرہ سال کا لڑکا، ولیم چھوڑ کر وفات پائی۔ اس لڑکی (ماٹلڈا) کی شادی ۸ برس کی عمر میں شہنشاہ ہنیری پنجم سے کر دی گئی تھی اور اس تقریب پر بادشاہ نے اپنے

جاگیرداروں سے جہیز کے لئے حورقم وصول کی وہ تین شلنگ فی ہائڈ[1] تھی؛ بیوی کی وفات کے وقت ہیری دوبارہ مصروف جنگ تھا کیونکہ لوئی ششم، شاہ فرانس نے اس کے خلاف ایک جتھا تیار کیا جس میں بالڈون امیر فلینڈرس اور فلک امیر آنژو شریک تھے اور مقصد یہ تھا کہ روبرٹ والی نارمنڈی کے اکلوتے بیٹے ولیم کلیٹو کی پشتی مانی کی جائے۔ مگر بالڈون اسی سال مرگیا اور فلک اس قرارداد پر کہ شاہ انگلستان کے بیٹے سے اس کی بیٹی کی شادی ہو جائے، جتھے سے الگ ہوگیا۔ پھر ۱۱۱۹ء میں ہیری کی شاہ فرانس اور کلیٹو سے برین ویل میں جو مٹ بھیڑ ہوئی اس میں ہیری غالب آیا۔ جتھا ٹوٹ گیا اور تھوڑے ہی دن بعد پاپا نے ثالثی کر کے صلح کرادی۔

آئندہ وراثت کا مسئلہ

اب ہیری کی یہ کوشش تھی کہ اپنے بیٹے کی آئندہ تخت نشینی کا انتظام کرلے۔ نارمن جاگیرداروں سے وہ اطاعت کا حلف اٹھوا چکا تھا اور فاتحانہ انگلستان آرہا تھا کہ خود بیٹا ہی ڈوب کر ہلاک ہوگیا۔ وہ "وھائٹ شپ" میں سوار تھا جسے مخمور ملاحوں کی غفلت نے ایک چٹان پر چڑھا دیا اور شہزادے کی ہلاکت کا باعث ہوئے۔ ہیری نے اس کے بعد پھر شادی کی مگر کوئی اولاد نہ ہوئی اور اب اپنے خاندان میں بادشاہی رکھنے کی ساری امیدیں اس پر منحصر ہوگئیں کہ امرا اس کی بیٹی ماٹلڈا کو ملکہ تسلیم کرلیں حولا ولد رہی اور ۱۱۲۵ء میں بیوہ ہوکر انگلستان آگئی تھی۔ چنانچہ ۱۱۲۶ء میں ہیری نے مجلس اعلیٰ کو آمادہ کرلیا کہ ماٹلڈا کو آئندہ فرماں روا بنانے کی قسم کھائیں۔ لیکن ابھی ایک زبردست حریف یعنی ولیم کلیٹو زندہ تھا۔ وہ عمدہ اخلاق اور اچھی خاصی قابلیت کا نوجوان تھا اور اس نے اپنے چچا کی وراثت کی امید ابھی تک نہیں چھوڑی تھی۔ ۱۱۲۳ء میں اس نے امیر والراں کی مدد سے نارمنڈی میں خروج کیا اور جب اس میں ناکامی ہوئی تو پھر شاہ فرانس سے رشتۂ اتحاد جوڑا اور چونکہ اس کی نانی فلینڈرس کے حکمراں خاندان سے تھی،

[1] ہائڈ = قیاساً سوا ایکڑ۔

لہٰذا وہاں کا امیر چارلس (نیکدل) مراتو شاہ فرانس نے ولیم کلیٹو کو فلینڈرس کا امیر نامزد کر دیا۔ چچا نے یہاں بھی دشمنی سے پیچھا نہ چھوڑا اور شورہ پشتوں کو بغاوت میں مدد دی یہاں ولیم کلیٹو متحمد ہوا لیکن بدنصیبی سے برچھے کا ایک معمولی زخم غفلت سے بڑھکر بیام موت بن گیا اور عین اس وقت کہ تقدیر یاوری پر آمادہ نظر آتی تھی ۱۱۲۸ء میں وفات پائی۔

ماٹلڈا کی شادی جیفری سے

اس کی وفات سے چند ماہ پہلے ہینری نے اپنی بیوہ بیٹی کی شادی فلک امیر آنژو کے بڑے بیٹے جیفری سے کر دی۔ واضح رہے کہ شمالی فرانس کی تاریخ میں امرائے آنژو بہت ممتاز حصہ لیتے رہے تھے۔ آنژو کے علاوہ وہ دو بہی اضلاع میں اور ٹورین پر بھی حق فرماں روائی جتاتے اور اکثر قابض بھی ہو جاتے تھے۔ نارمنڈی پر بھی اکوئی عین اور خود شاہ فرانس کی حدود اس کے علاقے سے ملتی تھیں۔ اس گھرانے کے لوگوں نے جنگی اور ملکی دونوں قسم کے کام انجام دینے کا بڑا سلیقہ پایا تھا۔ اور عام طور پر ممتاز تھے کہ جس کام کو انھوں نے اٹھایا، اسے خوبی سے انتہا کو پہنچا دیا! اسی کے ساتھ علم و فن کا بھی کافی ذوق تھا؛ خود فلک بہت کامیاب حاکم مانا جاتا تھا اور اب ولیعہد انگلستان کے ساتھ اس کے بڑے بیٹے کی شادی، اس خاندان کی ایک نمایاں کامیابی تھی۔ یوں شاہ جیفری، ابھی بالکل لڑکا تھا مگر بہایت دہین، قبول صورت اور دلکش۔ اگرچہ اس میں شک نہیں کہ اس کی تیز مزاجی اور دولھا دلہن کی عمر میں اتنے زیادہ تفاوت کے باعث یہ شادی حقیقت میں کچھ بہت خوشدلی کا موجب نہ رہی۔ اور ۱۱۳۳ء تک جیفری اور ماٹلڈا سے کوئی اولاد بھی پیدا نہیں ہوئی؛ ادھر انگریز و نارمن دونوں قوم کے آدمی اس شادی سے خوش نہ تھے۔ کیونکہ انگریز تو بادشاہ کے مواعید کے خلاف دلہن سے باہر کا رشتہ سمجھکر اسے پسند نہ کرتے تھے اور نارمنوں کو خاندان آنژو سے نفرت تھی اور ایک آنژوی فرماں روا کی حکومت قبول کرنا باعث عار معلوم ہوتا تھا۔ لیکن ہینری برابر ماٹلڈا کے لئے حلف لیتا رہتا تھا اور جب اس کے بطن سے ہینری (آیندہ ہینری ثانی) پیدا ہوا تو حلف میں ماں کے نام کے ساتھ

اس بچے کا نام بھی اُس نے تجویز کر دیا۔ تو اسے کی ولادت کے بعد ہینری انگلستان سے نارمنڈی چلا آیا اور ۱۱۳۵ء میں یہیں (ایک حد تک ناگہانی) وفات پائی۔

ہینری کے اوصاف و خصائل

ہینری اوّل انگلستان کے ممتاز بادشاہوں میں داخل ہے۔ مصلحت کے باعث اُس نے وہی طرزِ عمل اختیار کیا جو رعایا کے حق میں سب سے اچھا تھا کیونکہ عام لوگ سب سے زیادہ جس شے کے محتاج و متمنی تھے وہ یہ تھی کہ بڑے بڑے زمینداروں کے جور سے انھیں بچایا جائے۔ تیس ۳۰ برس تک جو تقریباً ایک نسل کی مدت کے برابر ہے اُس نے انگلستان میں امن قائم رکھا اور اس امن و دوست بادشاہ کے کام کی قدر و قیمت کا اندازہ خود اُس مادّی اور دماغی ترقی سے ہو سکتا ہے جو اتنی مدت میں ملک نے حاصل کی۔ بہ نسبت سابق کے تجارت چند در چند بڑھتی گئی اور برّ اعظم کے ساتھ انگلستان کے روابط کا یہ فائدہ ہوا کہ محاربات صلیبی کی بدولت یورپ میں تجارت کی جو گہما گہمی ہوئی انگلستان بھی اس میں حصہ دار بن گیا۔ نارمنڈی اور انگلستان کے ایک ہی فرماں روا کے ہاتھ میں ہونے سے مدتوں تک روبارِ انگلستان ایک انگریزی محصول بنی رہی۔ انگریز سوداگر نہ صرف ہیری کے مقبوضات سے بلکہ آئرستان، برتیانی، فلینڈرس، ڈین مارک بلکہ ان سے بھی آگے بڑھ بڑھ کے باضابطہ لین دین کرنے لگے۔ ممالک یورپ میں شخصی جنگ و جدال کی وبا پھیلی ہوئی تھی لہٰذا انگلستان کے امن عام اور خصوصاً اس بلا سے محفوظ ہونا سن کر مختلف ملکوں کے بہت سے دستکار و صناع اپنا وطن چھوڑ چھوڑ کے ہیری کی پناہ میں آ گئے اور ان کی دستکاری سے متوسط طبقے کی تعداد و قوت میں اضافہ ہونا چلا۔

شہروں کا فروغ

اب شہری لوگوں کو فکر ہوئی کہ بادشاہ سے اس قسم کے آئینی حقوق حاصل کیے جائیں کہ انھیں کسی حد تک وہی نظامی حکومت میسر آ جائے جس سے ممالک یورپ کے آزاد شہر بہرہ مند تھے۔ اس کی ابتدا بہت ہی معمولی اختیارات سے ہوئی۔ شہر والوں کو خاص خاص مقاصد کے لیے [illegible]

کو دینے کی بجائے براہ راست بادشاہ کے خزانے کو ادا کریں تاکہ وہ پرگنے کی عام مالگزاری میں شامل نہ سمجھا جائے۔ (۲) اپنے عامل خود منتخب کریں اور شہر کے مقدمات بھی خود وہیں کی مقامی عدالتوں میں فیصل ہوا کریں۔ (۳) بڑے سوداگروں کو ایسی انجمن بنانے کی اجازت ملے جسے جاگیرداری آئین کا جزو تسلیم کر لیا جائے۔ اکثر شہر بادشاہی اراضی میں واقع تھے۔ بعض اساقفہ اور امرا کی جاگیروں میں۔ مگر ان میں لندن و یورک کے شاہی مشور جو ہنری اوّل کے زمانے میں عطا ہوئے ابھی تک محفوظ ہیں، اور ان سے قیاس ہو سکتا ہے کہ دوسرے شہر بھی ان کی مثل کیا حقوق طلب کر رہے تھے۔

خانقاہیں وغیرہ اس عہد امن میں خانقاہی گروہوں نے جو ترقی کی وہ شہر کے دنیاوی طبقے سے کم اہمیت نہیں رکھتی۔ نارمن قوم کے انگلستان کو فتح کرنے کا زمانہ قریب قریب وہی تھا جب کہ ممالک یورپ میں مذہبی زندگی کا بہت کچھ احیا ہوا اور گریگوری ہفتم کی منصب پاپائی میں اصلاحات، خرقہ پوشی کے مناقشے، صلیبی جنگ کا جوش خروش اور پرانے خانقاہی گروہوں کی اصلاح اور نئے گروہوں کا وجود میں آنا، اسی احیائے دیں کے مختلف شواہد تھے۔ آخرالذکر تحریک کا آغاز کلگنی کی خانقاہ سے ہوا اور اس کی شاخوں کے طور پر اس قسم کے زاویے (پرائری) بنے جیسے پونٹ فریکٹ، ریڈنگ اور لیونز میں تھے۔ اور ان کے ذریعے یہ خیالات انگلستان میں پھیلے۔ کلگنی راہب نمازوں کی پابندی اور گرجوں کی آراستگی پر بہت زور دیتے تھے اور انھیں رسوم رہبانیت کا بڑا حامی سمجھنا چاہیے۔ ان کی دوسری خصوصیت یہ بھی کہ سب سے پہلے انھی نے کئی کئی خانقاہوں کو ایک سلسلے میں منسلک کیا اور ان سب کو یکساں نظم و نسق کا پابند بنایا۔ ان کی دیکھا دیکھی دوسری خانقاہوں نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا اور تھوڑے ہی دن میں دو اور گروہ تیار ہو گئے جو کلگنی کے مقاصد کو اپنے نزدیک ترقی دینا چاہتے تھے۔ ان میں سے پہلا گروہ تو آسٹن کینز کا تھا جو حلقے کے عام پادریوں اور راہبوں میں رشتۂ وحدت قائم کرنا چاہتے تھے اور ان کی پہلی خانقاہ "ہولی ٹرینٹی" لندن کے علاقہ آلڈ گیٹ میں تعمیر ہوئی۔ دوسرا اور

زیادہ با وقعت گروہ سسٹرسی راہبوں کا تھا (جو سی تو (رگنڈی) سے مسوب تھے۔ اس گروہ کا اصلی بانی ایک انگریز اسٹیفن ہارڈنگ تھا اور سب سے مشہور رکس سینیٹ برنارڈ گزرا ہے۔ یہ لوگ اہل خانقاہ میں سخت زہد و تقوی کے حامی تھے۔ بینی ڈکٹائن فرقے کی بڑی بڑی خانقاہیں بوصف وحرفت کامرکز اور مارو ق شہروں کا گہوارہ بن گئی تھیں مگر ان کے خلاف سسٹرسی ویران اور دور دست پہاڑیوں میں اپنے زاویے بناتے اور کلیسی والوں کی شل گرجوں کی آرائش وزیبائش کو تھی کروہ جاتے تھے۔ وہ رنگین شیشے لگانے، گھنٹہ گھر بناتے اور سفید لباس پہن کر گویا بنانا چاہتے تھے کہ ہم سیاہ پوش بینی ڈکٹائن فرقے سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔

ئی خانقاہی زندگی کے اس جوش نے دوسرے فرقوں میں بھی حرکت وتازگی پیدا کی اور وکیم متوطن مالمسبری جو خود بینی ڈکٹائن تھا گواہی دیتا ہے کہ سسٹرسی راہب محمد کا آبدنہ اہل غصلت کے لئے ناریانہ اور سب کے لئے ایک نمونہ تھے۔ خانقاہیں عام طور پر شہروں کے قریب بنائی گئی تھیں اور سرائے کا کام دیتی تھیں جہاں امیر غریب ہر طبقے کے آدمی رات کو آرام پاتے تھے لہذا ہوش گوش والا راہب اسے زمانے کی ہر قسم کی تحریک سے آگاہ و آشنا ہونا تھا اور ہنری کے عہد میں زندگی کے ہر شعبے میں جس کچھ اصلاح وبہتری ہوئی، اور جس طرح سیکسن و نارمن سرعت کے ساتھ ایک متحدہ قوم بننے لگے، اسی کی ایک بہایت روشن دلیل یہ بات بھی تھی کہ انگلستان کی تاریخ سے ارسر نو لوگوں کی دلچسپی تازہ ہوی۔ شاہ الفریڈ کی باقاعدہ وقائع نویسی کی تجویز پر اگر کہیں عمل ہوتا رہا تو وہ صرف ایک مقام، یعنی ورسٹر کی خانقاہ تھی جس کے قریب ابھی وقائع کی ایک نقل نارمنڈی کے راہبوں کے واسطے تیار کی گئی تھی اور اصل نسخے کے تلف ہو جانے کے بعد یہ نقل اب تک سلامت رہ گئی ہے جس کا پیٹربرو والوں نے ۱۱۹۳ء تک سلسلہ آگے بھی جاری رکھا۔ اس کے علاوہ گلیسائے ہنٹنگڈن کے صدر داروغہ ہنری نے اسی سال انگلستان کی مکمل تاریخ کا مواد فراہم کرنا شروع کیا۔ اور وکیم (متوطن مالمسبری) نے جو بیڈ کے بعد سب سے

بڑا انگریز مورخ تھا" "قوانین اساقفہ" اور "قوانین ملوک انگلستان" قلمبند کئے اور اپنے زمانے تک تاریخ کا سلسلہ پورا کر دیا۔ خود شاہ ہینری اوّل دی علم آدمی تھا اور انگریزی، فرانسیسی اور لاطینی بول سکتا تھا۔ اولاد کو بھی اچھی تعلیم دلائی اور اس کا ولد الطبع روبرٹ (رئیس گلوسسٹر) مورخ ولیم کا دوست تھا۔ لاطینی زبان کی مستند کتابیں انگلستان میں تا باب نہ تھیں اور اقلیدس کا کم سے کم ایک نسخہ اس ملک میں بہم پہنچا تھا۔

آکسفرڈ کی ابتدا

آکسفرڈ کے دار العلوم کے آغاز کا بھی ہینری کے زمانے سے سراغ ملتا ہے۔ مصے کے شمال میں، بوسٹ پر ہینری نے ایک محل تعمیر کیا تھا اور مکس ہے اسی کے نام سے اہل علم یہاں کھچ کھچ کر آنے لگے ہوں۔ بہر حال یہ یقینی طور پر معلوم ہے کہ ۱۱۷۰ء اور ۱۱۷۲ء کے درمیان ایک مارس عالم، تھیبو دسنامپ، یہاں کوئی سو یا کم سے کم ساٹھ طلبہ کو تعلیم دیتا تھا۔ ۱۱۳۳ء میں روبرٹ پولین (جو بعد میں کارڈینل ہوا) یہاں کتاب مقدس کے درس دیتا تھا۔ ایک اور استاد، روبرٹ کرک لیڈ کا نام بھی معلوم ہوا ہے اور آئندہ بادشاہ کے عہد میں درس کے دائرے میں مزید توسیع ہوئی کہ وکاریوس نے قانون دیوانی کی تعلیم دینی شروع کی۔ اس کے بعد سے معلوم ہوتا ہے آکسفرڈ میں یکے بعد دیگرے علما اور اساتذہ کا سلسلہ برابر قائم رہا۔

غرض مجموعی طور پر عہد ہینری کے انگلستان میں ہر طرف مادی اور دماغی فلاح، آئینی ترقی اور علمی جدبات کے فروغ کے آثار نظر آتے ہیں حواس کے دی علم فرماں روائی کا سہرا بہترین کارنامہ ہے۔

مشہور سنین

روبرٹ (لیسی) کا اخراج ..... سنہ ۱۱۰۲ء

جنگ تانش برای ... سنہ ۱۱۰۶ء
مسئلۂ خرقہ پوشی کا تصفیہ ... سنہ ۱۱۰۷ء
معرکۂ رین ویل ... سنہ ۱۱۱۹ء
ماٹلڈا کی تادی جینری سے ... سنہ ۱۱۲۰ء
ہینری (آنتروی) کی ولادت ... سنہ ۱۱۳۳ء

باب چہارم

اسٹیفن ۱۱۳۵ء تا ۱۱۵۴ء

ولادت۔ قیاساً ۱۰۹۴ء یا شادی ۱۱۲۶ء میں ماٹلڈا (بولونی) کے ساتھ
معاصرین: ڈیوڈ ویل کوم رابع۔ شاہ اسکاٹ لینڈ
لوئی ساوس سابع۔ شاہ فرانس۔
فریڈرک (بارروسہ) شہنشاہ

ہینری کی وفات کے وقت اس کی بیٹی ماٹلڈا، سسرال (یعنی آنژو میں تھی اور اُس نے اور اُس کے شوہر نے بجائے اس کے کہ فوراً انگلستان آئیں اور جس طرح بن پڑے پہلے وہاں کی بادشاہی کا اطمینان کرلیں، فاش غلطی یہ کی کہ اوّل نارمنڈی کا رُخ کیا۔ شاید وہ یہ سمجھے ہوں کہ متوفی بادشاہ جو انتظام کرچکا ہے، اُس کی بموجب ماٹلڈا کی جانشینی گویا طے شدہ امر ہے تو یہ اُن کی سخت غلط فہمی تھی۔ کیونکہ ایک رقیب پہلے ہی میدان میں پہنچ چکا تھا اور اتنی سرعت و مستعدی سے کام کر رہا تھا کہ ماٹلڈا نارمنڈی میں کچھ کرنے بھی نہ پائی ہوگی کہ وہ انگلستان کے تخت پر جا دھمکا تھا۔

یہ رقیب ولیم فاتح کی حالاک بیٹی اڈلا کا نچلا لڑکا اسٹیفن تھا جس کا باپ بلوا کا موروثی امیر تھا۔ موریں ہینری نے اسے عطا کیا اور بولون یوس مس (صعیر) کے رکے میں اس کی بیوی اڈیلا کو مل گیا تھا۔ خود اسٹیفن اس قسم کا آدمی تھا کہ بادشاہ نہ ہوتا تو بھی لوگ اسے اوصاف نباہی سے متصف ضرور سمجھتے۔ ہینری کی وفات کے وقت اس کی عمر چالیس سال کے قریب تھی۔ وہ بہادر وجیہ، قوی الجثہ اور صوں سپاہگری کا ماہر تھا۔ اس کی ہمت و دلاوری مسلم تھی اور اطوار پسندیدہ رکھتا تھا۔ ملکہ ماٹلڈا کی چھوٹی بہن کی بیٹی کر بیٹا اسے ماہی تھی لہذا اس کی اولاد میں قدیم انگریز بادشاہوں کا خون تھا۔ دوسرے ہینری کی بیٹی ماٹلڈا سے تو انگلستان میں بہت کم لوگ واقف تھے بخلاف اس کے اسٹیفن ہینری ہی کے پاس پل کر جوان ہوا تھا ساری عمر انگلستان ہی میں رہا اور انگریزی دربار میں شاہان اسکاٹ لینڈ کے بعد سب سے بلند رتبے کا جاگیردار مانا جاتا تھا۔ غرض ماٹلڈا کی نسبت کہیں بہتر اور تخت انگلستان کے لئے موروں تر بن آدمی وہی نظر آتا تھا کیونکہ ماٹلڈا اول تو عورت (اور مغربی یورپ کے بہادروں پر بھی نک چڑھے یونی کی کبھی حکومت نہ ہوئی تھی) پھر تعلیم و تربیت کے اعتبار سے جرمن اور سادی کی رو سے آتش دی تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جاگیرداروں کی نگاہ میں وہ اسی گھرانے کی قائم مقام ہوئی جس نے جبر و زر سانی کا السا سخت نظام حکومت مرتب کیا کہ رولف (فلیم مارڈ) اور روجر (اسقف سالسبری) جیسے لوگوں کو اسی کی بدولت لوگوں کے ستانے کا موقع ملا۔

اسٹیفن کا انتخاب لیکن سب سے اول اسٹیفن کا احباب امرا نے نہیں کیا بلکہ بولون سے سمندر کے راستے وہ بلا تاخیر لندن آیا اور وہاں کے باشندوں نے جوش و خروش کے ساتھ اسے اپنا بادشاہ مان لیا۔ ادھر سے اطمینان ہوا تو وہ ونچسٹر گیا اور وہاں اس کے بھائی ہینری (اسقف ونچسٹر) نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور شاہی خزانے کی کنجیاں حوالے کر دیں۔ بادشاہ کے مرنے سے ملک میں جو خلفشار پیدا ہوا اس نے پہلے ہی ثابت کر دیا تھا کہ کسی نہ کسی کو جلد بادشاہ بنانے کی ضرورت ہے اور غالباً اسی مصلحت سے روجر اسقف سالسبری اور عدالت و امن عامہ کا ذمہ دار حاکم اسٹیفن کے ساتھ ہو گیا۔ اس کے بھتیجے جیفری اسقف ایلی نے خزانچی تھا جاجی

تعلید کی اور انھی کے ہمراہ اس کا ولد لطفی روجر لو بوٹروز ربال بھی اسٹیفن کی طرف آملا کینٹربری کے صدر اسقف ولیم نے ماجیونسی کی رسم ادا کی اور عوام اہل کلیسا اور عمال سلطنت کے اس طرح مائید کرنے سے اسٹیفن کی بادشاہی بظاہر بالکل پکی ہوگئی۔ بعض جاگیردار زیادہ دل تک نال کرتے رہے خصوصاً روبرٹ ارمیس گلوسٹر جو دراصل متوفی بادشاہ کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ لیکن بالآخر اسٹیفن کے فیاضانہ وعدوں نے سب کو اپنا بنا لیا۔ نارمن جاگیردار آ ثروی فرماں روا سے بچ جانا غنیمت سمجھے اور انھوں نے بھی اطاعت قبول کر لی اور چند روز تو ایسا نظر آنے لگا گویا انگلستان و مارمنڈی میں ایک مستقل بھی ماٹلڈا کا علاقہ بھائی دے والا نہیں ہے۔

لیکن کچھ زیادہ مدت نہ گذری تھی کہ اسٹیفن کی حقیقت بادشاہ اصلی کمزوریاں ظاہر ہونے لگیں۔ داد و دہش اور وعدے وعید میں وہ ضرورت سے زیادہ فیاض تھا۔ ماحولی کے وقت دو فرامن میں اس نے اجمالاً وعدہ کیا کہ ایڈورڈ (نائب) اور ہنری کے اچھے قوانین و معمولات کی پابندی کرے گا اور ابھی پہلی مجلس کے اجلاس میں بھی اس وعدہ کو دہرایا۔ مگر اسی کے ساتھ اس دریا دلی سے رئیسوں لوگوں کو عطا کیں کہ بادشاہی مداخل میں معمول کمی آگئی اور طرفہ تر یہ کہ جن لوگوں کو عطیات ملے ان پر نہ تو کسی قسم کے فرائض عائد کئے گئے اور نہ وہ اس انعام واکرام کی بنا پر بادشاہ کے فی الواقع جاں نثار بن گئے۔ بلکہ محض انہیں اسٹیفن کے اسراف ہی کو دیکھکر یہ مقولہ کہا گیا ہو جو ملکہ ماٹلڈا کی زبان پر بہت چڑھا ہوا تھا کہ "کام لینا ہے تو شکرے کو حلق تک نہ بھرو"

بہرحال سب سے اول ڈیوڈ شاہ اسکاٹ لینڈ نے ماٹلڈا کی مائید میں آواز بلند کی۔ اسٹیفن نے اسے کارلائل کی امارت اور اس کے بیٹے ہنری کو کمبرلینڈ کی جاگیر دے کے کچھ روز کے لئے منہ بند کیا مگر ۱۱۳۷ء میں اس نے پھر ہتھیار سنبھالے اور ڈرہم و نارتھمبرلینڈ کو کمال بے رحمی سے خراب و پامال کر کے بارک شر میں داخل ہوگیا۔ ادھر اس عرصے میں اسٹیفن کے چند اور دشمن بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ روبرٹ امیر گلوسٹر اور ماٹلڈا امر ہیریفرڈ شیر نے سرکشی کی اور اسٹیفن کو انھیں اور ان کے دوستوں کو ہوش میں لانے کے لئے بہت روز تک طلعہ گیریوں میں الجھنا پڑا۔ صمت نھا کہ شمال کے اضلاع بہت اچھے ہاتھوں میں تھے چنانچہ یارک کے صدر اسقف تھرسٹن اور ری وول کی

خانقاہ کے مانی والٹر لیس یک نے اہل شمال کو یارک میں جمع کیا۔ سس رسیدہ تھرس ٹن تو عقب میں چھوڑ دیا گیا اور والٹر، کاومور کے مقام تک بڑھا، جہاں ہمبلڈن کی پہاڑیاں، سلسلۂ پہاڑ کی پست چوٹیوں کے قریب تک آگئی ہیں اور نارتھ الرٹن ڈومیل پیچھے واقع ہے۔ تمام انگریزی فوج پیادہ اور ایک گاڑی کے گرد اسکوٹوں کے حملے کے انتظار میں صف آرا تھی اور اس گاڑی پر بتیاں جلا کے، عام جھنڈے کی بجائے، سینٹ پیٹر، سینٹ ولفریڈ اور بیورلی کے سینٹ جون کے مقدس نشان چڑھا دیئے تھے۔ اسکوٹوں نے حملہ تو غضب کا کیا اور جم کر لڑتے رہے لیکن نیزہ برداروں کی پیوستہ صفوں کا کچھ نہ بگاڑ سکے اور ادھر تیر اندازوں نے، جو انگریزی معرکوں میں حصہ لیتے لیتے، غیر زرہ پوش اسکوٹوں میں تیر مار مار کے تہلکہ ڈال دیا۔ آخر کار ایک ہزار مقتول اور تمام مال غنیمت اور اسباب چھوڑ کے حملہ آور پسپا ہوئے اور تقریباً دو صدی تک "جنگ علم" کی یاد نے یارک شر کو ان کے حملوں سے محفوظ کر دیا۔

معرکۂ نارتھ الرٹن

جنوب میں اسٹیفن کی جنگی کاروائی کام آئی۔ بنگل پر تو زور نہ چلا مگر ہیریفورڈ اور شروزبری فتح ہو گئے۔ اس کی بیوی نے ڈوور کو فتح کیا۔ روبرٹ اور مانگر ملک چھوڑ کر بھاگ گئے اور بعض قلعوں کے باغی سپاہیوں کو پھانسیاں دینے سے دوسروں کو بھی سبق مل گیا۔ غرض ۱۱۳۸ء اسٹیفن کے حق میں سازگار سال ثابت ہوا مگر ۱۱۳۹ء نے اسی نسبت سے بے وفائی کی۔ اب تک اسٹیفن عقلمندی سے روجر کے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آتا رہا، اور اس کی درخواست پر بے حساب خرچ کرنے میں بھی دریغ نہ کرتا تھا کیونکہ نظم و نسق کی باگ روجر کے ہاتھ میں تھی۔ لیکن سوء اتفاق سے ایک موقع پر وہ روجر سے کھٹک پڑا اور اس کے رشتہ داروں سے سالسبری، ایلی اور ولے ویز کے قلعے چھین لئے بلکہ ان کے اسقف ہونے کی بھی پروا نہ کی اور انھیں قید میں ڈال دیا۔ یہ سخت بے عقلی کا فعل تھا۔ روجر کی معزولی سے انتظامات کی ساری کل بگڑ گئی اور ادھر اسقفوں کے ساتھ اتنا شدید برتاؤ، ولیم فاتح کے وقت میں تو شاید گوارا کر لیا جاتا اس کے پوتے کے زمانے میں گوارا نہ ہو سکا اور خود وینچسٹر کا اسقف ہینری اور تمام اہل کلیسا اسٹیفن سے بگڑ کر ماٹلڈا کے موید ہو گئے۔ ۲۹ اگست کو ہینری نے، جو بھائی

(یعنی بادشاہ) کے پاس بلا بھیجا کہ کلیسا کی مجلس میں آکے اپنے طرز عمل کی جوابدہی کرے۔ گو اسٹیفن نے اس موقع پر اپنے کو بچالے جانے کی اطاعت کا عار قبول کرنے کی آمادگی ظاہر کی لیکن ستمبر کی آخری تاریخ ماٹلڈا اور اس کا بھائی روبرٹ ارنڈیل میں لنگر انداز ہوئے اور شاہ سوئی (ہیری اول) کی موہ اڈیلا نے ان کا استقبال کیا۔ روبرٹ، جلد رٹل چلا آیا تھا مگر ماٹلڈا کا اسٹیفن نے ارنڈیل ہی میں محاصرہ کر لیا پھر غالباً یہ سمجھکر کہ روبرٹ زیادہ خطرناک دشمن ہے کچھ روز بعد اس نے ماٹلڈا کو اپنے بھائی سے جا ملنے کی اجازت دے دی۔ پھر وسط انگلستان کے مغربی اضلاع سے بھی جہاں روبرٹ (امیر گلوسٹر) اور مالگر (امیر ہیریفورڈ) کا اثر غالب تھا، اس نے کچھ تعرض نہیں کیا اور اسی پر اکتفا کی کہ بک و ویرہام کے خط سے مغرب میں جو پرگنے تھے ان پر قصبہ اور ٹمبر کے درمیانی راستے کو محفوظ رکھے اور دوسرے جاگیرداروں کو ماٹلڈا کی طرف نہ جانے دے جس کے ساتھ ۱۱۳۹ء سے ۱۱۴۲ء تک اس کا مقابلہ جاری رہا۔

ماٹلڈا کا ورود

۱۱۴۰ء کے جاڑوں میں رالف امیر چیسٹر نے قلعۂ لنکن پر قبضہ کر لیا۔ انگلستان میں اسی امیر کی حیثیت یورپ کے طاقتور جاگیرداروں سے ملتی تھی اور اسٹیفن نے اسے اپنا بنائے رکھنے کی حتی الامکان پوری سعی کی تھی لیکن اب چیسٹر کے اسقف البشپ مدر اور ماسدوں کی فریاد رسی سے لنکن جا پڑا۔ معلوم ہوا کہ رالف قلعے کو اپنی بیوی کے حوالے کر کے خود چیسٹر گیا ہوا ہے کہ بارہ فوج بھرتی کرے، لنکن کا قلعہ کلیسا کے ساتھ ایک اونچی چٹان پر واقع اور نہایت مضبوط تھا۔ اسی پہاڑی کے شمال میں خالی میدان سے وٹھم کی ندی گزرتی اور بوسٹن رسمندر میں جا گرتی ہے۔ اسٹیفن قلعہ فتح کر لے یہ چاہتا تھا کہ رالف اسے چھڑانے آپہنچا۔ راستے میں ووس وے کے مقام پر امیر گلوسٹر بھی اس سے آملا تھا اور ان کی مشترکہ جمعیت نے وٹھم کو گھوڑے تیرا کے عبور کیا اور قلعے اور ندی کے درمیان وسیع میدان میں اسٹیفن کی فوج پر حملہ آور ہوئے۔ دونوں امیروں کے سپاہی ایک دوسرے سے بڑھکر سرگرمی دکھا رہے تھے۔ اسٹیفن کا ملٹیگی دستہ ولیم (امیر ایپرے) کے ماتحت تھا، وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ اسٹیفن بڑی خونخواری سے پیادہ جنگ کرتا رہا

اسٹیفن کی اسیری

ب چہارم

اور ایسا ایک ستر بھی ایسٹ چیسٹر کے خود پر توڑا لیکن آخر کار اسر کر لیا گیا اور فتحمندوں نے اہل شہر کو جنھوں نے بادشاہ سے دریار کی تھی یہ سزا دی کہ شہر کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ یہ فروری ۱۱۴۱ء کا واقعہ ہے اور اس کے بعد ماٹلڈا ہر جگہ غالب آتی رہی۔ قلعہ آکسفرڈ کے حاکم روبرٹ (دوبلی) نے وہ محکم قلعہ بھی اس کے حوالے کر دیا۔ ہینری (اسقف وینچسٹر) بھائی کی غلط کاری سے بیزار اور کلیسا کے حقوق کی طرف سے مشوش ہو گیا تھا۔ اس نے پاپائی عائم مقام کی حیثیت سے اپنا رسوخ صرف کیا کہ ماوری بھی ماٹلڈا کا ساتھ دیں۔ لندن والوں نے بھی اسی کی تقلید کی اور

ماٹلڈا کی تخت نشینی

ماٹلڈا کو باضابطہ ملکۂ انگلستان تسلیم کر لیا گیا۔ لیکن اقتدار شاہی حاصل کرنے کے درپے ہوئی تھی کہ ماٹلڈا نے بھی اسٹفن کی طرح ثابت کر دیا کہ وہ بادشاہی کی کتنی کم اہلیت رکھتی تھی۔ اسٹفن اگر بے تامل بے وجہ مشیروں کے کہنے میں آجاتا تھا تو ماٹلڈا کسی کا کہا سنتی ہی نہ تھی حتیٰ کہ اسکاٹ لینڈ کے بوڑھے بادشاہ اور اسقف وینچسٹر کی بھی اس کے ہاں پذیرائی نہ تھی۔ ایسے محالعوں کی ارضی کو اس نے بے تکان ضبط کرنا شروع کیا، کلیسا کی املاک جس کو جی چاہا، حوالے کر دیں لندن کے مہریوں کی درخواست کہ ایڈورڈ کے قوانین مانند کئے جائیں مسترد کر دی اور وصول زر کی خاطر معمر سے معمر رہبروں کو علانیہ ذلیل کیا۔

ادھر اسٹیفن کی بیگم ماٹلڈا (بولونی) تاک رہی تھی کہ وہ اٹھ سڈ (نولا دہلو) کی پیٹھ پر ہوتی ہے۔ ولیم (ایپرایرے) کی کمک لئے ہوئے وہ کینٹ میں لنگر انداز ہوئی اور لندن کی طرف اس کی پیش قدمی نے اہل شہر کو بغاوت پر آمادہ کر دیا۔ وہ بالاتفاق ملکۂ وقت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کی آکسفرڈ کو فراری نے اس چند روزہ بادشاہی کا خاتمہ کر دیا۔ ہینری (اسقف وینچسٹر) دوبارہ اسے چھوڑ کر

شہر لندن اسٹیفن کا ساتھ دیتا ہے

اسٹیفن کی طرف آگیا اور ملکہ ماٹلڈا نے اس بے وفائی پر جھلا کر اسے اپنے نئے قلعے میں جو وینچسٹر میں بنایا تھا، محصور کر لیا۔ اس کی مدد کے لئے ماٹلڈا (بولونی) اور ولیم (ایپروی)، لندنی اور فلیمنگی دستے لیکر بڑھے اور ملکہ کو دوبارہ بھاگنا پڑا۔ اسی پسپائی کی نگہبانی کی کوشش میں روبرٹ (ایرل گلوسٹر) اسر کر لیا گیا اور بدلہ میں اسٹفن کے

بدلے میں اُسے رہائی ملی۔

۱۱۴۲ء میں ہی امپرس فرانس گیا کہ جیفری کو اپنی بیوی کی مدد کے لئے انگلستان آنے کی ترغیب دے۔ اس کے غیاب میں اسٹیفن نے ملکہ ماٹلڈا کو قلعۂ آکسفرڈ میں گھیر لیا۔ اس قلعے کی اہمیت تو یہ تھی کہ بالائی ٹیمز کی جہازرانی اس کی زد میں تھی اور وجہ استحکام یہ کہ ٹیمز اور ٹارول کے درمیان زمین کی تنگ پٹی بر واقع تھا اور سوائے ایک طرف کے، ہر جانب دلدلیں تھیں۔ اسٹیفن بڑی دقت سے دریا کو پاپ اتر کے قلعے کا محاصرہ کر سکا تھا لیکن تھوڑے ہی دن میں تزالہ باری نے دریا اور دلدلوں کو جما کر سخت کر دیا اور قلعے کی بوری ماکہ بندی کی صورت نکل آئی۔ قبل اس کے کہ روبرٹ مدد کو پہنچ سکے، قلعے والوں کا دم لبوں پر آ گیا لیکن چار متحب جاں بازوں کو لیکر جو سفید لباس میں تھے، ملکہ نکل گئی اور برف دبخ کو طے کرتی ہوئی والنگ فرڈ پہنچ گئی جہاں برائن فٹز کاونٹ نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا جو اس کے ہمت پختہ وفاداروں میں تھا۔ آکسفرڈ نے بلا تامل جبراً اطاعت قبول کر لی اور اس کے بعد ہی ملکہ کی اقدامی کوششیں سست خم ہو گئیں ماہم روبرٹ کی وفات واقعہ ۱۱۴۷ء تک وہ انگلستان میں رہی مگر بعد میں مارمنڈی چلی آئی۔

جیفری کی کامیابی نارمنڈی میں

اس عرصے میں ماٹلڈا کے سوہر جیفری کو کہیں زیادہ کامیابی حاصل ہوئی کہ جب بیوی انگلستان گئی تو وہ مارمنڈی پر حملہ آور ہوا تھا۔ یہاں اس کی اکھیری نے بڑا کام دیا اور اس کی کلون کی مدولت قلعے پر قلعہ مسخر ہو گیا تا آنکہ ۱۱۴۴ء میں پوری ولایت اُس کے ہاتھ میں تھی۔ ۱۱۴۶ء تک جیفری نے اسے اپنے قبضے میں رکھا لیکن اس کے بیٹے ہینری کی عمر بیسویں سال کی ہو گئی تو مارمنڈی کو اسی کے تفویض کر دیا گیا۔

ہینری کی ابتدائی زندگی

نوجوان ہینری نے کچھ اپنے علم دوست باپ کی اور کچھ روبرٹ (ارسگلوسٹر) کی نگرانی میں، جو کم لائق نہ تھا، بہت عمدہ تعلیم حاصل کی تھی اور لوگوں کے خیال میں اب وقت تھا کہ وہ عملی میداں میں اپنے جوہر دکھائے۔ ۱۱۴۷ء میں وہ انگلستان آیا مگر اپنے رشتے کے دادا ڈیوڈ شاہ اسکاٹ لینڈ

سے نائٹ کا خطاب حاصل کر کے واپس ملا گیا اور ۱۱۵۲ء تک ولائت مارمنڈی ہی کے معاملات میں مصروف رہا جس پر لوئی (سابع) حملے کر رہا تھا؛ ۱۱۵۱ء میں سینٹ برنارڈ نے بیچ میں پڑ کر حسامداں آنژو اور شاہ فرانس میں مصالحت کرا دی۔ اسی سال جیفری نے وفات پائی اور مارمنڈی کے علاوہ آنژو مین اور تورین کے اضلاع جوان سال بیٹے کے رکے میں چھوڑے۔ آبیدہ بہار میں ہینری نے لوئی کی مطلقہ بیوی ایلیسر سے شادی مسلور کر لی جو رکوی گین کی والدہ اور پواتو، ساں تونز اور لیموزین کی رئیسہ تھی۔ گویا اس شادی نے ہنری کو مغرب میں ملاماح کے سب سے قوی حاکم بنا دیا۔ شاہ فرانس کے ساتھ ایک اور جنگ ٹھنی جس میں ہینری یقیناً چیرہ دست رہا اور ۱۱۵۳ء کے موسم بہار میں اس نے اتنی قوت بہم پہنچائی تھی کہ اسٹیفن سے لڑنے کے لیے براعظم سے روانہ ہو گیا۔

خانہ جنگی کے مصائب

آکسفرڈ کے محاصرے کے وقت سے انگلستان میں باقاعدہ جنگ تو جاری نہ تھی مگر بدنصیب باشندوں کو جنگ کے خوفناک مصائب سے مطلق نجات نہ ملی تھی کیونکہ ملک میں جتنے شورہ پشت تھے، سب اس انتشار و پراگندگی سے خود فائدہ اٹھانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ جگہ جگہ گڑھ تیار کر لئے گئے تھے اور ان کی فوجوں کا مدار ہی ہمسایوں کی لوٹ مار پر تھا۔ تاریخ انگلستان میں یہی ایک موقع ایسا ہے کہ لوگ جہاں اور جب کبھی بھرتے ہوتے وہیں قلعہ بنا لیتے اور اسٹیفن کے عہد حکومت میں ظلم و تعدی کے ایسے ٹھکانے بارہ سو سے کم تیار نہ ہو گئے تھے، جس سے فی صلع تیس کی اوسط پڑتی تھی۔ ان حالات سے وحشت و بربریت دوبارہ سرعت کے ساتھ عود کر رہی تھی۔ وقائع نویس لکھتا ہے کہ تیس سواروں کو آتا دیکھکر قصبے کے سارے باشندے بھاگ کھڑے ہوتے تھے۔ دن دن بھر کے سفر میں سوار کو کہیں کوئی شخص زمین کاشت کرتا نظر نہ آتا تھا۔ زراعت و تجارت دونوں تباہ ہو گئی تھیں اور لوگ کہتے تھے کہ (نعوذ باللہ) "خدا اور اولیا سب سو گئے ہیں"۔ بعض جاگیرداروں نے تعذیب و عقوبت کے عجیب عجیب آلے ایجاد کئے تھے جنھیں "رے سن نائر" (یا گلو بند) کہتے اور اسے پہنا دیا جاتا تو آدمی نہ سو سکتا تھا نہ لیٹ سکتا تھا اور نہ سیدھا کھڑا رہ سکتا تھا

اور لوہے کا بورا لوجھ اس کے اوپر رہتا تھا۔ بعض اپنے قیدیوں کو ایسے ایسے زندان بلا میں ڈال دیتے جہاں چوہوں اور مینڈکوں کے شور سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی بعض لوگوں کو لٹکا کے اس طرح دھیرے دھیرے جلاتے کہ دم گھٹا رہتا اور موت نہ آتی تھی۔ فرانس و جرمانیہ میں یہ چیزیں بالکل عام تھیں مگر انگلستان میں ان کا پہلی ہی مرتبہ قدم آیا اور اہل ملک کو یہ سبق سکھایا گیا کہ مرکزی حکومت کے قوی ہوئے بغیر جاگیردار امن میں نہیں رہ سکتے۔

ہینری کا ورود

رابرٹ (امیر گلوسٹر) کی وفات کے وقت سے اسٹیفن کا اقتدار بڑھنے لگا تھا اور ۱۱۳۵ء کے جاڑوں میں برائن فٹز کاونٹ کو اس نے وانگ فرڈ کے قلعے میں گھیر لیا تھا۔ اسی کو بچانے کی غرض سے برائن کے دوستوں نے ہینری (آشرادی) سے فریاد کی اور وہ خود انگلستان آگیا۔ مامنزری میں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا لیکن اسٹیفن میدان سے ہٹ گیا اور لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔ دونوں طرف کے جاگیردار کال مچ کی بجائے اپنا فائدہ اسی میں سمجھتے تھے کہ لڑائی طول کھینچے۔ مگر اسی مارچ موقع پر اسٹیفن کا فرزند اکبر یوسٹیس فوت ہوگیا۔ اسٹیفن نہ صرف اپنے بلکہ بہت کچھ اسی بیٹے کے لئے لڑائی لڑ رہا تھا، لہذا صدر اُسقف تھیوبالڈ نے اس واقعے سے فائدہ اٹھایا اور فرنس میں مصالحت کی تجویز کی چنانچہ نومبر ۱۱۵۳ء میں بمقام وانگ فرڈ یہ قرار پاگیا کہ اسٹیفن زندگی بھر بادشاہ رہے مگر ہینری کو متبنیٰ اور جانشین بنالے۔

اسٹیفن کی وفات

وانگ فرڈ کے صلحنامے سے ایک طویل نزاع ختم ہوگئی ولی عہد کی حیثیت سے (اور ایک روایت میں ہے کہ وہ میر عدل بھی مقرر کردیا گیا تھا) ہینری نے امن امان بحال کرنے کا کام اپنے ہاتھ میں لیا، اور اس خوبی سے انجام دیا کہ کہتے ہیں اسٹیفن کو لا تو حکومت کے انہی آخری دو سال میں اصلی بادشاہی کا مزا ملا۔ یہ کام اس حد تک ہوگیا تھا کہ ہینری اپنے غیر موجودگی میں ملک کی دیکھ بھال کے واسطے انگلستان سے ادھر آسکا اور ۱۱۵۴ء تک وہیں تھا جب کہ اسٹیفن کی وفات نے اسے انگلستان کا مسلمہ طور پر بادشاہ بنادیا۔

باب چہارم

اسٹیفن کے عہد کے مصائب و شدائد کے باوجود حالتاہی اصلاح و ترقی برابر جاری رہی بلکہ ممکن ہے ان آفتوں سے اسے نفوذ پہنچی ہو۔ سینیٹ جان اور ٹمپل کے جنگی نائٹوں نے ملک میں جا بجا اپنے مرکز قائم کئے۔ پری مون ٹرانٹینی راہبوں کا فرقہ قائم ہوا۔ اور گلبرٹ (متوطن سیم پرنگ ہم) نے ایک خالص انگریزی رنگ کی خانقاہ زنانہ و مردانہ راہبوں کے لئے تعمیر کی۔ کلیسا کو بھی قوت حاصل ہوئی اور ہیری (اسقف وِنچسٹر) کی ساری حکمت عملی میں اگر استقامت کا کوئی عنصر تھا تو وہ یہی کہ کلیسا کی حمایت کو اس نے کبھی فراموش نہیں کیا۔ پھر انھی مقاصد کے حصول کی صدر اسقف تھیو بالڈ نے زیادہ معقولیت کے ساتھ کوشش کی اور یہ وہ شخص تھا جسے پاپا بھی انگلستان میں ابائے سبیلستی قائم مقام" تسلیم کرنے پر رضامند ہو گیا تھا۔ تھیو بالڈ نے اپنے گرد اس عہد کے بعض بہترین نوجوان جمع کئے تھے اور انھی میں تامس (لندنی) ہے جو آگے چل کے کینٹربری کا مشہور و معروف صدر اسقف ہوا۔

مشہور سنین

معرکۂ نارتھ الرٹن	سنہ ۱۱۳۸ء
اسقف سالسبری کی گرفتاری	سنہ ۱۱۳۹ء
ماٹلڈ کا انگلستان پہنچنا	سنہ ۱۱۳۹-۴۲ء
ہیری (آشردی) کا عقد الینر سے	سنہ ۱۱۵۲ء
صلحنامۂ والنگ فرڈ	سنہ ۱۱۵۳ء

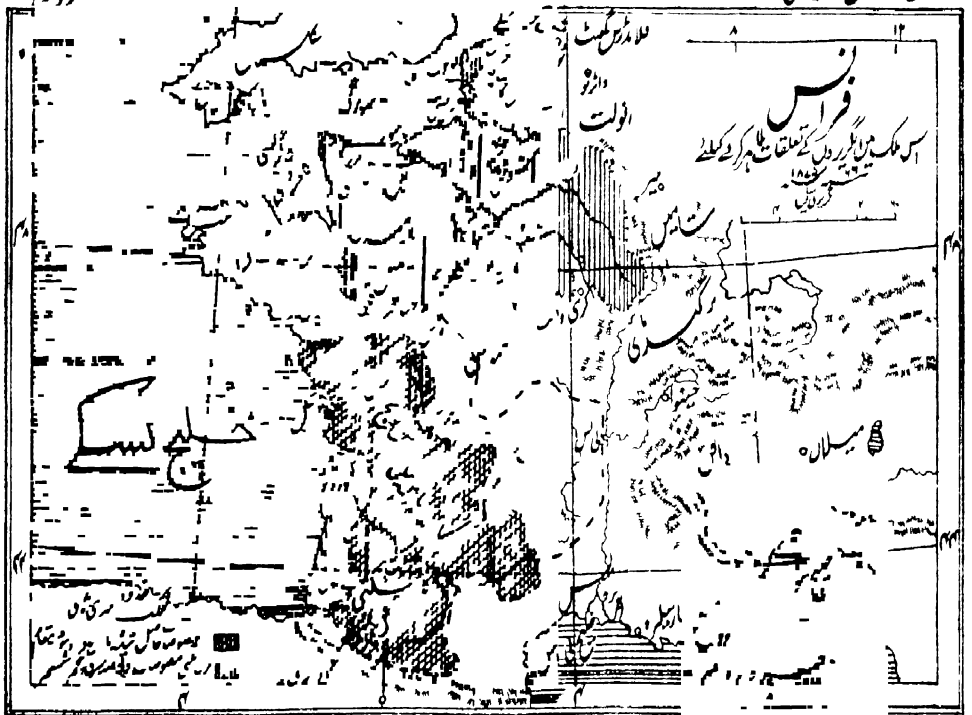

مقابل صفحہ (۱۷۵)

جزو سوم

خاندان آنژوی

شجرۂ ملوک آنژوی (ابتدائی)

ہینری ثانی
سنہ ۱۱۵۴ء تا سنہ ۱۱۸۹ء

- ہینری — سنہ ۱۱۸۱ء تا سنہ ۱۱۹۹ء
- ریچرڈ اول
- جیفری — آرتھر
- جان — سنہ ۱۱۹۹ء تا سنہ ۱۲۱۶ء
- ایلینور (زوجۂ الفانسو کیسٹیل) — ملاس (زوجۂ لوئی تاجِ فرانس)
- ہینری ثالث — سنہ ۱۲۱۶ء تا سنہ ۱۲۷۲ء
- جوآن (زوجۂ الگزنڈر تاجِ اسکاٹ لینڈ)
- ایلینور (زوجۂ سائمن ڈی مونٹ فرٹ)
- ریچرڈ (تاجِ رومیاں)
- ایڈورڈ اول — سنہ ۱۲۷۲ء تا سنہ ۱۳۰۷ء
- ایڈمنڈ
- مارگریٹ (زوجۂ الگزنڈر ثالث)

شجرۂ ملوک اسکاٹ لینڈ

ہینری (امیر ہنٹنگڈن)

- میل کولم رابع — سنہ ۱۱۵۳ء تا سنہ ۱۱۶۵ء
- ولیم (الاسد) — سنہ ۱۱۶۵ء تا سنہ ۱۲۱۴ء
- الگزنڈر ثانی (زوج جوآن خواہر ثالث) — سنہ ۱۲۱۴ء تا سنہ ۱۲۴۹ء
- الگزنڈر ثالث (زوج مارگریٹ دختر ہینری ثالث) — سنہ ۱۲۴۹ء تا سنہ ۱۲۸۶ء

شجرۂ طوک فرانس

ہیوکا پیٹ
۹۸۷ء تا ۹۹۶ء
|
روبرٹ اوّل
۹۹۶ء تا ۱۰۳۱ء
|
ہینری اوّل
۱۰۳۱ء تا ۱۰۶۰ء
|
فلپ اوّل
۱۰۶۰ء تا ۱۱۰۸ء
|
لوئی (ساوس)
۱۱۰۸ء تا ۱۱۳۷ء
|
لوئی (سالع) — زوج (۱) الیسر (مطلقہ ۱۱۵۲ء)
۱۱۳۷ء تا ۱۱۸۰ء — (۲) کوس ٹینس (کیستیلیہ)
(۳) الائس (شمیا یہ)
|
فلپ اگسٹس
۱۱۸۰ء تا ۱۲۲۳ء
لوئی (تاسس) عملہ آور انگلستان ۱۲۱۶ء) زوجہ طلاس (کیستیلیہ)
۱۲۲۳ء تا ۱۲۲۶ء
|
لوئی (تاسع) معروف بہ "ولی"
۱۲۲۶ء تا ۱۲۷۰ء
|
فلپ تالث — روبرٹ
۱۲۷۰ء تا ۱۲۸۵ء — (طوک بوربون کا جدّ امجد)

باب اوّل

ہینری ثانی، سنہ ۱۱۵۴ء تا سنہ ۱۱۸۹ء

ولادت: سنہ ۱۱۳۳ء ۔ ازدواج از ایلینور، سنہ ۱۱۵۲ء ۔

معاصرین: میل کم راجع و ولیم (الاسد)، شاہان اسکاٹ لینڈ ۔

لوئی سابع و فلپ آگسٹس شاہان فرانس

فریڈرک ستہتاہ

ہینڈریان واگزمڈر تالث . . پاپائے روما

تخت انگلستان کے ہاتھ آنے سے ہینری ثانی کی وقعت تمام شاہان یورپ سے بڑھ گئی ۔ انگلستان کی بادشاہی نے اسکاٹ لینڈ کے شاہ اور شمالی ویلز کے رئیس کو اس کا باج گزار بنا دیا ۔ نارمنڈی کا وہ پہلے ہی والی، اور انژو اور ٹین کا رئیس تھا اکوی ٹین کی امارت بیوی کے حق سے اُسے مل گئی تھی جس میں پواتو وغیرہ اضلاع کی حکومت کے علاوہ اون کے مغرب میں قریب قریب سارے علاقے کی سیادت شامل تھی اور اس علاقے میں تولوز سب سے بڑا پرگنہ تھا ۔ سنہ ۱۱۶۰ء میں اس نے اپنے بیٹے جیفری کی کونس ٹینس سے شادی کرادی جو بری ثانی کی ولیعہد تھی اور اس طرح اپنے وسیع

مقبوضات میں علاً بری تائی کا بھی اضافہ کر لیا۔ اب سین، لوار اور گارون کے دہانے اور ان کے ساتھ فرانس کی ساحلی تجارت کا بڑا حصہ اس کے احاطۂ اقتدار میں آگیا۔ یہ مقبوضات جس کسی کے ہاتھ آتے، وہ خواہی نخواہی معاصر قوت و اقتدار ہو جاتا لیکن ہینری نے انھیں محض فطری قابلیت سے حاصل کیا اور موروثی عزت و تمندی کی بدولت ان موقعوں سے بہرہ مند ہوا۔ کیونکہ یہ پتہ چلانا کچھ مشکل نہیں ہے کہ اس کے دماغی اور جسمانی اوصاف رگوں سے ورثے میں ملے تھے۔ طبیعت کا میلان آمرانہ تھا اور اس میں کام کا وہی شوق و سلیقہ اور اسی کے ساتھ ہمہ رنگی پائی جاتی ہے جو رؤسائے آمر کی خصوصیت تھی۔ ٹھکا ہوا، تیار و مضبوط جسم تھا جسے دو صیال یا ننھیال کسی طرف کا ورثہ قرار دے سکتے ہیں۔ اسے جملہ اجداد کی مثل، وہ مونِ جنگ میں عمدہ مہارت اور سیاسی داؤ و ستد کی خاص قابلیت رکھتا تھا اور ادھر آئین و انتظام کے شوق میں اس کا مزاج ہینری اوّل کی طبیعت کے مماثل تھا۔ اس کی جفاکشی حیرت انگیز تھی کہ ایک لمحے کے واسطے بھی بیکار نہ رہتا اور سارا وقت جنگ، سکار، سرکاری کاروبار یا پُرحوش بحث مباحثے میں گزارتا۔ وہ بہت کم بیٹھتا اور پھر بھی بیٹھا تو اتنا مشکل تھا کہ گرجا میں دعا خوانی کے وقت وہ عموماً بیٹھا تصویریں بناتا رہتا کہ کوئی تو شغل رہے۔ ایسا آدمی نوکروں کو بھی آرام سے نہیں رہنے دیتا اور ہینری کے درباری دن رات کام میں لگے رہتے یہاں تک کہ تھک کر چور ہو جاتے تھے۔ ایسا بہت کم ہوتا کہ بادشاہ ایک ہی مقام پر دو راتیں گزار دے اور سفر اتنا سر کرتا کہ سارے ملک میں مشکل سے کوئی بادشاہی عامل ایسا ہوگا جسے یہ یقین ہو کہ بادشاہ آج اس کے مقام پر نہیں پہنچ جائے گا۔ اس زمانے میں جب کہ سارے نظم و نسق کا مدار بادشاہ کے ذاتی اثرات پر تھا، یہ اوصاف نہایت مفید تھے اور اسٹیفن کے عہد حکومت میں اس کا بخوبی تجربہ ہو چکا تھا۔ ہینری اس تباہی و صف سے بھی متصف تھا کہ ایک دفعہ صورت دیکھنے کے بعد بھر نہ سوتا تھا مگر ان سب اوصاف کو کسی حد تک اس عیب نے ضرور بدرنگ کر دیا تھا کہ آمرانہ غصہ اور بدمزاجی بھی ہینری کو ورثے میں ملی تھی جس کے باعث وہ بارہا ایسے کام کر گزرا جس سے بعد میں

ہینری کے اوصاف و خصائل

سخت نقصان اٹھانے پڑے ۔

ابتدا ہی میں اس نے حکام کے اُن میں ایک یہ تھا کہ روجر اسقف سالسری کے بھتیجے بجل (اسقف ایلی) کو خاص طور پر بلا کے اپنا خزانہ دار مقرر کیا اور ہدایت کی کہ خزانے کو اسی حالت میں لایا جائے جیسا کہ کبھی ہینری اوّل کے زمانے میں تھا۔ اسی فعل سے نئے بادشاہ کے طرزِ عمل کا اندازہ ہوتا ہے۔ نئے خزانہ دار نے بھی مفوضہ خدمت کی انجام دہی میں کوتاہی نہ کی اور ۱۱۳۰ء کے بعد سے پہلا کھاتہ جو اب تک محفوظ ہے ۱۱۵۶ء سے متعلق ہے جس کے حسابات سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ اسٹیفن کے عہد میں کیسی تباہی پیدا ہو گئی تھی۔ ملک کی آمدنی میں دو تہائی کی کمی تھی اور شاہی عمارات وغیرہ کی مرمت کے واسطے ر کثیر درکار تھا جس سے اس کی خراب حالت کا پتہ چلتا ہے۔ مگر بجل کے وقت سے برابر اصلاح و ترقی ہوتی رہی تا آنکہ اس نے قلمدانِ وزارت اپنے بیٹے ریچرڈ (اسقف لندن) کے حوالے کیا جو "مکالمات سکاکاریو" Dialogus de scaccario کا مصنف اور اپنے عہد کی وزارتِ خزانہ کے حالات بہت دلچسپ اور پُر لطف پیرائے میں لکھ گیا ہے۔ ہینری نے میر عدل کی خدمت پر دو آدمی مقرر کئے۔ ایک تو ریچرڈ ڈی لوسی، جو سُرخ لندن اور قلعہ ونڈسر کا باوفا قلعہ دار مشہور ہوا، اور دوسرا، روبرٹ (ایرلیسٹر) پیش کاری کی خدمت اُس نے ٹامس (لندنی) کو دی جو اس سب سے زیادہ دلکش شخصیت رکھتا ہے۔

ٹامس لندنی

ٹامس، گلبرٹ بکٹ؛ باشندہ روآں، اور روہیشیہ (باشندۂ کاس) کا فرزند تھا اور ۱۱۱۷ء میں بہ مقام لندن پیدا ہوا۔ بکٹ لندن ہی میں مستقل طور پر آبسا اور ایک زمانے میں یہاں کا عامل بندر بھی رہا تھا۔ بیٹے نے سرے کی خانقاہ مرٹن میں آسٹن فرقے کے راہبوں سے تعلیم پائی اور کچھ روز پیرس میں بھی درس حاصل کیا۔ اُس نے تجارت شروع کی تھی لیکن دوستوں نے صدر اسقف تھیبو بالڈ کی ملازمت میں داخل کرا دیا جو اس کے زیادہ مناسب مزاج تھی۔ صدر اسقف نے اس کی قابلیت کی پوری قدر کی اور اپنا مشیر خاص بنا لیا۔ اسی کے ہمراہ ٹامس ۱۱۴۳ء میں روما اور پھر

(۱۱۴۳ء) مجلس ریمز میں گیا۔ انھی دو تاریخوں کے درمیان اس کا ایک سال اور آدک ریر ولونا میں مطالعۂ کتب میں گزرا۔ ۱۱۵۵ء میں اسے دارو غہ کلیسا کا رتبہ ملا اور کنیڈبری کا صدر دارو غہ مقرر ہو گیا اور ہیری کی تخت نشینی پر صدر اسقف تھیو مالڈ نے یہ درخواست کی کہ اسے پیشکار بنا لیا جائے۔ نئے پیشکار کی عمر ابھی صرف ۳۴ سال کی تھی۔ وہ بہایت خوشرو اور دلکش اخلاق کا آدمی تھا اور اسی کے ساتھ معاملت کرنے میں بڑا سلیقہ رکھتا تھا۔ چنانچہ تھوڑے ہی دن میں وہ ہینری کی نظر میں بھی اسا ہی ضروری ہو گیا جیسا پہلے صدر اسقف تھیو مالڈ کی نظر میں تھا۔

اصلاحات

تخت نشینی کے وقت اور پھر ایک مجلس شوریٰ کے پہلے اجلاس میں ہینری نے اصلاحات اور عام لطفوں میں ماما کے عہد حکومت کو پھر تازہ کرنے کا وعدہ کیا تھا اور اس کے ابتدائی کئی سال اسی کام میں صرف ہوئے۔ اسٹیفن اور ماٹلڈا دونوں نے نادشاہی اراضی کو بیدریغ تقسیم کیا تھا۔ وہ سب واپس لی گئیں۔ عہد اسٹیفن کے سے ہوئے گیارہ سو پینسٹھ "ماجائر قلعے" محکماً توڑ کر زمین کے برابر کر دیے گئے۔ بے ضابطہ ٹکسالوں سے جو کھوٹے سکے ڈھل کر ملک میں رواج پا گئے تھے، ان کی بجائے ۱۱۵۵ء میں کھرے سکے جاری ہوئے۔ جلسہ گ اور دوسرے اجرتی سپاہی جو رویے کے لئے کبھی اس فریق کی طرف سے لڑتے کبھی دوسرے کی طرف سے، اور لوٹ مار سے ہاتھ رنگے تھے، وہ ملک سے نکال دیے گئے۔ اور ۱۱۵۵ء و ۱۱۵۶ء میں تباہی عدالت کے ارکان نے ۱۲ برگنوں کا دورہ کیا جیسے ہینری اوّل کے وقت میں ہوا کرتا تھا۔ سب سے زیادہ دقت اور جھگڑے کی چیز یہ تھی کہ جاگیرداروں نے جن بادشاہی قلعوں پر قبضہ حاصل کیا تھا۔ وہ واپس لئے جائیں چنانچہ ہینری کو بعض متمردوں کے خلاف حرکت کرنا پڑا۔ مثلاً ولیم اوبیل (امیر ہولڈرنس) سے اسکارمرو کا قلعہ اسی طرح واپس لیا گیا اور یہ دیکھکر بیک کے جاگیردار ولیم پے ورل اور ہیریفرڈ کے رئیس روجر نے بھی اطاعت قبول کر لی ہیو مورٹی مر کو کلیوبری، وگ مور، اور برج نارتھ کے قلعوں پر عرصہ تھا مگر مقابلے میں بالکل ناکامی ہوئی اور سب سے قوی جاگیرداروں کا یہ حشر ہوا تو باقی دوسروں نے سر تسلیم خم کر دیا۔

اسکاٹ لینڈ اور ویلز

اسی سلسلے میں سری نے حقوق شاہانہ پر بھی زور دیا اور اپنے عزیز قریب نیل کم (شاہ اسکاٹ لینڈ) کو مجبور کیا کہ کمبر لینڈ، ویسٹ مورلینڈ اور نارتھمبر لینڈ، جس میں یوکاسل، ہیم برو اور کارلائل کے مضبوط قلعے بھی داخل تھے، واپس دئے جائیں کہ گزشتہ عہد حکومت سے ان پر اسکوٹوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔ مزید برآں نیل کم نے اسی طرح اظہار رفاقت بھی کیا جس طرح اس کا دادا ہینری اوّل کے وقت میں کر چکا تھا، مگر شمالی دیلر کے رئیس اوسن کی مدد سے ہینری کو کافی دردسری اٹھانی پڑی۔ اور ۱۱۵۷ء میں فلیٹ کے قریب بمقام کون سلٹ اس کے ساتھ ایک لڑائی بھی ہوئی جس میں ہار جیت کا کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ لیکن آخر میں اوسن یہ سکر بہت گھبرایا کہ انگلستان کی پروح بھی گئی اور ساحل پر لنگر انداز ہوئی اور شاہ انگلستان کی سیادت ماننے پر آمادہ ہو گیا۔ اس اطاعت میں جنوبی ویلز کے رئیسوں کی اطاعت بھی مضمر تھی جو اوسن کے ماتحت گزارتے تھے۔

انگلستان کو گھوڑوں سے فرصت ملی تو ہینری کو ۱۱۵۸ء میں فرانس آنے اور ۲ برس ٹھیرے رہنے کا موقع ملا۔ اس مدت میں اس نے یورپی مقبوضات میں اپنے حقوق مسوائے۔ دو سال پہلے بھی وہ رواروی میں ادھر آیا تھا کہ اپنے بھائی جیفری کی ریشہ دوانی کا سدباب کرے جو باپ کی وصیت کی بنا پر آستوریں دیس کا اسی وقت سے مدعی تھا جب سے انگلستان کا ملک ہینری کے قبضے میں آیا۔ مگر ہینری نے ان دعاوی کو تسلیم نہیں کیا اور بھائی سے خود اس کے قلعے بھی چھین لئے اور مجبور کیا کہ وہ دعوئی ریاست سے دست بردار ہو جائے۔ اس مرتبہ ادھر آنے کی غرض یہ تھی کہ نانت پر قبضہ اور تولوز کے علاقے پر سیادت مسوائی جائے۔ امرائے اکوی تین کا یہ دعوی مسلم تھا مگر جب تک ایلینر، دوئی سابع کے عقد میں رہی، یہ بادشاہ یہ حق جتاتا رہا۔ لیکن طلاق کے بعد سے وہ اس حق سے منکر ہو گیا اور تیار تھا کہ ہینری کے مقابلے میں تولوز کے رئیس کا ساتھ دے۔ اسی لئے ہینری نے بہت بڑی فوج تیار کی لیکن تولوز پہنچنے پر معلوم ہوا کہ خود دوئی شہر کے اندر آ گیا ہے اور چونکہ از روئے قانون وہ ہینری کا بادشاہ دولی نعمت تھا، لہٰذا ہینری نے اپنے آقا پر حملہ کرنے کی مثال قائم کرنے سے احتراز کیا اور واپس پلٹ گیا اگرچہ یہ اہتمام

ضرور رکھا کہ جو قلعے بیش قدمی کے وقت ہاتھ آگئے تھے، ان پر قبضہ رہے۔ آخر کئی سال بعد ۱۱۷۲ء میں رئیس تولوز نے ہینری کی سیادت تسلیم کر لی۔

تولوز کی ۱۱۵۹ء والی مہم سے انگریزی قوم کے لئے بالواسطہ ایک اہم نتیجہ برآمد ہوا۔ واضح رہے کہ جاگیرداری قانون کی رو سے ہر جاگیردار کا فرض تھا کہ سال میں چالیس دن اصالتاً یا بیاناً اپنے آقا کی خدمت انجام دے۔ اس مدت میں آمد و رفت کے دن شمار نہ ہوتے تھے۔ دیر یا حد انگلستان کے کسی سرکش جاگیردار پر فوج کشی کرنے کی صورت میں تو یہ طریقہ بخوبی کام دیتا رہا لیکن لڑائی میں طوالت ہو یا دور کے مقام پر فوج کشی کرنی ہو۔ تو اس سے جاگیرداروں یا ان کے زمینداروں کو یقیناً بڑی زحمت ہوتی تھی۔ نظر برایں ۱۱۵۹ء میں جب ہینری اپنے بھائی جیفری سے لڑنے مارمنڈی چلا تو اس نے کلیسائی زمینداروں کو حاضری سے معاف کر دیا اور اس کے عوض میں فی کس ایک سوار کے معمارف کے برابر رسید لے لیا۔ ۱۱۵۹ء میں اس نے یہ رعایت نارمنڈی اور انگلستان کے سب جاگیرداروں کے واسطے عام کر دی اور اس طرح جو ایک لاکھ اسی ہزار استرلنگ کی رقم حاصل ہوئی اس سے امیر سپاہی بھرتی کئے۔ البتہ اپنے باپ کے علاقے اور اکوی تین والوں کو خود حاضر ہونے کا حکم دیا۔ یہ نیا محصول جسے "زرِ سپر بدل" (Scutage) کہتے ہیں، ظاہر میں تو بادشاہ اور جاگیرداروں کی سہولت کے واسطے وجود میں آیا تھا لیکن حقیقت میں اس نے جاگیرداری نظام پر بھی کاری ضرب لگائی۔ کیونکہ اوّل تو ان سپاہیوں کو اجرت پر مہم پہنچانے سے بادشاہ جاگیرداروں کی مدد سے مستغنی ہو گیا دوسرے ہینری نے ناعاقبت اندیشی سے اپنے ایک فرمان میں یہ رعایت لکھدی تھی کہ جو زمیندار فوجی خدمت انجام دینے ہیں، ان پر کوئی اور بار نہ ڈالا جائے گا، وہ اس جدید قاعدے سے منسوخ ہو گئی۔ ادھر یہ زرِ سپر بدل کا طریقہ ایک مرتبہ چلا تو پھر بہت جلد مستقل آئین بن گیا جو زمیندار لڑائی کے زیادہ دلدادہ نہ تھے، وہ اس سے استفادہ کرنے لگے اور مجموعی طور پر انگلستان میں جو میلان پایا جاتا تھا کہ جاگیرداری طریقے کو یورپ کے دوسرے ممالک کی طرح ساری سیاست مدن کی بنا نہ بنایا جائے بلکہ منجملہ اور

زرِ سپر بدل

چار طریقوں کے محض پیٹے پر رہن دینے کا ایک طریقہ سمجھا جائے[1]۔ اس میلان کو مٹے نہیں سے اور بھی تقویت پہنچی۔

زرِ سپر بدل کا یہ قاعدہ اگر ٹامس بکٹ کی ایجاد نہ تھا تو کم سے کم اسی کے ہاتھوں نافذ و رائج ہوا۔ یوں بھی اس نے پیشکاری کی خدمت بڑی خوبی سے

ٹامس کا انتخاب صدر اسقفی پر

انجام دی اور بادشاہ کی ہر تجویز کو اپنی فطری مستعدی سے حیّز عمل میں لانے کی کوشش کی۔ حتیٰ کہ اس خالص دنیاداری کے کاموں میں شاید یہ بھی مادہ رکھا ہوگا کہ وہ کلیسائی عمال اور صدر اسقف کا ساختہ پرداختہ ہے۔ کم سے کم پادریوں کا فرقہ تو یہی سمجھتا تھا کہ زرِ سپر بدل کی وصولی میں ٹامس خود اپنے فرقے پر زیادہ سختی کرتا ہے۔ تولوز کی فوج کشی میں وہ پورا اوپچی بن کر شریک جنگ ہوا اور تنہا مقابلے میں ایک فرانسیسی شہسوار کو زمین پر پٹخ دیا تو اس وقت بھی وہ دورِ قدیم ہی کے جنگی پادریوں کا نمونہ نظر آتا تھا۔ بہرحال ہینری اس سے بالکل خوش تھا اور ۱۱۶۱ء میں تھیوبالڈ نے وفات پائی تو بادشاہ نے ارادہ کر لیا کہ پیشکاری کے ساتھ یہ خدمت بھی اسی کو دی جائے تاکہ دیوانی اور کلیسائی انتظام اس کے بہترین معتمد علیہ کے ہاتھ میں آ جائیں۔ خود تھیوبالڈ کی خواہش تھی کہ بکٹ اس کا جانشین ہو چنانچہ کیتھیڈری کی بڑی مجلس میں خانقاہ اوگسٹائن کے راہبوں نے اسے صدر اسقف منتخب کیا (۱۱۶۲ء) اور ونچسٹر کے معتمد اسقف ہینری نے رسم حرفہ پوشی ادا کی۔ انتخاب کے وقت صرف ہیریفورڈ کے اسقف گلبرٹ فولیوٹ نے "زرِ سپر بدل" کی بنا پر اعتراض کیا ورنہ سب ٹامس بکٹ کے تقرر پر متفق تھے۔ مگر حق یہ ہے کہ اس انتخاب میں جو رائے بادشاہ نے بڑی غلطی کھائی۔ جیسا کہ بکٹ کے جاننے والوں کا خیال تھا، صدر اسقف ہونے کے بعد اس نے اپنے آپ کو تھیوبالڈ کا سچا شاگرد ثابت کیا اور عہدے پر آتے ہی اس کی عظمت و شان

---

[1] ۔ لگان کے چار طریقے یہ تھے خدمتی، سادہ لگان، مذہبی العام (جس پر کلیسا کو بعض اراضی دی جاتی تھیں) اور معمولی یا رعیت واری خدمات۔

بڑھانے کی کوشش میں لگ گیا۔ حتیٰ کہ اپنی نئی روشن کے ثبوت میں ملکہ کی نذر سے مستعفی ہوگیا کہ یہ کام بھی اس کلیسائی منصب کی مقتضیات کے خلاف تھا۔ ہیری کو اس فعل سے بہت کراہت ہوئی لیکن دراصل وہ ابھی پوری طرح اس کا مطلب ہی نہ سمجھا تھا کہ یہ اسی کلیسائی احیا کا آغاز ہے جس کا این سلم ہیری (اسقف وچسٹر) اور تھیو بالڈ (صدر اسقف کنٹربری) اپنے اپنے طور پر راستہ صاف کر چکے تھے۔ اور جس کے بعد کلیسا اور سلطنت میں پرانے تعلقات کا قائم رہنا غیر ممکن تھا۔ اس اختلاف کے بہت سے اسباب تھے اور لڑائی کا ہونا لابد ہوگیا تھا البتہ دیر تھی تو اس بات کی کہ کس موقع اور کس مسئلے پر یہ نزاع چھڑتی ہے؟

ٹامس بکٹ اور بادشاہ کی نزاع

پہلا معاملہ جس پر بادشاہ اور صدر اسقف میں اختلاف ہوا، محصول سے متعلق تھا جولائی ۱۱۶۳ء کی ایک مجلس منعقدہ وُوڈ اسٹاک میں ہیری نے تجویز کیا کہ ۲ سلنگ فی مقطع (۱ ہائڈ) کا وہ محصول جس کا بڑا حصہ سیرف کی تنخواہ وغیرہ میں صرف ہوتا تھا، براہ راست بادشاہی خزانے میں داخل ہونا چاہیے۔ ٹامس بکٹ نے کسی وجہ سے اس پر اعتراض کیا اور صاف کہدیا کہ میں آئندہ کلیسائی اراضی سے یہ محصول ادا نہ ہونے دوں گا۔ اس بحث کی تفصیل معلوم نہیں مگر آخر میں بادشاہ دب گیا اور بظاہر اس محصول کی قدیم صورت مسوخ کردی گئی۔ لیکن یہ واقعہ مارٹن فنچ کے بعد محاصل ساہی سے کامیاب مخالفت کرنے کی پہلی مثال ہے۔ مگر کلیسائی اراضی کے لگان یا ریپر مدل وغیرہ کی بجائے آخر میں اس نزاع کا موضوع یہ ہوگیا کہ کلیسائی ملزموں کے ساتھ کس قسم کا برتاؤ کیا جائے۔ مارس فنچ سے قبل پرگنے کی بجائت میں بڑے زمیندار کے ساتھ اسقف بھی موجود ہوا تھا اور عدالت صدر میں داروغۂ کلیسا مقدمات میں کزانو یا دری عہد پادری کی کوئی تخصیص نہ کی جاتی تھی۔ دلکم فانچ غالباً انگریز اساقفہ کا زور توڑنا چاہتا تھا اور محض اسی خیال سے اس نے بجائت سے اسقف کو خارج کرکے اس کی علیحدہ عدالت بنانے کا حکم دیا تھا۔ اور کلیسائی داروغہ کو بھی عدالت صدر میں مقدمات کے پیش کرنے سے روک دیا تھا۔ اس زمانے سے پادریوں کے جملہ مقدمات کلیسائی

قوانین کی رو سے لے ہوتے اور شاہی عمال کو ہدایت تھی کہ ان مذہبی عدالتوں کے فیصلے بحالانے میں کلیسا کی مدد کریں۔ لیکن اس تغیر کے اثرات اتنے وسیع نکلے کہ وہم کا خیال بھی وہاں تک نہ گیا ہوگا۔ چنانچہ ایک لازمی نتیجہ اس نئے طریقے کا یہ ہوا کہ انگریزی کلیسا کے فیصلوں کا مرافعہ یا باہمی عدالت میں پہنچنے لگا۔ رومی قوانین کے مطالعے سے جس کا اسی زمانے میں از سر نو رواج ہوا۔ کلیسائی قوانین کی صورت بدلی اور وہ قانون کی ایک جداگانہ شاخ بن گئے۔ اسی کے ساتھ لازماً اہل کلیسا کا فرقہ عام لوگوں سے علیحدہ اور ممتاز ہوتا گیا؛ ایک اور دقت یہ پیش آئی کہ کلیسائی عدالتیں قتل وغیرہ کی سزا تو دیتی نہ تھیں، ان کے فیصلے جرمانے یا نقاہی قید، یا محروم کو کلیسائی مراتب سے محروم کر دینے تک محدود ہوتے تھے۔ لیکن لفظ "پادری" میں نہ صرف اساقفہ، امام، داروغہ، بلکہ چھوٹے سے چھوٹے کلیسائی عامل، راہب، طالب علم اور وہ اشخاص تک داخل تھے، جنھوں نے "پہلی جماعت" سوائی ہو یعنی ابتدائی سبق پڑھے ہوں، اگرچہ ان کا کلیسا سے اور کوئی تعلق نہ ہو، بہ الفاظ دیگر ماقاعدہ سپاہیوں کے سوا، اور قریب قریب تمام متبہ ور طبقے اس تعریف میں آ سکتے تھے۔ اور ہینری سے عدالت عالیہ کے عہدہ داروں نے شکایت کی تھی کہ اس کی تحت تشیعی کے زمانے سے اب تک، کم از کم سو خونی اور صدہا چور اور ڈاکو یہ کہہ کر سزا یابی سے بچ گئے کہ ہم کلیسا سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ واقعات سب کے علم میں تھے مگر پادریوں کو خوف تھا کہ اگر اہل کلیسا پر عام عدالتوں کا اختیار ایک مرتبہ تسلیم کر لیا گیا تو پھر لازماً پادریوں کی آزادی میں فرق آتا چلا جائے گا۔ لہذا ان کے نزدیک مذکورۂ بالا خرابی کا اصلی علاج یہ تھا کہ امیدواران درس کو گرجا میں لیتے وقت بہت احتیاط کی جائے اور ان کے چال چلن کا سختی سے امتحان کر لیا جائے۔ چنانچہ بکٹ نے صدر اسقف ہو کر پوری توجہ سے یہ کام ہاتھ میں لیا۔ لیکن ہینری اس قدر بطی الاثر دوا کا انتظار کرنا نہ چاہتا تھا اس نے تجویز کی کہ آیندہ جو جرم کلیسائی ہونے کا دعوی کرے اس کی تحقیقات کے وقت اسقفی عدالت میں ایک شاہی عامل موجود رہے۔ اور جرم ثابت ہو جائے تو خرقہ وجبہ اتار کر اسے شاہی عمال کے حوالے کر دیا جائے کہ وہ اسے عام قانونی سزا دیں۔ بکٹ نے یہ تجویز منظور نہیں کی اور

کہا کہ کسی پادری کا کلیسا سے نکال دیا جانا کافی سزا ہے اور دوسری مرتبہ وہ کوئی خطا کرے گا تو معمولی آدمی کی حیثیت سے سرکاری عدالت میں اپنی سزا پائے گا۔ ۱۱۶۳ء میں ایک پادری فلپ دِبروا ایک الزام میں ماخوذ ہوا تو اس مسئلے پر اور بھی توجہ معطوف ہوگئی اور پہلے ویسٹ منسٹر کی مجلس (منعقدہ اکتوبر ۱۱۶۳ء) میں اور پھر کلے رنڈن میں (جنوری ۱۱۶۴ء) اس پر بحث چھڑی جہاں بکٹ نے دب کر یہ تسلیم کر لیا کہ ملک کے رواج کے مطابق عمل ہوا کرے۔ تب رواج کا سوال پیدا ہوا اور ہینری نے ایک جماعت خاص مقرر کی کہ وہ رواج کی تحقیقات کرے۔ اس جماعت کا صدر رچرڈ دِلوسی تھا اور اس نے نو روز میں اپنی تحریری رائے لکھکر پیش کر دی جو "آئین کلے رنڈن" کے نام سے مشہور ہے:

آئین کلے رنڈن

یہ تعداد میں سولہ آئین تھے اور ان میں مجرم پادریوں کی تحقیقات کے علاوہ اور بھی مسائل طے کرنے کی کوشش کی گئی تھی جو سلطنت اور کلیسا میں اُس دنوں مابہ النزاع تھے۔ مثلاً، ان آئین کی رو سے کلیسائی روزینے اور عطائے معاش کے قضیے طے کرنا شاہی عدالت کا کام تھا۔ پادری بغیر بادشاہ کی اجازت کے ملک سے باہر نہ جا سکتے تھے۔ کلیسائی عدالتوں کے خلاف مرافعے بادشاہ سماعت کرتا اور جب تک وہ اجازت نہ دے وہ اوپر کہیں نہ جا سکتے تھے اور اہل مقدمہ کو صدر استقف کے فیصلوں پر قناعت کرنی ہوتی تھی۔ ولیم فاتح کا پرانا قاعدہ کہ بادشاہی جاگیر دار یا امیر و ریئے بغیر شاہی منظوری کے خارج از کلیسا نہیں کیا جا سکتا، نیز یہ کہ پادری اپنی اراضی پر بطور جاگیر دار متصرف ہوں اور دربار کی حاضری اور دوسرے فرائض کی عام جاگیرداروں کی طرح پابندی کریں۔ اُس کی تصدیق کی گئی۔ اساقفہ اور متولیوں کا انتخاب بادشاہ کے حکم سے شاہی عبادت خانے میں ہونا لازم قرار دیا گیا اور یہ کہ وہ بہ حیثیت شاہی زمیندار کے آداب بجا لائیں اور اس کے بعد انھیں کلیسائی عہدے کا خرقہ وغیرہ پہنایا جائے۔ واضح رہے کہ یہ سب وہی حق وجہ رسوم تھیں جو ایتھلسٹن اور ہینری (اوّل) کے زمانے میں طے ہوئیں۔ البتہ ایک قاعدہ جدید یہ تھا کہ کسی کاشتکار کا بچہ اُس کے آقا یا زمیندار کی اجازت کے بغیر کلیسا میں داخل نہ کیا جا سکے گا اور اس کی ایک

غرض تو زمیندار یا مالکان دیہ کے حقوق کی حفاظت تھی جن کا اپنے کسانوں کے داخل کلیسا ہو جانے سے نقصان ہوتا تھا' اور دوسرے ادنیٰ طبقے کے لوگوں کو کلیسائی مراتب حاصل کرنے سے ایک حد تک روکنا منظور تھا۔ باقی عملاً ایک قلیل رقم ادا کرکے زمیندار کی اجازت بلا دقت حاصل کی جا سکتی تھی۔

مذکورۂ بالا آئین کے معرض تحریر میں آنے کے معنی یہ تھے کہ ایک مستقل محصولہ تو ایں مدون ہو گیا اور یہی وہ بات تھی جس کا ٹامس بکٹ کو اندیشہ تھا کہ مبادا "رواج" کے عملدرآمد پر آمادہ ہو جانا اسے اُن چیزوں کا پابند نہ بنا دے جن سے وہ بچنا چاہتا تھا۔

بکٹ کی مخالفت اور فراری

۶ روز تک مجوزہ آئین کی ایک ایک دفعہ پر بحث ہوتی رہی اور آخر بکٹ نے ان کی تائید کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر اسی سال گرمیوں میں دو مرتبہ اس نے انگلستان سے نکل جانے کی کوشش کی کہ یا تو روما سے فریاد کرے لیکن جانا نہ ہو سکا اور ادھر دربار میں اس کے دشمن رابرٹ بادشاہ کو اس سے بگاڑنے کی سازباز کرتے رہے۔ چنانچہ نومبر میں نارتھمپٹن کی مجلس میں صاف ظاہر ہو گیا کہ دشمنوں کی یہ سعی کس حد تک کامیاب ہو چکی ہے۔ بکٹ پر بہت سے الزام عائد کئے گئے' اور آخر میں یہاں تک مطالبہ کیا گیا کہ پیشکار کی حیثیت سے متنا روپیہ اس کے ہاتھوں تحریح ہوا ہے' اس سب کا حساب دے۔ ادھر معلوم ہوتا ہے لوگوں کے تنگ کرنے سے بکٹ کو اتنا غصہ آ گیا کہ اعتدال و معقولیت کی بھی پروا نہ رہی اور اس نے ایسا طرز عمل اختیار کیا جس کی بنا پر گلبرٹ فولیو نے (جو اس دنوں لندن کا اسقف ہو گیا تھا) اسے احمق کے لفظ سے یاد کیا۔ دوسرے ساتھی اسقف بھی ہر ازبھجاتے رہے مگر وہ بادشاہ سے مصالحت کے لئے کسی قدر دب جانے پر مطلق آمادہ نہ ہوا۔ دوسری طرف بادشاہ صدر اسقف کی یہ اکڑ دیکھکر سخت برہم ہوا۔ آخر بکٹ شہر سے نصف شب میں چھپ کر بھاگا اور جہاز میں بیٹھکر رود بار انگلستان سے پار ہو گیا۔ ہینری کے لئے یہ فراری کچھ کم تشویش انگیز نہ تھی کیونکہ ایک تو بکٹ کے ممالک یورپ میں پہنچ جانے سے اندیشہ تھا کہ شاہ انگلستان کے شاہ فرانس کے ساتھ تعلقات میں اور زیادہ پیچیدگی پیدا ہو گی دوسرے اس نزاع کے علانیہ ظاہر ہو جانے کے معنی یہ تھے کہ مارٹن فتح کے وقت سے بادشاہ اور کلیسا میں

جو ارتباط قائم رہا، اس کا خاتمہ ہو جائے گا اور جاگیر داروں کو اس واقعے سے خواہی نخواہی قوت پہنچے گی ؛

مگر بکٹ نے پاپا کو اپنی حمایت پر زیادہ آمادہ نہ پایا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ اسی زمانے میں پاپا الگزنڈر سالث کو ایک مدعی رقیب سے مقابلہ درپیش تھا جس کی حمایت شہنشاہ فریڈرک باربروسہ نے اپنے ذمے لی تھی۔ اور الگزنڈر کو خوف ہوا کہ بکٹ کی طرفداری میں زیادہ سرگرمی دکھائی تو کہیں ہینری شاہ انگلستان بھی اسی طرف نہ ہو جائے۔ غرض بادشاہ اور صدر اسقف کی چھ سال تک لڑائی ٹھنی رہی۔ ہینری نے کنٹربری کی ساری املاک ضبط کر لیں اور بکٹ کے عزیز و اقارب کو ملک سے نکال باہر کیا۔ اس کے جواب میں صدر اسقف نے بادشاہ کے سات ماثر طرفداروں کے خارج از ملت ہونے کا فتویٰ صادر کیا (۱۱۶۶ء) جن میں سب سے اوّل رچرڈ ڈی لوسی (میر عدل) کا نام تھا۔ دوسرے سال بکٹ کی ملاقات ہینری سے ہوئی مگر کچھ نتیجہ نہ نکلا اور اس کے بعد ہی صدر اسقف نے گلبرٹ فولیوٹ کو خارج از ملت قرار دیا۔ لیکن رفتہ رفتہ بادشاہ اور صدر اسقف دونوں اس مناقشے سے تنگ آ گئے۔ بکٹ تو واپس آنے کی فکر میں تھا اور ہینری دیکھ رہا تھا کہ بکٹ کے شاہ فرانس کے ساتھ ہو جانے سے اُسے کافی نقصان پہنچ رہا ہے۔ غرض آئین جدید کے بارے میں کوئی تصفیہ ہوئے بغیر ۱۱۷۰ء میں ان کی صلح ہو گئی اور کچھ تاخیر کے بعد یکم دسمبر کو بکٹ انگلستان واپس آ گیا ؛

دوبارہ نزاع اور بکٹ کا قتل

ظاہر ہے کہ ایسی کمزور صلح پائیدار نہ ہو سکتی تھی دوسرے سوئے اتفاق سے بکٹ کو آمادہ بہ جنگ رکھنے کا ایک اور سبب پیدا ہو گیا۔ وہ یہ کہ ہینری کئی سال سے اپنے بڑے بیٹے ہینری کو اپنی زندگی میں انگلستان کا بادشاہ بنانے کی تجویز میں تھا اور بکٹ کے ساتھ مصالحت ہونے سے کچھ روز پہلے اس نے ارادہ کیا کہ یہ تجویز عمل میں لائے۔ رسم قدیم کی رو سے تاجپوشی کی رسم کنٹربری کے صدر اسقف کے ہاتھوں ادا ہوتی ہے لیکن بکٹ کی غیر حاضری میں بادشاہ نے فیصلہ کیا کہ یہ خدمت یارک کا صدر اسقف روجر انجام دے جو بکٹ کا پرانا حریف تھا۔

بکٹ کو یہ حال معلوم ہوا تو بہت جھلّایا اور ایک یا پائی فرمان حاصل کیا جس میں روجر کو اس رسم کے ادا کرنے سے روکا گیا تھا۔ اس ممانعت کے باوجود روجر اپنے ارادے پر جما رہا اور لندن و سالسبری کے اسقفوں کی تائید سے اس نے ہینری کے روبرو تاجپوشی کی رسم ویسٹ منسٹر کی خانقاہ میں ادا کی۔ اس واقعے کے بعد جب بادشاہ سے مصالحت ہوئی اور بکٹ انگلستان واپس آیا تو پاپا کے خطوط ساتھ لایا جن میں تمام اساقفہ کو جو مذکورۂ بالا رسم میں شریک ہوئے معطّل کر دیے جانے کے احکام تھے۔ اس کی مراجعت پر عوام الناس یقیناً خوش ہوئے لیکن اونچے طبقے کے پادری اور شہری سرد مہری سے پیش آئے اور اسے نئے بادشاہ سے ملاقات کی بھی اجازت نہ ملی اس کے باوجود وہ کچھ بے دل نہ ہوا اور اپنے معتوب اسقفوں کو معافی دینے کی بجائے اس نے عین میلاد مسیح کے روز رالف ڈی بروک کو بھی خارج از ملت قرار دیا جو بکٹ کی جلاوطنی کے زمانے میں کینٹربری کی اراضی کا بادشاہ کی طرف سے انتظام کرتا تھا۔ ادھر لندن سالسبری اور یارک کے اسقف اپنا مقدمہ لیکر بادشاہ (ہینری ثانی) کے پاس مارمنڈی دوڑے ہوئے گئے اور ساتھ ہی طرح طرح کی مبالغہ آمیز خبریں پہنچیں کہ بکٹ طرفداروں کا ایک دستہ لئے ہوئے ملک میں گشت کرتا پھرتا ہے۔ اسقفوں کی فریاد اور یہ افسانے سنکر ہینری سخت برہم ہوا اور اس کی زبان سے یہ لفظ نکل گئے کہ کیا ان نامردوں میں جو میرا نمک کھاتے ہیں کوئی ایسا نہیں کہ مجھے اس متعصب پادری سے نجات دلائے؟" بادشاہ کا مطلب غالباً اس جملے سے صرف سخت ناراضی کا اظہار کرنا تھا اور اس نے بارہا اسی قسم کے الفاظ پہلے بھی کہے تھے۔ اس نے باقاعدہ مجلس شوریٰ کا جلسہ کیا کہ اس معاملے پر غور کرے اور غداری کے الزام پر بکٹ کو گرفتار کرنے کی تدبیریں بھی کی جانے لگیں لیکن ان سب باتوں کے باوجود تندی امر پیش آئے بغیر نہ رہا اور بادشاہ کے چار سرداروں نے جن کے نام ہیو دی مورویل، ولیم دی ترا سی، ریجی نلڈ فٹز ارس اور رچرڈ لو بریتاں تھے، ہینری کے اس غضب آلود جملے کے لفظی معنی لئے اور چپکے سے نارمنڈی سے الگ الگ روانہ ہوکے انگلستان میں رالف کے مکان پر جمع ہوئے۔ پھر ۲۹ دسمبر کے دن وہ کینٹربری پہنچے اور صدر اسقف کے محل میں گھس کے سخت لب و لہجہ میں مطالبہ کیا کہ اسقفوں کے

خلاف جو فتویٰ دیا گیا ہے، وہ مسترد کر دیا جائے۔ بکٹ نے اسی طرح کلہ نہ کلہ انکاری جواب دیا اور کلیسا کے اندر داخل ہو گیا۔ پیچھے پیچھے چاروں سردار بھی اندر آ گئے اور تھوڑی دیر پھر تکرار ہوتی رہی جس میں دونوں طرف سے سخت الفاظ استعمال ہوئے سرداروں نے تلواریں میاں سے نکال لیں۔ ایڈورڈ گرم کے سوائے بکٹ کے سب ساتھی اور خدمت گار دار ہو گئے اور اپنے کلیسا کی میں قربانگاہ کے زینے پر صدر اسقف کو ذبح کر دیا گیا۔ گرم صدر اسقف کا صلیب بردار تھا اور اسی نے بعد میں یہ سارا قصہ بیان کیا؛

ہینری اور انگلستان کے لئے اس سے بدتر کوئی فعل ہو نہ سکتا تھا۔ زندگی میں بکٹ کو لوگ کچھ محبت کی نظر سے نہ دیکھتے تھے مگر قتل نے رائے عامہ کو اس کا طرفدار بنا دیا۔ ہینری نے افواہوں کو روکنے کی بہتیری کوشش کی مگر بکٹ کی قبر کی کرامتیں شائع ہوئے بغیر نہ رہیں اور وہ ایک ولی اللہ اور شہید مشہور ہو گیا۔ یہ بات عام طور سے مسلم تھی کہ ہینری بالارادہ اس قتل میں شریک نہ تھا اور جب اس نے ایسی بیگناہی کا حلف اٹھایا تو پاپائی وکلا نے اس کی کال برات بھی کر دی۔ بایں ہمہ آئین جدید کا نفاذ نامکمل ہو گیا اور تمیں صدی تک جائیدادوں کے مقدمات کلیسائی عدالتوں ہی میں فیصل اور ان کے مرافعے پاپا کی عدالت روسہ میں پیش ہونے رہے۔ کلیسائی معاملات میں بادشاہی اقتدار کو قطعی طور پر صدمہ پہنچا اور پاپائی اثر کے قوی ہونے کی بجو بی گنجائش مل گئی جس سے پاپائی گروہ نے پورا فائدہ اٹھایا۔ بکٹ سینٹ ٹامس (یعنی ولی) بن گیا اور برسوں تک اس کی قبر کینٹربری میں زیارت گاہ عام و خاص رہی بلکہ نہ صرف انگلستان میں نہایت مقبول تہوار کی طرح منایا جاتا رہا۔ سینٹ ٹامس بکٹ کے حامیوں نے حوض میں بے خابو ہو کر سلطنت کے اقتدار کو جو نقصان پہنچایا تھا اس کی تلافی میں بڑی دیر لگی اور مدت میں بہ تدریج سلطنت کو اہل کلیسا پر وہ گرفت حاصل ہو سکی جو اس قتل سے پہلے حاصل تھی؛

عدالتی اصلاحات

بکٹ کے ساتھ مناقشے کے زمانے میں بھی ہینری اس تجاویز کو عمل میں لانے کی برابر کوشش کرتا رہا جو عدالتوں کی اصلاح کے متعلق

اس بے مرتب کی تھیں۔ ایے ما کے اس طریقے پر تو اُس نے ۱۱۷۵ء ہی سے عمل شروع کر دیا تھا کہ محلس شاہی کے چند ارکان دیہات میں جا کر اجلاس کرتے۔ یہ طریقہ گویا قدیم انگریز بادشاہوں کے دورے کا کام دیتا تھا کہ ایک طرف تو مقامی عدالتیں مرکزی حکومت سے وابستہ رہتیں، دوسری طرف بڑے جاگیردار و ام ابادشاہ کے تقابو سے باہر نہ ہو پاتے اور تیسرے یہ کہ ملک میں ہر کس و ناکس بڑی سے بڑی عدالت تک بلا دقت اپنی داد و فریاد پہنچا سکتا تھا۔ ان ارکان عدالت کو "گشتی حاکمان عدالت" موسوم کرتے تھے مگر ان کا کام فصل خصومات تک محدود نہ تھا بلکہ شاہی مالگزاری کی وصولی کی نگرانی رکھنا بھی ان کے اہم فرائض میں داخل تھا ساتھ ہی وہ خیال رکھتے تھے کہ حفظِ امن کی ضروری تدابیر کی جا رہی ہیں یا نہیں۔ جن لوگوں کو حلفِ اطاعت اٹھانا چاہیئے، انھوں نے یہ رسم ادا کی یا نہیں؛ نیز یہ کہ ہر شخص حفاظت باہمی کے واسطے کسی ٹولی میں شریک ہوا یا نہیں؛ واضح رہے کہ یہ قدیم طریقہ تھا کہ لوگ دس دس کی ٹولیاں بنا لیتے تھے کہ مل کر مجرموں کو گرفتار کر سکیں اور ہر شخص کے چال چلن کی ایک جماعت ذمہ دار ہو جائے؛ ۱۱۷۳ء میں گشتی حکام کے چھ حلقے بنائے گئے، بائے تخت، اضلاع وسطی، مشرقی، مغربی، شمال مشرقی اور شمالی، اور قریبی عہد تک یہ تقسیم قائم رہی؛ اس حلقہ بندی کے علاوہ ہینری نے دیوانی اور فوجداری عدالتوں کے طریقِ عمل میں بھی بعض اصلاحیں کیں۔ قدیم انگریزی طریقہ یہ تھا کہ دیوانی یا فوجداری مقدمات میں، جاننے والوں کی حلفیہ شہادت پر پوری پنچائت فیصلہ کرتی تھی۔ جانے والوں میں اس قسم کے لوگ شامل ہوتے جن کے کھیتوں کی سرحد فریقین کی اراضی سے ملی ہوئی ہو، یا جو کسی جنگل کے مالک ہوں۔ وغیرہم۔ نارمن بادشاہوں کے وقت میں جنگ کا طریقہ رائج ہوا کہ فریقین یا اُن کے قائم مقام آپس میں لڑتے اور جو غالب آتا، اسی کے حق میں فیصلہ ہو جاتا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ فیصلہ کچھ عدل و انصاف پر مبنی نہ ہوتا تھا اور لوگ خصوصاً شہری اسے نہایت ناپسند سمجھتے تھے۔ چنانچہ ہینری (ثانی) نے اسے چھوڑ کر ایک بہتر طریقہ مروج کیا۔ نارمن فتح کے زمانے سے، اور ممکن ہے اس سے بھی پہلے سے، حلفی تحقیقات کا بھی ایک طریقہ جاری تھا

جس میں چند استحاص کو حلف دے کر کسی خاص معاملے کی تحقیقات سپرد کر دی جاتی تھی۔ ۱۰۸۷ء میں ولیم فاتح نے پرانے انگریزی قوانین کی تحقیقات اسی طریقے کی اور دوبارہ کتاب ہندوبست کی تیاری میں بھی اسی سے کام لیا تھا۔ اب ہنری نے دیوانی مقدمات میں اسی اصول کو اختیار کر لیا۔ اگرچہ وہ محض ایک اختیاری صورت تھی۔ اس جدید طریقے کا اعلان عدالت کبیر میں ہوا جس کی تاریخ ٹھیک ٹھیک معلوم نہیں مگر وہ صرف ۱۱۶۴ء سے قبل کا واقعہ ہے کیونکہ آئین کلیرنڈن میں کلیسائی املاک کے جھگڑے طے کرنے کے لئے اسی تدبیر کو کام لانے کی ہدایت مرقوم ہے۔

۱۱۶۶ء میں کلیرنڈن ہی کی عدالت نے فوجداری مقدمات کے طریق عمل کا مسئلہ پاس کیا۔ اب تک قدیم انگریزی طریقہ "استشہاد" اور "ابتلا" یا نارمنوں کا اصول کہ لڑ کر فیصلہ کر لیا جائے مروج تھا۔ مگر اب ہنری نے حکم دیا کہ جب شاہی حکام عدالت دورے کریں تو ہر ضلع سے چار اور ہر شہر سے ۱۲ قانونی استحاص، مشہور رہبروں، خوموں یا اُن کے مددگاروں کو حلف اٹھا کر عدالت میں پیش کریں اور اگر شاہی حکم اس علاقے کے ماہر کسی قریبی مقام میں ہوں، تو اس قسم کی تحقیقات تیرف کرے اور شاہی حکام کو اس کی اطلاع دے۔ اس اطلاع کے بعد بھی ملزموں کا اُبلتے پانی کے ذریعے امتحان کیا جاتا تھا اور اس میں وہ ناکام رہتے تو سولی یا حکام عدالت کے فیصلے کے مطابق سزا پاتے۔ لیکن اگر مذکورۂ بالا "ابتلا" سے وہ بچ نکلتے تو بھی اس جابر کہ ہمسائے اُن کی نسبت ایسی بری رائے رکھتے ہیں۔ انھیں محض نالائق سمجھکر جائیدادوں کے اندر ملک سے نکل جانے کا حکم ہو جاتا تھا۔ اس طریقے میں وہ سولہ قانونی استحاص حو ملزموں کو منتخب کرتے، دراصل بڑی جوری کا کام انجام دیتے تھے جن کی رائے پر زمانۂ حال کی زبان میں، استغاثہ دائر ہو جاتا تھا۔ پھر بھی گناہ و بیگناہی کا فیصلہ "ابتلا" ہی کے طریقے پر تھا۔ یہی تجاویز نارتھمپٹن کی عدالت نے ۱۱۶۴ء میں از سر نو نافذ کیں اور سزاؤں کو زیادہ سخت کر دیا۔ لیکن ۱۲۱۶ء میں مشہور پاپائے رومہ اِنوسنٹ (ثالث) نے مجلس لاتران منعقدہ کی اور اس نے فیصلہ کیا کہ ابتلائے ملزمین کا طریقہ وحشیانہ اور پیروان مسیحی کے لئے نامناسب ہے اور

چھوٹی جوری اس کی بجائے چھوٹی جوری کا آئین ایجاد کیا گیا۔ اس میں مقام واردات یا نواح کے ۱۲ اشخاص، جن کی نسبت یقین کیا جاتا کہ واردات سے بخوبی آگاہ ہوں گے حلف کے ساتھ شریک کئے جاتے اور اگر ان میں اختلاف رائے ہوتا تو دوسرے ملائے جاتے حتیٰ کہ بارہ اشخاص کی متفقہ رائے موافق یا مخالف حاصل ہو جاتی تھی۔ مگر یہ بہت بھونڈا طریقہ تھا اور آگے چل کر زائد شرکا کی حیثیت محض عدالت کے گواہوں کی سی ہو گئی اور فیصلہ انھی ابتدائی ۱۲ اشخاص پر منحصر رہ گیا جن کو متفقہ رائے دینی پڑتی۔ ابتلا کا فیصلہ خدائی فیصلہ مانا جاتا تھا اور چونکہ یہ چھوٹی جوری اس کی جگہ قائم ہوئی لہٰذا اس کا فیصلہ بھی آخری اور قطعی ہوتا تھا۔ اور یہ فرض کر لیا جاتا تھا کہ اگر جوری کو کسی کے جرم کا کامل یقین نہ ہوگا تو شبہے کا فائدہ مجرم کو پہنچے گا۔ لیکن عمل میں کبھی کبھی اس کے خلاف ہوتا تھا۔

فتح آئرستان ادھر جس دنوں بکٹ کے ساتھ مناقشہ ہو رہا تھا، اسی زمانے میں فتح آئرستان کی ایک کارروائی عمل میں آئی۔ اس ملک کی حالت مدت سے مداخلت کی متقاضی ہو رہی تھی۔ وہاں کا تمدن اور زمینداری نظام ابھی تک قدیم برادری کے اصول پر مبنی تھا حالانکہ یورپ کی سب آریہ اقوام اس سے ترقی کر کے آگے بڑھ چکی تھیں۔ گو آئرستان میں برادری کا فرد ہونا اور معاشرتی تعلق، تمام تر اس بات پر مبنی تھا کہ آدمی کسی سردار قبیلہ سے واقعی یا فرضی رشتہ رکھتا ہو۔ اور علاقے کی ساری زمین قبیلے یا برادری ہی کی مشترکہ ملکیت سمجھی جاتی تھی اور شخصی ملکیت جو زراعت یا تمدن کی ہر معقول ترقی کے لئے لازمی ہے، اس کا یہاں وجود نہ تھا۔ ان برادریوں کے چھوٹے چھوٹے سردار تو بے شمار تھے مگر ان میں چار سب سے ممتاز اور السٹر، کوناٹ، لینسٹر اور منسٹر کی بادشاہی کے دعویدار تھے۔ گو ان کی حکومت کا رنگ آئے دن بدلتا رہتا۔ آر دریا گھ یا صدر شاہ کا اقتدار بالکل برائے نام تھا اور ملک میں ان رئیسوں کی باہمی عداوت و رقابت سے برابر جنگ و فساد کا سلسلہ چلا جاتا تھا۔ ڈبلن، واٹر فرڈ، کارک اور لیمرک کے ساحلی مقامات پر قدیم اہل شمال کی

بستیاں تھیں اگرچہ مبائل اوسٹ مین اندرونی اصلاح کو منتج کرنے میں کبھی کامیاب نہیں ہوئے ہے

ایک وقت میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اہل شمال کا تازہ حملہ ملک میں شمالیوں کی یا خود اہل ملک کی کوئی مضبوط حکومت قائم کرا دے گا۔ مگر یہ وقوع میں نہ آیا اور کلون ٹارف کی بڑی لڑائی (واقعہ ۱۰۱۴ء) میں دیسیوں نے شمالیوں کو شکست دی۔ اگرچہ عین فتح کے وقت آئرسان کا سب سے طاقتور بادشاہ برائن بورو مارا گیا اور حملہ آوروں کے نکالدئے جانے کے باوجود ملک میں برادری کا وہی قدیم نظام جاری رہا۔ انگلستان میں ملک کے اتحاد کا ایک قوی تر سبب اتحاد کلیسا تھا جس آئرستان میں اس کے بنائے کچھ نہ بنی۔ وھٹ بی کی مجلس کلیسا کے وقت سے اس کا تعلق ہی مغربی کلیساؤں سے منقطع ہوگیا اور اسے کوئی تھیوڈور بھی میسر نہ آیا کہ کلیسا کی از سر نو تنظیم کر دیتا۔ نتیجہ یہ کہ وہاں نہ رائے جاتھاہی طریقے کے تعاقب دور ہوئے نہ کلیسائی حلقوں کی کوئی حد بندی ہوئی اور جب اہل شمال نے ملک کی بڑی بڑی خانقاہوں کو (جن میں علم کے ایسے مشہور مرکز بھی شامل تھے جیسے بیں گور و کلون میک نوئز) تباہ و تاراج کیا تو تمام کلیسائی انتظامات درہم برہم ہو گئے۔ نارمنوں کے انگلستان فتح کرنے کے وقت سے آئرستان میں دوبارہ اصلاح حال کی کوشش کی گئی۔ لین فرنیک و این سلم دونوں نے تنظیم جدید کی بنا اس اصول پر رکھی کہ آئرسان کے اسقف کینٹربری کے مطیع ہوں۔ سینٹ ملاکی کی سعی سے جو ۱۱۴۲ء میں ارماگہ کا صدر اسقف ہوا، یا یائی، کیل بھی آئرستان میں مقرر کر دیا گیا اور ارماگہ، ٹوام، لیسل اور ڈبلن میں چار صدر اسقف قائم ہوئیں۔ اسی کے ساتھ کلیسائی حلقوں کی مناسب تقسیم عمل میں آئی۔ اس عرصے میں قطعاً ساہال انگلستان کو تکملہ فتح کے طور پر آئرسان کی تسخیر کا کئی بار خیال آیا۔ ۱۱۵۵ء میں جب نکولاس بریک اسپیئر یا یائے رومہ منتخب ہوا اور صرف وہی ایک خوش قسمت انگریز تھا، جس نے اس منصب تک ترقی کی، تو ہیری ثانی نے اس کے انتخاب سے فائدہ اٹھا کر ایک فرمان حاصل کیا کہ "حدود کلیسا کی توسیع، اخلاق کی درستی، نہی عن المنکر اور امر بالمعروف"

کے لیے آئرستان کو فتح کرنے کی اجازت ہے۔ لیکن ملکہ ماٹلڈا نے زور دیا کہ اسی کوئی کارروائی نہ کی جائے اور اس ارادے پر عمل کی نوبت نہ آئی۔ بعد میں بھی درحقیقت خود آئرستان کے رئیسوں کی باہمی نزاع و نجار ملک کی آزادی کھونے کا باعث ثابت ہوئی نہ کہ شاہانِ انگلستان کی ہوسِ ملک گیری۔

آئرستان کے رئیسوں کے جھگڑے

شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ یہ قضیہ تو بہت پہلے یعنی ۱۱۵۲ء ہی میں پیدا ہو گیا تھا کہ ڈاموٹ میک مرو شاہ لینسٹر قبیلۂ برفنی کے سردار اور وارک کی زوجہ دورگل کو جبراً بھگا کے لے گیا اور اٹھارہ برس تک انتقام کی آگ سخم رسیدہ دل ہی دل میں سلگتی رہی۔ یہاں تک کہ اس کے دوست اوکنور شاہ کونا ٹ نے السٹر کے رئیس پر فتح پائی اور ملک میں سب سے قوی حاکم ہو گیا۔ اب اوروارک کو موقع ملا کہ ڈرموٹ کو ملک سے نکلوا دے۔ چنانچہ اسے فرار ہونا پڑا۔ مگر وہ برسٹل سے ہیسری کے دربار میں پہنچا اور اس کی اطاعت کا اقرار کر کے التجا کی کہ دشمنوں کے مقابلے میں مدد دی جائے۔ یہ ۱۱۶۶ء کا ذکر ہے اور اس وقت ہیسری خود اپنے جھگڑوں میں اتنا مصروف تھا کہ وہ کوئی مہم آئرستان پر نہ لے جا سکتا تھا تاہم اس نے ڈرموٹ کی اطاعت قبول کر لی، آئندہ مدد کا وعدہ کیا، اور ایک خط لکھ دے دیا کہ ہماری رعایا میں سے جو شخص چاہے اس آئرستانی رئیس کی مدد کر سکتا ہے۔ یہ خط لیکر ڈرموٹ جنوبی ویلز میں پہنچا جہاں کے مارچن جاگیر دار فاتحانِ انگلستان کے اس گروہ کے لوگ تھے جو ملک گیری اور پیش قدمی کا حامی تھا۔ ڈرموٹ کی تگ و دو نے انھی میں سے کئی سرداروں کو اس کی مدد پر آمادہ کر دیا۔ ان میں اسٹری گوئل کا امیر رچرڈ ڈی کلیئر تھا جو اسٹرانگ بو کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔ ڈرموٹ نے مدد کے عوض میں اپنی بیٹی ایوا کو اس کے ساتھ بیاہ دینے کا اقرار کیا اور لینسٹر کے تاج شاہی کی امید دلائی۔ اس کے علاوہ دو علاتی بھائی، موریس فٹز جیرلڈ اور روبرٹ فٹز اسٹیفن بھی اس کے حامی ہو گئے جنھیں ویلس فرڈ کی حکومت ہاتھ آنے کی امید تھی اور یہ قول قرار کر کے ڈرموٹ، چھوٹی سی جمعیت لے کر واپس آئرستان آیا (۱۱۶۷ء)

اُسے تو آتے ہی اوکنور نے شکست دے کر پیچھے پر مجبور کر دیا لیکن اگلے سال روبرٹ اس کے ساتھ آملا اور ویکس فورڈ کو فتح کر لیا۔ ڈرموٹ کے حاص حاص دشمنوں پر یورشیں ہوتی رہیں اور ۱۱۶۹ء میں دوسرے بھائی موریس کے آجانے کے بعد ان حلیفوں نے ڈبلن پر قبضہ کر لیا ۱۱۷۰ء میں اسٹرانگ بو نے بھی خلیج کو عبور کیا اور اس کے آتے ہی واٹرفورڈ فتح ہو گیا اور اس امیر کے ساتھ ایوا کی شادی کی رسم ادا ہوئی۔ ۱۱۷۱ء میں ڈرموٹ نے وفات پائی تو ایوا کے رشتے سے اس کے جملہ حقوق داماد کی طرف منتقل ہو گئے مگر اس عرصے میں آئرستان والوں نے اپنے رشتہ داروں کو حریرۂ ہیں اور معزنی جزائر سے بلوایا تھا اور ان کے ہاتھ سے ڈبلن کو بچانے میں نو وارد فاتحوں کو کافی دردسری اٹھانی پڑی۔ ان شمالی حملہ آوروں کو بہ مشکل دفع کیا تھا کہ اوکنور نے فوج کشی کی۔ اور ادھر ہینری کو صاف نظر آنے لگا کہ یہ نارمن منچلے اسی طرح لڑ بھڑ کر ایک نیم آزاد حکومت قائم کر لیں گے تو خود اُس کے لیے سخت تردد کا سامان پیدا ہو جائے گا۔ نظر برایں اس نے مداخلت کا ارادہ کر لیا اور ۱۱۷۱ء میں ایک بڑی فوج لیکر آئرستان آیا جہاں پہلے تو نو وارد نارمن امیروں نے اس کی اطاعت کا اقرار کیا، پھر خود آئرستان کے رئیسوں نے ان کی تقلید کی جن میں سب سے اوّل شمالی منسٹر کا بادشاہ ڈرموٹ مکارتھی تھا۔ اس کی دیکھا دیکھی جنوبی منسٹر کے بادشاہ اوبرائن نے بھی تسلیم خم کیا اور ۱۱۷۲ء میں کوناٹ کے اوکنور نے بھی اطاعت قبول کر لی جسے تمام آئرستان کی بادشاہی کا دعویٰ تھا۔ ہینری نے واٹرفرڈ اور ویکس فرڈ میں چھاؤنیاں بنا کے قصبۂ ڈبلن، برسٹل کے انگریز سوداگروں کو عطا کر دیا لیکن اسی زمانے میں اُسے انگلستان واپس آنا پڑا اور اس لیے اس جزیرے کی فتح حسب دلخواہ مکمل نہ ہو سکی اور نہ دوبارہ ہینری کو ادھر آنے کی مہلت ملی۔ ۱۱۷۷ء میں اُس نے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے جان کو والیٔ آئرستان بنانے کی تجویز کی تھی مگر ملک کے نظم و نسق کی عملاً کوئی درستی نہ ہو سکی اور ڈبلن، واٹرفرڈ، ویکس فرڈ اور ان کے مضافات کو بھی انگریز بہ مشکل اپنے قبضے میں رکھ سکے۔ البتہ یہ مقامات انگریزی تسلط کے باعث "علاقۂ انگریز" کہلانے لگے۔

جاگیرداروں کی سازش

ہینری کے آئرستان آنے میں ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ بکٹ کے قتل کا ہنگامہ دب دبا جائے لیکن اس کے غیاب میں ایک زبردست سازش کا جال بچھایا گیا جو ۱۱۷۳ء و ۱۱۷۴ء میں بروئے کار آگئی، اور بادشاہ کو اپنی ساری قوت اس کے سدباب میں خرچ کرنی پڑی۔ سازش کی بنا دو اسباب پر تھی: ایک تو جاگیرداروں کی وہ ناراضی جو ہینری کے نظام جاگیرداری پر پے در پے ضربیں لگانے سے پیدا ہوئی اور دوسرے، خود ہینری کے بیٹوں کی مجبورانہ تقسیم میراث سے مدد لی۔ ہینری کی تخت نشینی کے وقت سے جاگیردار محسوس کر رہے تھے کہ ان کے حقوق و امتیازات کو ہر طرف سے صدمہ پہنچایا جا رہا ہے۔ قلعوں کے دوبارہ بادشاہی قبضے میں چلے جانے سے ان کی جنگی قوت کم ہو گئی۔ زر سپر مدل سے ان کی فوجی حمیت کو الگ نقصان پہنچا۔ اور اس سے بھی بڑھکر یہ کہ عام محصول سے مستثنیٰ رہنے کی جو خاص امید تھی، وہ باقی نہ رہی۔ ضرب سکہ کا حق چھن گیا۔ ولی عہد کے سن رشد کو پہنچنے اور بڑی شہزادی کی شادی کے موقع پر جو نذرانے مقرر ہوئے، وہ بڑی سختی سے وصول کئے جانے لگے۔ سب سے بڑھکر یہ کہ آئین کلے رنڈن کی تدوین سے ظاہر ہو گیا کہ بادشاہ ہر بات کا کامل اختیار اپنے قبضے میں رکھنا چاہتا ہے اور عدل و انصاف کے معاملے میں کسی جاگیرداری اعتبار و منصب کا مطلق روادار نہیں ہے۔ چیسٹر کے امیر کبیر ہیو بیگوڈ، مشہور مہر عدل کے مخلف بیٹے روبرٹ، امیر لیسٹر اور روبرٹ موبری وغیرہ جنھیں دعویٰ تھا کہ وہ انگلستان کے فتح کرنے والے نارمن سرداروں کے حالتیں ہیں، بادشاہ کے طرز عمل کو اپنے پورے بلقے کی تذلیل و توہین سمجھتے تھے اور تاک میں تھے کہ موقع ملتے ہی سخت ہنگامہ بپا کر دیں؛

خانگی نزاعات

دوسرے خود اپنے کنبے کو باہم رضامند و متحد رکھنے میں ہینری کو بڑی ناکامی نصیب ہوئی۔ اول تو ثابت ہوا کہ اپنے نوجوان بیٹے ہینری کو زندگی میں تخت نشین کر نا بڑی غلطی تھی کیونکہ اب کا منشا تو محض اس کی آیندہ وراثت کا انتظام و اطمینان کرنا تھا اور نوجوان ہینری اس کا مطلب کچھ اور ہی سمجھا۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ اس کی شادی شاہ فرانس کی بیٹی سے

ہوی اور وہ اپنے سارتی خسر کے اثر میں آئے بغیر نہ رہ سکا۔ چنانچہ نوجوان ہینری ہی کے طور بے طور سنکر بادشاہ کو آرکستان سے واپس آنا پڑا تھا۔ نوجوان ہینری ۱۱۷۰ء میں شاہ فرانس کا مہمان تھا اور دربار فرانس کے اسی قیام کے بعد اس نے بوڑھے باپ سے درخواست کی کہ انگلستان، نارمنڈی اور آنجو کو ایک علیحدہ مملکت قرار دے کے اس کے حوالے کر دیا جائے۔ گر ہینری کو شاہ لیبر کا منشا دکھانا مطلوب نہ تھا، اس نے صاف انکار کر دیا۔ دوسرے بیٹوں (یعنی رچرڈ اور جیفری) کے واسطے ہینری نے اپنے نزدیک کافی و شافی انتظام کر دیا تھا کہ رچرڈ تو اپنی ماں کی ریاست اکوی ٹین کا امیر ہو اور جیفری جسے کونان، امیر بری تانی کی بیٹی کونس ٹانس بیاہی تھی، بری تانی کا وارث بنایا جائے۔ لیکن اس انتظام میں گڑبڑ اس لئے ہوی کہ ۱۱۷۳ء میں ہینری کا سب سے چھوٹا بیٹا، جان تولد ہوا اور باپ نے اسے "تہی رین" نامزد کیا۔ مگر حقیقت میں اسی بچے کے لئے آیندہ انتظام کی تدبیریں ہینری کی پریشانی کا موجب ہوئیں۔ وہ بھی نان اور میرابو کے قلعے اس کے نام لکھنا چاہتا تھا لیکن نوجوان ہینری نے امیر آنجو کی حیثیت سے یہ تجویز منظور کرنے سے انکار کر دیا اور راتوں رات باپ کے پاس سے بھاگ کر فرانس پہنچا۔ رچرڈ اور جیفری بھی اس کے ساتھ آملے اور ان کی ماں الینر بھی مردانہ بھیس بدل کر فرار ہو رہی تھی کہ راستے میں پکڑی اور قید کر دی گئی۔ تاہم دربار فرانس ریشہ دوانیوں کا مرکز بن گیا اور نوجوان شہزادوں نے باپ کے خلاف جتھا تیار کرنے میں ہر قسم کی رشوت کے وعدے وعید شروع کئے۔ گر برا عظم کے باج گزاروں میں تو بہت کم کوئی شخص ان کے باپ کی مخالفت پر کمربستہ ہوا البتہ انگلستان کے جاگیرداروں نے خداداد موقع سے فائدہ اٹھانے پر فوراً تیار ہو گئے اور ہیو، روبرٹ و عمدہ امیروں نے مل کر بڑی زبردست سازش مرتب کی اور نارتھمبرلینڈ کا لالچ دے کے شاہ اسکاٹ لینڈ ولیم (الاسد) کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ اہل کلیسا میں سے صرف ہیو دپوی سے جو ڈرہم کا اسقف اور جاگیردار بھی تھا اہل سازش کا حامی ہو گیا۔ فلپ امیر فلینڈرس کو کیلیس کی اور رکمیں بولون کو مورٹین کی طمع دے کے سازشیوں کی مدد پر آمادہ کر دیا۔

اس حطہ ناک جھگڑے کا مقابلہ کرنے کے لئے ہینری کو اپنے یورپی مقبوضات کی حفاظت کے لئے تو اپنے برابنتی سپاہیوں پر بھروسہ تھا کہ اس کی دولت نے اس قوم کے لئے ہزار جنگجو فراہم کر لئے تھے۔ اور انگلستان میں رچرڈ ڈی لوسی (ایرل) ولیم مینڈویل، امیر ایکس اور بہت سے چھوٹے جاگیردار و عمال اس کی قوت بازو تھے۔ ڈرہم کے سوا تمام مقامات کے اُسقف، بڑے قصبات و شہر اور سب سے بڑھکر یہ کہ خود عوام الناس دل سے اس کے ساتھ تھے اور شاہ اسٹیفن کے عہد کے مصائب اور مدبلمسوں کے امادے کے خوف سے آمادہ تھے کہ بادشاہی فوج میں بھرتی ہوں اور شاہی عمال کو مدد دیے میں کوتاہی نہ کریں۔ پہلی ضرب بھی شاہ لیسٹر نے لگائی کہ چیسٹر و لیسٹر کے امیروں کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھا کر لیسٹر کو گھیر کر فتح کر لیا (حوالائی ۱۱۷۳ء) اسی حوالائی میں امیر بولوں کا ایک اتفاقی بتر نے کام تمام کیا۔ اگسٹ میں ہیو، امیر چیسٹر اپنے قلعے ڈول میں گرفتار کر لیا گیا۔ اس وقت شاہ فرانس نے صلح کرنے پر رضامندی سے تیار تھا مگر چونکہ ہینری اپنے مقبوضات کی زمام حکومت چھوڑنے کا روادار نہ ہوا لہذا اس کے بیٹے برابر جنگ و پرخاش پر تلے رہے چنانچہ رابرٹ امیر لیسٹر انگلستان آیا اور سازش کے دوسرے سرغنہ ہیو بگوڈ نے اس کے قلعے فریم لنگھم (علاقہ سفک) میں جا لئے۔ مگر ان دونوں امیروں کی فوج کو شاہی سردار ہمفری

ہینری کی کامیابیاں

نے فورن ہیم کے میدان میں شکست فاحش دی اور ان کے امیر فلینگی سپاہیوں کو کسانوں نے مار مار کے تقریباً ختم کر دیا۔ امیر لیسٹر اسیر کر لیا گیا اور فلکر الینیر اور رالف امیر چیسٹر کے ساتھ فالینز کے شاہی قید خانے میں ڈال دیا گیا۔ ادھر شاہ اسکاٹ لینڈ کے راستے میں کارلائل سے نیوکاسل تک جنگی قلعوں کا سلسلہ حائل تھا اور اسے نوڑے لیرد وہ حنوب میں بڑھکر اپنے حلیفوں کی مدد نہ کر سکتا تھا۔ ان کے فتح کرنے میں بہت دیر لگی اور ابھی وہ سب مسخر ہونے نہ پائے تھے کہ ۱۱۷۴ء میں ہینری نے اتنی فوج بہم پہنچائی کہ نارمنڈی سے انگلستان آگیا۔ شاہی فیدیوں اور نوجوان ہینری کی بیوی مارگریٹ کو بھی وہ ساتھ لیتا آیا۔ انگلستان پہنچکر اس نے بکٹ کے قتل کا ایسا کفارہ ادا کرنے کی تدبیر سوچی جس سے عوام الناس پر خاص اثر

پڑے گو ماؤں اور کلیسا کی نظر میں وہ بہت پہلے بے گناہ ثابت ہو چکا تھا۔ تاہم اب وہ سیدھا کینٹربری گیا اور برہنہ پا کلیسا میں داخل ہو کر اس نے مقتول کی قبر کے روبرو کمر خم کر دی کہ اس پر تازیانے لگائے جائیں اور تمام رات وہیں زار و عبادت میں بسر کی۔ یہاں سے وہ لندن گیا تو یہ مسرت انگیز خبر سنی کہ عین اس وقت جب کہ وہ کینٹربری میں گھٹنوں کے بل گڑگڑا رہا تھا، اسکاٹ لینڈ کے بادشاہ کو جسے کامیابی نے ضرورت سے زیادہ دلیر بنا دیا تھا، این وک میں یارک شہر کے شیرف (روبرٹ اسٹٹ ویل) نے احاطہ حالیا اور گرفتار کر لائے۔ اس عجیب اتفاق کا اخلاقی اثر اور گرفتاری سے جو عملی فائدہ ہینری کو حاصل ہوا وہ نہایت حسین بہانا تھا اور اسی سلسلے میں اس نے بلا تاخیر فریم لنگھم پر فوج کشی کر کے ہیوبگوڈ کو ہتیار ڈالنے پر مجبور کیا۔ پھر جب سرحد بگڑے گئے تو ان کے قلعے فتح ہونے میں بھی زیادہ دیر نہ لگی۔ ہیوالیہ ڈرہم نے ڈرہم اور اپنے دو اور قلعے حوالے کر دئے۔ مونبری نے تلہ تھرمک کی حوالی میں کر دیں۔ مختصر یہ کہ ہینری کے روبرو انگلستان عبور کرنے کے بعد تیسرے مہینے کے اندر اندر تمام باغی مغلوب اور ملک میں دوبارہ امن و سکون ہو گیا۔

انگلستان کی بغاوت کا اس طرح "کلیۃً" قلع قمع ہو جانے سے ثابت ہو گیا کہ ماتحتگان انگلستان پوری طرح اس ہینری کی حکمت عملی کے موید ہیں اور کھٹک کے ساتھ اس کے تنازعے نے اہل کلیسا کی وفاداری میں کوئی خلل نہیں ڈالا ہے ان واقعات سے حوالی سکوالی اس کے یورپی حریفوں کی ہمت پست ہو گئی۔ چند ہی روز میں لوئی کو صلح کی درخواست کرنی پڑی۔ لوحوال ہینری اور اس کے بھائیوں نے اطاعت قبول کر لی اور سال بھر پہلے ان کے باپ نے جو تہمتیں اپنی کی تھیں انھیں ماں لیا پڑا اسی کے ساتھ عفو عام کی قرارداد ہو گئی۔ اس طرح انگلستان کے جاگیرداروں کی یہ آخری کوشش کہ یہاں بھی یورپ کی مثل جاگیرداری نظام مروج کرے سرمادشاہ کو مجبور کیا جائے ناکام ختم ہوئی اور اتفاق سے اسی قسم کی پہلی کوشش سے پورے ایک سو برس کے بعد یہ واقعات میں آئے۔

ولیم (الاسد) کی گرفتاری سے ہینری نے فوری فائدہ یہ اٹھایا کہ انگلستان و اسکاٹ لینڈ

ب اول

کے تعلقات کو واضح اور معین کر دیا۔ سب سے اوّل اسکاٹ لینڈ کے بادشاہ کونش مین ٹائن نے اپنے ہم وطنوں کی رضامندی سے ایڈورڈ (کبیر) کو اپنا باپ اور ولی نعمت تسلیم کیا اور اس وقت سے اب تک مختلف موقعوں پر اسکاٹ لینڈ کے بادشاہ تیتاہاں انگلستان کی سیادت مانتے چلے آتے تھے۔ لیکن جو کہ اپنے ملک کے علاوہ وہ گیلووے پر بھی قابض تھے جسے شاہ ایڈمنڈ نے عطا کیا تھا اور انگلستان کے ایک امیر کی حیثیت سے نورہمبین پر تصرف رکھتے تھے لہٰذا اس اقرار اطاعت کا مطلب صاف نہ تھا اور قدرتی طور پر اسکاٹ لوگ اس کے معنی بہت محدود لیتے تھے اور انگریز بہت وسیع۔ ہینری نے قصد مصمم کر لیا کہ یہ قضیہ قطعی طور پر چکا دیا جائے چنانچہ عہدنامہ فالیز کی رو سے ولیم نے اپنی اور اپنے احلاف کی طرف سے اقرار کیا کہ اسکاٹ لینڈ اور دوسرے مقبوضات کے مالک کی حیثیت سے بھی تاہان انگلستان کے مطیع رہیں گے اور اپنی رؤس ٹھیک رکھنے کی ضمانت میں اڈن برو، اسٹرلنگ روکس برو جدبرو اور بیروک کے قلعے ہنری کے سپرد کر دئے۔

آئین نارتھمپٹن

بغاوت فرو ہونے کے بعد ہینری کو پھر ملکی اصلاحات کی طرف توجہ کرنے کا موقع ملا۔ مختلف اور پیہم تدابیر سے ملک کے سارے قلعے یا بادشاہ کے ہاتھوں میں آ گئے یا مسمار کرا دئے گئے ۱۱۷۶ء میں آئین کلے رنڈن کی آئین نارتھمپٹن کے ذریعے تجدید کی گئی اور حفظ امن کی غرض سے متعدد نئے ضوابط کا ان میں اضافہ ہوا۔ ۱۱۷۸ء میں مجلس شاہی میں وہ تغیر و تبدل کیا گیا جو حقیقت میں نظام عدالت کے استوار کے لئے بہت مفید تھا۔ ہینری اوّل کے عہد میں مجلس شاہی ہر قسم کے ملکی معاملات میں بادشاہ کو مدد و مشورہ دیتی تھی لیکن جس قدر کام بڑھتا گیا اسی قدر اس مجلس کو مختلف شعبوں میں تقسیم کرنے کی ضرورت بڑھی چنانچہ سب سے اوّل مالی معاملات کے واسطے "عدالت خزانہ" (کورٹ اوف ایکس چیکر) کا علاحدہ محکمہ مرتب ہوا۔ ۱۱۷۹ء میں بادشاہ نے مجلس شاہی کے پانچ ارکان عدالت کو صرف مقدمات کی سماعت کے واسطے علاحدہ متعین کر دیا اور یہ پہلے یہ مقدمے پوری مجلس کے روبرو پیش ہوتے تھے۔ یہی شعبہ کچھ دور بعد شاہی بنچ (کنگز بنچ) اور

شاہی عدالتیں

عدالت عوام (کومن پلیز) کی دو عدالتوں میں تقسیم ہو گیا۔

مالی مقدمے اصولاً عدالت خزانہ کے روبرو پیش ہوتے۔ جن مقدمات میں بادشاہ کا تعلق تھا، وہ شاہی کچہری میں اور عام لوگوں کے باہمی تنازعے عدالت عوام میں لائے جاتے۔ مگر عملاً یہ تقسیم صاف اور واضح نہ تھی۔ اور مرافعہ حسب معمول بادشاہ کی مجلس شوریٰ میں ہوا کرتا تھا۔

آئین فوج انگلستان میں ہینری کی آخری اصلاح "آئین فوج" کو سمجھنا چاہیے جو ۱۱۸۵ء میں نافذ ہوا۔ پہلے انگریزوں کے زمانے میں ملک کی مدافعت فیرڈ یا ہنگامی فوج کے سپرد تھی جس میں ۱۶ سے ۶۰ سال کی عمر تک قوم کے ہر مرد کا فرض تھا کہ عند الطلب فوجی خدمت انجام دے۔ ڈین قوم کے بادشاہوں نے اس میں پیشہ ور سپاہیوں کی ایک جمعیت کا اضافہ کیا اور گویہ وسیع پیمانے پر لڑائی میں بالکل نابود ہو گیا تاہم نارمن فتح کے وقت سے انگلستان کا کوئی بادشاہ ایسا نہ تھا جس کی ملازمت میں اجیر سپاہی، قلعوں کی حفاظت یا انگلستان و یورپ کے معرکوں میں حصہ لینے کی غرض سے موجود نہ رہے ہوں۔ پھر جب سے زر سپر بدل کا رواج ہوا تو (ہینری ثانی کے وقت میں) فوج کی زیادہ تعداد انھی تنخواہ دار سپاہیوں پر مشتمل ہو گئی۔ دوسرے نارمن بادشاہوں کے عہد میں خود جاگیرداری فوج ملک کی عام فوج کا جزو بن گئی جس کی ابتدا اور بھی پہلے ہو چکی تھی۔ تاہم زر سپر بدل سے ہینری نے فوج فراہم کرنے کی بجائے، زیادہ تر روپیہ مہیا کرنے کا کام لیا تھا۔ وہ طبعاً ہر ایسے آئین سے بدظن تھا جس سے جاگیرداروں کی جنگی استعداد میں اضافہ ہو۔ علاوہ ازیں تجربے سے فیرڈ کے آزاد مسلح عین کی کارکردگی اور جاں نثاری ثابت ہو چکی تھی۔ اسکوٹوں کے مقابلے میں، نارتھ الرٹن اور این وک کے مقام پر اس فوج نے نہایت عمدہ کام کیا اور ۱۱۷۳ء و ۱۱۷۴ء میں جاگیرداروں کی سرکشی کے وقت یہی فوج بیرعدل کی قوت لازم تھی۔ ایسی قابل اعتماد جمعیت ہر طرح قدر افزائی کی مستحق تھی اور ۱۱۸۱ء کے آئین فوج میں انھی آزاد باشندوں کی اسلحہ بندی کے تفصیلی ضوابط بتائے گئے تھے کہ حسب حیثیت وہ کیا کیا ہتھیار رکھ سکتے ہیں اور ان کا کس طرح مقررہ اوقات میں معاینہ ہونا چاہیے۔ پیچ دات کے کسانوں کو اس ملکی فوج میں بھرتی ہونے کی اجازت نہ تھی۔ خلاصہ یہ کہ

اب بادشاہ کی دو فوجیں مرتب ہوگئیں :- ایک تنخواہ دار جس سے وہ قلعوں کی حفاظت اور برا عظم کی لڑائیوں میں کام لیتا تھا۔ دوسری ملکی فوج، جو بیرونی دشمنوں سے لڑنے یا اندرونی شورشوں کا سدباب کرنے کی غرض سے بوقت ضرورت مرتب کی جاسکتی تھی۔ اس وقت سے لیکر جاگیرداری نظام بتدریج محض پیٹہ داری کا ایک طریقہ بھاگیا ؛

اس زمانے میں فوجوں کی تعداد تناسب دنادر ہی کثیر ہوتی تھی۔ لڑائی بھی بیشتر مدافعت یا محاصرے کی صورت میں ہوا کرتی اور میدان میں جم کر بہت کم لڑائی کی نوبت آتی تھی۔ ہینری اور اس کے بیٹے رچرڈ کی جنگی ناموری بھی میدانی معرکوں میں نہیں بلکہ محاصرے سے قلعہ گیری کی بدولت حاصل ہوئی تھی ؛ اس طرز جنگ کا لازمی نتیجہ تھا کہ قلعہ سازی کا فن بہت کچھ ترقی کر گیا اور اسی نسبت سے قلعہ شکن کلیں بھی بڑے اہتمام سے تیار ہونے لگیں۔ ایسی زبردست منجنیقیں اور فلاخن بنائے گئے جو بڑی بڑی چٹانوں کو پھینک کر مار سکتے تھے اور اسی طرح سرنگ کاوی اور جوابی سرنگ بنانے میں بہت کچھ ترقیاں ہوئیں۔ حتیٰ کہ یہ کہنا کچھ غلط نہ ہوگا کہ باروت کی ایجاد سے ان آلات ہلاکت کی نوعیت اور سرنگ باری کی تندت میں نسبتہً بہت کم قوت کی بیشی ہوئی ؛

ہینری کے بیٹے ۱۱۷۴ء کی بغاوت کے بعد ہینری کو انگلستان کے جاگیرداروں کی طرف سے کوئی تکلیف نہ پہنچی مگر اس کا باقی زمانہ بیٹوں کی وجہ سے برابر تشویش و پریشانی میں بسر ہوا۔ اس کا ایک سبب اکوی ٹین کے شورہ پشت جاگیردار بھی تھے جن پر حکومت کرنے میں طبعی دشواریاں موجود تھیں۔ یہ حکومت ہینری نے اپنے دوسرے بیٹے رچرڈ کے سپرد کی تھی جسے وہ ماں کا جانشین یعنی اکوی ٹین کا امیر بنانا چاہتا تھا۔ رچرڈ نے سترہ سال کی عمر میں یہ کام سنبھالا اور اپنی فطرتی مستعدی کے ساتھ پوری قوت قیام امن میں صرف کی۔ وہ بظاہر کامیاب بھی ہوگیا لیکن جنوب کے جاگیرداروں کی گھٹی میں حسا نہ جنگی پڑی تھی ؛ اس روک تھام سے نہایت ناخوش ہوئے اور ان میں ایک ذہین ترین شخص برٹرانڈ (رئیس بورن) نے فتنہ انگیزی پر کمر باندھی۔ برٹرانڈ کو سیاسی

ریشہ دوانی کے ساتھ ہجو گوئی میں ملکہ تمام حاصل تھا اور اس نے نہ صرف جاگیرداروں کو بھڑکانے کا، بلکہ رچرڈ اور اس کے بھائیوں میں فساد ڈلوانے کا بھی بیڑا اٹھایا۔ اور حقیقت میں ان کی باہمی رقابت و خصومت چند ہی روز میں اتنی بڑھی کہ ہینری بمشکل انھیں علانیہ لڑ پڑنے سے روک سکا۔ نوجوان ہینری کو پہلے اپنے خسر لوئی سے اور جب وہ ۱۱۸۰ء میں فوت ہوگیا، تو برادر نسبتی فلپ اوگسٹس سے برابر مدد ملتی رہتی تھی۔ جیفری سے عام و خاص اتنے ناحوش تھے کہ خود اپنی ریاست بریتانی کے جاگیرداروں کو قابو میں رکھنا اسے دشوار ہوگیا تھا۔ یہ قضیے چلے جا رہے تھے کہ ۱۱۸۳ء میں نوجوان شہزادہ ہینری نے وفات پائی۔ وہ اکوی ٹین کا علاقہ رچرڈ سے لیکر جان کو دینے کی فکر میں تھا اور اسی لئے رچرڈ کو بڑے بھائی سے بغض ہوگیا۔ اور وہ یہاں تک تیار تھا کہ فلپ شاہ فرانس کی اکوی ٹین اور آنژو وغیرہ اپنے تمام جدی علاقوں پر سیادت تسلیم کر کے اسے اپنا بنالے۔ لیکن بڑے بھائی کی وفات سے اس کی مشکلات دفع نہ ہوئیں بلکہ ان میں کچھ اور اضافہ ہی ہوگیا۔ ۱۱۸۶ء میں جیفری بھی مرگیا مگر اس کی وارث بیٹی کونس ٹانس تھی اور مرنے کے بعد بیٹا آرتھر پیدا ہوا لہذا اس کی وفات سے صورت معاملات میں کوئی خاص فرق نہ پڑا۔

ایک مازہ پیچیدگی یہ پیدا ہوئی کہ آئندہ سال تیسری صلیبی لڑائی کی تجویزیں ہونے لگیں۔ ترکوں کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں الگ الگ تو مسیحی مجاہدین کا مقابلہ نہ کر سکی تھیں لیکن اسی زمانے میں انھیں نورالدین اور اس کے فرزند صلاح الدین کی بیدار مغزی نے ایک طاقتور سلطنت کی صورت میں متحد کر لیا، جو فرات سے نیل تک وسیع تھی اور اس قوت کے مقابلے کی بیت المقدس کے مسیحی تاب نہ لاسکے۔ طبریاس کے معرکے (جولائی ۱۱۸۷ء) میں انھیں شکست ہوئی اور بیت المقدس ہاتھ سے نکل گیا۔ اس خبر نے سارے یورپ میں سخت جوش و خروش پیدا کیا۔ پاپائے گریگوری (سابع) نے فی الفور تیسری صلیبی جنگ کا اعلان کیا اور ۱۱۸۸ء میں تہشاہ فریڈرک بار بروسہ مشرق کی طرف روانہ ہوگیا۔ ہینری کے واسطے بیت المقدس کا ہاتھ سے نکلنا، خاص طور پر صدمہ واندوہ کا موجب تھا کیونکہ جب اس کی ماں ملکہ ماٹلڈا کی اس کے باپ جیفری سے شادی ہوئی تو فلک

امیر آنرو (یعنی ہنری کا دادا) فلسطین چلا گیا اور وہیں بالڈون اوّل کی بیٹی سے جو مملکت بیت المقدس کی ولیۂ عہد تھی شادی کر لی تھی۔ اس طرح انگلستان و فلسطین دونوں ملکوں میں آنرو وی خاندان کی حکومت تھی اگرچہ ۱۱۸۶ء میں بیت المقدس کے آنرو وی امیر فوت ہوا تو اولاد نرینہ نہ ہونے کے باعث وہاں کی حکومت اس خاندان میں باقی نہ رہی۔ کیونکہ ان کی تنہا وارث ایک لڑکی سبیل ہوئی جس نے اپنے نفس اور سخت دونوں کو ایک منچلے نوجوان گائی (باشندۂ لوسینیاں) کے حوالے کر دیا تھا۔ صلاح الدین کی فاتحانہ یلغار قدس کے وقت اسی گائی نے آخری مقابلہ کیا اور ٹکست کھائی۔ بہرحال اس وجوہ سے بیت المقدس کی فتح ہینری کی نظر میں ایک جانی مصیبت کے مرادف تھی اور اعلان جنگ کے ساتھ ہی اس کے دل میں پہلے تو خود شرکت کرنے کی امنگ اٹھی اور اپنے روپے کی فراہمی کی غرض سے حکم دے دیا کہ انگلستان کے ہر باشندے کی متاع کا دسواں حصہ وصول کیا جائے۔ آمدنی اعتبار سے یہ محصول جسے عشر صلاح الدین موسوم کرتے تھے ایک اہمیت رکھتا ہے کہ اب تک تو سارے محاصل اور لگان زمین پر لیے جاتے تھے مگر یہ محصول ہر شخص کے مال منقولہ پر عائد کیا گیا۔ ہینری کا بہت پہلے یعنی ۱۱۸۸ء ہی میں قصد تھا کہ فلسطین میں خاندان آنرو وی کی ذریات ایرلماں، ولز اور سکاٹ لینڈ اس کی مدد کو بھیجے مگر ایک مجلس کبیر میں اس سے التجا کی گئی کہ اپنی رعایا کو چھوڑ کر نہ جائے اور یہ ارادہ ترک کر دیا گیا۔ اب دوبارہ وہ بکر میں تھا کہ اسے ضرور جانا چاہیئے لیکن اس موقع پر بھی بہت سی مشکلات سدراہ ہوگئیں۔

ہینری کی وفات اصل یہ ہے کہ فلپ (شاہ فرانس) اور رچرڈ دوبارہ متحد ہو کر کوشش کر رہے تھے کہ ہینری کو فلپ کی بہن اڈیلا کے ساتھ رچرڈ کی شادی کر دینے پر مجبور کریں۔ اڈیلا لڑکپن سے رچرڈ کی منسوبہ تھی اور ہینری ہی کے زیر حمایت تعلیم و تربیت پا کر جوان ہوئی۔ اسی لئے ہینری مذکورہ بالا اتحاد میں رخنہ اندازی یا اس کی کوئی خاص مزاحمت نہ کر سکا اور آخری ضرب اس پر یہ لگی کہ اس کے آنرو وی مقبوضات پر یکایک فلپ اور دوسری طرف سے رچرڈ چڑھ دوڑے۔ ہینری سمارتھا اور انگریز سپاہی موجود نہ تھے۔ اخیر ساہی تحوا دینے کی وجہ سے ساتھ چھوڑ کر چل دیئے تھے

اور اس حال میں جیفری اور ولیم مارشل کے سوا اس کے برے رفیقوں میں سے کسی کو کی نہ تھا جو رفاقت کا حق ادا کرتا۔ یہ جیفری ہینری کا ناجائز بیٹا تھا اور مارشل پہلے نوجوان ہینری کا وفادار دوست تھا۔ اس شہزادے کی وفات کی بعد زمانۂ زوال و انحطاط میں اس کے باپ کے دامن دولت سے وابستہ ہو گیا۔ القصہ ہنری کے ہاتھ پاؤں مارنے کے باوجود تورار اور بوماس دونوں قلعے نکل گئے اور مایوسی میں یہ بیمار و معطل بادشاہ مجبور ہوا کہ بالکل بھکاری کی طرح ایک مقررہ مقام پر ملاقات کے لئے جائے فلپ در جیرڈ کے جملہ مطالبات بلا کم و کاست تسلیم کرے اور ایک دلت آمیز معاہدے پر دستخط ثبت کر دے۔ ان شرطوں میں ایک یہ بھی تھی کہ ہر شخص جس نے رجیرڈ کا ساتھ دیا ہے، بادشاہ کی بجائے آیندہ رجیرڈ سے وابستہ تسلیم کیا جائے گا اور ان اشخاص کی فہرست میں سب سے اوپر خود ہینری کے چاہیتے بیٹے جان کا نام تھا۔ اسے دیکھکر ہینری کی آنکھوں میں دنیا تاریک ہو گئی، اس نے بخار کو بڑھنے دیا اور تیسرے دن مر گیا۔

مشہور سنین

ٹامس بکٹ کینٹربری کا صدر اسقف مقرر ہوتا ہے	۱۱۶۲ء
مجلس اعدائین کلے رنڈن	۱۱۶۴ء سے ۱۱۶۶ء
بکٹ کا قتل	۱۱۷۰ء
آرلینڈ پر نارمن فوج کشی	۱۱۶۹ء سے ۱۱۷۲ء
جاگیرداروں کی بڑی بغاوت اور عہدنامہ فالیز	۱۱۷۴ء
آئین فوج	۱۱۸۱ء

باب دوم

رچرڈ اول :۔ ۱۱۸۹ء تا ۱۱۹۹ء

ولادت ۱۱۵۷ء ۔ ازدواج دبرن گاریا کے ساتھ ۱۱۹۱ء

معاصرین : اسکاٹ لینڈ ولیم الاسد

فرانس فلپ اوگسٹس

شہنشاہ وڈیرک (اول) وہنری (سادس)

پاپا اوسنیٹ (ثالث)

باپ کے مرتے ہی رچرڈ کو سب نے بادشاہ تسلیم کرلیا۔ ان میں ہنری کے ایسے جاں نثار بھی شامل تھے جنہیں ولیم مارشل جو چند ہی روز پہلے رچرڈ سے دست بدست لڑ چکا تھا۔ رچرڈ نے اپنی ماں الینور کو ملا تا خیر انگلستان روا۔ کیا اور خود فلپ اوگسٹس سے عہد و پیمان کرنے کی غرض سے ٹھیر گیا۔ کیونکہ ہنری کی موت نے شریک کار دوست کی بجائے اب اسے ایک حاسد رقیب بنا دیا تھا۔ یہ قضیہ طے ہوگیا تو رچرڈ نے روز بار انگلستان کو ۱۴ کیا اور عید معمولی تزک و احتشام کے ساتھ ویسٹ منسٹر میں اس کی تاج پوشی کی رسم ادا ہوئی۔

اوصاف و خصائل رچرڈ کی فطرت ایسے اسلاف سے جداگانہ قسم کی تھی۔ بڑا ڈیل ڈول بلیے بلے

باب دوم

ہاتھ باؤں اور دیو زاد دں کی سی قوت، لوگوں کو اس کے جد امجد ولیم فاتح کی یاد دلاتی تھی اور اسی کی جنگی قابلیت اور جودرائی بھی رچرڈ کو ورثے میں ملی تھی تازہ رنگ اور سنہری بال اس کے شمالی نسل سے ہونے کی شہادت دیتے تھے اور مشرق جا کے بحری معاملات میں اس نے جو فطری مہارت دکھائی، وہ صاف بتاتی تھی کہ اپنے والی کنگ اھداد کے خصائل بھی اسے ورثے میں عطا ہوئے ہیں۔ اکوی ٹین میں مس فوٹ کے ساتھ اس نے آئین و اقوامن کی پابندی کرائی، اس سے ظاہر ہو گیا کہ وہ اسٹیفن جیسا کمزور حکمراں نہیں ہے۔ لیکن ان اوصاف کے باوجود، آزادی خاندان کا سلیقہ، داد و دستد اور سیاست کے نازک مسائل میں عقدہ کشائی کی فراست اسے عطا نہ ہوئی تھی۔ قیام امن اور لشکر کی سپہ سالاری کی قابلیت، یا داتی سنان و وجاہت کے علاوہ، اس میں بہت کم وہ اوصاف پائے جاتے تھے، جن سے انگلستان کے تاجدار کا متصف ہونا ضروری تھا۔ غنیمت ہے کہ خود رچرڈ ایسی ان کوتاہیوں سے آگاہ تھا اور اس میں اتنی عقل تھی کہ پورے عہد حکومت میں ملکی معاملات ماتحتوں کے نفوذ بس۔ رکھے اور ماتحت بھی عموماً ایسے تھے جو اس کے معاملہ فہم باپ کے طور طریق سے واقف اور تربیت یافتہ تھے۔

۱۱۸۷ء ہی میں رچرڈ صلیب اٹھا چکا تھا اور جلد سے جلد صلیبی جنگ میں شریک ہونا چاہتا تھا۔ لہٰذا اوائل عہد میں وہ روپے کی فراہمی اور اپنی عدم موجودگی میں عمدہ نظم و نسق کے ضروری انتظامات میں مصروف رہا۔ مدت سے وسنور علا آتا تھا کہ سرکاری عمال رخصت پر جانے تو اپنی جگہ کام کرنے والے کی تنخواہ ادا کر لے اور ایسے فرائض سے سکدوشی کی اجازت حاصل کرتے۔ رچرڈ نے اس رواج سے فائدہ اٹھایا اور بہت سے دیوانی اور کلیسائی عہدوں کو نئے عمال سے پُر کیا۔ جن لوگوں نے نذرانے دئے ان کو خاص خاص حقوق اور معافیاں عطا کی گئیں۔ انھی مئے تقررات کے سلسلے میں رچرڈ فٹز نجل خزانچی (اور مصنف "مکالمات سکا کارو") کو لندن کا اسقف، ولیم لانگ شان کو ایلی اور ہیوبرٹ والٹر کو سالسبری کا اسقف بنایا گیا۔ رالف گلین ویل جنگ صلیبی پر جا رہا تھا۔ اسے میر عدل کے عہدے سے دست بردار ہوتے وقت رویہ ادا کرنا پڑا اور اس کی بجائے ڈرہم کا اسقف ہیو اور ولیم لینڈ ویل مقرر ہوئے جنھوں نے عہدہ پانے کی ندر مشترکہ ادا کی۔ بہت سے شیرف بدلے گئے۔ قصبات کو فرامین حاصل

باب دوم

عطا ہوئے۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ اسکاٹ لینڈ کے ساتھ فالینز کا جو معاہدہ ہوا تھا، اسے منسوخ کر دیا گیا دس ہزار مارک کے عوض روکس برو اور برک کے قلعے شاہ اسکاٹ لینڈ کو واپس دے دئے گئے اور اسے اور اس کی اولاد کو اسکاٹ لینڈ خاص کے بادشاہ ہونے کی حیثیت سے حلفِ اطاعت لینے کے عہد سے آزاد کر دیا گیا۔

ان تدبیروں سے روپیہ وصول کر کے رچرڈ ولک کے نظم و نسق کی طرف متوجہ ہوا۔ اسے بڑی دشواری اسلیے پیش آئی کہ حال کی وجہ سے جس کی طبعی کیفیت سے وہ خوب واقف تھا۔ بہترین صورت غالباً یہ ہوتی کہ بادشاہ اسے اپنے ہمراہ فلسطین لے جائے لیکن اسے یورپ ہی میں چھوڑنے کا فیصلہ کیا گیا اور حلفیہ شرط کر لی گئی کہ وہ تین سال تک انگلستان میں قدم نہ دھرے گا۔ لنکر گزار بنانے کی غرض سے اس کے رہنے سہنے کا بڑی فیاضی سے انتظام کر دیا گیا یعنی مورٹین کے علاوہ قریب قریب ایک تہائی انگلستان اس کی جاگیر میں عطا ہوا جس میں مارل برو وغیرہ متعدد قلعے اور ڈاربی، کورن وال، ڈیون، سمرسٹ اور ڈورسٹ کے اضلاع اور ان کی پوری مالگزاری شامل تھی۔ ملک کے انتظام کی عام نگرانی رچرڈ لے ایبی مال ایلیزبر کے سپرد کی جس کی اصابت رائے اور محل شناسی پر اسے اعتماد تھا لیکن نظم و نسق کا عملی کام، ولیم مینڈویل کی ناگہانی وفات اور بعض تبدیلیوں کے بعد، پیشکار باصدر اعظم ولیم لانگ شان کے تفویض ہوا اور یہ سب سدوبست کر کے بادشاہ بتاریخ ۱۱ دسمبر ۱۱۹۰ء انگلستان سے روانہ ہو گیا۔

یہودیوں پر جور و تعدی

صلیبی جنگ کے جوش و خروش کے زمانے میں یہودیوں پر جور و تعدی کرنا بھی معمول ہو گیا تھا چنانچہ اس موقع پر بھی وہ ظلم و ستم سے محفوظ نہ رہے۔ انگلستان میں یہ لوگ بادشاہ کے خاص طور پر دست نگر سمجھے جاتے تھے اور وہ اُن سے جتنا چاہتا روپیہ وصول کر لیا کرتا تھا۔ ان کی دولت زیادہ تر سُود کی ہوتی تھی اور چونکہ سود در سود کی شرعاً ممانعت تھی نیز قیام امن کی طرف سے اطمینان نہ تھا، لہذا یہ لوگ بہت بھاری شرح سود پر روپیہ قرض دیتے۔ اور اس زمانے کی دہقانی معاشرت میں زراعت پیشہ یا سوداگر اس بات کو خواہی طرح سمجھتے تھے کہ وقت پر قرض مل جانا بھی ایک خاص قدر و قیمت رکھتا ہے۔ پس ان قرض دینے والوں سے سبھی کو بڑی نفرت تھی۔ بہت سے شہروں میں اُن کے محلے سب سے الگ

چار دیواری کے اندر مقرر کئے جاتے اور رات کو ان کے پھاٹک پر قفل ڈال دیا جاتا۔ انھیں خاص قسم کا لباس پہننے پر مجبور کیا جاتا اور فرض دار ناک میں رہتے تھے کہ ذرا موقع ملے اور ان یہودیوں پر ہلّہ بول دیا جائے۔ رچرڈ کی تخت نشینی کے روز اسی قسم کا ایک بلوہ خود ولبسٹ منسٹر میں ہوا اور اسی خزاں اور سرما کے موسم میں یارک، اسٹیم فرڈ، نارچ، سینٹ ایڈمنڈ اور دوسرے شہروں میں یہودیوں کے خلاف ہنگامے بپا ہوئے جس میں گست وجون کی یورش آئی یارک میں ان بدنصیبوں کو پہلے تو بالا حصار میں جانے دیا اور پھر باقاعدہ اس کی ناکہ بندی کر لی کہ زندگی سے عاجز آکر انھوں نے عورتوں بچوں کو خود مار ڈالا اور قلعے میں آگ لگا کر اپنے آپ آگ میں کود کر ہلاک ہو گئے۔ مجموعی طور پر اس موقع پر پانچ سو آدمی تلف ہوئے اور پیشکار کا پہلا فرض ہو گیا کہ پہلے یہاں کے بلوائیوں کو سزا دے۔

ولیم لال شاں کئی سال تک رچرڈ کی پیشکاری انجام دے چکا تھا اور اپنے آقا کا سچا جاں نثار تھا۔ اس کے باؤں میں لنگ اور کم بینی کے باعث وجاہت ظاہری سے

ولیم لال شاں

محروم تھا۔ اس کی معاملہ فہمی، محنت کشی، من دہی اور جدت طرازی مسلم تھی لیکن انگلستان اور انگریزوں سے واقف نہ تھا اور اس کے آداب و اخلاق میں مطلق دلکشی نہ تھی چنانچہ عہدے پر آنے کے تھوڑے ہی دن بعد سخت بدنام ہو گیا۔ اس واقعے نے جاں کو فتنہ پردازی کا بہت اچھا موقع بہم پہنچا دیا۔ اسے رچرڈ سے الیز کی مخالفت کے باوجود، انگلستان آنے جانے کی بھی اجازت دے دی تھی چنانچہ ۱۱۹۱ء میں الیز کو انگلستان سے آنا پڑا، نوجاں نے اسے انگریزی اضلاع میں پورے بادشاہی خدم وحشم کے ساتھ اس طرح حکومت تردوع کی گویا رچرڈ ہمیشہ کے لئے ملک سے جا چکا ہے۔ اس رونس نے ڈرہم کے اسقف ہیو اور دوسرے سرکشوں کو بھی سرکشی کی ترغیب دی اور چونکہ ولیم لال شاں کے ذاتی دوست کم اور دشمن بہت تھے لہذا بہت جلد سارے ملک میں بغاوت و نافرمانی کی چنگاریاں سلگنے لگیں۔ رچرڈ راستے ہی میں تھا جب یہ خبریں ملیں اور اس نے روآں کے مرغان مرغ صدر اسقف اور ہیری ثانی کے پرانے عہدہ دار والٹر (باشندہ کوتانس) کو انگلستان بھیجا کہ جو کچھ ہو سکے، اصلاح کی تدبیر کرے۔ وہ اپریل ۱۱۹۱ء میں انگلستان آیا اور اس وقت ملک میں بظاہر کوئی

باب دوم

فتنہ و فساد نہ تھا۔ لیکن تھوڑے ہی دن میں **لال شاں** کی **جیفری** کے ساتھ بدسلوکی نے ایک تازہ ہنگامہ برپا کر دیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ **جیفری** جو ہنری ثانی کا ناجائز بیٹا تھا، رچرڈ کی سرپرستی سے یارک کا صدر اسقف مقرر ہو گیا تھا۔ جان کی طرح اس سے بھی قسم لی گئی تھی کہ انگلستان کے باہر رہے گا مگر بعد میں جان ہی کی طرح اس شرط سے بری کر دیا گیا تھا اور اسی بنا پر وہ اگست ۱۱۹۱ء میں انگلستان آیا۔ **لال شاں** نے ممانعت سے معافی مل جانے کا قصہ باور نہ کیا اور ڈوور کے ایک گرجا میں **جیفری** کو گرفتار کر لیا۔ پھر اس صدر اسقف کو ہاتھ، پاؤں کے بل گھسیٹتے ہوئے قلعے میں لے گئے۔ وہ اپنی صلیب سے لپٹا اور ایذا دینے والوں پر کفر کے فتوے صادر کرتا رہا۔ اس واقعے نے بکٹ کے جھگڑوں کی یاد تازہ کر دی اور جان تو فوراً ہی **جیفری** کی حمایت پر کمربستہ ہو گیا۔ تب والٹر (کوتانسی) نے شاہی احکام سے کام لیا اور انتظامات کی باگ اپنے ہاتھ میں لی۔ ولیم **لال شاں** انگلستان سے چلا گیا اور اس تغیر کو سب نے بخوشی تسلیم کر لیا۔

رچرڈ کا سفر اور متعرکہ آرائیاں

اس عرصے میں رچرڈ کی مشرقی معرکہ آرائیوں نے اُسے تمام یورپ میں مشہور کر دیا تھا۔ وہ ۱۱۹۰ء کی گرمیوں میں شاہ فرانس سے **وزی لاسے** پر ملا، پھر اُسے نورمنڈی کے راستے جانے دیا اور خود مارسیلز سے جہاز میں بیٹھکر صقلیہ میں مِسینا کریڈ کا مہمان ہوا جو صقلیہ کا بے تاج بادشاہ اور نسلاً نارمن تھا۔ یہاں آئندہ مارچ تک اس کا قیام رہا اور یہیں اس کی ماں چار روز کے لئے ملنے آئی اور نوار کی رئیس زادی **برن گاریا** کو ساتھ لائی جس سے رچرڈ کی اسی وقت نسبت ہو گئی اور پھر وہ جہاز میں قبرس آیا اور وہاں کے حاکم آئی زک کو مِنی نس سے حکومت چھین لی کیونکہ اس نے خیر انگیز ملاحوں کو جو شکستہ جہاز میں بہتے ہوئے اس جزیرے میں آ گئے تھے، مروا ڈالا تھا۔ اسی جزیرے میں اس نے برن گاریا سے شادی کی اور پھر جون ۱۱۹۱ء میں عکہ پہنچ گیا۔

عکے کا مضبوط قلعہ ایک پہاڑی راس پر واقع ہے جو خلیج عکہ کے شمال میں نکل آئی ہے اور جنوبی پہلو پر کوہ کارمل ہے۔ یہ قلعہ ترکوں کے پاس تھا اور اگست ۱۱۸۹ء سے نصاریٰ نے گائی (لوسینیانی) کی قیادت میں اس کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ مگر محاصرین کچھ نہ بنا سکے اور ۱۱۹۰ء میں فریڈرک بار بروسہ ان کی مدد کے لئے روانہ ہوا تھا مگر

باب دوم

اسی سال کی جولائی میں ایشیائے کوچک کی ایک ندی میں ڈوب کر طعمۂ اجل ہوا اور اس کی جرمن فوج کا صرف ایک حصہ شام تک پہنچ سکا۔ **فلپ اگسٹس** اپریل ۱۱۹۱ء میں عکے آگیا لیکن رچرڈ، گائی اور فلپ باہم مل کر مستعدی سے کام نہ کر سکے۔ لشکر گاہ کا نہ تو بندوبست تھا نہ صفائی کا۔ کسی کے نکلنے کا کوئی انتظام نہ تھا نتیجہ یہ ہوا کہ ہماری چھوٹی، بڑی اور کینٹربری کا صدر اسقف **بالڈوان** اور رانولف گرین ویل نورچرڈ کے آنے سے قبل ہی راہی ملک عدم ہوئے۔ ادھر صلاح الدین عکے کو محاصرے سے آزاد کرانے کے لئے ایک بڑی فوج لے آیا اور بڑی روح فرسا کوشش کی چاروں طرف سے اس نے ایسا گھیرا کہ یہ کہنا مشکل تھا کہ محاصرہ کون ہے اور محصور کون ہے؟

ان یاس انگیز حالات میں رچرڈ کے عکہ پہنچنے سے محاصرین کی ہمت تازہ ہو گئی کیونکہ اس کی جنگی قابلیت مسلم تھی۔ اب جنگی کلوں سے استعمال میں زیادہ مستعدی اور زیادہ سعدی سے کام لیا جانے لگا۔ لڑائی میں رچرڈ کمان لئے سب سے اگلی صفوں میں جنگ کرتا اور چند روز کی سخت علالت کے باوجود آخر ایک حصے میں شہر پناہ میں دراڑ پڑ گئی اور شہر پر یورش کر کے قبضہ کر لیا گیا۔ اس موقع پر سخت خونریزی ہوئی۔ اور یہ فتح بہت مہنگی پڑی کہتے ہیں ایک ہی فرمان میں سال بھر کے اندر ایک لاکھ چوبیس ہزار مجاہدین صلیبی کی لاشیں دفن ہوئیں اور قیاس کیا جاتا ہے کہ ہماری اور مسلمانوں کی تلوار نے قلعہ گیروں کے بیس لاکھ نفوس کا خاتمہ کر دیا۔

بیت المقدس پر فوج کشی اور رچرڈ کی واپسی

بہر حال، فتح عکہ کے بعد صلیبی مجاہدین کا دوسرا مطمح نظر بیت المقدس تھا مگر صلیبیوں کے اس نئے جوڑ توڑ لشکر کو منہ کھ، رچرڈ کے دست تدبر سے باہر تھا اور خود عکے میں اس کی کامیابی نے اسے ہمیشوں میں مجبور بنا دیا تھا صلیبیوں میں باہمی نزاع کا بڑا سبب یہ پیدا ہوا کہ بیت المقدس کی حکومت کس کو دی جائے۔ سپیبل لاولد مر گئی اور اب رچرڈ اس کے

لہ مجاہدین نصاریٰ نے اس موقع پر بوڑھے بچے کسی کو زندہ نہ چھوڑا تھا اور اسی دعا پر حرکت پر صلاح الدین نے قسم کھائی تھی کہ جب تک ایک ایک مسلمان کے بدلے میں سر ستر نصاریٰ کو قتل نہ کر لوں گا، چین نہ لوں گا۔

باب دوم

شوہر گائی کا حامی تھا مگر فلپ کے نزدیک کانراڈ، امبرصور کے حقوق مرجع تھے بارے اگست ۱۱۹۱ء میں فلپ علالت کے عذر پر وطن چلا گیا اور اب سارے لشکر کی قیادت رچرڈ کے ہاتھ میں آگئی۔ اس کی رہنمائی میں مسلمانوں کی ایک بڑی فوج کو ارسوف میں شکست دے کر پسپا کر دیا گیا اور اسی معرکے میں صلیبیوں اور خصوصاً فرنگ افگنوں کی استقامت کا کرشمہ یورپ کے شہسواروں کو نظر آیا۔ لیکن رچرڈ کی یہ سب جاں فشانیاں فضول تھیں۔ وہ دو بار اپنی فوج کو بیت المقدس سے بارہ میل کے فاصلے تک لے کر بڑھا مگر دونوں مرتبہ لوٹ جانے پر مجبور ہوا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ بیت المقدس کا ایسی حالت میں محاصرہ کرنا جب کہ صلاح الدین کی فوج صحیح سالم میدان میں موجود ہے، محض حماقت ہوگا۔ آخر اسے نظر آگیا کہ جو ساز و سامان میسر ہے، اس سے یہ مہم سر ہونے کی کوئی امید نہیں اور ادھر جان کی انگلستان میں کارروائیاں سن کر وہ چوکنا ہوا اور سمجھا کہ زیادہ عرصے تک وطن سے غیر حاضر رہنا مناسب نہیں۔ پس ستمبر ۱۱۹۲ء میں اس نے صلاح الدین سے صلح کر لی جس کی رو سے یافہ اور اس کا علاقہ نیز بیت المقدس میں زیارت اور تجارت کی پوری آزادی، نصاریٰ کو مل گئی۔ فلسطین سے رخصت ہوتے وقت جیرہ برس کو رچرڈ نے گائی (لوسینیانی) کے حوالے کر دیا پھر انگریز صلیبیوں کو واپس لانے کا کام ہیوبرٹ والٹر کے سپرد کر کے، وہ اکتوبر ۱۱۹۲ء میں جہاز سے مارسیلز روانہ ہو گیا۔ سوئے اتفاق سے طوفان سے اس کا بیڑا منتشر ہو گیا اور مارسیلز تک اکیلی تین دن کی راہ باقی تھی کہ رچرڈ کو اطلاع ملی کہ ریمون (رئیس تولوز) اس کے جہاز سے اترنے ہی گرفتار کر لینے کی فکر میں ہے۔ اب اس نے آبنائے جبل الطارق سے گزرنے کا ارادہ کیا لیکن باد مخالف نے ادھر لے جانے کی بجائے الٹا کارفور بھجوا دیا اور اسے دوبارہ ایک قراقی کشتی میں روانہ ہونا پڑا۔ لیکن اب کے بھی کشتی ٹوٹی اور وہ بہتا ہوا رگوسا پہنچ گیا اور سوائے اس کے کہ بھیس بدل کر جرمانیہ کے علاقے سے گزرے، اور کوئی راہ نہ رہی۔ راستے میں غلطی سے وہ دی آنا آیا جہاں

گرفتاری رہائی اور انگلستان پہنچنا

لیوپولڈ امیر آسٹریہ رہتا تھا اور اسے رچرڈ سے ذاتی پرخاش تھی۔ ادھر اس عرصے میں اس کے آنے کا حال کھل گیا اور لیوپولڈ کے قاصدوں نے اسے پہچان کر قید کر لیا۔ امیر آسٹریہ اس خوش نصیبی پر پھولا نہ سمایا اور اپنی کامیابی کی خبر فلپ آگسٹس کو لکھی جس نے اسے حتی الامکان آگے بڑھایا

جان نے فوراً مشہور کیا کہ رچرڈ مر گیا اور انگلستان کے جملہ قلعوں کے حوالے کرنے کا مطالبہ کیا۔ اسی کے ساتھ فرانسیسی مقبوضات کا وارث بن کر فلپ کی سیادت تسلیم کر لی۔ مگر الیسز نے اس افواہ کو باور نہیں کیا جیفری (صدر اسقف یارک) اور ہیو (اسقف ڈرہم) بھی اس کے ہم آہنگ رہے۔ تھوڑے ہی دن میں رچرڈ کے زندانِ بلاس گرفتاری کا حال بھی معلوم ہو گیا اور اس کے ساتھ خط کتابت ہونے لگی۔

سنہ ۱۱۹۳ء کے اوائل میں لیوپولڈ نے اپنے قیدی کو بمقام اسپیئر شہنشاہ ہنری (سادس) کے حوالے کر دیا۔ اسی کے راستے میں رچرڈ کی دو بادریوں سے ملاقات ہوئی جو انگلستان سے بھیجے گئے تھے اور فوراً اس کی رہائی کے لئے نامہ و پیام ہونے لگے۔ شہنشاہ نے بہت سخت شرطیں پیش کیں یعنی ایک لاکھ انگریزی اشرفیاں نقد طلب کیں۔ آسٹرک حاکم قرس کی رہائی اور رچرڈ ثانی کی امپیریل البسر کی نسبت لیوپولڈ کے ایک بیٹے سے کر دینے کا مطالبہ کیا۔ فدیہ ادا کرنے کے لئے پادری اور عوام سب خوشی سے آمادہ ہو گئے لیکن اتنی بڑی رقم جمع کرنا کچھ سہل کام نہ تھا اور بہت کچھ مونٹگافیوں کے بعد ایک مجلس کسر لئے حاصل عائد کئے:۔ (۱) ہدیے کی رقم کے لئے ہر سردار کی آمدنی پر ۲۰ شلنگ (۲) ہر شخص کی، خواہ کلیسائی ہو یا غیر کلیسائی، آمدنی اور مال منقولہ کا ۲۵ فی صدی۔ (۳) سسٹرسی اور گلبرٹی ورڈینیوں کی ملوکہ اون کا ۲۵ فی صدی۔ اور (۴) ایک ہاملڈ (یا مربع) زمین پر ۲ شلنگ کا ایک "کیرو کیٹ" جیسے سوا یکڑ کے مساوی تسلیم کیا گیا تھا۔

جنوری سنہ ۱۱۹۴ء میں رچرڈ نے رہائی پائی اور فوراً انگلستان کا رخ کیا۔ روانہ ہونے وقت اس نے ہینری سے اقرار کیا کہ برگنڈی کی برائے نام بادشاہی کے دعوے سے شہنشاہ کی سیادت تسلیم کرے گا اور ادھر انگلستان پہنچ کر وہ خاص طور پر تاج شاہی پہنے رہا اور بعض مراسم بھی اس طرح ادا کیں کہ گویا از سر نو تاج پوشی ہوئی ہے۔ مطلب یہ تھا کہ اس کی بادشاہی میں کسی کو شک ہو گیا ہو، تو رفع ہو جائے۔ انگلستان میں لنگر انداز ہونے کے وقت (۱۳ مارچ سنہ ۱۱۹۴ء) اس کے بھائی جان کے پاس صرف قلعہ نٹنگھم باقی رہ گیا تھا اور اس کی بھی بادشاہی فوج زغہ کر رہی تھی۔ اس فوج کشی اور قلعہ گیری میں رچرڈ نے شرکت کی اور پھر ۱۲ مئی تک انگلستان میں منظم تھا کہ فرانس جانے کی فوری ضرورت پیش آئی اور اس مرتبہ وہ ایسا یورپ میں آیا کہ پھر انگلستان نہ جا سکا۔

باب دوم

ہیوبرٹ والٹر اس مرتبہ کی عدم موجودگی میں ملک کا انتظام ۱۱۹۸ء تک میسر عدل ہیوبرٹ والٹر کے تفویض رہا جواب کینٹربری کا صدر اسقف ہوگیا تھا اور پھر جیفری فٹز پیٹر نے یہ خدمت انجام دی۔ یہ دونوں ہینری ثانی کے قدیم عہدہ دار تھے اور ہر کام اسی عہد کے طریقے کے مطابق کرتے رہے۔ اس دفعہ جان کی طرف سے بھی انھیں پریشانی اٹھانی نہ پڑی کیونکہ ایک بار تجربہ ہوجانے کے بعد اس مرتبہ رچرڈ نے بھائی کو کوئی املاک نہیں دی اور پہلے جو کچھ دیا تھا وہ حکام عدالت ضبط کر چکے تھے لہذا نقد روپے کے سوا جان کے ہاتھ میں کچھ نہ تھا اور اس نے بھی عقلمندی سے اپنی بھلائی اسی میں دیکھی کہ اپنے طاقتور بڑے بھائی سے عمدہ تعلقات قائم رکھے۔

اس زمانے میں حکام عدالت کو اپنی معمولی مصروفیت کے علاوہ بڑی فکر اس بات کی رہی کہ سرکاری محاصل وصول ہوں رچرڈ کی زندگی کے آخری سال فلپ آگسٹس کے ساتھ کشمکش میں گزرے جو شاہانِ فرانس کی عادت کے مطابق، اپنے باج گزاروں کے علاقے پر دست درازی کرتا رہتا تھا۔ اس کا سدباب کرنے کی غرض سے رچرڈ نے اول تو ہمسایہ ممالک کا ایک جتھا فلپ کے خلاف تیار کیا اور اسی غرض سے ۱۱۹۷ء میں رہنیش شاہ برگنڈی اپنے اثر سے کام لے کر شہنشاہ ہینری (سادس) کا حامی بنا۔ اپنے بھانجے اوٹو کو منتخب کرایا جو رچرڈ کی بہن ماٹلڈا اور سیکسنی کے امر ہینری (الاسد) کا فرزند تھا۔ دوسرے مارس سرحد کی حفاظت کے لئے اس نے دریائے سین پر لیز آندیلیس کے قریب گائیار کے نام سے ایک پرشکوہ قلعہ تعمیر کیا اس عہد کے فن عمارت کا یہ لاجواب نمونہ خود رچرڈ کے نقشے پر بنا، اور دریا پر کامل زور رکھتا تھا، جس کے باعث رچرڈ کو یقین تھا کہ نارمنڈی پر فوج کشی کرنے والوں کو یہاں سے اتنی دیر تک ضرور روکا جاسکتا ہے کہ انگلستان سے فوج مدد کو پہنچ جائے۔

خود انگلستان میں، ہیوبرٹ والٹر کے عہد انتظام میں چند واقعات آئینی اعتبار سے قابل ذکر ہیں ورنہ نظم و نسق عام طور پر ہینری ثانی کے اصول ہی پر چلا رہا۔ ۱۱۹۴ء میں اس نے حکام گشت کے فرائض کی صراحت کی۔ ان میں بہت سے کام کم و بیش مالگزاری کے محکمے سے متعلق تھے لیکن اس طویل فہرست کے ساتھ ہدایت کی گئی تھی کہ حکام عدالت دریافت حالات کے لئے چار حلفی گواہوں کی شہادت پر عمل کیا کریں۔ یہ چار مبارز پور ضلع سے

باب دوم

منتخب ہوتے اور ہر ایک صدی پر گنے سے دو دو اسحاص کو خود نامزد کرتے اور وہ ایسے اسے برگمے سے دس دس آدمی اپنے ساتھ کام کے لئے چن لیتے۔ انھیں "قانونی اشخاص" کہا جاتا تھا۔ یہ عمل نہ صرف انتخاب جو رہی بلکہ عام سیاسی انتخابات کے سلسلے میں بھی اہمیت رکھتا ہے اسی طریق کے مطابق گواہوں کی مدد سے ۱۱۹۴ء میں ارسر نوزمیں کی پیمائش ہوئی کہ کس قسم کا مالیہ جو سو سو ایکڑ کے قطعات پر عائد ہوا تھا تشخیص کرنے میں آسانی ہو۔ اس پیمائش نے کتاب بندوبست کی قدیم پیمائشوں کو منسوخ کر دیا۔ پھر ہر پرگنے کے ان ہی منتخب اسحاص نے ہر رس کی مالگزاری مقرر کرنے میں بھی سرکاری احکام کو مدد دی اور اس اصول کے مطابق کہ مالیہ خود لوگوں کے نائبوں کے مشورے سے لیا جانا چاہئے گویا نرمی کا ایک قدم آگے بڑھا۔

وصول رر کی اور وقتی تدبیریں بھی اختیار کی گئی تھیں اور ان کا تمدن پر بہت کچھ اثر پڑا۔ مثلاً، کرتبوں کی نمائشیں انگلستان میں پہلے بسند دیدہ نظر سے نہ دیکھی جاتی تھیں۔ اب رچرڈ کے حکم سے ان کے اجازت نامے دئے جانے لگے لیکن ہر مبارز (نائٹ) جو ان میں شریک ہوتا اسے اپنے مرتبے کے لحاظ سے کچھ رقم ادا کرنی پڑتی تھی۔ شہریوں کی ترقی میں شاہی مراعات نے بڑا کام کیا اور ان کی تاریخ میں رچرڈ کے فرامین بھی گویا ایک مستقل عنوان چاہتے ہیں ممالک غرب سے لین دین کا بڑھنا، اور ہیری ثانی کے عہد میں اندرونی امن و اماں، دونوں شہروں کی رونق افزائی کا باعث ہوئے تھے اور انگلستان کے تجارت پیشہ طبقے نے اسٹیفن کے زمانے کے نقصانات کی سرعت تلافی کر لی تھی۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ جس طرح ہیری اول کے وقت میں شہری مراعات حاصل کی جاتی تھیں، وہی آرزوئیں دوبارہ تازہ ہو رہی ہیں۔ اہل لندن سو مارک ادا کر کے اپنے شیرف خود منتخب کرنے کا حق حاصل کرتے ہیں کیمبرج والے من سو مارک (نقرئی) اور ایک انترنی نذر دے کر شہر کا مالیہ مقرر کرا لیتے ہیں اور سرکاری عمال کی مداخلت کی زحمت سے محفوظ ہو جاتے ہیں شہر وزیری والوں نے بھی یہی کیا۔ آکسفرڈ کے ملاحوں نے دو مارک دے کر اپنی انجمن علیحدہ مرتب کی، ٹامس ربارکی، روڈ ٹکا کنا نذر دے کر سوداگروں کی انجمن کا جودھری مقرر ہو گیا۔ سرکاری کھتونی میں ایسی بہت سی رقوم درج ہیں اور ان کے علاوہ متعدد اسناد اور منشوروں کا پتہ چلتا ہے، جو ایک شہر کو دوسرے ہمسایہ شہر کے مطابق دئے گئے جیسے بیڈ فرڈ والوں نے آکسفرڈ کے منشور کی نقل حاصل کی۔ پرسٹن کے باشندوں نے نیوکاسل

نمائشیں اور مراعات شاہی

باب دوم

کی۔ دلچسپ علمی بات یہ ہے کہ لاں شاں اور جاں میں جب تکرار ہوئی تو لندن کے باشندوں نے نذرانہ دے کر ایک شہری مجلس یا بلدیہ (کمیونا) قائم کر لی جو ظاہرا ممالک یورپ کے نمونے کے مطابق تھی۔ اور اس کے صدر عامل کو لارڈ میئر (امیر بلد) کا خطاب دیا ہر محلے سے ایک ایک چودھری یا سربرآوردہ (آلڈرمین) منتخب ہوا اور امیر بلد اور یہی بارہ میر محلہ مل کر شہر کا انتظام کرنے لگے مگر یہ نئے عامل، تاجروں کے طبقے کے آدمی تھے اور انھوں نے جو تشخیص محاصل کی، اس کی نسبت خیال کیا جاتا تھا کہ غریب شہریوں کے حق میں منصفانہ نہیں ہے۔ چنانچہ ان کی وکالت کا زمیندار طبقے کے ایک شخص ولیم فٹز اوس برٹ نے بیڑا اٹھایا۔ وہ صلیبی جنگ میں شریک ہوا تھا بڑی سی ڈاڑھی رکھنے کے باعث لوگ اسے سکی جانے تھے لیکن شورش پیدا کرنے میں اسے فطری کمال حاصل تھا اور معلوم ہوتا ہے لفظ بھی خوب کرتا تھا۔ غرض جیدہی روز میں وہ ہنگامہ برپا ہوا کہ ہیوبرٹ والٹر کو مداخلت کرنی پڑی۔ اس میں اُس نے بہت سے عقل اور سمجھ سے کام لیا یعنی ولیم کسی گرجا میں جا چھپا تو وائسرائے نے حکم دیا کہ اسے آگ لگا دی جائے۔ اور ولیم نکل کے بھاگا تو اسے پکڑ کر پھانسی کرا دیا اور گھوڑے کی دُم سے بندھوا کر شہر میں گھسٹوایا اور آٹھ ساتھیوں کے ساتھ سولی پر لٹکوا دیا

ولیم کا قصہ، اس بات کی مثال ہے کہ اُن دنوں ایسے شہروں میں جن کا انتظام خود اہل شہر کے ہاتھ میں تھا، جماعت عاملہ اور عام باشندوں کے درمیان کیسی کچھ منافرت تھی۔ جماعت عاملہ سوداگروں پر مشتمل تھی اور عوام میں زیادہ تر چھوٹے درجے کے پیشہ ور یعنی جلاہے نبر گر وغیرہ داخل تھے جو اپنی اپنی الگ منڈلیاں بنا لیتے اور ان کی سوداگروں سے ان بن، عہد وسطیٰ کی شہری سیاسیات کا خاص عنوان بن گئی تھی۔ ہیوبرٹ والٹر کی کارروائی اس وقت تو چل گئی لیکن بعد میں لوگ ایسے ناراضی ہوئے کہ اسے عہدے سے استعفیٰ دینا پڑا اور دوبارہ صرف رچرڈ کے کہنے سننے سے اس نے خدمت قبول کی۔

ہیوبرٹ اسقف اوے لون)

۱۱۹۸ء میں ایک تازہ فساد بپا ہوا جس میں رچرڈ اور اس کے پیشکار دونوں کو زک اٹھانی پڑی۔ رچرڈ کو معلوم ہوا کہ فلپ کے پے در پے حملے روکنے کے لئے صرف روپیہ کافی نہیں بلکہ آدمیوں کی بھی ضرورت ہوگی چنانچہ اس نے تین سو مہا رز طلب کئے جن کی تنخواہ انگریز باج گزاروں کے ذمہ عائد کی۔ ہیوبرٹ والٹر نے مجلس کبیر کے ایک جلسے میں یہ تجویز پیش کی کہ بادشاہ کی استدعا کے مطابق

عمل کیا جائے تو اس وقت کلیسائے انگلستان کے سب سے محترم اور صاحب زہد و ورع اسقف باب دوم
ہیو (اوے توی) نے تامل کیا اور یہ کہہ کر کہ انگلستان کے شاہی پٹہ داروں پر جنگی خدمت کی انجام دہی صرف انگلستان میں فرض ہے، تحریر قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ سالسبری کے اسقف نے ہیو کی تائید کی اور ہر چند یہ اعتراض، بیرونی جنگ کے لئے شخصی خدمت کے ساتھ زر سپر بدل پر بھی وارد ہوتا تھا، مگر اس وقت تو بادشاہی بجوز سے دست بردار ہی ہونا پڑا اور اجراے محصول کی بہ کامیاب مخالفت، مزید آئندہ نرمی کی دلیل ہے

اس ناکامی کے بعد ہیوبرٹ والٹر کا اور بھی اعتبار کم ہوگیا اور اسے انتظامات کی باگ جیفری فٹز پیٹر کے حوالے کرنی پڑی جو اسی کی طرح ہنری ثانی کے حلقے کا نشست یافتہ عہدہ دار تھا۔ لیکن اس ابالت کا، رچرڈ کی بالکل عبرمتوقع موت نے یک بہ یک خاتمہ کر دیا ۱۱۹۹ء کے موسم بہار میں ایسا اندازہ ہوتا تھا کہ وہ قلب کی بدا کردہ ساری دشواریوں کو حل کر لے گا کہ ایک طرف تو شاہ فرانس کے خلاف اس کا مجوزہ جتھا مرتب ہوگیا اور دوسری طرف قلعہ گائیا ریا سوسی کا سل نیار ہو کر گویا ٹوک رہا تھا کہ جس فراسیسی فوج کی ہمت ہو دریائے سین کے راستے آگے بڑھے۔ اتنے میں رچرڈ کو اطلاع ملی کہ لیموسین کے علاقے کی کسی جاگیر میں دفینہ نکلا ہے۔ انہوں نے اس کی مقدار و قسم کو کس سے کہیں بڑھا چڑھا دیا اور چونکہ رچرڈ کو روپے کی بڑی ضرورت تھی لہٰذا اس نے امیر اکوی ٹین کی حیثیت سے اس پورے مال کی ملکیت کا دعویٰ کیا۔ مگر آشار حس کی جاگیر واقعہ شالو میں دفینہ نکلا تھا، اور لیموسین کے رئیس دونوں نے اس دعوے کی تکذیب کی۔ رچرڈ فوج لے کر چلا جاگیردار کا قلعہ بہت معمولی اور اس کی مدافعت کرنے والے صرف سات مبارز اور آٹھ ملازم تھے لیکن انھی میں سے ایک شخص دن بھر موقع کی تاک میں رہا اور حملہ آوروں کے بیڑوں کو ایک کڑھائی پر روکتا رہا تھا، آخر اسے موقع مل گیا اور اس نے خاص بادشاہ کی گردن میں تیر نیزاز کر دیا۔ بڑی حراحی اور خود رچرڈ کی بے صبری نے زخم کو مہلک بنا دیا اور چند ہی روز میں اس نے وفات پائی۔

رچرڈ کے عہد کی اہمیت

رچرڈ شیر دل کی شخصیت نے مستقل ناموری حاصل کر لی ہے۔ انگلستان کے انتظامی معاملات میں اس نے کم اور ایسا حصہ لیا جو چنداں ذکر کے قابل نہیں لیکن ان دس سال میں ہنری ثانی کا نظام حکومت

باب دوم

قائم رہے جسے ملک کو بے اندازہ فائدہ حاصل ہوا اور اس کے اثرات آئندہ عہد کی فرقہ بندیوں کے وقت بخوبی آشکار ہو گئے۔ خود رچرڈ کی سیرت قابل احترام تو نہ تھی مگر بے تکلف دوستوں کو اپنا گرویدہ بنا لینے کی قوت اور دلکشی وہ ضرور رکھتا تھا۔ فاتحی رمدلی میں وہ ایک ذہین و ظریف آدمی تھا ایک مرتبہ اس کے آدمیوں نے کسی اسقف کو بہت سی گرفتار کیا، تو پایۂ روم سے رد ایا بیٹا، کہہ کر اس کا مطالبہ کیا۔ رچرڈ نے جواب میں اسقف کی زرہ کھینچ لی اور دریافت کیا کہ پہلے یہ بھیجا ہے کہ یہ آپ کے بیٹے کی زرہ ہے یا نہیں؟" وہ فیاضانہ جذبات اور دوستوں کے ساتھ وفاداری کے سلوک سے عاری نہ تھا لیکن عالی حوصلگی اور شرافت کی اس میں کمی تھی اور فن ملک داری کے اعلیٰ اوصاف و اخلاق موجود نہ تھے اس کی بہادری میں کوئی شبہ نہیں مگر جنگ میں بھی نفسانیت قلبی، خود غرضی اور سبک کے باعث وہ کبھی کامل عزت و احترام کا مستحق نہ ہو سکا۔

مشہور سنین

محاصرہ عکہ	سنہ ۱۱۹۱ء
رچرڈ کی گرفتاری	سنہ ۱۱۹۲-۹۴ء
قلعۂ گائیار کی تعمیر	سنہ ۱۱۹۷ء

باب سوم

جان سنہ ۱۱۹۹ء تا سنہ ۱۲۱۶ء

ولادت سنہ ۱۱۶۷ء۔ ازدواج اول (گلوسسٹر کی) ہیڈویسا یا اویس سنہ ۱۱۸۹ء (سفلک)
تاجگذاری آنگولیم کی ارا ۱۱۹۱ء سے، سنہ ۱۲ء میں

معاصرین	ولیم (الاسد) و الگزنڈر ثانی، شاہ	اسکاٹ لینڈ
	فلپ اگسٹس، شاہ	فرانس
	اوٹو (رابع)	تہیاہ۔
	انوسینٹ (ثالث)	پاپائے روما۔

ابتدائی عہد حکومت میں رچرڈ اپنا ولی عہد جیفری کے بیٹے آرتھر کو سمجھا مگر انگلش اہل برٹیانی نے آرتھر کو فلپ کے پاس بھیجدیا اور وہ فرانسیسی دربار میں فلپ کے بیٹے کے ساتھ تعلیم پانے لگا، تو معلوم ہوتا ہے رچرڈ کی رائے بدلی اور بے شبہ آخر زمانے میں وہ جان کو اپنا جانشین سمجھنے لگا اور بستر مرگ پر ساتھ والوں سے قسم بھی لی کہ اس کے بھائی کو بادشاہ تسلیم کریں گے۔ مگر فلپ ابھی تک آرتھر کی طرف تھا اور اس لئے کوشش کی کہ کسی طرح

مسئلۂ جانشینی۔ جان کا انتخاب

وہ بادشاہ ہو جائے۔
رچرڈ کی موت کے وقت جان باہر تھا۔ اس نے پہلا کام یہ کیا کہ

باب سوم

نارمنڈی پر قبضہ حاصل کرلیا۔ اس عرصے میں آرتھر بھی اپنی ماں اور اہل بریٹانی کی مدد سے آنزو میں اور پوئیٹو پر قابض ہوگیا اور ان کے رئیس کی حیثیت سے شاہ فرانس کی اطاعت قبول کرلے کی رسم ادا کی۔ مگر الینر چاہتی تھی کہ جان تمام ممالک کا بادشاہ ہو کیونکہ اُسے آرتھر سے اتنی امید نہ تھی کہ وہ خود اس کے اور ہینری ثانی کے وسیع ترکے کو سنبھال سکے گا۔ اور اس نے اسی سعی کو تمام سے دکھایا کہ عمر کے تیس برس اور دس برس گزر لے کے باوجود اُس کی ہمت و مستعدی میں کچھ فرق نہیں آیا ہے۔ اُس نے رچرڈ کے اجیر پرابنی دستے کے سردار مرسادئیے کی مدد لے کر آنزو پر حملہ کردیا۔ پھر فلپ کو مجبور کیا کہ خود البسر سے بحیثیت رئیسہ اکوی ٹین اور باج گزاری قبول کرے کہ حقیقت میں یہ علاقہ الینر ہی کی میراث تھا اکوی ٹین اور نارمنڈی پر اس طرح قبضہ ہوگیا اور جان کو موقع ملا کہ انگلستان آکر اپنی بادشاہی کا مسئلہ صاف کرے۔ ہیوبرٹ والٹر اور ولیم مارشل کو وہ پہلے روانہ کرچکا تھا کہ قیام امن کے دشوار کام میں جیفری فٹز پیٹر کا ہاتھ بٹائیں۔ آرتھر کو بادشاہ بنالے کے متعلق بظاہر انگلستان میں کوئی سوال نہیں پیدا ہوا تھا۔ اب نارتھمپٹن میں بڑے بڑے جاگیرداروں کی مجلس منعقد ہوئی اور ہیوبرٹ و ولیم نے جان کی طرف سے ہر قسم کے اچھے اچھے وعدے کرلئے تو کم عمر بھتیجے پر، پوری عمر کے چچا کو ترجیح دی گئی جیسا کہ انگلستان میں معمول تھا۔ اور حسب دستور بادشاہ منتخب ہوگیا۔ مئی میں وہ خود آیا اور صدر اسقف ہیوبرٹ نے رسوم دینی کے بعد ویسٹ منسٹر میں تاجپوشی کی رسم ادا کی اور اپنے خطبے میں یہ بات بھی خاص طور پر کہہ دی کہ جان، محض وراثت کی بنا پر نہیں بلکہ ملک کی منفقہ رائے سے بادشاہ ہوا ہے۔

تخت نشینی کے بعد بھی جیفری، صدر عدل اور ولیم مارشل اپنے عہدے پر بحال رہے اور صدر اسقف ہیوبرٹ نے بتکرار بادشاہی کی خدمت قبول کرلی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ صدر اسقف گلبوبالڈ کے کلیسائی خیالات کے معاملے میں اب زمانہ کس قدر بدل چکا تھا۔ پھر جیفری کو اسیکس کی نوابی پر ولیم ڈینڈویل کا مالتبس مقرر کیا گیا۔ ولیم مارشل سے رچرڈ نے اسٹرانگ بو کی وارثہ ایوا کی شادی کردی تھی، وہی اسٹری گوئل کا نواب سایا گیا اگرچہ اس کا زیادہ مشہور لقب امبر ہیم برک ہے۔

خون کے مہینے میں جان، یورپ واپس آیا، تو وہاں کی فضا بہت کچھ اُس کے موافق ہوچکی تھی۔ آرتھر اور اس کے برٹانی رفیق یہ دیکھ کر بہت چڑھے کہ ان کی نارمنڈی

سال سوم

اور میں کی فتوحات کو فلپ نے اپنے سے منسوب کیا۔ اس باہمی ناچاقی کے علاوہ امیر فلینڈرس اور شہنشاہ اوٹو، جان کو مدد دینے کی تیاری کر رہے تھے۔ فلپ نے اپنی بیوی انگ بورگا کو چھوڑ کر وآن کی ایکنس کو داخل محل کر لیا تھا، اور اس پر پاپائی فتوے کا ہنگامہ برپا ہونے والا تھا۔ غرض فلپ کو صلح ہی میں بہتری نظر آئی اور اس نے بہت اچھی شرطیں پیش کیں۔ یعنی جان کو اپنے متوفی بھائی کے جملہ مقبوضات کا وارث جائز تسلیم کر لیا اور دوستداری کے ثبوت میں اپنے بڑے بیٹے کی شادی جان کی بھانجی بلانش سے تجویز کی جو اس کی بہن اور امیر نوار (الفانرو) کی بیٹی تھی۔ اُسے لانے کی غرض سے بوڑھی مگر ان تھک الیبر خود فرانس ہسپانیہ روانہ ہو گئی اور اتنا عمدہ فتوے کے باعث شادی کی رسم روآن میں ادا کی گئی۔

جان کے خصائل

جان کے اوصاف و خصائل کا بیان کرنا دشواری سے خالی نہیں ہے۔ وہ خوبصورت، قوی الجثہ، اور نہایت دلکش اخلاق رکھتا تھا جس وقت کوئی بات سنوانا چاہتا، نوکانی ذہین و ہوشیار تھا اور سیاست دانی یا سپہ سالاری کی بھی اچھی خاصی قابلیت موجود تھی۔ اسے اچھی تعلیم ملی اور مطالعہ بھی وسیع تھا۔ مگر ان سب خوبیوں نے اس کی ناکامی کو اور بھی نمایاں بنا دیا۔ اُس کی خرابی کا اصلی سبب یہ تھا کہ کسی اصول کی مطلق پروا نہ تھی۔ صداقت، رحمدلی یا فرض شناسی کوئی شے اسے اپنے ارادے سے باز نہ رکھ سکتی تھی۔ وہ اپنی خواہشوں کو جس طرح ہو سکے، پورا کر لینا چاہتا تھا۔ چونکہ خود سر النفس تھا، لہذا دوسروں کو بھی ایسا ہی سمجھتا اور اعلیٰ مقاصد و فرائض کا واسطہ دلانے کی قابلیت نہ رکھتا تھا۔ ان اوصاف بد کے علاوہ، اس کی تباہی کا ایک اور سبب یہ ہوا کہ فلپ آگسٹس سے اُسے سابقہ پڑا جس کے برابر لائق آدمی مدت سے تخت فرانس پر متمکن نہ ہوا تھا۔ اور ادھر انگلستان میں پہلی مرتبہ ایسے لوگوں سے معاملہ پیش آیا جو اصحی حکومت کے فوائد دیکھ چکے تھے اور تلے ہوئے تھے کہ بادشاہ کی نالائقی یا بیہنجاری اُن کے اس دانتظام میں خلل ڈالنے نہ پائے گی، جان کی پہلی وارفتہ مزاجی یہ تھی کہ اپنی بیوی ہیڈویسا کو طلاق دے دی

پہلی بیوی کو طلاق اور ازابلا سے شادی

وہ روبرٹ ارل گلوسٹر کی پوتی اور اس طرح جان کی چچی بہن ہوتی تھی اور اسی لئے پاپا کی اجازت سے ۱۱۸۹ء میں یہ عقد ہوا گو صدر اسقف بالڈون اس وقت بھی مخالفت کرتا رہا۔ بہر حال، اب غالباً جھوٹ بول کر اس نے اکوی تین کے تین اسقفوں کو آمادہ کر لیا

باب سوم

کہ نکاح منسوخ کردیں۔ پھر ہیڈویسا کی موروثی جاگیر بھی جو اور روے قاعدہ اُسے مل جانی چاہئے تھی اور خود جان کی ماں ایلینر کے معاملہ میں ایسا ہی عمل ہوا تھا، واپس نہ کی بلکہ گلوسٹر کا ضلع تو ہیڈویسا کی بہن۔ کے شوہر کو دیدیا اور باقی علاقہ اپنے قبضے میں رکھا۔ ہیڈویسا کے عزیز و اقارب بہت سمجھے اور وہ سب اس طلاق اور ضبطی جاگیر سے ہیڈویسا کی طرح سخت ناراض ہوے اور گلوسٹر کا سارا خاندان جان کا دشمن ہوگیا۔ پھر جان نے اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ دوسری شادی ارآلا سے تور کی جو گای (لوسینانی) کے بھتیجے اور امیر لامارش کے بیٹے ہیو کی منگیتر تھی۔ ارآلا اور اس کا باپ تو جان سے شادی پر رضامند ہوگئے لیکن لوسینانی خاندان بہت برہم ہوا اور چونکہ پواتو کے علاقے میں یہ لوگ بڑے طاقتور جاگیردار تھے، لہذا ان کی ناراضی کچھ معمولی بات نہ تھی دوسرے جان نے اسی خاندان کے ایک فرد کا قلعہ جبراً چھین کر معاملات کو اور بھی خراب کر لیا۔

پواتو کے جاگیرداروں سے جان کی نزاع

۱۲۰۲ء میں پواتو کے جاگیرداروں نے جن کے سرخیل لوسینانی تھے۔ فلپ سے فریاد کی شاہ فرانس اپنی پہلی بیوی سے رجوع کر کے خانگی جھگڑے رفع دفع کر چکا تھا لہذا ابلاغ اجبران کی حمایت مرتبار ہوگیا۔ جان کو دربار فرانس میں جواب دہی کے لئے طلب کیا گیا اور چونکہ وہ خود حاضر نہ ہوا لہذا شاہ فرانس کے باکث اس کی تمام زمین ضبط کر لی گئی۔ اس یک طرفہ فیصلے کا نافذ کیا جانا مشکل تھا لیکن فلپ نے فی الفور آرتھر کو مدد پر بلایا اور اس نے اپنی دادی لیئر کا محاصرہ کر لیا جو پواتو والوں کے فتنہ و فساد کے باعث فاتنورو کے گوشۂ عزلت سے نکل کر قلعہ مرلو میں آگئی تھی، اور خود فلپ نارمنڈی پر حملہ آور ہوا۔ ایلینر کا خطرے میں ہونا سن کر جان کو ہنگامی جوش آیا اور عین اس وقت کہ آرتھر کامیاب ہونے والا تھا، وہ اچانک آپہنچا اور خود آرتھر کو پکڑ کر لے گیا۔ اس کامیابی سے جان کا پلہ بھاری ہوگیا تھا مگر بھتیجے کو بھپلے فالیز اور پھر روآن میں قید کر کے، یہ بڑی بات ہے کہ اس نے ندامت اور نادانی سے اُس کا قتل کرا دینا جائز رکھا اگرچہ یہ ٹھیک معلوم نہیں کہ یہ قتل کب اور کس طرح وقوع میں آیا۔ بہر حال، آرتھر کی موت کی خبر آشکار ہونے ہی، فلپ نے پھر نارمنڈی پر چڑھائی کی۔ شہر روآن اس کے قبضے میں آنے لگے۔ براس ہم، جب تک قلعہ گائیلارڈ فتح نہ ہو اس وقت تک روآن پر کوئی آنچ نہ آسکتی تھی اور اسی قلعے کی ہار جیت پر ساری جنگ کا انحصار

باب سوم

آٹھ سو اتھا قلعے کی مدافعت روجر ڈی لاسی کے سپرد کی گئی تھی اور وہ جتنے دن مقابلے میں جما رہا۔ وہ حال کے لئے کافی مہلت تھی کہ ایک بڑا لشکر مدد کے واسطے لے آئے۔ مگر کسی نامعلوم وجہ سے عین وقت پر اس کی قوت عمل نے جواب دے دیا۔ محاصرین پر ایک شبخون کا نقشہ اُس نے بنایا اور رامبرٹ ہم ٹرک کو مہم کا سردار مقرر کیا۔ لیکن کشتیاں وقت پر نہ پہنچ سکیں اور حملے میں ناکامی ہوئی جس کے بعد بادشاہ کے ہوش حواس ہی معطل ہو گئے اور ادھر اُدھر لا مقصد و مطلب بھٹکتا کرہ نارمنڈی کو تقدیر کے حوالے کر، وہاں سے رخصت ہو گیا۔ روجر نے اگست ۱۲۰۳ء سے مارچ ۱۲۰۴ء تک مقابلہ کیا اور آخر مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دئے۔ اگرچہ سکست کے باوجود محاصرین کو جو وقت ہتھ آئی اور جتنی مدت محاصرے میں لگی، اس سے قلعے کے بانی اور مہندس کی فراست و ہمہ مدی کو خوبی ثابت ہو گئی۔

نارمنڈی کا ہاتھ سے نکل جانا

اسی واقعے کے ایک مہینے بعد الینور کا انتقال ہو گیا، اور یورپ کے مقبوضات کو وفادار رکھنے کا آخری ذریعہ بھی جان کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ قلعہ گائیار تسخیر ہو گیا، تو نارمنڈی، آنژو وغیرہ کے فتح ہونے میں بھی کچھ دیر نہ لگی اور ۱۲۰۴ء کی گرمیاں گزرنے سے پہلے، ولیم فاتح اور جیفری امیر آنژو کی میراث میں سے، سوائے خراج گزار رہنے کے اور کوئی علاقہ شاہ انگلستان کے قبضے میں باقی نہ رہا۔

نارمنڈی کا ہاتھ سے نکل جانا، انگلستان کے جاگیرداروں کی تاریخ میں نہایت اہم فصل کا عنوان ہے کہ بہت سے بڑے امراء کی اب تک رو و بار کے دونوں طرف جاگیریں تھیں، مجبور ہوئے کہ یا اِدھر رہیں یا اُدھر چلے جائیں۔ عموماً ان کے ایک بیٹے نے فرانس کی جاگیر لی اور دوسرے کو انگلستان کی املاک مل گئیں لیکن کبھی کبھی انتظام ہوا ہو ایک ہی شخص کا دونوں ملکوں سے تعلق باقی نہ رہا اور آئندہ سے انگلستان کے امراء (اگرچہ ان کی زبان فرانسیسی تھی) اپنے آپ کو انگریز ہی سمجھنے لگے اور انگلستان کے مفاد اغراض و فوائد ان کی نظر میں قومی چیز ہو گئے۔ اس طرح نارمنوں کے انگریز بننے کا عمل جو امیر روبرٹ اور اس کے بھائیوں کی جنگ کے زمانے میں شروع ہوا تھا، نارمنڈی کے چھن جانے سے گویا ایک قدم اور بڑھ گیا انگریز و نارمن کا ظاہری اور صوری فرق پہلے ہی مٹ چکا تھا۔ ولیم فاتح نے ایک خاص جرمانہ مقرر کیا تھا کہ اگر کوئی نارمن قتل ہو

تو اُس تمام پر گنے کے لوگ وہ ڈنڈ بھرتے تھے لیکن **مکالمات سکاکاریو** کے مصنف نے لکھا ہے کہ یہ جرمانہ ہینری ثانی کے زمانے میں ہر شخص کے قتل پر واجب الادا ہو جاتا تھا کیونکہ باہمی ازدواج سے دونوں قومیں ایسی غلط ملط ہو گئی تھیں، کہ عام طور پر یہ بتانا محال ہو گیا تھا کہ خالص نارمن کون ہے اور انگریز کون ؟" اسی کے ساتھ یہ واقعہ بھی عجب سے خالی نہیں کہ ہنوز فرانسیسی زبان رائج تھی سنہ ۱۱۵۴ء سے سنہ ۱۲۰۵ء تک کی کوئی انگریزی کتاب ہم تک نہیں پہنچی اور بظاہر یہ صرف دربار میں ملکہ طبقہ اعلیٰ میں بول چال بھی عادۃً فرانسیسی میں ہوا کرتی تھی۔

تاریخی تصانیف بارھویں صدی کے آخری سنین میں انگریزی ادب کی تو آبیاری نہ ہوئی لیکن لاطینی میں، خصوصاً تاریخ کے موضوع پر کئی کتابیں لکھی گئیں اور انھیں عہد سابق کی مثل راہبوں نے نہیں لکھا بلکہ ان میں سے کئی دیوانوں کی تصنیف تھیں چنانچہ اس عہد کی ہمعصر شہادت کے اعتبار سے رچرڈ فٹز نجل، خزینہ دار و مشرف لندن کی کتاب "ڈائیلاگس اف ہنبری دی سیکنڈ اینڈ رچرڈ دی فرسٹ" جس کا سلسلہ ایک اور درباری روجر (ہوڈنی) نے جاری رکھا، نہایت بیش بہا ہے کہ جو لوگ خود اُن معاملات و واقعات میں شریک تھے، یہ ان کی لکھی ہوئی ہے۔ اس کے مقابلے میں، فرقہ ڈگیشی کا فاضل ولیم (باشندہ نیوبرو (علاقہ یارک شہر) اگرچہ دربار سے بہت دور تھا، لیکن اس کی تحریر کا رنگ ولیم (مامزبری) سے قریبی مناسبت رکھتا ہے اور اس نے ولیم فاتح سے جان کے زمانے تک کی جو تاریخ لکھی ہے اسے فی الواقع ایک فلسفیانہ تصنیف بنا دینا چاہا ہے۔ ان کے علاوہ آرکستاں کی فتح اور ویلز کے جغرافی حالات پر مسند ماخذ جیرالڈ (ویلزی) کی کتاب ہے جو ایسے زمانے کا سب سے مزیدار انشا پرداز تھا۔ "(Triflings of Courtiers)" والٹر میپ کی تصنیف ہے اور "(Apocalypse and confession of Bishop Goliath)" کو بھی اسی سے منسوب کرتے ہیں جس بے یاریوں کمزوریوں کاری طرح خاکہ اُڑایا گیا ہے۔

جیرالڈ ویلزی کے زمانے ہی میں آکسفرڈ، انگلستان کے سب سے مشہور و معتبر علما کا" مرجع عام ہو گیا تھا اس میں باقاعدہ علوم کے شعبے بن گئے تھے اور مختلف درجوں کے استاد اور بہت سے طلبہ درس و تدریس میں مصروف تھے۔ کمسن لڑکے صرف نحو، منطق

اور علم بیان کی تعلیم پاتے اور علوم اربعہ یعنی ہندسہ، ریاضی، موسیقی اور ہیئت کی تعلیم بڑی عمر کے طلبہ کو دی جاتی تھی اور اس سے بھی اوپر کے درجوں میں انھیں علوم دین اور قانون میں تبحر حاصل کیا جاتا۔ تناسب طلبہ قانون کی نظر میں پادری یا عالم دین کا مرتبہ رکھتے تھے اگرچہ بہت سے ادنیٰ مدارج کلیسای میں بھی داخل نہ تھے۔ زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ ان جامعات اور اور کلسا کے باہمی تعلقات بھی ایک اہم مسئلہ بن گئے بہرحال اس میں شک نہیں کہ ہنری ثانی اور رچرڈ کے وزیروں[1] کے عہد میں جو امن وحسن انتظام رہا اس سے انگلستان خوب متمتع ہو رہا تھا حد کہ جان کے یورپی علاقے چھنے اور اس لیے اسے جزیرۂ انگلستان کے علاقے میں آکر سکونت اختیار کی۔

جان کی مصیبتیں جلد شروع ہوگئیں بکیٹ کی موت کے وقت سے کلیسا اور بادشاہی کی کشمکش قریب قریب بالکل معطل ہوگئی تھی۔ ہنری ثانی نے نو اسقفیاں جو اس وقت خالی تھیں اپنے آوروں سے معمور کردیں چنانچہ اس کے اور اس کے بیٹوں کے عہد میں تھیوبالڈ جیسے مذہبی لوگوں کی بجائے ہیوبرٹ والٹر، ولیم لان شان اور اسی نمونے کے سرکاری عہدہ دار سارے کلیسا پر چھائے ہوئے تھے اور سینٹ ہیو (اوالونی) جو ۱۱۸۶ء میں لنکن کا اسقف مقرر ہوا، گویا ایک مستثنیٰ آدمی تھا۔ ۱۲۰۵ء میں والٹر مرا تو جان کو قطعاً توقع تھی کہ اسی کے آدمیوں میں سے کوئی شخص کینٹربری کا صدر اسقف مقرر ہوگا۔ مگر اس انتخاب کے متعلق کچھ مدت سے راع علی آتی تھی کرائسٹ چرچ کے راہب مدعی تھے کہ یہ خاص ہمارا حق ہے لیکن کینٹربری کے مددگار اساقفہ کہتے تھے کہ کم سے کم ہماری تائید ضرور حاصل کی جائے۔ تھوڑے دن تک باہمی مصالحت سے کام چلتا رہا۔ بکیٹ کے معاملے میں انتخاب راہبوں نے کیا مگر اسقفوں نے رضامندی ظاہر کی۔ اسی موقع پر گلبرٹ فولیوٹ نے تعرض کیا۔ بہرحال، اس میں شک نہیں کہ اوکہیں اسقف دخل دیتے تھے۔ عام طور پر انتخاب راہبوں کی مجلس میں ہوتا اور بادشاہ اسے منظور یا کبھی کبھی نامنظور کردیتا تھا جیسا کہ جرالڈ ویلری کے بارے میں ہوا کہ راہبوں نے اسے سینٹ ڈیوڈس کا اسقف منتخب کیا تھا مگر ہنری ثانی نے اسے نامنظور کردیا۔

[1] یعنی ہیوبرٹ والٹر اور جیفری فٹز پیٹر۔

باب سوم

کلیسائی انتخابات کے فیصلے

لیکن ہیوبرٹ کی وفات پر کرائسٹ چرچ کے نوعمر راہبوں نے بادشاہ اور اساقفہ دونوں کی مداخلت سے بچنے کے لئے، ایک خفیہ جلسہ کیا اور شاہی احازت لئے بغیر ہی خانقاہ کے نائب مہتمم رجی نالڈ کو صدر اسقف منتخب کر لیا حالانکہ وہ بالکل معمولی آدمی تھا۔ پھر، منصولے کی تکمیل کی غرض سے اُسے فوراً روما بھیجا کہ پاپا سے عبائے اسقفی حاصل کرلے۔ اگرچہ یہ وعدہ لے لیا تھا کہ پاپا کی رضامندی لئے بغیر وہ صدر اسقفی کا دعوے نہ کرے گا لیکن رجی نالڈ نے روم پہنچ کے پاپا پوپ سے ملتے ہی اسقفی خدم وحشم احتیار کیا اور ایک صدر اسقف کی شان ومتانت کے ساتھ آگے روانہ ہوا۔ سست روی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس واقعے کی خبر انگلستان پہنچ گئی اور وہاں کے کئی اسقف اس سے پہلے روما پہنچے اور اس کے انتخاب کے خلاف احتجاج کیا۔ جان بھی اس موقع پر خاموش نہ بیٹھا بلکہ راہبوں کی مجلس منعقد کی اور اصرار کیا کہ ایک شاہی عہدہ دار جون ڈی گرے جسے کافی انتظامی اور جنگی تجربہ تھا، صدر اسقف منتخب کیا جائے۔ یہ ہوگیا تو اس نے بارہ راہب روما بھیجے اور قسم دی کے جون ڈی گرے کے سوا اور کسی کا انتخاب نہ کریں۔ پاپا نے غور سے پورا معاملہ سنا اور مددگار اساقفہ کے دعاوی کو تو مسترد کردیا۔ لیکن دونوں انتخاب کالعدم قرار دئے کہ ایک تو بادشاہ کی اجازت کے بغیر مخفی عمل میں آیا تھا اور دوسرا (یعنی ڈی گرے کا) انتخاب قبل از وقت تھا کیونکہ پہلے کے منسوخ ہونے کی نوبت نہیں آئی تھی۔ پھر پاپا نے راہبوں کو نصیحت دی کہ اسٹیفن لینگٹن کو منتخب کریں جو قوم کا انگریز اور علم وفضل میں ممتاز تھا۔ اس کے عمدہ اوصاف واخلاق پر حرف گیری کی گنجائش نہ تھی اور جان بھی اس سے خوب واقف تھا۔ وہ پیرس کے دارالعلوم کا صدر رہا، پھر انوسینٹ نے اسے مجلس مالی کا رکن مقرر کیا اور اکثر اہم کلیسائی معاملات میں اس سے کام لیا تھا۔ ان سب خوبیوں کے باوجود یہ انتخاب پاپا کی مداخلت بیجا سے ہوا لہٰذا جان نے اسے قبول نہیں کیا اور ۱۲۰۷ء میں جب انوسینٹ نے اسی نفر کی توثیق کرنی چاہی تو اس وقت بھی شاہ انگلستان مخالفت پر اڑا رہا۔ حتیٰ کہ ۱۲۰۸ء میں پاپا نے سارے ملک کو مردود قرار دیا۔ اس پاپائی حربے سے پہلی دفعہ وسیع پیمانے پر بیگار صوبی صدی میں کام لیا گیا تھا اور اس کے معنی یہ تھے کہ اصطباغ کے سوا، کلیسا میں اور کوئی مذہبی رسم یا نماز ادا نہ کی جائے۔ نکاح موقوف، اور مُردے بلا نماز خارہ دفن کردئے جائیں صرف صلیبی مجاہدین

باب سوم

کے گرجا اس انتباعی حکم سے مستثنیٰ تھے۔ ضدی پادشاہوں اور سورہ لیسٹر جاگیرداروں کے خلاف لوگوں کو بھڑکانے کی یہ بہت کارگر تدبیر تھی اور تھوڑے دن قبل فلپ آگسٹس کے خلاف بھی اسی فتویٰ سے کام لیا جا چکا تھا۔ مگر جان نے اس کی کچھ پروا نہ کی بلکہ حکم دیا کہ جو یاوری یا حمایت اس پر عمل کرس، اُن سب کی املاک ضبط کر لی جائے۔ ۱۳۰۶ء میں **انوسینٹ** نے ایک قدم اور بڑھایا کہ خود جان کو عارح از ملت قرار دیا جان نے اس کا جواب یہ دیا کہ اسقفوں کی مال منال ضبط کر لی اور اس روپے سے بڑی بڑی فوجیں تیار کر کے **اسکاٹ لینڈ**، آئرستان اور ویلز والوں سے جو جھگڑے چلے آتے تھے، ان کا حسب دلخواہ فیصلہ کر لیا۔ چونکہ شاہ اسکاٹ لینڈ کو اس کی سیادت تسلیم کرنی پڑی اور ولی نعمت کی حیثیت سے اپنی اولاد کی شادی بیاہ کا اس کو اختیار اور دس ہزار اشرفی خراج ادا کرنا پڑا۔ آئرستان میں اس نے جاگیرداروں کو مطیع و منقاد بنایا اور انگریزی علاقے کو چند محالات میں تقسیم کر کے انگلستان کے قوانین رائج کئے اور **جون ڈی گرے** کو وہاں کا والی مقرر کر دیا اسی طرح۔ **گلوایلین** امیر ویلز کو بھی اس نے اطاعت پر مجبور کیا۔

پاپا کی دھمکی اور جان کی مصالحت

جب شاہ انگلستان کی ہیکڑی میں کچھ کمی نہ آئی تو ۱۳۱۱ء میں پاپا نے اسے معزول کرنے کی دھمکی دی۔ اب معاملات نے انتہائی صورت اختیار کر لی۔ ابھی تک عوام الناس خاموش بیٹھے یہ لڑائی دیکھ رہے تھے لیکن پاپا کی ہر جدید نے اُن کے مخالفانہ جذبات کو برانگیختہ کر دیا اور اسی وقت سے جان کو ملک سے نکال دینے کی تحریک پیدا ہو گئی جس کا کھلا ہوا ثبوت دیک فلڈ کے راہب بیڈ کی یہ پیشین گوئی تھی کہ ایک سال کے اندر جان کی بادشاہی ختم ہو جائے گی۔ اس پیشین گوئی کی تک میں خوب اشاعت ہوئی۔ اور گو فلپ کے فوج فراہم کرنے کی خبر سن کر جان نے بھی لشکر جمع کرنا شروع کیا لیکن رفتہ رفتہ اسے اندازہ ہو گیا کہ اب میری خیر نہیں ہے۔ کہنے کو تو اس کے پاس ساٹھ ہزار سپاہی اور ایک زبردست بیڑا موجود تھا لیکن اصلی خرابی رعایا کی بددلی تھی۔ اہل کلیسا تو قطعی مخالف پر کمربستہ تھے۔ اُمرا کو اس نے مار مار اور معمول سے زیادہ مقدار میں محاصل اور زر سپر بدل وصول کر کے بیزار کر دیا تھا اور یہ بیزاری اس لئے اور بھی بڑھتی جاتی تھی کہ اس نے اُن کے بہت قلعے جھین لئے یوں کو بطور یرغمال

طلب کیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنی خواہش نفسانی پوری کرنے کے لئے کمال بیباکی اور حیوانیت کے ساتھ اُن کے گھروں میں دست درازی کرنے حاکمی زندگی کا ناس کیا۔

غرض جان کو صاف نظر آگیا کہ اگر دشمنوں میں پھوٹ نہ پڑ جائے گی۔ تو وہ کسی طرح ان سب کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔ پس ۱۲۱۳ء میں اس نے ارادہ کر لیا کہ جس طرح بن پڑے پاپائے روما کو اپنا دوست بنا لے۔ دوستداری کی قیمت پاپا نے بہت زیادہ طلب کی مگر جان کو اس کے ادا کرنے میں بھی تامل نہ ہوا۔ اور وہ فی الواقع رضامند ہو گیا کہ انگلستان کو پاپائی جاگیر تسلیم کرے اور پاپا کی اطاعت کا حلف اٹھا کر ایک ہزار اسرنی سالانہ خراج ادا کیا کرے۔ یہی وہ فعل ہے جس پر آئندہ نسلوں نے جان کی سب سے زیادہ مذمت کی ہے لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ صفلیہ اور آراگون کے بادشاہ بھی اسی قسم کی شرائط قبول کر چکے تھے اور انھیں کوئی خاص زحمت پیش نہ آئی تھی بلکہ ممکن ہے کہ انگلستان کے اکثر امرا نے اس کو غنیمت سمجھا ہو کہ بادشاہ کے احکام کے خلاف وہ آئندہ پاپا سے بہ حیثیت حاکم بالادست داد رسی کی استدعا کر سکیں گے۔ انھوں نے اس حق سے یقیناً فائدہ اٹھایا اور جہاں تک ہمیں علم ہے، اس وقت جان کے اس فعل پر کوئی خاص اعتراض و احتجاج نہیں ہوا۔

جان کے اطاعت قبول کر لینے کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ پاپا نے، فلپ کو جنگی تیاریوں سے فوراً روک دیا اور شاہ فرانس کو اپنی توجہ فلینڈرس کی طرف منعطف کرنی پڑی اور ادھر جان نے اپنے رضاعی بھائی ولیم لونگس ورڈ (امیر سالسبری) کو ایک بڑا دستہ دے کر بھیجا جس نے نذر گاہ آدم کی ساری فرانسیسی کشتیاں برباد کر دیں اور انگلستان پر حملے کا کوئی خدشہ باقی نہ رہا۔ اس کامیابی سے جان پھولا نہ سمایا اور اسی خوش وقتی میں اپنے

جاگیرداروں کا فرانس پر حملہ کرنے سے انکار

جاگیرداروں کو بلایا کہ فرانس پر حملے کی تیاری کریں لیکن جاگیرداروں کو نہ اس کے ارادوں پر اعتماد تھا نہ طلب پر۔ اور انھوں نے عذر کیا کہ ابھی تک بادشاہ کے خارج از ملت ہونے کا فتویٰ منسوخ نہیں ہوا ہے۔ اس وقت کو رفع کرنے کی غرض سے بادشاہ نے اُن لوگوں کو پورا معاوضہ دینے کا اقرار کیا جو اتباعی فتویٰ کے دوران میں نقصان پہنچا تھا۔ اسی کے ساتھ لینگٹن کو صدر اسقف تسلیم کر لیا اور کلیسا سے صلح صفائی ہو گئی تو دوبارہ اپنی کشتیاں رود بار کے پار اتاریں اور خود جرزی بھیج گیا۔ جاگیرداروں نے اب بھی سمندر پار

باب سوم

جانے سے انکار کیا اور بعض نے تو یہ دعویٰ بھی کیا کہ ہماری خدمت کی معیاد مدت ختم ہوگئی ہے لیکن شمالی جاگیرداروں نے اصولی بات کہی کہ جان کو کسی بیرونی جنگ میں نہیں لے جا کے لڑانے کا کوئی حق نہیں ہے۔ جان یہ سن کر بہت بگڑا اور واپس انگلستان آیا تو لنکن نے یہ مطالبہ پیش کیا کہ خاطی جاگیرداروں کا مقدمہ خود انھی کے ساتھیوں کی عدالت میں طے ہونا چاہیئے۔ غرض جان کی شمالی مہم یونہی رہ گئی۔ ادھر میر عدل، جیفری فٹز پیٹر نے سیٹ آلبر کے مقام پر ایک خاص مجلس منعقد کی جس میں شاہی دیہات کے چار چار کاشتکار اور ان کے ساتھ مقدم اور بڑے رہنما رسب جمع ہوئے۔ جلسے کی اصلی غرض یہ تھی کہ کہ اہل کلیسا کو کیا کیا نقصانات پہنچے لیکن اس کے علاوہ اور بہت سے معاملات پر بھی گفتگو ہوئی اور آخر میں میر عدل نے احکام نافذ کئے کہ ہیبری اول کے عہد کے قوانین پر عمل ہونا چاہیئے۔ تین مہینے بعد لنکن نے ایک اور قدم یہ بڑھایا کہ سینٹ پال میں جاگیرداروں کی مجلس کے موقع پر ہیبری اول کا شاہی منشور پڑھ کر سنایا جس سے ان کے مطالبات میں وہ تعین اور وضاحت پیدا ہوگئی جس کی ابھی تک کمی تھی۔ ساتھ ہی فیصلہ کیا گیا کہ جان کو مجبور کیا جائے کہ آئندہ بہتر حکومت کرنے کے موت میں اسی قسم کا کوئی منشور عطا کرے۔

اسی زمانے میں فٹز پیٹر نے وفات پائی اس وفادار ملازم کی موت کو جس نے جہاں تک ہوا ہیبری ثانی کے آئین و مراسم قائم رکھے تھے جان نے اپنے حق میں آیۂ رحمت تصور کیا۔ اور کہا کہ "جب وہ دوزخ میں پہنچے، تو اسے چاہیئے کہ ہیوبرٹ والٹر کے پاس جا کر اس کی سلامی اتارے۔ قسم ہے خدا کے قدموں کی کہ میں آج سے پہلی مرتبہ انگلستان کا بادشاہ اور حکمراں ہوں"۔ کینٹربری کی صدر اسقفی پر تو اب آرچ بشپ کو مقرر کرنے سے پاپائے جان کی ساری کوشش پر پانی پھیر دیا تھا۔ لیکن میر عدل کے معاملے میں پاپا کا کوئی دخل نہ تھا لہٰذا اس عہدے پر جان نے تو انٹو کے اسقف پیٹر ڈے روس کو مقرر کیا جسے دو ونچسٹر کا اسقف بھی بنا چکا تھا اور جو کلیسا کے ساتھ لڑائی میں برابر جان کا معین و مددگار رہا تھا۔ اس تقرر سے بادشاہ کے اعتدال سے کام لینے کی رہی سہی امید خاک میں مل گئی اور جاگیرداروں کو معلوم ہوگیا کہ انھیں اپنی قوت بازو کے سوا اور کسی پر بھروسہ نہ کرنا چاہیئے۔

باب سوم

دوسرے سال (۱۲۲۴ء) جان زیادہ تر یورپ میں رہا پھر بھی اس نزاع کی تاریخ میں یہی سال بڑے معرکے کا گزرا ہے۔ جان نے شہنشاہ اوٹو اور فیران، امیر فلینڈرس کو ملا کر ایک جتھا تیار کیا تھا کہ پہلے فلپ کا قلع قمع کر دیا جائے اور پھر انگلستان کی خبر لے۔

جنگ بووین

خود جان پواتو میں رہا لیکن۔ امیر سالسبری کے ماتحت ایک انگریزی فوج فلینڈرس میں اوٹو اور فران سے آملی کہ فلپ پر حملہ کیا جائے۔ مقابلہ **بووین** کے میدان میں ہوا جہاں فلپ نے کامل فتح پائی اور فیران اور امیر سالسبری دونوں گرفتار کر لئے گئے۔ براعظم اور خود انگلستان کے سیاسی حالات پر بہت کم کسی لڑائی نے اتنا اثر ڈالا ہوگا جتنا بووین کا پڑا۔ جان کو مجبور ہو کر پانچ سال کے لئے فلپ سے ہنگامی صلح کرنی اور انگلستان واپس آ جانا پڑا کہ اب وہاں مخالفت کے طوفان کا مقابلہ کرے۔ جاگیردار اپنے حقوق سوا لئے بڑھتے ہوئے تھے۔ جن کو قوانین ایڈورڈ (اعتراف) کے نام سے مرتب کیا گیا اور ہنری اول کی مراعات کا ان میں اضافہ ہو گیا تھا۔ جان نے مہلت حاصل کرنے کی غرض سے انھیں پہلے یہ کہہ کر ٹالا کہ اسٹیفن (عہد معراج مسیح) پر جواب دوں گا اور ادھر ان میں جہاں تک ہو سکے پھوٹ ڈالنے اور اپنی تو نت جمع کرنے کی کوشش کی۔ قلعوں کے دمدمے وغیرہ تیار کرائے۔ پواتو اور برابانت سے لشکر کا لشکر اجیر سپاہیوں کا بلوایا۔ پاپا سے حمائت کی التجائیں کیں، پادریوں کو کلیسائی امتیازات کا کامل حق دے کر انھیں اور لینگٹن کو اپنے ساتھ ملا لے کی لاحاصل جدوجہد کی انگلستان کے ہر آزاد باسندے سے حلف اطاعت اٹھالے کا اور شاہی جاگیرداروں سے اظہار وفاداری کی تجدید کا حکم جاری کیا اور آخر میں مذہب کی آڑ پکڑی کہ صلیب لے کر صلیبی مجاہدین میں شامل ہو گیا۔

لڑائی کی تیاری۔ منشور اعظم کا اجرا۔

مگر جاگیردار اب جان کے فریب میں آنے والے نہ تھے۔ صدر اسقف (لینگٹن) کی پوری تائید سے انھوں نے اسٹیمفرڈ میں اپنی فوج جمع کی۔ سپاہیوں اور سپاہیوں کے علاوہ، دو ہزار مسلح سوار مجتمع ہوئے شمالی جاگیرداروں کی قیادت یوسٹیس ڈی ویسی کی اور نکولاس ڈی اسٹوٹ ویل نے کی۔ ادھر اوکے، نائٹ، روجر بکوڈ امیر مارشل اور ہیری بوہن، امیر ہیری فرڈ تھے۔ رابرٹ فٹز والٹر اور رچرڈ ڈی لوسی کا ہونا تمام کو ماتحتری مانی کے

باب سوم

عہدہ دار امرا کا قائم مقام تھا۔ ہم ٹرک کا بشپ ولیم مارسل بھی انھی سرداروں میں شامل تھا پورے لشکر کی سرداری فٹز والٹر کے ہاتھ میں تھی اور اس حیثیت میں وہ کلے تک بڑھ کر انھوں نے خاصہ بادشاہ کے پاس روانہ کئے کہ ان کے مطالبات پیش کریں۔ صدر اسقف اور ولیم مارسل نے جان کو یہ مطالبات سنائے اور وہ سن کر چلایا کہ "انسا ہی سہی" تو وہ میرا تاج شاہی بھی طلب کر لیں" جس کا مطلب یہ ہوا کہ حرکتے بغیر وہ ان مطالبات کو ماننے والا نہ تھا۔ چنانچہ جاگیرداروں کی فوج آگے بڑھی اور تھوڑے ہی دن میں ظاہر ہو گیا کہ سارا ملک انھی کا موید ہے۔ مطالبات متابع ہوئے تو سب نے جوش و حروس کے ساتھ نائیڈ کی لندن والوں نے تاک سے ان کا خیر مقدم کیا۔ جاں کے سب سے وفادار پیرو، جسے امیر ہم ٹرک اور رالف امبر چیسٹر سمجھ گئے کہ معاملہ نازک ہے اور انھوں نے بھی ابتدا سے خود مطالبات کی حمایت میں صرف کیا۔ پیٹر ڈی روش وغیرہ بعض بردیسی یا ایسے اجنبی جیسے فوک ڈی بروتے تو ثابت قدم رہے اور سب نے جان کا ساتھ چھوڑ دیا اور ہر طرف سے گھر کر وہ بالکل مجبور ہو گیا کہ منشور اعظم پر جس میں قوم کے مطالبات درج تھے، دستخط کر دے چنانچہ رنیمڈ کے فرہب رنی میڈ میں بتاریخ ۱۵ جون ۱۲۱۵ء اس نے دستخط کر دئے۔ یہ دستاویز جو تاریخ میں منشور اعظم کہلاتی ہے۔ نرسٹھ دفعات پر مشتمل تھی اور ان میں کلیسا، جاگیرداری، وصول محاصل و رسوم، داد رسی، سربراہی، تجارت اور بہت سے دوسرے عارضی اور دائمی اہمیت کے مسائل آگئے تھے سب سے اہم مراعات جو اس موقع پر بادشاہ کو تسلیم کرنی پڑیں وہ یہ تھیں کہ کلیسائے انگلستان "آزاد اور اپنے تمام حقوق سے بہرہ مند" ہو، جس میں انتخاب کی کامل آزادی کا جدید حق بھی داخل تھا۔ یاد رکھنے کے قابل یہ بات ہے کہ کلیسا کے ان حقوق کی کوئی صراحت نہ کی گئی تھی اور انتخاب بھی محض بادریوں کی منتون رائے پر منحصر نہیں کیا جا سکتا تھا، بلکہ دراصل بادشاہ سے جو حق چھینا گیا تھا وہ

کلیسا

پاپا کے حصے میں آگیا۔ مگر عموماً عمل یہ رہا کہ پاپا بادشاہ کی مرضی کے مطابق اپنا ایک وکیل یا قائم مقام نامزد کر دیتا تھا اور تجدید مسیحیت کے زمانے تک اسی طریق پر کام چلتا رہا۔

رسوم و محاصل

جاگیرداری رسوم معاف کر دئے گئے۔ ہنری اول کے منشور میں وعدہ کیا گیا تھا کہ "زر وراثت و متصفانہ اور مطابق قانون" ہوگا لیکن

باب سوم

اس سے صاف طور پر کوئی تعین نہ ہوتا تھا لہذا اب امرء جاگیر دار کی پوری جاگیر کے لئے زر وراثت کی رقم سو اشرفی، اور مارزین کے لئے ہر بیس اشرفی سالانہ آمدنی کی املاک پر سو شلنگ، مقرر ہوئے۔ خرد سال ورثا کی جاگیروں کے عمدہ انتظام اور عمارتوں کی مرمت کا اقرار کیا گیا جس کا معقول معاوضہ قرار پایا اور اسی کے ساتھ یہ شرط بھی کہ اس کے سن بلوغ کو پہنچنے پر کوئی زر وراثت نہ لیا جائے گا۔ قرار پایا کہ وارثوں کا ہیونڈ (خواہ ذکور ہوں یا اناث) ان کے رشتہ داروں کو اطلاع دیئے بغیر اور ہیوگاں کا عقد ثانی ان کی مرضی کے بغیر، نہیں کیا جائے گا۔

ایک دفعہ یہ تھی کہ بادشاہ کو اسیری سے نجات دلانے، اس کے بڑے بیٹے کے مبارز بنائے جانے اور بڑی بیٹی کی پہلی شادی کے سوائے، اور کسی قسم کے رسوم یا نذرانے وصول نہ کئے جائیں گے جب تک کہ ایک خاص مجلس اس کی منظوری نہ دے جس میں اساقفہ صاحبان خانقاہ، اُمرا اور سند باب بڑے جاگیر دار شامل ہوں گے۔ دوسرے شاہی زمینداروں کو بھی عمال کے ذریعے عام بلوا دیا جائے گا جس میں جلسے کے وجوہ درج ہونگے، اس رعایت نے جاگیر داروں کو بے ضابطہ نذرانے وغیرہ وصول کئے جانے کی مصیبت سے بچا دیا۔ اسے خود مختارانہ اجرائے محاصل کا سدباب تو نہیں کہہ سکتے لیکن اس بارے میں یہ ایک اہم ابتدا ضرور تھی۔ یہ سچ ہے کہ مجوزہ مجلس بھی محض جاگیرداروں کی مجلس تھی جس میں بڑے بڑے مالکان اراضی اپنے حق ذاتی کی بنا پر شریک ہوتے اور کسی معنی میں قوم کے نائب یا مبعوث نہ تھے، تاہم ایک ملکی مجلس یا پارلیمنٹ کے نشو و نما کی یہ پہلی منزل تھی۔ جاگیرداری کے متعلق ایک اور اہم دفعہ یہ بھی کہ کوئی پٹہ دار ایسی خدمات انجام دینے پر مجبور نہ کیا جا سکے گا جن کا وہ قانوناً پابند نہیں ہے۔ یہ بہت ہمہ گیر فقرہ تھا اور عالباً اس میں غیر ملک میں فوجی خدمت انجام دینے کا اشارہ مضمر ہے۔

عدالت

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، ملک کی اعلیٰ عدالتیں بادشاہ کی مجلس شوریٰ کی شاخیں تھیں۔ اصل عدالت بادشاہ (اس کے عیاب میں) میر عدل کے ساتھ ساتھ رہتی تھی جس سے اہل مقدمہ بڑی تکلیف اٹھاتے تھے کہ بادشاہ برابر دورے کرتا رہتا اور بعض اوقات انھیں ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مقدمے کی سماعت کے لئے جانا پڑتا تھا۔ اس کا انتظام اب یہ ہوا کہ عدالت عامہ

باب سوم

کا ایک مستقر مقرر کر دیا گیا اور کچھ رد و بدل کے بعد یہ جگہ ویسٹ منسٹر قرار پائی جہاں بادشاہ کا ایک بڑا محل موجود تھا۔ رفتہ رفتہ دوسری بڑی عدالتیں یعنی مالگزاری کی کچہری اور شاہی عدالت بھی اسی مقام پر قائم ہو گئیں اور ۱۸۸۲ء تک جب کہ نئی عدالتیں تعمیر ہوئیں ایوان ویسٹ منسٹر ہی، جسے ولیم روفس نے بنایا تھا، انگلستان کی عدالتوں کا صدر مقام رہا۔

گشتی عدالتوں کے بارے میں طے ہوا کہ وہ سال میں چار بار دورہ کیا کریں تاکہ اہل مقدمہ انتظار میں نہ رہیں۔ ان عدالتوں میں جرائم، قبضہ انفال املاک زمین کی وراثت اور روپیہ وغیرہ کے جملہ مقدمات پیش ہوتے تھے ان کا فیصلہ جوری کی رائے سے ہوتا اور حرمانوں کا نفیس بھی وہی کرتی تھی۔

منشور اعظم کی اناتیسویں دفعہ میں تحریر تھا کہ "کوئی آزاد مرد، اپنے برابر والوں کے عدالتی فیصلے یا قانون ملک کے احکام کے بغیر، گرفتار کیا جائے گا نہ حراست میں لیا جائے گا" یا اس مال منال سے محروم، ملک سے خارج یا اس کا جوں بدر کیا جائے گا۔ نہ اسے کسی اور طرح ستایا جائے گا۔ ہم (یعنی بادشاہ) اس کے مکان پر جائیں گے۔ نہ کسی اور کو بھیجیں گے۔" اس مشہور و معروف دفعہ نے رعایا کو کوئی نا خی نو نہیں دیا البتہ اصولاً اور عملاً قدیم زمانے سے ہر انگریز کو جو حق حاصل تھا، اس کی پوری طرح صراحت کر دی۔ لیکن اصلی دشواری قانون کے بیان کرنے میں نہ تھی بلکہ اس پر عمل کرانے میں تھی اور کہیں صدیوں میں جا کر رعایا کا ہر طبقہ اس ابتدائی حق سے منتفع ہو سکا۔ "قانون ملک" سے مراد فیصلہ بذریعہ اسلاف بذریعہ مبارزت تھا۔ اگرچہ اول الذکر طریقہ تھوڑی ہی مدت بعد منسوخ و متروک ہو گیا، اس سے اکثر دفعہ بھی کچھ کم اہم نہ تھی جس میں لکھا تھا کہ "ہم حق و عدل کسی کو فروخت کریں گے اور نہ حق اس کو ان سے محروم کریں گے۔"

سربراہی اس موقع پر سرکاری سربراہی کی آفتوں سے نجات پانے کی بھی کوشش کی گئی تھی جس کی رو سے بادشاہ گاڑیاں جھکڑ وغیرہ اپنے کام کے لئے طلب کر سکتا اور عام نرخ پر ہر قسم کی رسد منگا سکتا تھا۔ لیکن چونکہ سب سے اول خرید لینے کا حق باقی رہا، لہٰذا بہت سی زیادتیوں کی گنجائش بھی موجود رہی۔ شہر لندن کو رسوم اور زر سر مدل کے بارے میں دی رعایتیں دی گئیں جو جاگیرداروں کو عطا ہوئی تھیں اور دوسرے شہروں کے پاس اُن کے فرمان مل حالہ رہے دیئے گئے۔

باب سوم

سوداگروں کو بلا اخذ محصول ملک میں آمد رفت کی اجازت ملی۔ جن ممالک سے جنگ تھی، ان کے سوداگروں سے وہی سلوک مرعی رکھا گیا جو انھوں نے انگریز سوداگروں سے کیا تھا۔

ایک عمدہ خصوصیت، منشور اعظم کی یہ تھی کہ جاگیرداروں کو جو حقوق ملے تھے، وہی سب معمولی آزاد باشندوں تک کے لئے عام تھے اور جس طرح مالکان زمین کی اراضی کو بیجا ضبطی سے محفوظ کیا تھا، اسی طرح کاشتکار کے زرعی آلات اور سوداگر و تاجر کے ذخیرے محفوظ کر دئے تھے۔ ان کی مال متاع بھی اسی طرح دارثوں کو ملی قرار پائی تھی جس طرح زمیندار کی رہی۔ اور آخر میں ایک جامع آئین کی رو سے جاگیرداروں اور پادریوں نے اقرار کیا تھا کہ بادشاہ نے اپنے پٹہ داروں کو جو رعایتیں عطا کی ہیں، وہ اپنے کاشتکاروں کے ساتھ وہی سلوک مرعی رکھیں گے۔

یہ اور دوسری دفعات جن کا آبادی کے ہر طبقے سے تعلق تھا، منشور اعظم کا خلاصہ تھیں، اور اسی منشور کو اہل انگلستان آج تک اپنی آزادیوں کی بنیاد تصور کرتے ہیں۔ آگے چل کے ہینری اول، اور شاہ ایڈورڈ ثانی کے قوانین کی بجائے یہی منشور عوام میں محبوب و محترم سمجھا جانے لگا اور اسی کی آئندہ بار بار تجدید و توثیق ہوتی رہی۔

ان شرائط پر عمل کرانے کی غرض سے پچیس جاگیرداروں کی ایک ذیلی مجلس مقرر ہوئی جس میں رابرٹ فٹز والٹر، پوس ٹیس، راجر بگوڈ، ہینری بوہن اور لندن کا میر بلد شامل تھے۔ اور اس کی ایک ایک نقل ہر ضلع میں بڑے گرجا اور شہر میں بھیجدی گئی۔ ان میں سے بعض نقلیں اب تک محفوظ ہیں۔

لیکن منشور اعظم کی تحریر و توثیق ہوتے ہی جاں کو فکر ہوئی کہ ان پابندیوں سے آزادی حاصل کرے اور خفیہ طور پر روڈا ہوا جزیرہ وائٹ پہنچا اور پاپائی وکیل پین ڈلف کو مارا مارا روما روانہ کیا کہ پاپا سے جا کر سب حال کہے اور بتائے کہ اس عہد و پیماں سے انگلستان کی بادشاہی کو اور اس لئے بالواسطہ پاپائی اقتدار کو کتنا صدمہ پہنچا ہے۔ پین ڈلف نے بہ صد مشکل بڑی جوبی سے انجام دی اور پاپا نے معاہدے کی پابندی سے جاں کو آزاد کر دیا۔ اس نے جاگیرداروں کو ایک معاہد صلیبی پر فوج کشی کرنے اور ایسے عہد و پیماں لینے کے جرم میں، جن سے پاپائی حکومت کی لے دے ہوتی تھی،

جان کی عہد شکنی

باب سوم

خارج از ملت قرار دینے کی دھمکی دی اور آخر میں لینگٹن کو جس کا طرز عمل بُرے سے بُرے رنگ میں پیش کیا گیا تھا، اپنی اسقفی خدمت سے معطل کر دیا۔ ستمبر میں لینگٹن اپنا معاملہ پاپا کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے انگلستان سے روانہ ہوا۔

جان نے اسی پر اکتفا نہ کی۔ منشور سے اس کے دشمنوں کی تشفی ہو گئی تھی اور وفادار رعیت، جیسے ہیمبرگ، چیسٹر اور سالسبری آمادہ تھے کہ جان کو اصلاح حال کا ایک اور موقع دیا جائے مگر خود اُسے انتقام کے سوائے اور کوئی خیال نہ تھا۔ تمام گرمیوں وہ فوج جمع کرتا رہا اور فصل ربیع کے اٹھائے جانے کے بعد، بردبسی سپاہیوں کی ایک جمعیت روانہ کی جس کا سردار فاکس ڈی بروتے تھا کہ جاگیرداروں کے علاقے تباہ و تاراج کر دے اور خود ملک یا مال کرتا ہوا سرحد سے آگے بڑھا کہ اسکاٹ لینڈ کے نوجوان بادشاہ الگزنڈر کو سزا دے جس نے انگلستان کے سرکشوں کا ساتھ دیا تھا۔

لوئی کی بادشاہی کی تجویز

اپنی جاگیروں کی تباہی اور غالباً جان کے تربیت یافتہ پردیسی سپاہیوں کے مقابلے میں اسی بے دست و پائی دیکھی تو ۱۲۱۵ء کے اواخر میں انھوں نے فلپ آگسٹس کے بڑے بیٹے لوئی کو جو بلانش کا شوہر تھا، تخت انگلستان کی دعوت دی۔ اس نے اپنی بیوی کے حق سے اسے قبول کر لیا۔ جان کا بیڑا طوفان میں برباد ہو گیا تھا لہذا نومبر میں سات ہزار فرانسیسی انگلستان کے ساحل پر لنگر انداز ہوئے اور آئندہ فروری میں ایک اور فرانسیسی دستہ جہازوں میں ٹیمز تک آیا اور جاگیرداروں سے لندن میں آملا۔ مئی میں خود لوئی آ پہنچا اور اس کے سینڈوچ کے سامنے ۶۸۰ شہسواروں کے ساتھ اترنے کی خبر سنتے ہی جان گھبرا کے بسیا ہوئے لگا خطرے کو سر پر دیکھ کر بے حواس ہو جاتا، اس بادشاہ کے مزاج کی ایک نمایاں خصوصیت تھی۔ مگر اس موقع پر ممکن ہے، اسے یہ بھی خدشہ ہوا ہو کہ اس کے اجیر فرانسیسی سپاہی خود شاہ فرانس کے بیٹے کے مقابلے میں تلوار نہ اٹھائیں گے۔ بہرحال ملک تاراج کرتا ہوا وہ ونچسٹر چلا آیا اور اس عرصے میں لوئی لندن پہنچ گیا جہاں اہل شہر اور جاگیرداروں نے بڑے جوش سے اس کا خیر مقدم کیا۔ نوجوان شہزادے نے اچھا اثر قائم کیا اور لینگٹن کے بھائی سائمن لینگٹن کو ٹیکار بنا کے سب کو خوش کر لیا۔ فرانسیسی سپاہیوں نے واضح طور پر لوئی کے خلاف لڑنے سے انکار کر دیا تھا۔ اسکاٹ لینڈ کا بادشاہ ڈوور تک چلا آیا تھا

باب سوم

کہ تسلیم نیاز بجالائے۔ ولیم امیر سالسبری اور دوسرے امیروں نے بھی لوئی کی تائید کا اعلان کیا اور کچھ روز تک ایسا معلوم ہوا کہ کوئی جان کا ساتھ دینے والا کوئی نہیں رہا۔ لیکن ان خیالات میں رجعت پیدا ہوئی۔ دیہات وغیرہ میں تو لوئی کو لوگوں نے بادشاہ مان لیا مگر قلعے تمام جان کے ساتھ رہے۔ لوئی نے قلعہ ڈوور پر حملہ کیا جہاں ہیوبرٹ ڈی برگ قلعہ دار تھا۔ یہ کوشش ناکام رہی اور ہمپٹنی جیسے صانع ہوئے۔ ونڈزر کا محاصرہ بھی اسی طرح ناکام رہا۔ ادھر ایک خبر، بڑے اہتمام سے یہ شائع کی گئی کہ اگر لوئی کامیاب ہوگیا تو سب سے پہلے انھی جاگیرداروں کا خاتمہ کردے گا جنھوں نے اپنے ولی نعمت کے خلاف ہتیار اٹھائے تھے۔ اس خبر سے جاگیرداروں میں جو لوئی کا ساتھ دے رہے تھے، سخت سراسیمگی پھیل گئی۔ ادھر جان کچھ عرصے تک جوب میں مقیم رہ کر، ستمبر کے آخر میں جانب شمال علاقہ یارک تاراج کرتا ہوا، بڑھا اور لنکس پر قابض ہوگیا۔ پھر پیٹر بورو کے راستے لنن گیا جہاں اس کا بہت سا خزانہ محفوظ تھا یہاں سے ورسٹس کے ریگستان کی راہ واپس لنکن آیا۔ وینڈ کی ندی عبور کرتے ہیں، سمندر کی ایک موج اور دوسری طرف سے ندی کے بھاؤ کے زور سے جو بھنور پڑا، اس میں جان کا اسباب غرق آب ہوگیا۔ اس پریشانی میں وہ سوا منٹر ہیڈ کی خانقاہ آیا اور جیسا کہ مشہور ہے، اپنے معمول کے مطابق غم غلط کرنے کے لئے جو کھانا کھایا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بخار چڑھ آیا اور وہ بمشکل نیوارک پہنچا تھا کہ ۱۹ اکتوبر ۱۲۱۶ء کو اجل لے آدبایا۔ پھر یہ نام چھوڑ کر کہ اس سے بدتر بادشاہ انگلستان کے تخت پر نہ بیٹھا تھا اور انگریزوں کی قوم کو ذلیل کرنے والا اس سے بدتر انسان پیدا نہ ہوا تھا، اس نے وفات پائی۔ اگر حیا ہے تو یقین ہے کہ سلطنت ہاتھ سے نکل جاتی عین اس نازک موقع پر موت نے گویا اس کے وارثوں کے لئے ملک کو محفوظ کردیا۔

مشہور سنین

ناراضگی کا ہاتھ سے نکل جانا	سنہ ۱۲۰۴ء
ہیوبرٹ والٹر کی وفات	سنہ ۱۲۰۵ء
جان، پاپا کی سیادت تسلیم کرتا ہے۔	سنہ ۱۲۱۳ء
معرکۂ بوویں	سنہ ۱۲۱۴ء
منشور اعظم	سنہ ۱۲۱۵ء

باب چہارم

ہینری ثالث سنہ ۱۲۱۶ء تا سنہ ۱۲۷۲ء

ولادت سنہ ۱۲۰۷ء ازدواج (الر کے ساتھ) سنہ ۱۲۳۶ء

معاصرین ولیم (الاسد) انکزنڈر (ثانی)۔ انکزنڈر (ثالث) شاہ اسکاٹلینڈ
فلپ اگسٹس۔ لوئی (ثامن)۔ لوئی (تاسع) فلپ (ثالث)، شاہ فرانس
اوٹو (رابع) فریڈرک (ثانی) شہنشاہ۔
ہنوریس (ثالث)۔ انوسنٹ (رابع) انکزنڈر (رابع) پاپائے روم

ہینری کی تخت نشینی

لوئی کے خلاف خیالات میں رجعت کے آثار نوجان کی وفات سے پہلے ہی نمایاں ہو چلے تھے، لیکن موت نے اس ظالم خودسر کو میدان سے ہٹا دیا تو یہ مخالف اور بھی سرعت سے ترقی کرنے لگی۔ جان کی شرارتیں اور ذاتی سیرت نے جو عداوتیں پیدا کر دی تھیں، وہ اس کے ساتھ دفن ہو گئیں اور اس کے بڑے بیٹے ہینری کے حقوق کا سب کو خیال پیدا ہو گیا کہ اس دس سالہ معصوم کی حفاظت انگلستان کی تمام رعایا کا فرض ہے۔ پھر بھی۔ ہینری کی حمایت کے لئے ایک باقاعدہ جماعت مرتب ہونے میں دیر لگی اور اول اول اس کے طرفدار اتنے نہ تھے جتنے لوئی کے۔ آخر ہیوبرک نے سبقت کر کے ۲۸ اکتوبر کے دن اُسے گلوسٹر میں تخت پر بٹھا دیا اور بوڑھے بادشاہ نے پاپا کے قائم مقام گوالو سے اقرار متابعت کر لیا۔ اس طرح ہینری کا آئینی حق مسلم ہونے کے بعد

باب چہارم

ایک مجلس منعقد ہوئی جس نے ریاست بیت المقدس کے طریق کے مطابق، امیر ہیم برگ کو صغیر سن بادشاہ کا اتالیق اور ملک کا حاکم منتخب کیا اور تعلیم و تربیت کی خدمت پیٹر دے روش کے تفویض کی۔ پھر انھوں نے منشور اعظم کا صرف وہ حصہ شائع کیا، جس سے سب کو اتفاق تھا اور جس کے نفاذ میں کوئی دقت نہ تھی۔ اس عاقلانہ کارروائی کا منشا یہ تھا کہ عام طور پر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ گزشتہ عہد حکومت کے بُرے اثرات دلوں سے زائل ہو چکے ہیں اور ہر کہ و مہ نئے بادشاہ کی تائید پر کمربستہ ہو جائے۔ محاصل وصول کرنے کے بارے میں جو نئی شرطیں منشور میں عائد کی گئی تھیں، انھیں بھی اس موقع پر حذف کر دیا گیا جس کی وجہ بتا دی ہوگی کہ حکومت کو اس نازک زمانے میں جب کہ خانہ جنگی بپا اور روپے کی ضرورت تھی، وصولی میں دقت نہ پیش آئے۔ منشور کی وہ دفعات جن میں جنگل کی اراضی کا ذکر تھا، اور بعض دوسری شرطیں بھی ملتوی کر دی گئیں کہ انھیں آئندہ دیکھا جائے گا۔

لوئی سے جنگ

اب یہ لوگ جنگی انتظامات کی طرف متوجہ ہوئے۔ قلعۂ ڈوور کے سوائے جسے ہیوبرٹ کی دلیری نے بادشاہ انگلستان کے لئے بچائے رکھا تھا، جنوب مغربی اضلاع میں ہر جگہ لوئی غالب تھا دوسرے دیہات اور شہروں میں بھی اس کے طرفداروں کی کمی نہ تھی البتہ وسطی اور شمالی علاقے کے قلعے شاہ پسندوں کے ہاتھ میں تھے اور اس زمانے میں قلعوں کا ہاتھ میں ہونا جنگی برتری کا اصلی معیار تھا۔ مثلاً لنکن کے باشندے لوئی کے سرگرم موید تھے لیکن وہاں کے قلعے پر شاہ پسندوں کا قبضہ تھا۔ لہٰذا اس شہر کو لے کر جب تک بالاحصار فتح نہ ہو جائے، غیر محفوظ نہ چھوڑا جا سکتا تھا۔ دسمبر میں لوئی کو ایک ضرورت سے فرانس جانا پڑا۔ اُس کے جاتے ہی امیر سالسبری اور ہیم برگ کے بیٹے ولیم مارشل کو موقع ملا کہ لوئی کا ساتھ چھوڑ کر نوعمر بادشاہ سے آملیں لوئی اپریل میں واپس آیا۔ آتے ہی اس نے پرنس کے امیر کو لنکن روانہ کیا کہ قلعۂ لنکن کے محاصرے میں روبرٹ فٹز والٹر کو مدد دے اور خود ڈوور پر دوبارہ حملہ شروع کیا۔ امیر پرنس کے کوچ کے دوران میں لوگوں پر سخت مظالم ہوئے کیونکہ لوئی کے پردیسی سپاہی جان کے ساتھیوں سے کم بے درد و غارتگر نہ تھے۔ اُدھر ہیم برگ نے لنکن کا محاصرہ اٹھانے کے لئے زبردست فوج تیار کی۔ شہر کا چکر کھا کے وہ شمالی دروازے سے لڑ کر اندر گھس آیا۔ قلعے والوں نے بھی بروقت باہر

نکل کر حملہ کیا اور یم برک نے عقب سے محاصرین کو آدبایا۔ وہ بے ترتیبی سے شہر کی پیچیدہ اور تنگ گلیوں میں گھس گئے اور بُری طرح شکست کھا کر بھاگے۔ پرنس مارا گیا اور فٹز والٹر گرفتار ہوگیا۔ اہل شہر کو بادشاہ سے بے وفائی کی یہ سزا دی گئی کہ شہر کو لوٹ کے سپرد کر دیا۔ اس موقع پر اتنی لوٹ ہاتھ آئی تھی کہ مدتوں تک یہ معرکہ "ملٹن کا میلا" کہلاتا رہا۔

اس ہزیمت نے لوئی کی جنگی سرتری کا خاتمہ کر دیا اور اسے ہٹ کر لندن آنا پڑا۔ ابھی اُسے اسی جہاز کے ایک بیڑے کے آنے کی امید تھی جسے اس کی بیوی مارگریٹ کی مستعدی نے فراہم کیا اور کمک دے کر یوسٹیس راہب کی سرداری میں انگلستان بھیجا تھا لیکن اس عرصے میں انتھک ہیوبرٹ دی برگ سے بھی جان کے بڑے کے نقصان کی تلافی کر لی تھی اور ڈوور میں ایک نا انگریزی بڑا مہیا ہو گیا تھا۔ اس میں صرف چالیس جہاز تھے۔ بتاریخ ۲۴ اگست اسی کو لے کر ہیوبرٹ دلیری سے آگے بڑھا اور اپنی قابلیت سے کمی تعداد کی تلافی کر دی کہ پہلے تو ایک خاص چال سے فرانسیسی بیڑے کا بادنما اڑا لیا اور پھر فرانسیسی جہازوں پر حملے کے وقت حکم دیا کہ دشمن کی آنکھوں میں چونا جھونک دیا جائے۔ اس عجب طرز جنگ سے فرانسیسی سپاہی گھبرا گئے۔ ان کے بیڑے کو کامل شکست ہوئی، سردار مارا گیا اور لوئی کی رہی سہی امیدوں پر پانی پھر گیا۔

یہ کامیابی شاہ لیسندوں کی عام پیش قدمی کا گویا اشارہ تھی اور لوئی کو نظر آگیا کہ اب جنگ جاری رکھنا فضول ہے۔ ۱۱ ستمبر کو صلحنامۂ لیم تھ پر دستخط ہو گئے۔ اور چند ہفتے بعد لوئی ملک سے رخصت ہو گیا۔ لیم تھ کا صلح نامہ بھی تاریخ میں قریب قریب ایسی ہی اہمیت رکھتا ہے جیسی منشور اعظم کو حاصل ہے کیونکہ یہ گذشتہ افعال کی معافی عام اور مسترد کردہ

صلحنامہ لیم تھ

مال و متاع کی بازگشتی کے اصول پر مبنی تھا۔ دس ہزار مارک لوئی کو مصارف کے نام سے ادا کئے گئے لیکن دراصل اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ ملک رخصت ہو جائے۔ پھر صلح کے تھوڑے ہی دن بعد یم برک اور گوالو نے عقلمندی یہ کی کہ منشور اعظم کی ایک جدید نقل بنا ایک منشور جنگلات تالیف کیا۔ اس میں اصلی منشور اعظم کی دفعات کے علاوہ اور بھی قواعد و ضوابط درج تھے، جن سے یہ دستاویز عالباً منشور اعظم کے برابر مقبول ہو گئی۔ آئندہ جب کبھی "دو منشوروں" کی تصدیق کا مطالبہ کیا گیا تو اس سے یہی دونوں یعنی منشور اعظم اور منشور جنگلات مراد ہوتے تھے۔

باب چہارم

سنہ ۱۲۱۷ء انھی کاموں میں صرف ہوا۔ اسی سال کے آخر میں گوآلو ملک سے رخصت ہوگیا۔ وہ، جہاں تک معلوم ہے۔ ہیم برگ سے مل کر کام کرتا رہا اور قیام امن کی مذکورۂ بالا تجاویز میں بھی اس کا حصہ تھا لہذا تعریف کا مستحق ہے۔ اس کی جگہ پین ڈلف نے لی جو ادنی درجے کا آدمی تھا اور سنہ ۱۲۳۱ء تک اس منصب پر فائز رہا۔ اس کی تلافی لینگٹن کے سنہ ۱۲۱۸ء میں واپس آجانے سے ہوئی جو اپنی وفات (سنہ ۱۲۲۹ء) تک کلیسائی معاملات میں سب سے مقتدر رہا۔ سنہ ۱۲۱۹ء میں ہیم برگ نے وفات پائی اور غیر متزلزل وفاداری کے علاوہ عام بے بہا قومی خدمات کی بابت، نام نیک یادگار چھوڑ گیا۔ اس کی جگہ کوئی نائب السلطنت مقرر نہیں ہوا لیکن اصلی اقتدار ہیوبرٹ دی برگ کے ہاتھ میں رہا جو سنہ ۱۲۱۵ء سے میر عدل کی خدمت پر ممتاز تھا۔ وہ ہنری ثانی کے تربیت یافتہ عہدہ داروں میں آخری آدمی تھا اور سنہ ۱۲۱۹ء سے سنہ ۱۲۳۲ء تک اس کا عہد انتظام تاریخ میں خاص وقعت رکھتا ہے اس کا سب سے نمایاں کارنامہ یہ تھا کہ ہیم برگ نے قلعوں کے بادشاہ کے قبضے میں لانے کی جو کارروائیاں شروع کی تھیں، ان کی تکمیل کی اور نیز انگلستان کو ایسے شورہ پشت آفاقیوں سے نجات دلائی جیسے فاکس دی بروولتے وغیرہ کہ ہیم برگ فوجی خدمات کے عوض میں ان کے ساتھ رواداری کرنے پر مجبور ہوگیا تھا۔

ہیوبرٹ دی برگ

پہلے مقصد کے حصول میں سب سے بڑی دشواری ولیم (راو مالی) کی ضد سے پیش آئی جس نے اپنے قلعے حوالے کرنے سے انکار کیا جیسے سنہ ۱۱۵۵ء میں اس کے دادا نے انکار کیا تھا۔ ایمریچیسٹر اور فاکس نے اسے شہ دی اور عجب نہیں کہ پیٹر دی روش بھی، ہیوبرٹ کے اقتدار سے حسد رکھنے کے باعث، خفیہ مددگار ہوگیا ہو۔ بہر حال، سنہ ۱۲۲۰ء اور سنہ ۱۲۲۱ء کے دونوں سال اسی کا قفیہ چکانے میں صرف ہوئے اور جب وہ کامل طور پر مطیع ہوگیا تو فاکس کی لوٹ آئی۔ یہ بدذات، نارمنڈی کا مفرور مجرم اور جان کا دست راست تھا اور اسی لئے ہر قسم کے انعام اکرام سے جو وہ بادشاہ اسے دے سکتا تھا، بہرہ مند ہوگیا تھا۔ ایک جاگیر دارنی سے اس کا عقد کر دیا گیا تھا۔ بہت سی جاگیریں خود اس کے نام تھیں جن ضلعوں کا وہ سرکاری عامل (شیرف) تھا اور متعدد قلعے جن میں بیڈفرڈ خاص طور پر قابل ذکر ہے، اس کے قبضے میں تھے۔ اس قلعے کو فاکس نے اپنے بھائی ولیم کی تحویل میں دے دیا تھا جو کچھ کم شورہ پشت نہ تھا حتی کہ ایک بادشاہی

باب چہارم

حاکم عدالت کو جس نے اسے ڈنس ٹیبل کی عدالت میں جرمانہ کی سزا دی، اس نے پکڑ کر قید میں ڈالے بس بھی تامل نہ کیا تھا۔ یہ خبر سنی تو ہیوبرٹ نے ملانا خیر بیڈفرڈ پر فوج کشی کی۔

بیڈفرڈ کا محاصرہ

بیڈفرڈ کا محاصرہ بہت دشوار و اہم کام تھا اور اس عہد کے طرز جنگ کی عمدہ مثال پیش کرتا ہے۔ قلعے کی کیفیت یہ تھی کہ باہر ایک گڑھ گچ پھر فصیل اور اندر بالا حصار بنا ہوا تھا۔ اس کے اندر کافی فوج اور اتنا سامان موجود تھا کہ فاکس کے نزدیک سال بھر تک کفایت ہوتا۔ حملے کا آغاز وسط گرما میں ہوا۔ ہیوبرٹ نے دو کاٹھ کے برج بنوائے جن پر چڑھ کر تیر انداز گڑھ گچ کے سپاہیوں پر تیر باری کر سکیں پھر ان کی مدد سے یورش کر کے باہر کا گڑھ گچ صاف کر لیا۔ سات مجنیقوں سے فصیل پر حملہ ہوا اور جب اس پر بھی برد فصہ یا لیا تو اصل بالا حصار کی باری آئی۔ فصیل جمعیں لے کے ساتھ محصورین کے گھوڑے اور مویشی حملہ آوروں کے ہاتھ آ گئے۔ بالا حصار میں سرنگ لگانے کا کام ایک آلے کی حفاظت میں ہوا جسے بلی (سامانط؟) کہتے تھے۔ آخر ایک کونا ڈھے گیا اور دیوار میں بڑا سا رخنہ پڑ گیا۔ تب قلعہ والوں نے امان چاہی مگر ہیوبرٹ ان جیسے اشرار کو سبق دینا چاہتا تھا لہذا اسی سرداروں کو سولی پر لٹکا دیا اور باقی سپاہی ملک سے نکلوا دیے گئے۔ اور خود قلعہ توڑ کر زمین کے برابر کر دیا گیا۔ اب فاکس نے بھی ہتھیار رکھ دیے اور اسے اجازت مل گئی کہ ملک سے ہمیشہ کے لئے دفع ہو جائے۔ ایسے دو سنوں کا یہ حشر دیکھ کر روش کی ہمت ٹوٹ گئی ۱۲۴۴ء کے بعد اس کا بہت کم اثر نظر آتا ہے اور ۱۲۴۷ء میں وہ نیکاری کی خدمت سے بھی علیحدہ کر دیا گیا اور ملک چھوڑ کر صلیبی جنگوں میں چلا گیا۔

ہینری کا سن بلوغ کو پہنچنا

۱۲۲۷ء میں ہینری کی عمر تیس سال کی ہوئی اور اس نے اعلان کیا کہ اب وہ زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے گا۔ زمانہ صغر سنی کے مذکورہ بالا جوش انگیز واقعات کے علاوہ، رواجی قوانین میں بعض ترقیاں بھی قابل ذکر ہیں۔ اس دور ان میں مشیروں کا ایک خاص حلقہ ہمیشہ بادشاہ کے گرد نظر آتا ہے جس سے قدیم مجلس شاہی (Curia Regis) کے ان سیاسی اختیارات کی کم و بیش تجدید ہوئی جو علاوہ عدالتی اختیارات کے اسے حاصل تھے نائب السلطنت (Regent) کا عام مجلس شوریٰ کی رائے سے مقرر ہونا خود قوم کے حق انتخاب کی تمہید تھی جس کے رہنے تھے کہ وزرا

ماب جہارم

کے تقرر میں عام باشندوں کی رائے سُنی جائے اور ان کی نبابت مجلس عامہ کرے۔ آخری بات یہ کہ غالباً اسی زمانے میں حسب کہ صغیر سن بادشاہ حکومت کے طرز عمل کا ذمہ دار قرار نہیں دیا جا سکتا تھا یہ تخیل اور اصول پیدا ہوا کہ "بادشاہ کوئی بُرا فعل نہیں کر سکتا"۔

نئے بادشاہ کی سیرت عجائبات کا مجموعہ تھی باپ کی سی شیطنت اس میں لے شبہ نہ تھی، لیکن مکر و غداری، جو خاندان آنژو کے اور ارکان میں بھی پائی جاتی تھی، ہینری کو باپ سے ورثے میں ملی تھی لوگوں کو ذاتی طور پر اپنا دشمن بنا لینے کا مادہ بھی باپ کی مثل موجود تھا لیکن قوت کے ساتھ کام کرنے کی صلاحیت بالکل نہ تھی۔ وہ جنگی اوصاف سے عاری تھا اور کوئی سیاسی تخیل نہ رکھتا تھا بجز اس کے کہ بابا کا احسان مند اور وابستہ دامن تھا۔ زوردار لوگوں کا انژدہ پسند کرتا تھا اس کی عاجی زندگی بے رنگ تھی نمود و نمائش کا طفلانہ شوق تھا لیکن اس کی بدنمائی فنون لطیفہ اور تعمیر کے ذوق نے دور کر دی تھی۔ وہ صورت شکل کا حقیر تھا اور ایک پیوٹے کے لٹکے ہوئے ہونے سے چہرہ غمگین معلوم ہوتا تھا۔

پاپائی محاصل

ہینری کے انتظامات ہاتھ میں لینے کے بعد بھی ہبوٹ اور پانچ سال تک میر عدل کی خدمت انجام دیتا رہا لیکن ۱۲۲۹ء میں اس کا ایک خاص معین و مددگار یعنی صدر اسقف لینگٹن مر گیا اور اس کے بعد ہی پاپا نے انگلستان سے باضابطہ روپیہ وصول کرنے کی ٹھانی۔ سیادت یا تبعتشاہی کی بنا پر ایک ہزار مارک سالانہ اُسے پہلے ہی دئے جاتے تھے۔ پیٹرز پنس کے نام سے ہر کلیسائی حلقے سے ایک مقررہ رقم اور ملتی تھی جو کل ۱۹۹ پونڈ ۸ شلنگ ہوتی تھی لیکن ظاہر ہے کہ پاپائی مصارف کے لئے یہ رقوم کافی نہ تھیں۔ دنیاوی مقبوضات اور انوسنٹ ثالث کی مستعدی سے کاروبار کی کثرت ہوئی، پھر اس کے دو جانشین شہنشاہ فریڈرک ثانی سے بیہم جنگ میں مصروف رہے۔ ان سب اسباب سے جو پاپائی محاصل کے احتیاجات کو بڑھا دیا تھا۔ ابتدا میں صلیبی جنگوں کے لئے جو محاصل عائد کئے گئے، ان کا مطلب یہ تھا کہ اہل کلیسا جو لڑنے نہیں جاتے، اس مقدس کام میں کم سے کم مالی اعانت کریں لیکن ایک دفعہ یہ راستہ کھلا تو پھر بار بار وصولیاں ہونے لگیں اور آخر میں صلیبی جنگ کا ارادہ بھی ترک کر دیا گیا۔ جاگیرداری کے اصول پر پاپا کا بھی حق سمجھا جانے لگا کہ مالک اراضی کی طرح روپیہ اپنے ماجگزاروں سے وصول کرے خاص کر انگلستان تو پاپائی جاگیر سی چکا تھا۔ یہاں پادری اور دیہاتی دونوں طبقوں سے وصول کرنے کی تدبیریں

باب چہارم

کی حالے لگیں اور ۱۲۲۹ء میں گریگوری (تاسع) نے شہنشاہ سے جنگ کے واسطے اہل انگلستان کی املاک کا دسواں حصہ طلب کیا۔ لیکن دہ داروں نے قطعی طور پر انکار کر دیا جس میں ان کا سرگروہ انولف امیر چیسٹر تھا اور یایا کو بھی طرح دینی پڑی مگر یاد ری دبے پر مجبور ہوے اور آخر میں سالانہ آمدنی کا دسواں حصہ اول تمام معافیوں کا بک سالہ بقایا کی نذر کرنا پڑا۔ یہ محاصل یا "سالیانہ" اور "یا پہلے پہل" کے نام سے مشہور ہیں ان کے علاوہ خاص خاص مدرانے بھی کبھی کبھی طلب کر لئے جاتے تھے اور اس گریگوری کے زمانے میں یہ لے تو اتنی بڑی تھی کہ لوگوں کو ملک کے افلاس کی فریاد کرنی پڑی۔ ۱۲۳۰ء میں یایا کی طرف سے کارڈینال اوتھو انگلستان آیا۔ اہل کلیسا اور عوام میں جیبیں موتے ہی رہے، اس نے یایائی خزانے کے واسطے زر کثیر جمع کر لیا۔ چنانچہ ۱۲۴۵ء کی کلیسائی مجلس منعقدہ لیون میں سکایب کی کہ ہر سال انگلستان کے ساتھ ہزار مارک یایا اور پردیسی یاوریوں کی جیب میں چلے جاتے ہیں ور لقد وصول کرنے کے علاوہ، ایک اور صورت پایا نے یہ نکالی تھی کہ ایسے ملاربن کی تنخواہیں انگلستان کی معافیوں سے دلواتا اور انھیں فرضی طور پر وہاں کے گرجوں میں نامزد کر دیتا تھا جس طرح بادشاہ اپنے عہدہ داروں کو کسی اسقفی پر مقرر کرا کے کلیسا کی جاگیروں سے متناہرہ دلواتے تھے۔ یہ طریقہ "دوپرو ویرونڈ" (یردرس) کہلاتا تھا اور اس سے اصل مالکان اراضی کے حق انتخاب پر زد پڑتی تھی۔ لہذا ان میں بڑی ناراضی پیدا ہوئی اور یارک شر کے ایک سردار سر روبرٹ لوتیچ نے قومی حمیت کے جوش میں خود ردمہ جا کر یایا کے سامنے ایسا مقدمہ پیش کیا اور اس کے کہنے سننے کا اتنا فائدہ تو ہوا کہ یایا نے وعدہ کر لیا کہ آئندہ ایسی معافیاں صرف کلیسائی جاگیروں سے دی جایا کریں گی اور دوسرے جاگیرداروں کی زمینیں مستثنیٰ رہیں گی۔ پھر لنکس کے اسقف نے یہ معاملہ اٹھایا اور یایا نے اس طریقے کو بند کرنے کا وعدہ بھی کیا مگر اس وعدے پر پوری طرح عمل نہیں ہوا۔

فقرا کے نئے فرقے

حس زمانے میں مقدس یایا اور کلیسا کے قدیم و دولتمند جاگیرداری طبقے میں زر و مال پر یہ ذلیل منافستے ہو رہے تھے، اسی زمانے میں فرانسسکی اور ڈومنکی اور کچھ مدت بعد اس کے حریف کارملی اور اگستی نی فرقے کے فقیر انگلستان پہنچے اور انھوں نے خاصی طرح ایک مذہبی انقلاب پیدا کر دیا۔ اس میں

باب چہارم

سے دوسرے فرقے کا بانی ڈومی نک، (سنہ ۱۱۷۰ء تا سنہ ۱۲۲۱ء) قوم کا ہسپانی اور نہایت متقشف مگر ئی مزاج کا آدمی تھا۔ اُسے جنوبی فرانس کے شہروں میں ملحدانہ خیالات پھیلتے دیکھ کر بڑا صدمہ ہوا اور اس نے سمجھ لیا کہ اس کا علاج صرف یہی ہو سکتا ہے کہ عام واعظوں کا ایک گروہ تیار کیا جائے جو اہل الحاد کے ساتھ انھی کے ہتیاروں سے لڑ سکے اور اپنے فقر و فاقہ، عبادت گزاری اور نیز علم و فضل سے ثابت کر دے کہ دنیا دار پادریوں اور چکنے چپڑے راہبوں کی یہ عیش زندگی میں جو کچھ نظر آتا ہے، وہ مسیحیت میں اس سے کچھ زیادہ کشش کی چیز بھی ہے اور اہل خانقاہ نے جو طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ دنیا کے بُرے بھلے سے کچھ غرض نہیں رکھتے بلکہ اپنے محروں اور زاویوں میں گھسے رہتے ہیں اصلی مذہب کا راستہ اس کے علاوہ بھی موجود ہے۔

اس کے برخلاف، فرانسس (سنہ ۱۱۸۲ء تا سنہ ۱۲۲۶ء) جس نے دوسرے فرقے کی بنیاد ڈالی۔ اسیسی کے ایک سوداگر کا بیٹا یعنی اطالوی قوم کا آدمی تھا جسے دولت مند طبقوں کے الحاد کی بجائے زیادہ غم یہ دیکھ کر ہوا کہ ادنیٰ لوگ (جن کی تعداد تجارت کی ترقی اور جاگیرداروں کے مظالم کے باعث بڑھتی جاتی تھی) کس بلا کی حالت و ظلالت میں مبتلا ہیں۔ چھوٹے چھوٹے قصبوں میں آبادی کے بڑھے جانے سے گندگی اور بیماری کا بڑھنا لازمی بات تھی اور حکام حفظان صحت اس کا کوئی انتظام نہ کر سکتے تھے نہ پادریوں کی تعداد یا قابلیت اس سلسلے کی عقدہ کشائی کر سکتی تھی جو روز بروز وسیع و دشوار تر ہوتا جاتا تھا۔ لہٰذا فرانسس نے ان افتادہ و اراذل کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ لیکن مقصد میں اختلاف کے باوجود ان دونوں مصلحین کے عملی طریقے تقریباً یکساں تھے۔ دونوں نے فقیروں یا بھائیوں کی جماعتیں بنائی تھیں کہ جن غریبوں میں رہبانی کی حیرانی پر گزر اوقات کریں۔ دونوں فرقے وعظ و پند سے خیالات کی اشاعت کرتے اور کم سے کم ابتدا میں ان دونوں کے مخاطب وسائع وہی گندے، جاہل، بے دین و بے عمل عوام الناس ہوتے تھے، جو ازمنۂ وسطیٰ کے علیظ، وبائی شہروں میں ادپر تلے آباد تھے۔ آگے چل کے ان فرقوں میں یہ اختلاف رفتہ رفتہ زیادہ نمایاں ہو گیا کہ ڈومی نک کے بھائیوں نے تو صرف الحاد کے خلاف وعظ کرنا اپنا نصب العین بنا لیا مگر فرانسسکی بھائیوں نے اپنے فرائض کی حدود بہت وسیع کر لیں اور ان کا دستور العمل یہ قدیم مقولہ بن گیا کہ "ہر چیز

باب چہارم

حس کا انسان سے تعلق ہے، ہمارے دائرۂ عمل میں داخل ہے۔" ڈومی نکی، مذہب و الٰہیات کے عالم ہوتے تھے اور طبعاً انھی علوم کے مطالعے پر زور دیتے۔ برخلاف اس کے فرانسسکی ایک کاروباری آدمی کا مذاق رکھتے تھے جسے کسب منی سے وحشت ہوتی ہے، اور ایسے گروہ میں مطالعۂ کتب کو ممتنع نہیں تو نا پسند ضرور کرتے اور ان کی خواہش یہی رہتی تھی کہ اس فرقے کے پیرو عملی زندگی پر پوری توجہ مرکوز رکھیں۔ تاہم واقعات کے آگے فرانسس ولی کا زور نہ چل سکا۔ تجربے سے جلد ہی معلوم ہو گیا کہ اگر ان فقرا کو لنگڑے، لولے، بیمار، کوڑھیوں کی مدد کرنی ہے، تو علم طب و تشریح سے واقفیت حاصل کئے بغیر چارہ نہیں۔ چنانچہ اسی کوشش میں وہ دنیا کے سب سے پہلے علمائے ابدان بن گئے علیٰ ہذا شہر کے تیز و طرار لوگوں سے سابقہ پڑا، تو انھیں منطق کی طرف بھی توجہ کرنی پڑی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اگر ڈومی نکی فرقہ "ماس اکوی ناس" اور البرٹ (اعظم) جیسے علمائے الٰہیات پیدا کر سکا، تو فرانسسکیوں میں بھی روجر بیکن، ڈنس اسکوٹس اور ولیم (اوکھمی) جیسے مایۂ فخر اشخاص پیدا ہوئے۔

ڈومی نکی بھائی برادری ۱۲۲۱ء سے قبل اور فرانسسکی ۱۲۲۴ء میں انگلستان پہنچے۔ مگر دونوں کو یکساں کامیابی نہیں ہوئی۔ اصل میں اہل انگلستان الحاد کے گرویدہ نہ تھے اور اسی لئے ڈومی نکی (سیاہ پوش) بھائیوں کو ٹیمز کے کنارے اتنا کام نہ ملا جتنا تو نوز کے باشندوں میں مل سکتا تھا۔ البتہ فرانسسکیوں کے لئے کام کی کچھ کمی نہ تھی اور چند ہی سال میں یہ بھائی ملک میں سب سے زیادہ مقبول ہو گئے۔ دھانی لبادے کے بھائیوں کی ہر شہر میں خانقاہ تیار ہو گئی جو بلا استثنا اس رسالے کے تبلیغی گرجوں کی طرح شہر کے سب سے غریب و غلیظ محلوں میں بنائی جاتی اور وہیں سے دو دو کی قطار میں یہ فدویان ملت نکلتے کہ ہمسایہ والوں کی تقریر، طبابت، تیمارداری، غمگساری غرض ہر ممکن طریقے سے مدد کریں۔ ایسی جماعت کا اثر لامحالہ بہت گہرا اور ہمہ گیر تھا اور تیرھویں صدی میں ان بھائیوں کو وہ مرتبہ حاصل تھا جو آج کل اخباروں کو حاصل ہے ان کے وعظ زمانۂ حال کے مقالات افتتاحیہ کا کام دیتے تھے۔ آکسفرڈ، یا لندن سے کسی بھائی کا کسی شہر میں پہنچنا، شہرت عام کا باعث ہو جاتا۔ اس سے تازہ ترین خبریں معلوم ہوتیں اور چونکہ وہ تقریر و عادات میں پورا جمہوریت پسند ہوتا لہٰذا عام پسند خیالات کے پھیلانے

باب چہارم

اور رائے عامہ کے بہانے میں ان بھائیوں کے اثر لے بڑا کام کیا۔

ہیوبرٹ کی معزولی

۱۲۳۲ء میں مشہور و مقتدر میر عدل، ہیوبرٹ دی برگ کی معزولی عمل میں آئی رنولف جس کی دلیرانہ کارروائی نے ۱۲۲۹ء میں پاپائی تجاویز کا سدباب کیا، ہیوبرٹ کا دوست نہ تھا۔ وہ نارمن فتوحات کے وقت کے بڑے جاگیرداروں کی آخری یادگار تھا اور ہیوبرٹ کی محنت عملی میں بہت سی باتیں اسے نہایت ناگوار گزرتی تھیں۔ ادھر ۱۲۳۱ء میں پیئر دے روش انگلستان آیا کہ ہینری کو ہیوبرٹ کی معزولی پر آمادہ کرے اور امیر رنولف بھی اس کا ہم آہنگ ہوگیا۔ یوں بھی ہیوبرٹ کے بہت سے دشمن تھے۔ اس کی دولت بعض لوگوں کو طمع دلاتی تھی۔ اس کی شاہ اسکاٹ لینڈ کی بہن سے شادی ہوئی تو بہت سے لوگوں کو حسد پیدا ہوا۔ ایک جماعت قانون و انتظام قائم رکھنے میں اس کی سخت گیری کے باعث دشمن ہوگئی تھی۔ پھر خود بادشاہ کی طبیعت کا یہ میلان اب نمایاں ہوتا جاتا تھا کہ کوئی با اثر مشیر یا وزیر پسند ہی نہ آتے۔ غرض وہ مخالفوں کے کہنے میں آگیا اور ۱۲۳۲ء میں ہیوبرٹ تک بہ یک عہدے سے برطرف کر دیا گیا۔ پھر بہت سے الزامات، جن کی نوعیت اُن الزامات سے ملتی تھی جیسے ہینری ثانی کے عہد میں بیکٹ پر وارد کئے گئے تھے، اس وزیر پر لگائے گئے۔ ہیوبرٹ نے مقدمے سے پہلے ایک گرجا میں پناہ لی مگر بادشاہ نے حذق کھدوا کے رسد بند کردی اور ہیوبرٹ کو مجبوراً اپنے تئیں حوالے کرنا پڑا۔ پھر اس کی بہت کچھ دھن دولت چھین کر اُسے عزت سے قید کر دیا جہاں سے وہ بچ نکلا اور حصول اقتدار کی کوشش کئے بغیر ۱۲۳۴ء میں مرگیا۔ یہ شخص با اثر میران عدل کے سلسلے کی آخری کڑی تھا۔ اس کے بعد اس عہدے کی قدر و منزلت گھٹ گئی جس کا بڑا سبب یہ ہے کہ بادشاہ کے بیرونی مقبوضات باقی نہ رہے تھے، اور زمام حکومت خود اُس کے ہاتھ میں آگئی تھی اور وہ برابر انگلستان ہی میں مقیم رہتا تھا۔ حتیٰ کہ رفتہ رفتہ میر عدل کا نام تاریخ کے اوراق سے غائب ہوگیا اور بڑے عہدہ داروں میں تیمار کی وقعت سب سے زیادہ بڑھ گئی۔

ہینری کی مشکلات

اب بادشاہ نے سب کاروبار خود سنبھالے اور آئندہ ۲۶ برس تک ملک میں اُسی کی بُری حکومت رہی۔ اس بد انتظامی کا ایک سبب تو خود ہینری کی سیرت تھی اور دوسرے یہ کہ ملک کے حالات میں بہت کچھ تبدیلی پیدا ہوچکی تھی

باب چہارم

اور طرز حکومت میں بھی اسی کے مطابق تبدیلی کی ضرورت تھی جس کی ہیری مطلق لیاقت نہ رکھتا تھا۔ ولیم فاتح اور ہیری ثانی کی قوت کا ڈھانچا اُن کی دولتمندی تھی اور یہ دولت کچھ تو شاہی اراضی سے اور کچھ مختلف رسوم و حق اور آخر میں زر سپر دل کی بدولت میسر آئی تھی جسمیں وہ اپنی مرضی سے جب چاہتے، وصول کر لیتے تھے۔ رچرڈ اور جان کی فضول خرچیوں نے اس دولت کا بڑا حصہ برباد کر دیا تھا اور ہر چند مستور اعظم کی دوبارہ اشاعت کے وقت محاصل پر جو قیود عائد کی گئی تھیں، وہ دفعات حذف کر دی گئیں، تاہم عملاً بادشاہ بغیر جاگیرداروں کی اجازت کے اب کوئی محصول وصول نہ کر سکتا تھا اور اسے بارہا تنگدستی ستاتی تھی۔ اس کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ یہ دیسی فوج رکھنا غیر ممکن ہو گیا اور بادشاہ شورش و بغاوت کے سدباب کے لئے بھی خود انگریزوں کی مدد کا محتاج رہ گیا جس کے سبب یہ ہوئے کہ اس کے اقتدار شاہی کا انحصار ہی رائے عامہ پر آ ٹھیرا جیسا کہ اسی زمانے سے بادشاہ کو، زمانۂ حال کے وزیر اعظم کی طرح، اپنے طرفداروں کی ایک مضبوط جماعت قائم رکھنی پڑتی تھی اور ہیری یا اس کے اخلاف کی کامیابی ہی اس پر منحصر تھی کہ قوم کا اُن پر اعتماد رہے اور وہ ایک طاقتور شاہی جماعت مرتب رکھ سکیں۔

تنگدستی کے عام اسباب کے علاوہ، ہیری کے معاملے میں چند اور وجوہ بھی پیدا ہو گئیں یعنی ایک طرف تو غلط مشہور ہو گیا کہ اس کے پاس بہت روپیہ جمع ہے اور دوسری طرف اس کی سادہ مزاجی اور مروت نے ہر قسم کے آفافیوں کی اُسے اسامی بنا دیا اور جن لوگوں کی اپنے وطن میں پرسش نہ تھی، وہ کسب ہیری کے ملک کو خوان نعما سمجھ کر اس کے گرد جمع ہونے لگے حتیٰ کہ کسی نے خود ہیری کے منہ پر کہہ دیا کہ انگلستان تو ٹارٹوئے باغ کی مثال ہو گیا ہے کہ جس رستہ چلتے کا جی چاہے آئے اور میوہ توڑ کے لے جائے۔ اس نکتہ کی مثال یہ ہے کہ ہیوبرٹ کے برطرف ہوتے ہی پیٹر دے روش نے پہلا فائدہ یہ اٹھایا کہ دربار کے سب انگریز ملازموں کو نکال دیا اور ان کی بجائے بریتانی اور پواتو کے لوگ رکھے اور ہر عہدے یا جائداد پر جہاں اس کا ہاتھ پہنچ سکتا تھا اپنے عزیز اور ہموطن بھرتی کرا دئے۔ ان میں سے خود اس کا بھتیجا پیٹر دی ری والیس شاہی محکمۂ اکاخزانچی برج نارتھ کا دارو غہ خانقاہ، شراپ شر کے تمام قلعوں کا قلعہ دار سینڈ اسی صلع اور اسٹری فرڈ شر کا دوامی عامل، اور یارک برک شمر وغیرہ چودہ اضلاع کا وقتاً فوقتاً عامل تھا

باب چہارم

پردیسیوں پر اس قسم کی مفرط عنایتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود اہل انگلستان میں ناراضی پیدا ہوئی کیونکہ جاگیردار خواہ ابھی تک فرانسیسی بولتے ہوں، اب خالص انگریز بن چکے تھے۔ ان مخالفین کا سرگروہ رونلف ہوتا گروہ ۱۲۳۲ء میں مر چکا تھا۔ ولیم مارشل (خرد) بھی زندہ نہ تھا لہذا امرا کی رہنمائی، مارشل کے چھوٹے بھائی رچرڈ مارشل کے حصے میں آئی جو اس وقت امیر ہیم برگ اعلیٰ اوصاف وخصائل سے متصف، عمدہ جنگجو دوربین سیاست داں اور سچا محب وطن تھا۔ اسی کے زیر قیادت جاگیرداروں نے اعلان کیا کہ اگر پیٹر وے روشس اور اس کے آفاقی مشیروں کو علیحدہ نہ کیا گیا تو ہم ایک نئے بادشاہ کا انتخاب کریں گے۔ یہ سن کر ہنری نے جواب میں رچرڈ کو غدار قرار دیا۔ اور جب اس نے مطالبہ کیا کہ میرا مقدمہ برابر والے امیروں میں پیش کیا جائے تو پیٹر نے حقارت سے کہا کہ انگلستان میں کوئی امیر نہیں ہے۔ تب اساقفہ بھی جاگیرداروں کے ساتھ ہو گئے اور ان لوگوں کو خارج از دین قرار دیا جنھوں نے بادشاہ کا دل اپنی اصلی رعایا کی طرف سے پھیر دیا تھا۔ نوبت، خانہ جنگی کی آئی اور اکتوبر ۱۲۳۳ء میں خود بادشاہ کو رچرڈ نے مون متھ پر شکست دی۔ مگر سال آئندہ اس امیر کو دھوکے سے آئرستان بھیج کر مروا دیا گیا۔ تاہم نئے صدر اسقف ایڈمنڈ رچ کے ماتحت جاگیردار اصلاح پر اڑے رہے اور ایڈمنڈ خود بادشاہ کو خارج از دین قرار دینے پر تیار ہو گیا۔ وہ پاپائے روما کا نامزد کردہ تھا اور اس دھمکی سے ہنری کو دبنا پڑا۔ رچرڈ آئرستان میں بستر مرگ پر پڑا تھا جبکہ پیٹر اور اس کے دوست برطرف اور ہیوبرٹ دی برگ کی جاگیریں واگزاشت کر دی گئیں۔

ہنری کی شادی

ہنری کو اب ارسر نو کام شروع کرنے کا موقع تھا لیکن پیٹر اور اس کی الفتوں کے دام حرص واقتدار سے آزادی پائے دیر ہوئی تھی کہ وہ کاسہ لیسوں کی ایک دوسری ٹولی کے نیچے میں پھنس گیا۔ شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ ۱۲۳۶ء میں پروونس کی خوبصورت امیر رادی الیئر سے اس کی شادی ہوئی جس کی تین بہنیں شاہ فرانس، امیر آرتو اور خود ہنری کے چھوٹے بھائی رچرڈ سے بیاہی تھیں۔ یہ بڑی بلند حوصلہ، پُر جذبات اور شوہر کی شیفتہ بی بی تھی اور اپنے شوہر کے ساتھ ازدواجی مسرت وفرکاری کی اس نے مثال قائم کر دکھائی لیکن ظاہر ہے کہ انگریزی معاشرت سے اُسے آگہی نہ تھی اور اپنے شوہر کو ملکی مسائل ومشکلات

مائل جہارم

میں کوئی خاص مدد دے سکتی تھی الینر کے ہمراہ اس کے تین ماموں، ولیم، پیٹر اور بونی فیس بھی آئے جن میں سے ولیم ولانس آئدہ اسقف منتخب ہو چکا تھا۔ ان کے علاوہ پرووانس کے بہت سے بھوکے طفیلی، ہنری کی دولت کے بھوکے افسانے سُن سُن کر جمع ہو گئے اور ہنری کی مروت نے ملک کی آمدنی میں انھیں بھی اتنا ہی بڑا حصہ مرحمت کیا جتنا پہلے پیٹر دے روشن اور یوا تو کے آقاؤں کو دے رکھا تھا۔ چنانچہ ولیم کو اس نے روشن کی جگہ ونچسٹر کا اسقف بنانا چاہا۔ اس کے ایک بھائی پیٹر کو چمنڈ کا رئیس بنا دیا اور ۱۲۴۵ء میں ایڈمنڈ مرچ نے وفات پائی تو بونی فیس کو صدر اسقف کینٹربری مقرر کر دیا۔

ایک اور قصہ یہ ہوا کہ ہنری کی ماں ازابلا نے شاہ جان کے مرنے پر ایسے پرُانے عاشق ہیوو لا مارش سے شادی رچائی اور اب اس سے کئی بیٹے بیٹیوں کی ماں بن گئی تھی۔ ہیو کا لوئی (نہم) شاہ فرانس کے ساتھ جھگڑا ہو گیا تو اس وقت ہر چند انگریز مشیروں نے بادشاہ کو روکا لیکن ہنری براعظم یورپ میں ناموری پانے کے شوق میں سوتیلے باپ کی مدد کو جا پہنچا نتیجہ یہ ہوا کہ تانی بروک اور سینٹ کے معرکوں میں ہنری کی ننگی نا قابلیت کا دنیا نے تماشا دیکھا اور وہاں شکست ہی نہ کھائی بلکہ محض اپنے بھائی رچرڈ کی ہوشیاری کے باعث بچ کر سلامت آسکا۔ ادھر واپس ہوا تو اخیافی بھائی بہنوں کا جُوق، یوا تو کے بھوکے اہل غرض ولیم (ولانسی) غرض خاصی ایک نئی فوج ساتھ آئی اور ان میں سے بعض کو گراں قدر انعام اکرام عطا ہوئے۔ ولیم کو امیر پیمبروک بنا دیا گیا اور ۱۲۵۰ء میں ونچسٹر کا اسقف منتخب ہوا۔ یورپ کی مہم سے ہنری کو اگر واقع میں کوئی فائدہ ہوا تو وہ یہ تھا کہ یوا تو کے دعوے سے وہ قطعاً دست بردار ہو گیا جس کے معاوضے میں گیسن کی امارت مافیا بط اس کو دے دی گئی جو قریب قریب موجودہ گیسن کی کا صلع تھا۔

آخری دشواری یہ کہ ہینری پاپا کا قرضدار ہو گیا۔ جس وقت ۱۲۵۰ء میں شہنشاہ فریڈرک ثانی نے وفات پائی تو اونسنٹ (رابع) نے جیلز اور صقلیہ کا علاقہ اُس کے جانشینوں کے ہاتھ سے نکال لینا چاہا اور ہنری کے بھائی رچرڈ کو ان ریاستوں کی حکومت پیش کی لیکن ستوفی شہنشاہ کو رچرڈ کی بہن بیاہی تھی اور خود اپنے بھانجے کا ورثہ غصب کرنا کسی طرح اُسے گوارا نہ ہوا لیکن چار سال بعد اس بھانجے نے بھی وفات پائی تو ہنری نے اپنے منجھلے بیٹے ایڈمنڈ کے لئے مذکورۂ بالا تجویز قبول کر لی۔ مگر اتنی دُور مہم لے جانے کی

باب چہارم

قابلیت ہوتی تو بھی وہ استطاعت نہ رکھتا تھا اور چونکہ اس تحریر کو کامیاب بنانے کے لئے فوری کام کرنے کی ضرورت تھی، لہذا پاپا نے بلا تاخیر لڑائی چھیڑ دی اور مہم کے تمام مصارف ہیبتی کے حساب میں ڈالے۔ ہینری نے اپنی اخلاقی کمزوری سے یہ مفت کا ڈنڈ قبول کر لیا اور ۱۲۵۶ء تک وہ پاپا کا ایک لاکھ ۳۵ ہزار پونڈ کا مقروض ہو گیا۔ اب ملک کے دوالا نکلنے کی نوبت آگئی تھی اور ہینری کے وطن میں یا باہر کوئی کارنامہ ایسا نہ تھا جسے اتنے مصارف کے مقابلے میں پیش کیا جا سکے۔ انگلستان میں وہ اپنا وزیر اعظم خود تھا۔ ۱۲۴۴ء سے نہ اس نے کوئی خزینہ دار مقرر کیا نہ پیشکار نہ میر عدل بلکہ ان سب عہدہ داروں کا کام معمولی منشیوں سے لیتا رہا اور چونکہ خود تمام کاروبار کو اس طرح چلانے کی کافی لیاقت نہ تھی اس لئے حکومت کی ساری کل جگہ جگہ سے بگڑ گئی بہت سے بادشاہی ملازموں پر فوجی کے فرائض عائد ہوتے تھے کا سبب بھی وہی روپے کی کمی تھی کہ جس کی وجہ سے ان کی تنخواہ نہ ملتی تھی تو وہ بجائے خزانہ سے اپنا اپنا حق وصول کرنے کے انصاف میں بھی بادشاہ کی آئے دن کی فرمائشوں سے [illegible] دھ اس کے قلعہ دار اور پردیسی ملازمان خاص اپنی درازدستی اور [illegible] ہاتھ کر لیتے تھے غرض ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پھر اسٹیفن کے زمانے کی بدنظمی و خانہ جنگی کا اعادہ ہونے والا ہے۔

ان حالات سے لامحالہ بددلی پیدا اور شائع ہوئی لیکن جاگیردار بغیر کسی رہنما کے کچھ کارروائی نہ کر سکے اور صدر اسقف اسٹیفن لینگٹن کے ۱۲۲۸ء میں وفات پانے کے بعد سے کوئی اعلیٰ درجہ کا ایسا شخص نہ اٹھا جو متوفی کی جگہ لیتا۔ امیر کبیر ولیم مارشل کے سب بیٹے (اور ۱۲۳۴ء میں ہیوبرٹ ڈی برگ) مر چکے تھے۔ بادشاہ کا چھوٹا بھائی رچرڈ بہت قابل اور انگریزوں کا ہمدرد تھا اور جاگیرداروں کی جماعت کا سرگروہ ہو سکتا تھا لیکن جب سے ملکہ کی بہن سن کیا سے اس کی شادی ہوئی، وہ منظر عام سے ہٹ گیا اور کسی حد تک پردیسیوں کا طرفدار ہو گیا۔ ۱۲۵۳ء میں روبرٹ گروس ٹیسٹ نے بھی وفات پائی اور صدر اسقف بونی فاس اول تو اکثر انگلستان کے باہر رہتا دوسرے خود پردیسی اور پردیسیوں ہی کا خیر خواہ تھا مگر عملی تدبیر نہ کر سکنے کے باوجود جاگیردار شکوہ و شکایت ضرور کرتے رہے اور مجلس کبیر میں جب بادشاہ اپنی ضرورتوں سے

پارلیمنٹ

مجبوراً بار بار منعقد کرتا رہتا تھا، انھیں دل کے بخار نکالنے کے اکثر موقع مل جاتے تھے۔ اسی مجلس کو رفتہ رفتہ پارلیمنٹ کے نام سے یاد کیا جانے لگا تھا جو دراصل ایک اطالوی لفظ ہے اور سب سے اول اطالیہ کی ایک مجلس کے متعلق استعمال ہوا جسے فریڈرک بار بروسہ نے ۱۱۵۵ء میں منعقد کیا تھا۔ القصہ ۱۲۴۴ء میں امرا و اساقفہ نے ایک اسی قسم کی مجلس میں بادشاہ سے وزیروں کے انتخاب میں رائے دینے کا حق بھی طلب کیا اور ۱۲۴۸ء میں انھوں نے کہ جزیہ دار، پیشکار اور میر عدل کے عالی عہدے برکنار کیے جائیں ۱۲۵۵ء میں دوبارہ یہی استدعا کی گئی۔ بادشاہ نے ان باتوں پر ذرا کان نہ دھرا تاہم اس مطالبے سے معلوم ہوتا ہے کہ فریق اختلاف کو معلوم ہو گیا تھا کہ بادشاہ کے طرز عمل پر اتر آنے کا صحیح راستہ کونسا ہے اور وہ آہستہ آہستہ وزیروں کو قوم کے سامنے جوابدہ بنانے کی تمہید ڈال رہے تھے۔ اس کے علاوہ جب بادشاہ روپے کا عہدہ مطالبہ کرتا تو وہ موقع پاکر منشوروں کی تصدیق کرا لیتے۔ لیکن ہنری بجنہ سے بجنہ عہد و پیمان اور قسموں کے توڑ دینے میں عجیب و غریب طرح کا لوچ دامن گیر رکھتا تھا اور ہر چند ۱۲۵۳ء میں اس سے کہلوایا گیا تھا کہ "خدا کی مدد سے، اگر میں ایک بندۂ خدا، مسیحی، مجاہد، تاجدار بادشاہ جانا جاؤں، تو ان (مواعید) کو ایمانداری کے ساتھ پورا کروں گا اور ان پر قائم رہوں گا" تاہم ۱۲۵۵ء میں وہی مناقشہ جاری رہا اور منشور پھر ضبط و شائع کیے گئے۔

سائمن دی مونٹ فرٹ

آخر کار بارونوں کو آزادیوں کے مقابلے میں جس شخص سے جنگ آزما ہونا پڑا وہ سائمن دی مونٹ فرٹ تھا۔ یہ امیر لیسٹر تھا۔ طرفہ تر یہ کہ وہ جو دیسی آدمی تھا۔ وہ ایسے ہم نام باپ کا بیٹا، اور البی جنوں کے خلاف (جو فرانس کی ہمدرد جنگ میں لڑ چکا تھا۔ اس کا باپ امیر لیسٹر کا بھانجا اور شریک وراثت تھا اور یہ امیر لیسٹر گذشتہ عہد حکومت میں فوت ہوا لیکن انگلستان و فرانس کے تعلقات ایسے کشیدہ تھے کہ سائمن (اگلاں) کو ایسے حق کے لیے دعوی کرنے کی ہمت نہ ہوئی اور وہ جائداد [illegible] اور ادھر سائمن کے بڑے بڑے [illegible] کے قبضے میں رہ جاگیر سے دست بردار ہوئی تھی [illegible]

باب چہارم

امیر لیسٹر تسلیم کرلیا۔ نوجوان امیر قوی الجثہ، مستعد، اور اپنے زمانے کے معیار کے مطابق تعلیم یافتہ آدمی تھا اور باپ کا ممتاز وصف یعنی پُرجوش دینداری بھی اسے ورثے میں ملی تھی۔ اُس کی قابلیت کا اندازہ اِس واقعے سے بخوبی ہوسکتا ہے کہ اپنے عہد کے بہترین اشخاص سے بہت گہرے دوستانہ تعلقات رکھتا تھا، لے تہ ابتدائی زمانے میں یہ امید بمشکل ہوسکتی تھی کہ وہ کسی قومی تحریک کا رہنما ہوجائے گا کیونکہ اول تو یہ دیسی، دوسرے مقابلۃً، نو دولت امیر تھا اور اہل انگلستان کی تائید وحمایت کا بہت کم استحقاق رکھتا تھا چنانچہ فی الواقع اس کے اوصافِ حمیدہ ایک مدت کے بعد لوگوں کو معلوم ہوئے۔

۱۲۳۸ء میں سائمن کی شادی بادشاہ کی بہن اور ولیم مارشل کی بیوہ الیزے ہوئی مگر اس سے سائمن کو کچھ زیادہ فائدہ نہ پہنچ سکا بلکہ بادشاہ اور اس کے بھائی رچرڈ سے اَن بن ہوگئی کہ یہ دونوں اس رشتے کو بہن کے حق میں باعث ہتک سمجھتے تھے۔ ۱۲۴۰ء سے ۱۲۴۲ء تک سائمن ایک صلیبی جنگ میں شریک رہا پھر ۱۲۴۸ء تک وطن میں خاموشی سے زندگی بسر کر رہا تھا کہ گیس کنی کا قلعہ دار یا حاکم بنا دیا گیا۔ اس کی سخت گیری وہاں کے امیروں کی شورہ پشتی کی تاب نہ لاسکتی تھی اور جب انھیں دبانے کی کوشش کی تو وہ بھی ویسا ہی غیر ہر دلعزیز ہوگیا جیسا ایک زمانے میں رچرڈ (شیر دل) بن گیا تھا۔ مقامی رئیس وامیر جو ٹوی ہینری کی حکومت کو ترجیح دیتے تھے، اس کا اصلی سبب یہ تھا کہ ہینری دور رہتا تھا لہٰذا اب جو قانون وضوابط کے شکنجے سخت ہوئے تو وہ سب بگڑ اٹھے اور ہینری سے قلعہ دار کی شکایت کی۔ بادشاہ نے کمزوری سے ان کا ساتھ دیا یا کم سے کم سائمن کی تائید نہ کی اور وہ ۱۲۵۳ء میں عہدے سے دست بردار ہوکر کچھ عرصے بیرونی ممالک میں مصروف سیاحت رہا۔

فرق اختلاف کی سرگروہی

۱۲۵۷ء میں سائمن دوبارہ انگلستان آیا جہاں وہ ولیم (ولانسی) سے مصروف مناقشہ ہوگیا یہی زمانہ ہے جب سے اُس نے ہینری کی بُری حکومت کے خلاف جدوجہد میں ممتاز حصہ لینا شروع کیا۔ وقت بھی اس تحریک کے مساعد تھا۔ بادشاہ سے ہر طبقے میں ناراضی عام ہوگئی تھی۔ اس کا بھائی اور کارنوال کا دولتمند امیر، رچرڈ اسی زمانے میں جرمانیہ گیا اور وہاں

باب چہارم

رومیوں کا بادشاہ منتخب ہوگیا تھا۔ یہاں ہنری پر تنگدستی سوار تھی اور پاپائے روما کے الگ تقاضے ہو رہے تھے کہ فوراً قرضہ ادا کیا جائے اسی موقع پر وہ مجلس (پارلیمنٹ) لندن میں منعقد ہوئی (اپریل ۱۲۵۸ء) جو "مادلی پارلیمنٹ" کہلاتی ہے اور بادشاہ کو سوائے اس کے کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا کہ اپنے تئیں اپنے جاگیرداروں کے ہاتھ میں دے دے۔ چنانچہ حلسے میں یہ طے پایا کہ ۲۴ افراد کی ایک دیلی مجلس مرتب کی جائے جس میں آدھے ارکان منتاہی مجلس شوریٰ کے ہوں اور آدھے جاگیرداروں سے چنے جائیں اور یہ جماعت ضروری اصلاحات کا نفاذ، خصوصاً سیر عدل، پیکار، اور خزینہ دار کا انتخاب کرے۔ ہنری کی طرف سے اس کا مقتضا ہنری امیر کارنوال، اور لوسنیان نام کے تین اخیافی بھائی، دیلی مجلس کے ممتاز رکن تھے اور جاگیرداروں میں گلوسٹر لیسٹر، ہیری فرڈ اور نارفک کے امیر قابل ذکر ہیں۔ ان میں بھی امیر گلوسٹر یعنی رچرڈ کلیر دولت اور عالی خاندانی کے اعتبار سے تمام انگریز جاگیرداروں کا قدرتی سردار تھا۔ اسی کا دادا جان سے منشورِ اعظم پر جبراً دستخط کرانے میں پیش پیش تھا اور خود رچرڈ کو جو تہرت ملی وہ اس کی ذاتی سعتدی کا ثمر تھی۔ غرض اس میں شک نہیں کہ جاگیرداروں میں اس کا اثر سائمن کی نسبت زیادہ تھا"

لندن میں ایک ماہ تک اجلاس کر کے یہ مجلس ملتوی ہوئی، اور کچھ وقفے کے بعد آکسفرڈ میں پھر اس کے جلسے شروع ہوئے۔ اس موقع پر جاگیردار دلیر کی جنگ کے بہانے، جنگی ساز و سامان سے آراستہ ہو کر آئے اور مطالبہ کیا کہ سب شاہی قلعے انگریزوں کے انتظام میں دے دئے جائیں اور جاگیردار لڑکوں کی شادی اہل ملک ہی کے ساتھ کی جایا کرے۔ اسی کے ساتھ انھوں نے جاگیرداری خدمات سے خلاف قانون کام لئے جانے کا، وراثت میں تاخیر اور سربراہی سے ناجائز فائدہ اٹھائے جانے کا شکوہ کیا۔

پردیسیوں کا اخراج

دیلی مجلس نے یہ حکم نافذ کیا کہ تمام قلعے ملتا خیر بادشاہ کے سپرد کر دئے جائیں۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ حکم پردیسی اعضا کے علی الرغم طے کیا گیا تھا اور پردیسیوں کے گروہ نے اسے ماننے سے انکار کیا جن کے رہنما ہنری کے اخیافی بھائی تھے پھر یہ لوگ دربار شاہی سے نکل کے قلعۂ وچسٹر میں قلعہ بند ہوئے اور محاصرے کے باوجود بھی اڑے رہے۔ لیکن ان کی مزاحمت

باب چہارم

بیکار تھی اور جولائی کے ختم سے پہلے وہ سب ملک سے فرار ہو گئے اور صرف ۶ ہزار مارک اپنے ساتھ لے جا سکے۔ ان کے حصہ ہو جانے سے ہینری کو ایک اور موقع ملا کہ دوبارہ ملک کو اپنا بنا لے۔ اور اسی کی منظوری سے "ضوابط آکسفرڈ" کی رو سے جسے بادشاہ

تنظیمات آکسفرڈ

نے منظور کیا ایک جدید طرز حکومت مرتب ہوا۔ دیل مجلس نے طے کیا کہ آیندہ بادشاہ پندرہ افراد کی مستقل بزم شوریٰ سے مشورہ لیا کرے اور یہ اکھی ۲۴ سے براہ راست متحد کئے جائیں۔ نظم و نسق یہ اسی بزم شوریٰ کی نگرانی رہے اور سال میں تین بار وہ ۱۲ جاگیرداروں کی جماعت سے مشاورۃ کیا کرے جو اسی کام کے لئے انتخاب ہوا کریں۔ نئے عہدہ داروں کے لئے بہت ہی موثق قسمیں تجویز کی گئیں اور طے پایا کہ یہ اور عمال صلع صرف ایک سال کے لئے مقرر ہوا کریں اور سال تمام پر ایسا سب حساب پیش کر دیا کریں۔ اور عمال (شرف) بھی آیندہ مدبرانہ انتخاب مقرر کئے جائیں۔ اس پندرہ ارکان کی مجلس بزم شوریٰ کے ممتاز ارکان گلوسٹر، لیسٹر اور مارفک کے امیر تھے اور بارہ جاگیرداروں کی جماعت میں بیلیل کالج کا بانی "جان بے بیل" رئیس ہیری مرڈ اور ہیمول دس چیلنسر قابل ذکر ہیں۔ انتظام ۱۲۵۸ء سے ۱۲۶۳ء تک جاری رہا۔ پندرہ کی رسم شوریٰ سال میں تین بار منتخب شدہ جاگیرداروں سے ملاقات کرتی اور ضروری اصلاحات انجام دیتی رہی۔

اس انتظام میں بڑا حصہ اگر پڑا تو امیر گلوسٹر و لیسٹر کی باہمی رقابت و حسد سے پڑا۔ اصلی وجوہ کا صحیح علم نہیں لیکن عام طور پر یقین کیا جاتا ہے کہ امیر گلوسٹر تو آقاؤں کے ارواح سے پوری طرح مطمئن ہو گیا اور معاملات کو خالص جاگیرداری زاویۂ نگاہ سے دیکھتا تھا لیکن سائمن کی نظر زیادہ وسیع و آزاد تھی اور وہ اس قسم کی اصلاحات کا خواہاں تھا جن سے جبر و استبداد کا آئندہ سدباب ہو جائے خواہ جابر بادشاہوں، آفاقی دخیل کاروں یا ملکی اُمرا۔ اسی سلسلے میں فروری ۱۲۵۹ء میں ایک قرارداد منظور ہوئی جس کی رو سے ۱۵ مشیر اور ۱۲ جاگیرداروں نے عہد کیا کہ ہم اور ہمارے ورثا بھی اپنے زیر دستوں کے ساتھ اکھی قواعد کے پابند رہیں گے جن کا پابند بادشاہ کو اس کے باج گزاروں کے ساتھ بنایا گیا ہے۔ یہ اہل الرائے کے نزدیک امیر سائمن کی خالص جاگیرداری جماعت پر غالب آنے کی دلیل تھی۔ بہرحال ۱۲۶۲ء میں رچرڈ امیر گلوسٹر ہی مر گیا اور اس کا

باب چہارم

جانشس فرزند گلبرٹ اور خود سائمن کی آغوش الفت میں آگرا۔ لیکن اس عرصے میں انتظامی جماعت اور دربار شاہی کے تعلقات میں سخت کشیدگی پیدا ہوگئی۔ ہینری کو سمرے سے یہ حد ضوابط ہی پسند نہ تھے اور پہلے اور دیگرے دو پاپا بھی اُسے قسم کی پابندی سے آزادی کا پروانہ دے چکے تھے۔ اس کشیدگی کا لازمی نتیجہ جنگی کی صورت میں برآمد ہونے والا تھا لیکن اتمام حجت کے لئے جدید تجویزات کے جواز کے متعلق لوئی (دہم) کو حکم قرار دیا گیا جس کی صداقت و لوئی مسلم تھی مگر ظاہر ہے کہ اس معاملے میں وہ صحیح فیصلہ کرنے کی اہلیت نہ رکھتا تھا چنانچہ اس کے فیصلے میں جو "کمۂ امیاں" کے نام سے مشہور ہے ہینری کو ایسی برہم شوریٰ حد متحد کرنے اور پردیسیوں کو ملازم رکھنے کی اجازت تھی اگرچہ (کسی شاہی مشورہ آئمن) اختیار یا عمدہ رواج کی خلاف ورزی کرنا ناجائز قرار دیا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسے فیصلے سے کوئی فریق بھی خوش نہ ہوا۔

بادشاہ اور بزم شوریٰ کی نزاع

ثانی ناکام رہی لڑائی کی نوبت آگئی۔ فریقین کی مقامی اعتبار سے تقسیم کرنا دشوار ہے البتہ اجمالاً کہہ سکتے ہیں کہ شمال کا علاقہ، ڈیون، کارنول اور پہاڑی دیہات یعنی مجلس اصلاح ہینری کے ساتھ تھے۔ وسطی اضلاع میں کچھ لوگ ادھر تھے کچھ اُدھر۔ اور جنوب بیچ بندر، اور لندن یعنی سارا خوشحال علاقہ سائمن ڈی مونٹ فرٹ کا سرگرم حامی تھا۔ قریب قریب ہر جگہ طبقہ متوسط کے لوگ اُس کے پہلو پر نظر آتے تھے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ فقرا کی برادریوں کی دلی تائید اُسے حاصل تھی۔

لارڈ ایڈورڈ

جنگ میں سب سے بڑھ کر "امیر ایڈورڈ" یعنی ہینری کے بڑے بیٹے نے حصہ لیا جس کی عمر اُس وقت ۲۴ سال کی تھی۔ وہ بہت سے طبعی اوصاف سے متصف اور سیاسیات و رزم کا پہلے ہی تجربہ رکھتا تھا۔ ۱۲۵۴ء میں الینور (کاستیلی) سے شادی کے بعد ہی بادشاہ نے اُسے چیسٹر کی جاگیر عطا کر دی تھی جو آئندہ سے بادشاہی جاگیر کا مستقل جزو بن گئی۔ علاوہ ازیں آئرستان گیس کمی، حرائر رودبار اور ویلز کی شاہی اراضی بھی سپرد کر دی تھیں اور یہ بادشاہی علاقے کی سب سے سرکش و شورو یشت رعایا کے مسکن تھے۔ امیر چیسٹر کی حنیف سے نوجوان شہزادے کو خلوا لین رئیس ویلز سے اینگلسی و عبرہ کے پہاڑی علاقوں میں بارہا تیغ آزمائی کے موقع ملے۔ اسی طرح سرحدی جاگیرداروں سے جن کے قبضے میں موجودہ ویلز کا باقی ماندہ علاقہ تھا،

باب چہارم

قیام امن کے لئے سعی کرتے پڑے۔ یہ لوگ قریب قریب خود مختار تھے۔ علیٰ ہذا اہل گیسکنی میں تھوڑا بہت نظم حکومت قائم کرنے میں لڑائیاں پیش آئیں اور کافی مصروفیت رہی دربار سے دور رہنے کے باعث باپ کی غلطیوں میں اس کا کوئی حصہ نہ تھا اور ۱۲۵۸ء میں جب فساد شروع ہوا، تو اختلافی معاملات میں اس کی نظر غیر جانب دارانہ تھی۔ بلکہ جو لوگ تنظیمات کا دائرہ وسیع کرنے کی فکر میں تھے، انھیں توقع تھی کہ ایڈورڈ ان کی تائید کرے گا اور حقیقت میں کچھ مدت تک وہ سائمن کا موید اور گلوسٹر کے خلاف رہا جس نے بادشاہ کو ماحوش کر دیا۔ لیکن کئی اسباب سے ایڈورڈ کی رائے میں تبدیلی واقع ہوئی ۱۲۶۳ء میں گلوسٹر کے نوجوان اور نئے امیر نے ایڈورڈ کا بہ حیثیت ولی عہد سلطنت آداب بجالانے سے انکار کیا۔ اسی سال لندن والوں نے ایڈورڈ کی ماں کی سخت توہین کی جس کے ساتھ اُسے بڑی حقیقتگی تھی۔ اور آخری بات یہ کہ سائمن ایڈورڈ کے پرانے دشمن خلویلن کو اپنی بیٹی بیاہنے پر رضامند ہو گیا۔ غرض خانہ جنگی شروع ہوئی تو ایڈورڈ بادشاہ کی جانب تھا اور اس کا چچا رچرڈ (شاہ رومیاں) اور برادر نسبتی امیر واریں بھی اسی طرف تھے۔

معرکہ و محاکمۂ لیوز

خانہ جنگی کا فیصلہ کن معرکہ ۱۴ مئی (۱۲۶۴ء) کو لیوز میں ہوا جہاں ایڈورڈ کے سپاہی شہر کے شمال میں قلعے کے سامنے صف آرا تھے۔ قلب میں رچرڈ، اور جنوب میں خانقاہ کے سامنے خود ہنری موجود تھا جب کہ سائمن نے ان پر حملہ کیا اور اس کی فوج میں بیشتر لندن کے لوگ تھے۔ ہنری کے مقابلے میں سائمن کے بیٹے آئے گلوسٹر نے رچرڈ کا اور لندنی دستے نے ایڈورڈ کا مقابلہ کیا۔ وہ بہت خوش ہوا کہ اپنی ماں کی توہین کا بدلہ لینے کا موقع ملا اور بڑے جوش سے دشمن پر حملہ آور ہوا۔ لندنی دستہ بھاگا اور ایڈورڈ ان کا بڑی خونخواری سے تعقب کر رہا تھا کہ سائمن کی دوسری فوجوں نے بادشاہی لشکر کو شکست دی۔ خود بادشاہ پکڑا گیا اور رچرڈ نے ایک برج کے کارخانے میں پناہ لی۔ اس شکست نے بادشاہ کی قوت کا خاتمہ کر دیا اور محاکمۂ لیوز کی رُو سے ہنری کو چار و ناچار تنظیمات کی تصدیق۔ صرف انگریز مشیروں کا تقرر اور لیسٹر و گلوسٹر کے امیروں کو معافی کی جملہ شرطیں ماننی پڑیں۔ ایڈورڈ اور بھتیجے ہنری کو اس امر کی ضمانت میں جاگیرداروں کے حوالے کرنا پڑا

ماہ چہارم

کہ سرحدی رئیس آئندہ کوئی فساد نہ اٹھائیں گے۔ دوسرے معاملات آئندہ ثالثی پر ملتوی کر دیئے گئے لیکن ظاہر ہے کہ اس وقت تو سائمن کو کامل علیحدگی اور اس نے اپنے اقتدار سے بہ کام لیا کہ ۱۲۶۵ء کی مشہور و معروف پارلیمنٹ منعقد کی۔

واضح رہے کہ یہ مجلس کئی سال سے رفتہ رفتہ ایک بانی ادارے کی شکل اختیار کر رہی تھی مجلس عقلا نے جب مجلس کبیر کی صورت اختیار کی اور بادشاہی رفقا کی محدود جماعت کی بجائے تمام شاہی زمینداروں کو جب شرکت کا حق حاصل ہو گیا تو اگرچہ عملاً، خاص خاص ہوتوں کے سوا، اس کے جلسے میں جیدہی اشخاص شریک ہوتے تھے۔ تاہم شرکت کے حق سے زمینداروں نے کبھی دست برداری نہیں کی اور مشورہ اعظم کی ایک دفعہ میں جہاں زر بدل اور امدادی رقوم کی منظوری کے لئے بہ طے پایا کہ ایک مجلس منعقد کی جائے گی اور اس میں سا تقد، امرا، بڑے جاگیردار نام بہ نام بلائے جائیں گے وہیں یہ بھی تجویز ہوئی کہ عمال ضلع کے ذریعے چھوٹے جاگیرداروں اور شاہی زمینداروں کو بھی ایک عام دعوت دی جایا کرے گی۔ پہلی کو روبے کی بار بار ضرورت پڑی جس کے لئے بار بار مجلس کا انعقاد ہوا اور ہر دفعہ وہیں ایک محصول مقرر کرنے والی جماعت ہوئی لہذا اس میں چھوٹے جاگیرداروں اور زمینداروں کی شرکت خاص طور پر مفید و ضروری سمجھی جانے لگی۔ اس لئے اور بھی کہ اب جاگیرداروں کے جداگانہ طبقے کے مقابلے میں زمینداروں کی قدر و وقعت بڑھتی جاتی تھی۔ چوتھی اور اجرائے محاصل کی اجلاس شدہ جماعتوں میں کام کرنے کے باعث عام سردار و زمیندار بھی جن بہا سیاسی تجربہ اور سمجھوتوں کی دولت و ضرورت سے صحیح واقفیت حاصل کر چکے تھے اور انتخابی نیابت کے اصول سے بخوبی آشنا ہو گئے تھے۔ جان ہی کے عہد یعنی ۱۲۱۳ء میں بادشاہ نے ہر ضلع سے چار ہوشیار سارز (نائٹ) طلب کئے تھے کہ سلطنت کے معاملات میں مشورہ دیں مگر اس نظیر پر آئندہ عمل نہیں ہوا۔ البتہ ۱۲۵۴ء میں جب بادشاہ گنیس کمی گیا ہوا تھا، تو ملکہ الینر اور رجنڈ (برادر شاہ) نے ہر ضلع سے دو دو مبارز و نیسٹ منسٹر کی مجلس میں طلب کئے اور حکم دیا کہ انھیں پر گنے کے لوگ انتخاب کریں تاکہ ان سے دریافت کیا جائے کہ کس قدر رقم ادا کرنے پر رضامند ہیں۔ ۱۲۶۱ء میں اس طرح کے تین تین اور ۱۲۶۴ء میں

مجلس عقلا کا پارلیمنٹ کا ارتقا

باب چہارم

چار چیدہ سپاہی طلب کئے گئے اگرچہ شہروں کی براہ راست نیابت کا اُس وقت تک کوئی انتظام نہیں ہوا، اور جان کے اس حکم کا کہ عامل شہر کے ساتھ چار چار شہری بھی بلائے جائیں، آیندہ اتباع نہیں ہوا۔

سائمن کی پارلیمنٹ

جنوری ۱۲۶۵ء میں جو پارلیمنٹ طلب کی گئی، وہ صحیح معنی میں بالکل پارلیمنٹ نہ تھی بلکہ محض جاگیردار جماعت کے دو تلایر مشتمل تھی۔ البتہ کلیسا کے معقول معاوت موجود تھے جو اس امر کی دلیل ہے کہ ایل کلیسا سائمن کی حکمت عملی کے پورے طور پر مؤید تھے۔ ہر ضلع کے عامل کو دو دو ہوتیا نائب یا سپاہیوں کے بھیجنے کا حکم بھی دیا گیا تھا اور بعد میں اُن دیہات اور شہروں کو بھی دو دو آدمی بھیجنے کے حکم نامے روانہ کئے گئے جن کی طرف سے سائمن کو اطمینان نہ تھا۔ ان تمام بے ضابطگیوں کے باوجود، یہ مجلس، پارلیمنٹ کی تاریخ اور نقابس ایک یادگار زمانے کا آغاز کرتی ہے۔ اور قصبات اور شہروں کو جداگانہ نیابت کا جو حق اس موقع پر ملا، وہ پھر کبھی فراموش نہ ہونے پایا۔

بہر حال، اس طرح جو مجلس مرتب ہوئی، اس کا جمعہ ۱۴ مئی ۱۲۶۵ء میں اجلاس ہوا اور محاکمہ کمیونز کے انتظامات کی تکمیل عمل میں آئی۔ مگر سائمن کے اقتدار میں ابھی سے اضمحلال کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔ نہایت قابل ہونے کے باوصف، یہ نامور امیر ایسا شخص نہ تھا کہ دوسرے لوگ اس کے ساتھ مل کر کام کر سکیں۔ وہ شخصی اغراض کے الزام سے بھی کبھی برات نہ حاصل کر سکا اور ادھر اس کے مینوں کی وحشت و سفاکی اُس کی شہرت پر اچھا اثر نہ ڈال سکی۔ علاوہ ازیں، اب اس کا مقابلہ ہینری کی بجائے زیادہ تر نوجوان شہزادے، ایڈورڈ سے آپڑا جو ثابت کر چکا تھا کہ اُس میں قومی جماعت مرتب کرنے کی قابلیت کے علاوہ، باموقع سازباز کرنے کا بھی سلیقہ موجود ہے۔ ادھر جاگیردار جماعت میں نااتفاقی پیدا ہوئی اور اُس کے ٹوٹنے کی پہلی قطعی علامت یہ تھی کہ سائمن اور نوجوان امیر گلوسٹر میں جھگڑا ہو گیا۔ گلوسٹر کا بیٹا یہ جتا کر کہ خود سائمن آفاتی ہے، سرحد کی طرف ٹل گیا اور مورٹمر اور دوسرے خاندانوں وغیرہ کے ساتھ مل گیا جو سائمن کے حلیف خلوائیلین سے برابر مصروف جنگ و پیکار رہتے تھے

سائمن کے اقتدار کو دوسرا صدمہ ایڈورڈ کے نکل بھاگنے سے پہنچا۔ یہ شہزادہ امیر گلوسٹر کے

باب چہارم

ایڈورڈ کی فراری اور فتح

بھائی ٹامس (کلیر) کی جراست میں کھنا اور اُسی کے اعماص سے اس نے مخلصی حاصل کی اور گلوسٹر سے قول قرار کر کے، اُسے سائمن کے گروہ سے الگ کر لیا۔ شہزادے پر رعیت لیسٹر کی حمایت کا الزام تھا، اس کی تردید اور اپنی صفائی میں اُس نے حلف اٹھایا کہ اگر میں کامیاب ہوا تو اچھے قوانین قائم، اور بُرے رواج دُور کر دوں گا۔ پردیسی اغیار نکال دیے جائینگے اور انگلستان پر انگریزوں ہی کے ذریعے حکومت ہوگی۔ چنانچہ فی الواقع اس حکمت عملی پر وہ برابر قائم رہا۔ ایڈورڈ اور گلوسٹر کے اتحاد کی خبر نے جاگیرداری جماعت کو پوری طرح تتر بتر کر دیا اُن کے جھنڈے کے نیچے ایک طاقتور لشکر جمع ہو گیا اور ادھر سائمن کے پہلو پر اس کے بیٹوں اور ذاتی رفیقوں کے علاوہ کوئی ثابت قدم نہ رہا۔ پھر اس کم تعداد گروہ کو بھی ایڈورڈ کی جنگی تدابیر نے یک جا ہونے کا موقع نہ دیا اور ایک ایک کر کے سب کو شکست دی۔ یعنی سائمن کے بیٹے پر تو کیسل ورتھ میں تباہی آئی اور خود امیر سائمن ایو یشم میں گھر کے مارا گیا۔ یہ جنگ یک طرفہ تھی پھر بھی اس سے ایڈورڈ کی مہارت اور یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس نے لیوز کی شکست سے جو سبق لیا تھا، اسے یاد رکھا۔

لیکن ایڈورڈ فتح کے جوش میں بزرگ ولیم مارشل کا یہ قول بھول گیا کہ ہنگامی صلح، امن دسکوں کی بہتر ہے۔ بلکہ ونسٹر میں مجلس منعقد کر کے باد شاہی جماعت نے مخالفین کی ساری زمینیں ضبط کر لیں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ لڑائی میں طوالت پیدا ہو گئی اور، مرحوم شدہ جاگیردار، کیسل ورتھ، جزیرہ انجس ہولم اور ایلی میں جان سے ہاتھ دھو کر نبرد آزما ہوئے۔ آخر شاہ لیسٹر دل نے عقل سے کام لیا اور **فیصلہ کیسل ورتھ** کی رو سے ایڈورڈ رضامند ہو گیا کہ اگر باغی پانچ سال کی مالگذاری کے برابر جرمانہ ادا کر دیں تو اُن کی زمینیں انھیں کے پاس رہیں۔ خلوائیلن سے بھی بہت فیاضانہ شرطیں کی گئیں اور کامل امن قائم ہو گیا۔

خوش نصیبی سے ایڈورڈ ایسے باپ سے بالکل مختلف مزاج کا آدمی تھا اور اس پر آشوب عہد کے واقعات سے اس نے بہت کچھ سیکھا۔ اور اسی کی بدولت امیر سائمن کے سیاسی مقاصد میں سے وہ جزو محفوظ رہا جو پائدار قدر و قیمت رکھتا تھا۔ آئندہ سے ہم منہ چڑھے پردیسیوں کا کوئی جمعڑ دربار انگلستان میں چھایا ہوا نہیں سنتے۔ دوسرے

باب چہارم

جاگیر داروں کی جنگ نے بابا کی سیادت اور حق مداخلت کا بھی خاتمہ کر دیا اور آخری بات یہ کہ اب انگریز اہل الرائے کا نصف العین ہی یہ ہو گیا کہ جہاں تک ممکن ہو ساری قوم کی نیابت کرنے والی اسمبلی یا پارلیمنٹ یا مجلس ملکی مرتب کی جائے کہ تنہا ہی وزرا اس کے سامنے جوابدہ ہوں ۱۲۶۷ء میں بہ مقام مارل برو جو مجلس منعقد کی گئی اُس میں اس نئے اصول عمل کا تجربی اجرا کر دیا گیا جبکہ ۱۲۵۸ء کی تنظیمات مستقل آئین کی صورت میں تو انہیں ملک کا جزو نہ بنا لی گئیں۔

امن و ملی کی ان تدابیر سے ملک میں خلد امی بھی ہو گئی اور ہنری کے آخری سیں حکومت ظاہراً بڑی خوش حالی کے گزرے۔ اسی کامل اطمینان کا سبب تھا کہ ایڈورڈ نے ۱۲۶۸ء میں صلیب اٹھائی اور ۱۲۷۰ء میں ملک سے باہر مشرق کی مہم پر جانے کی جرأت کر سکا۔ وہ ابھی جہار مس میں تھا، اسے وقت بھیجا کہ لڑکی ہم اسی ہالے میں فوت ہوا تھا بھر صفلیہ اور فرانس ہوتا ہوا عکے آ جائے اُس وقت تک مسلمان فتح نہ کر سکے تھے۔ مشرق و مغرب کی تجارت کا مرکز ہونے کے لحاظ سے عکہ بڑی تجارتی اہمیت رکھتا تھا اور ایڈورڈ یہاں کئی مہینے ٹھیرا رہا لیکن کوئی خاص فوجی کارنامہ نہ دکھا سکا اور اس کے صلیبی جنگ میں شرکت کا کوئی قابل ذکر واقعہ سوائے اس کے نہیں ہے کہ ایک بار کسی فدائی نے زہر بجھا خنجر اُس کے مارا اور وہ مرنے سے بال بال بچ سکا۔ عکے سے وہ ۱۲۷۲ء میں صفلیہ آیا اپنے باپ ہنری کے مرنے کی خبر یہیں اُسے ملی جسے سنتے ہی وہ انگلستان روانہ ہو گیا۔

مشہور سنین

معرکہ لنکن	۱۲۱۷ء
اضلاع کے نائب پہلی مرتبہ طلب کیے جاتے ہیں	۱۲۵۴ء
آکسفرڈ کی پارلیمنٹ	۱۲۵۸ء
معرکہ لیوز	۱۲۶۴ء
سائمن کی مجلس میں اہل شہر دیہات کی شرکت	۱۲۶۵ء
معرکہ ایولیتم	۱۲۶۵ء

جزو چہارم

متاخرین شاہان آنژوی

متاخرین شاہانِ آنژوی

سنہ ۱۲۷۲ تا سنہ ۱۳۹۹ء

ہینری ثالث

سنہ ۱۲۱۶ تا سنہ ۱۲۷۲

ایڈورڈ اول - ازدواج با - الینور (کیسٹائل کی) سنہ ۱۲۷۲ تا سنہ ۱۳۰۷ء (۲) مارگریٹ (فرانسیسی)

مارگریٹ (روحہ الگزنڈر سوم - تاہ اسکاٹ لینڈ)

ایڈمنڈ (امیر لنکاسٹر)

ایڈورڈ ثانی سنہ ۱۳۰۷ تا سنہ ۱۳۲۷ (ازدواج با ازابلا (فرانسیسی) ایڈورڈ ثالث - ازدواج با فلیپا - سنہ ۱۳۲۷ء سنہ ۱۳۷۷ء

ایڈمنڈ امرکمسٹ (مقتول) جوآن (زوجہ (۱) ہولینڈ (۲) شہزادہ اسود

ٹامس ہیری (ہیری شہزادہ ویلز کامرٹر) بلانش (روحہ جوآن امیر گوسٹ)

ایڈورڈ شہزادہ اسود رچرڈ ثانی سنہ ۱۳۷۷ تا سنہ ۱۳۹۹

لائول شہزادہ کلیئرنس فلیپا (زوجہ ایڈمنڈ مورٹمر) روحہ امیر مارچ

جون آف گونٹ (شہزادہ یارک)

ایڈمنڈ

ٹامس (شہزادہ گلوسٹر)

ہینری چہارم سنہ ۱۳۹۹ تا سنہ ۱۴۱۳ء

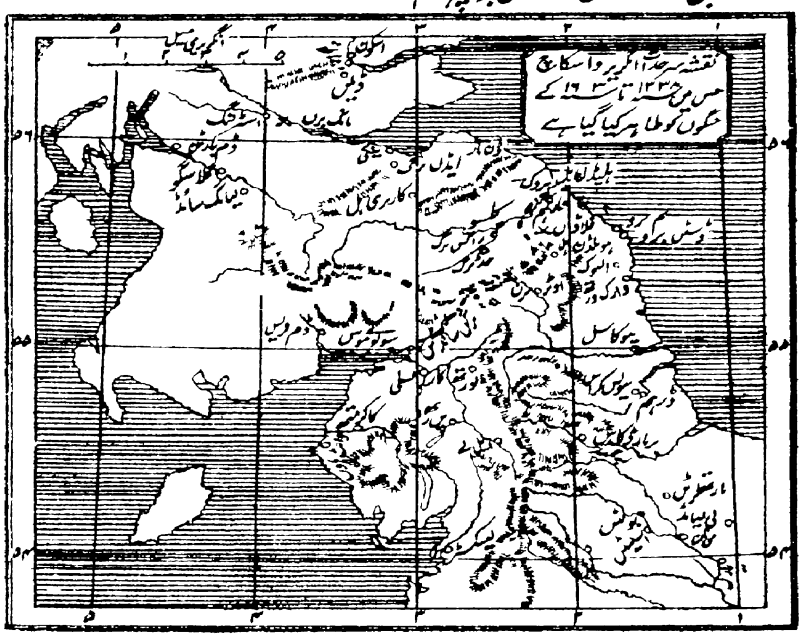

مقابل صفحہ ۲۶۵

باب اول

ایڈورڈ اول ۔ ۱۲۷۲ء تا ۱۳۰۷ء

ولادت: ۱۲۳۹ء ۔ ازدواج { (۱) الیبر دکاستیلی (۲) مارگریٹ (فرانسیسی)

معاصرین: الگزنڈر ثالث ۔ ۔ ۔ ۔ شاہ اسکاٹ لینڈ

فلپ (رابع) ۔ ۔ ۔ ۔ شاہ فرانس

بونی فاسس ثامن ۔ ۔ ۔ ۔ پاپائے روما

اعلان بادشاہی ہنیری نے سولھویں نومبر ۱۲۷۲ء کو وفات پائی اور ۲۰ نومبر کے دن ملک کے عمائد و امرائے صدر اسقف یارک اور صدر اعظم والٹری مرٹن (جو آکسفرڈ کے مرٹن کالج کا بانی ہوا ہے) رہمائی میں ایڈورڈ کی اطاعت کا حلف اٹھایا۔ وہ عود وطن سے باہر تھا اور تاج پوشی کی رسم بھی واپسی سے پہلے ادا ہیں ہوئی لیکن قانون داں اشخاص اس کا عہد حکومت اسی اقرار اطاعت کے دن سے محسوب کرتے ہیں حالانکہ سناہان ماسبق کے معاملے میں بادشاہی کا آغاز تاج پوشی کی تاریخ سے تسلیم کیا جاتا تھا۔ یہ فرق بھی اس خیال کی تائید و تصدیق

باب اول

کرتا تھا کہ انگلستان میں بادشاہی انتخابی کی بجائے موروثی ہوگئی ہے۔ اسی خیال کو حوالی دو ملک میں پھیلا جاتا تھا، فرانسیسی کی اس کہاوت میں بڑی جامعیت سے ادا کیا گیا ہے کہ "بادشاہ مُردہ۔ بادشاہ زندہ باد" مگر انگلستان میں اس کو جدید تحمیل کو پوری طرح ایڈورڈ (رابع) سے پہلے سند قبول حاصل نہیں ہوئی۔ البتہ شاہ موصوف کے عہد سے تسلیم کر لیا گیا کہ ایک بادشاہ کی موت اور دوسرے کی جانشینی کے درمیان کوئی خالی وقفہ نہیں رہنا چاہئے۔

واضح رہے کہ ایڈورڈ کی جو خصلت سے اس کے ہم وطن بخوبی واقف تھے بادشاہی کی جیسی عمدہ تعلیم و تربیت اسے ملی ایسی بہت کم بادشاہوں کو میسر آتی ہے اور اس کی مثال دراصل اس رائے کی عام طرح مصداق ہے کہ بہترین حکمران عموماً وہی ہوتے ہیں جنھیں رعایا رہنے کا سب سے زیادہ تجربہ حاصل ہوا ہو۔ ایڈورڈ کی عمر اب ۳۳ سال کی تھی۔ نوجوانی کے بیقید جوش کا زمانہ گزر چکا تھا اور اس کی بجائے اب وہ ایسا ضابط آدمی ہوگیا تھا کہ آخر زمانے میں یہی وصف اس کے مزاج کی خصوصیت بن گیا جسے دیکھکر حیرت ہوتی ہے۔ ویلز، گیس کنی یا جاگیرداروں کی جنگ کے زمانے میں اور نیز مشرق میں جہاں کہیں معاملات ملکی سے اسے سابقہ پڑا، وہاں اس نے حکومت کی قابلیت بڑھائی اور یہ سراغ لگانا غیر ممکن نہیں کہ اسی شہزادگی کے زمانے کے تجربے تھے جن سے وہ حالات پیدا ہوئے جو آیندہ اس کی بادشاہی کے اصول عمل کی بنیاد بنے۔ ملکی یا سیاسی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہ تھا جس سے اسے دلچسپی نہ ہو۔ نیابتی اداروں کی ارتقا کے مسائل ہوں، عدالتوں کی تنظیم ہو۔ ویلز، گیس کنی، اسکاٹ لینڈ کا معاملہ ہو یا ممالک خارجہ سے "ہمارے معاملات" کے وسیع و پیچیدہ مسائل ہوں جو اس کے زمانے میں پیش آئے ہم اسے ہر موقع پر ویسا ہی عمدہ معاملہ فہم اور جزئیات پر ہمہ تن گوش پاتے ہیں اور اسی کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہر معاملے میں اپنے اور وطن کے حقوق کے لئے جواز قانونی کی آخری حد تک لڑنے کا کامل تہیہ اور مصمم ارادہ رکھتا تھا۔

ایڈورڈ اوّل کے خصائل

[illegible]

باب اول

متقبہ رہتا تھا۔ ایڈورڈ اس تنگ دلی میں مبتلا نہ تھا اور اسی لئے ہمیشہ اچھے عہدہ داروں کی خدمات سے بہرہ مند رہا۔ کم سے کم وہ امیر وزیر جس کا ذاتی طور پر بادشاہ سے تعلق تھا، نہایت لائق تھے۔ عام سیاسی امور میں ایڈورڈ سب سے زیادہ اپنے بھائی ایڈمنڈ (امیر لنکاسٹر) عمزاد بھائی ایڈمنڈ (امیر کورن ول) اور بھانجے، جان (امیر برتانی) پر سب سے بڑھکر اعتماد کرتا تھا۔ اس کے قابل ترین سپہ سالار ہنیری ڈی لاسی (امیر لنکن) اور امیر وارین تھے۔ انتظامی اور قانون داں عہدہ داروں کے نام یہ ہیں اس کا پیشکار روبرٹ برنل (اسقف باتھ و ولز) خزانہ دار، کرک بی (اسقف ایلی) اور آخر زمانے کے مشیر ابن تھونی بیک (اسقف ورہم) اور وائرلینگ ٹن (اسقف لچ فیلڈ)

ایڈورڈ کی مراجعت

منقلبہ سے نابا دشاہ رم بر م منزلیں طے کرتا ہوا انگلستان روانہ ہوا اور اطالیہ، فرانس اور گیئن میں کچھ وقت گزارنے کے بعد انگلستان آیا۔ اطالیہ میں اپنے دوست گریگوری (دہم) یا پائے روسہ سے ملاقات کی جس سے فلسطین میں تعارف ہوا تھا۔ پھر پیڈوا اور میلان سے گزرا اور اس کی شہرت و حکمرانی کے باعث لوگوں نے ان شہروں میں اس کا شاندار استقبال کیا۔ درہ سینس کے راستے کوہ الپس اُتر کر، برگنڈی کو طے کرتا ہوا وہ فلپ شاہ فرانس کے دربار میں پہنچا۔ سالوں کے مقام پر جید وانسینی بانکوں نے اسے اور ساتھ والوں کو رہ آرمانی کی۔ عوت۔ ی اور ایڈورڈ جو ایسے سپاہیانہ مشاغل کا دلدادہ تھا، بخوشی تیار ہوگیا۔ لیکن یہ مقابلہ آگے چل کے سکیں معاملہ ثابت ہوا اور فرانسیسی تلوار کے بجائے تلواریں لیں یا گھوڑے سے اُتروا دینے کے لئے نہیں بلکہ جان لینے کے لئے لڑنے لگے۔ تب بمشکل لڑ بھڑ کر ایڈورڈ نے اس معرکے میں کامیابی پائی جسے بہت دن تک "سالوں کی جنگِ صغیر" کہتے رہے اگرچہ اس میں بھی کئی جانیں ضائع ہوئیں۔

فلپ بالت کے ساتھ جو رشتے میں اس کا خالہ زاد بھائی ہوتا تھا، ایڈورڈ کو بہت سے ملکی مسائل طے کرنے تھے۔ جب سے فلپ اگسٹس نے جان سے فرانسیسی مقبوضات لیے، اس وقت سے باقی ماندہ اضلاع کی حیثیت

باب دوم

گیئن کا معاملہ نہایت مبہم ہوگئی اور ہنری ثالث اور لوئی (نہم) کوشش کے باوجود ان سیاسی مشکلات کا کوئی دیرپا حل نہ تجویز کر سکے ۱۲۵۹ء کے عہدنامہ پیرس کی رو سے ہنری نے نارمنڈی، انجو اور پوار کے حق حکومت سے دست برداری لکھ دی اور عوض میں جنوبی فرانس کا کچھ علاقہ اسے مل گیا تھا۔ لیکن اس معاہدے پر پوری طرح عمل کی نوبت نہیں آئی اور اسی لئے امیر اکوئی ئیں کی حیثیت سے ایڈورڈ دربار فرانس میں حاضر ہوا اور تسلیم بجا لایا تو اس نے صاف کہدیا کہ یہ اظہار اطاعت "ان سب علاقوں کے واسطے ہے جو ازروے حق میری ملکیت ہونے چاہئیں" اگرچہ اس فقرے پر بعد میں قانون داں اشخاص بہت کچھ الجھتے رہے کہ ایڈورڈ کا اصلی مطلب کیا تھا؟ آخر ۱۲۷۹ء میں جاکر یہ مسئلہ قطعی طور پر طے ہوا جب کہ ایڈورڈ اور اس کی بیگم الیرے پونتھیو کی جاگیر پر قبضہ حاصل کیا جو الیر کے حصے میں آئی تھی اور اسی موقع پر فلپ نے بہت سا متنازعہ فیہ علاقہ واپس دے دیا اور ایڈورڈ نے بھری دعاوی سے دست بردار ہوگیا۔ مگر ان بادشاہوں کے تعلقات میں شگفتگی اسی وقت تک رہی جب تک فلپ (ایڈورڈ کی خالہ) مارگریٹ پر والسی کے اثر میں رہا اور بعد میں جب فلپ کا مشیر خاص چارلس دآنژوی) بہائجو ایڈورڈ کا دشمن تھا تو ان میں باہم ناچاقی تک کی نوبت آگئی۔ ۱۲۸۵ء میں چارلس نے وفات پائی اور کئی سال تک انگلستان و فرانس کے تعلقات درست ہوگئے۔ ان سنین میں ایڈورڈ نے فرانس، آراگون، کاسٹیل کے بادشاہوں اور تہنشاہ کے سیاسی معاملات اور نامہ و پیام میں جو حصہ لیا، اُن سے ممالک یورپ میں اس کی بڑی شہرت ہوئی لیکن بجائے خود یہ معاملات انگلستان کی تاریخ سے براہ راست کوئی تعلق نہیں رکھتے۔

فرانس سے ایڈورڈ گیئن آیا اور وہاں اس حکمت عملی کی بنیاد ڈالی جو باقی تمام عہد حکومت میں معمول بہا رہی۔ اس نے تاڑ لیا تھا کہ بڑے جاگیرداروں کی تو، ۵ لیشتی اور قدیم شہروں کی آزادہ روی جو چرٹر اول اور سائمن (ڈی مونٹ فرٹ) کے بھی قابو میں نہ آسکی تھی، اسے اعتدال پر لانے کی بہتر یں صورت یہ ہے کہ تجارت بیشہ گروہ کو ترقی دی جائے کیونکہ ان کی تجارت شراب کا فروغ بہت کچھ انگلستان کے ساتھ

باب اول

تعلق قائم رہنے پر منحصر تھا۔ اسی مقصد سے ایڈورڈ نے اہل تجارت کی ہر طرح ہمت بڑھائی اور پرانے قصبوں اور جاگیرداروں پر قابو رکھنے کی غرض سے کئی نئے قصبے اور "بروج" بھی تعمیر کئے جہاں متوسط طبقے کے لوگ جوق در جوق سے آ کے بس گئے اور قیام امن و انتظام کی تدابیر میں بہت اچھے معین و مددگار ثابت ہوئے۔ اس حکمت عملی کی کامیابی کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ یا تو گیئن اس کے مقبوضات میں سب سے بڑھکر پُرتشورش علاقہ تھا اور یا آئندہ اس کے نظم و نسق میں اتنی دشواری نہ رہی اور اسی کے ساتھ یہاں کی تجارت میں انگریزوں کی سرگرمی کے لئے ایک نہایت پُرمنفعت راہ کھل آئی۔

روہ بار عبور کرنے سے قبل، ایڈورڈ نے اسی رعایا کے واسطے ایک اور مفید کام بھی انجام دیا جس سے اُن کے کاروبار میں، سسٹرسی اور کلیرنی راہبوں کی بدولت (جنھوں نے جاگاہوں کا بہت بہتر انتظام کیا تھا) ترقی ہوئی، اُس وقت سے امرائے فلینڈرس اور تاجران انگلستان کے باہمی تعلقات میں بڑی اہمیت پیدا ہو گئی تھی۔ تیرھویں صدی سے لے کے ندرلینڈز کے لوگوں نے فلپ ثانی کے جبر و استبداد کے خلاف بغاوت کے زمانے تک زیادہ تر فلیمنگی قصبات ہی میں وسیع پیمانے پر کپڑا تیار ہوا کرتا تھا لہٰذا انگریز اُون فروشوں کی خوشحالی اس پر منحصر تھی کہ اُن میں اور کپڑا تیار کرنے والوں جو انگریزی اُون کے خریدار تھے، بے روک ٹوک دیں ہوتا رہے۔ فلینڈرس کے حکمراں بیگم کے طرز عمل سے اس لیس دیں میں کچھ مدت سے خلل واقع ہو گیا تھا لیکن ایڈورڈ نے بوجوہ امیر فلینڈرس سے دوستانہ معاہدہ کر لیا اور اسی موقع پر جو اتحاد قائم ہوا تھا وہ سولھویں صدی کے اخیر تک انگلستان کی خارجی سیاسیات کے سب سے اہم اجزا میں شمار ہوتا رہا۔

ایڈورڈ کا موازنہ ہنری ثانی سے

اگست ۱۲۷۴ء میں ایڈورڈ ساحل انگلستان پر اُترا اور کام کی سرگرمی اور ویرانتائج کے اعتبار سے انگلستان نے کسی بادشاہ کے عہد سے، اُس کی حکومت کے آئندہ تینتیس ۳۳ برس کا موازنہ کیا جا سکتا ہے۔ کئی لحاظ سے ایڈورڈ کی حکمت عملی ہنری ثانی کا زمانہ یاد دلاتی ہے۔

باب اول

ہنبری نے جن کا آغاز کیا تھا۔ ایڈورڈ نے انھیں جاری رکھا اور حالات زمانہ کے مطابق تجدید کی۔ دونوں بلا کے فعّال محتی تھے اور حسن انتظام کا دونوں کو یکساں خیال تھا۔ لیکن دونوں کے کام کے ماحول میں بڑا دلچسپ فرق پایا جاتا ہے۔ مثلاً ہنیری کو تو بار بار طویل مدّت کے لئے واپس جانا پڑا تھا اور انگلستان کے معاملات سے لامحالہ اس کی توجّہ ہٹ جاتی تھی، لیکن ایڈورڈ مجموعی طور پر امور ملکی میں اپنی پوری توجّہ صرف کر سکتا تھا۔ دوسرے ہنیری کو تو اپنی اصلاحات گویا جبراً نافذ کرنی پڑیں اور اس میں قریب قریب تنہا، اپنے تمام امیروں سے معاملہ پیش آیا بخلاف اس کے، ایڈورڈ کو عموماً امیروں کے ہم آہنگ بنائے رکھنے کا موقع میسّر آیا۔ یہ باتیں تو ایڈورڈ کے مفید مطلب تھیں۔ لیکن دوسری طرف نظر کیجئے تو ایک تو اسے مالی دقتیں ہنیری سے زیادہ پیش آئیں کہ باپ کے قرضے ہی ابھی تک نہ بٹے تھے اور شاہی اراضی کم اور اُن کی آمدنی قلیل تر ہو گئی تھی۔ ذاتی کفایت شعاری کے باوجود جو کام اس نے اٹھائے وہ کسی طرح مصارف میں کمی کرنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس بارے میں اسے کچھ زمانہ فکر و تردّد ہی میں کاٹنا پڑا۔ البتہ اس تنگدستی سے یہ فائدہ ضرور ہوا کہ ایڈورڈ کے بخوبی ذہن نشین ہو گیا کہ رعایا کی تھیلی کا منہ اسی وقت کھل سکتا ہے جب کہ بادشاہ کی حکمت عملی میں محرم راز اور شریک کار بنا لی جائے۔ یہ سبق اسے شہزادگی کے زمانے میں مل چکا تھا اب اُس کی مزید توثیق ہوئی جیسا کہ اُس کے بار بار بیابتی مجلسیں منعقد کرنے اور دربار و رعایا کے مجموعی تعلقات دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ یہ کہنا کچھ مبالغہ آمیز نہ ہوگا کہ ایڈورڈ نے ہی پارلیمنٹ کو گویا اپنا معتمد علیہ بنایا اور نظم و نسق میں اس کی سچی شرکت سے مستفید ہوا حالانکہ شاہان ماسبق ایسی مجلس کو مفت کی زحمت یا زیادہ سے زیادہ محض روپیہ وصول کرنے کا ایک ذریعہ سمجھتے تھے۔ علاوہ ازیں ایڈورڈ کا ملکی نظم و نسق بھی بہت سے ایسے جدید آئین مرتب ہونے کی بنا پر امتیاز رکھتا ہے جن میں ہر ممکن تشریعی موضوع داخل ہے۔ بالائی طور پر اس کے اصول عمل کی بنیاد اس خواہش پر تھی کہ جملہ برطانی جزائر متحد اور ایک چھتر کے نیچے آجائیں۔ پہلی قسم کی سرگرمی پورے عہد حکومت میں جاری رہی

باب ۱۲

دوسری کا ظہور وارلقا جب جیسا جیسا موقع پیش آتا رہا اس کے مطابق ہوا۔

تیرھویں صدی میں بہت کچھ قانون ساری ہوی۔ بولونا کے مدرسہ قوانین کا دائرہ اثر آگے بڑھا کہ یورپ کے ہر مرکز حکومت میں قانون داں نظر آنے لگے۔ یہ گروہ قوانین رومہ کی صحیح اور معیّن تعریفات کی تعلیم پاکر، یورپ کے جاگیرداری طور طریق کو نفرت سے دیکھتا تھا جس میں قاعدے قانون کی کوئی حد بندی نہ پائی جاتی تھی۔ عرص ایڈورڈ کا قوانین انگلستان کو باضابطہ نظام کی صورت میں مدوّن کرنے کی کوشش کرنا، دراصل ایک عام اور ترقی پذیر تحریک کا جزو تھا جس میں اس کے دوخالو، شہنشاہ فریڈرک اور لوی نہم، نیز برادر نسبتی الفانسو وامیر کاستیل، تریک وسہیم تھے۔ مگر ایسی اصلاحات قانون کی بادشاہ زیادہ سے زیادہ رہنمائی کرسکتے ہیں جدید قوانین بنانا اُن کے بس کی بات نہیں ہوتی اسی لئے ایڈورڈ جو "انگلستان کا جسٹی نین" کہلاتا ہے، اس کے کارنامے میں اصلی تحسین کا مستحق غالباً روبرٹ برنل کو قرار دینا چاہئے۔ بہرحال، ان سب قوانین کو جو ایڈورڈ کے عہد میں وضع ہوئے، بیان کرنا تو ناممکن ہے البتہ قانون اوقاف، آئین وکیٹر وغیرہ بعض کا ذکر ناضروری ہے جن سے دیرپا نتائج برآمد ہوئے۔

قانون اوقاف سب سے اوّل آئین یا قانون اوقاف ("مورٹ مین") ہے۔ "مورٹ مین" کی لاطینی اصطلاح کے معنی دست مُردہ کے ہیں جس کی مٹھی ڈھیلی نہ ہوسکے۔ استعارۃً اسے مذہبی یا غیر مذہبی انجمنوں کی املاک پر استعمال کرتے کہ ان کا قبضہ دائمی رہتا تھا۔ صاحبانِ اوقاف جاگیرداری فرائض کو بجالانے میں عموماً کوتاہی کرتے تھے اور رسوم وجبوب، ازدواج وغیرہ کے نذرانوں سے بھی مستثنیٰ ہوتے تھے۔ نتیجہ یہ کہ وقف زمینوں کے اصلی مالک یعنی موضع دار اور آخر میں بادشاہ کو نقصان پہنچتا تھا۔ ظاہر ہے اس نقصان کے زیادہ تر ذمہ دار تو اہل کلیسا ہوتے جنھیں دعائے مغفرت کے عوض میں پس ماندہ وارث برابر رقمیں بطور وقف دیتے رہتے تھے اور یہ شکایت تو ہینڈ کے وقت سے ہی سنی جانے لگی تھی لیکن سسٹرسی اور صلیبی فرقوں کی غیر معمولی ترقی نے اسے خاص طور پر قابل توجہ بنادیا۔ دوسرے، آخر آخر میں زمینداروں نے مالگزاری اور جاگیرداری کے

باب اول

مطالبات سے بچنے کی ایک تدبیر نکالی کے اپنی زمین کسی مذہبی فرقے کے حوالے کر دیتے اور پھر اسے بہت نرم شرطوں پر واپس لے لیتے تھے۔ غرض بادشاہ اور شاہی جاگیر دار سب چاہتے تھے کہ اس طریقے کو مسدود کیا جائے۔ ۱۲۷۹ء میں صدر اسقف پیکھم کی صدارت میں ایک کلیسائی مجلس منعقد ہوئی اور اُس نے ولیری سے تمام اشخاص کو جو منشور اعظم کی پابندی نہ کریں یا کلیسائی عدالتوں کے احکام میں رخنہ ڈالیں، خارج از ملت قرار دیا، تو اس وقت بادشاہ اور سب امرا مل گئے اور انھوں نے آئین "دی ویری رلیجیوسس" (de viris rehgiosis) جسے عام طور پر قانون اوقاف کہتے ہیں، نافذ کر دیا کہ کوئی کلیسائی یا غیر کلیسائی آئندہ اپنے لئے کوئی زمین یا حقیت، بیع و شری، ہبہ یا اور کسی نام یا حیلے سے اس طرح نہ حاصل کر سکے گا کہ وہ "وقف" میں شامل ہو جائیں جو شخص ایسا کرے گا وہ ضبطی کی سزا کا مستوجب ہو گا" اور ضبطی کا پہلا حق مالک موضع کو حاصل ہو گا لیکن وہ اس حق سے فائدہ نہ اٹھائے، تو اس کا بالادست جاگیردار اور آخر میں بادشاہ ضبطی کا حکم دے سکے گا۔ اس اہتمام کے باوجود قانون کی غرض پوری نہ ہو سکی اور آئندہ اس بارے میں اور کئی قانون وضع کرنے پڑے۔

اسی قانون سے ملتا جلتا آئین ونچسٹر تھا جو "کویا ایمپ تور" (Quia Emptores) کے نام سے زیادہ مشہور ہے جس طرح قانون اوقاف کا تعلق مذہبی اغراض کے لئے زمین منتقل کرنے سے تھا،

آئین ونچسٹر۔ اسی طرح یہ دوسرا آئین عام انتقال اراضی کے متعلق مرتب ہوا۔ اُن دنوں صورت یہ تھی کہ اگر ایک پٹہ دار زمین کا کوئی حصہ تیسرے شخص کے ہاتھ فروخت کر دے تو یہ یا خریدار، اسی پٹہ دار کا پٹہ دار بن جاتا اور اصلی مالک سے اس کو کوئی تعلق نہ ہوتا تھا۔ اس طریقے نے یہ بات ممکن کر دی تھی کہ پٹہ دار ایسی عمدہ شرطوں پر زمین دوسروں کو اٹھا دے کہ خود اس پر مالک زمین کا کوئی بار ہی نہ رہے۔ اسی لئے بادشاہ اور بڑے جاگیرداروں کا فائدہ اس میں تھا کہ یہ طریقہ روک دیا جائے۔ نظر برایں ۱۲۹۰ء کی پارلیمنٹ میں یہ قانون نافذ ہوا کہ چونکہ اس رواج سے شاہی جاگیرداروں کا نقصان ہوتا ہے اور

باب ۱۰ وہ خود اپنی زمین کے مختلف محاصل اور نذرانوں سے محروم ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا آئندہ اس قسم کا جزوی انتقال، براہ راست اصلی مالکِ زمین کی طرف سے ہونا چاہئے اس طرح، شکمی پٹہ داری کا سدّ باب ہو گیا اور بڑے جاگیرداروں کے طبقے میں یہ قانون بہت مقبول ہوا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کا اصلی فائدہ بھی بادشاہ ہی کو حاصل تھا کہ ایک طرف تو شکمی پٹہ داری سے جو جاگیرداروں کا اقتدار بڑھتا تھا، وہ بات جاتی رہی اور دوسری طرف براہ راست بادشاہ سے معاملہ کرنے کے باعث شاہی جاگیرداروں کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ اس فرقے کا امتیاز غائب ہو گیا اور مجموعی طور پر وہ خصوصیت اور بھی کم ہو گئی جو جاگیرداری نظام کو حاصل تھی کیونکہ پٹہ داری بھی زمین کو مالگزاری پر دینے کا ایک معمولی طریقہ بن گئی۔

قانون عطیات زمین کے متعلق ایک اور قانون بنا جو "ویسٹ منسٹر کا دوسرا آئین" کہلاتا ہے اور اس کی ایک دفعہ خاصکر بہت مشہور ہے جس کے یہ الفاظ اکثر نقل کئے جاتے ہیں:۔ (de donis Condition a libus) یعنی شرائط عطیہ" اس نے جاگیرداروں کو مجاز کیا کہ خاص خاص شرائط سے زمین معافی یا عطیہ دیں اور اگر وہ شرطیں پوری نہ ہوں تو زمین واپس لے سکیں۔ دوسرے پہلے یہ ہوتا تھا کہ جس کے نام زمین ہے وہ معطی کی بغیر اجازت اسے اپنے وارث کے پیدا ہوتے ہی، اس کے نام منتقل کر دیتا تھا۔ نئے قانون کی رو سے اس کی ذاتی حیثیت محض تا زندگی معافی داری کی سی رہ گئی البتہ اس کی وفات کے بعد وارثوں کا حق مسلم ہو گیا اور اس سے ایک نتیجہ یہ ہوا کہ معافی دار معطی کی مخالفت یا غداری کرے تو بھی اس کی معافی سے اس کے وارث محروم نہ کئے جا سکتے تھے۔ اس قسم کی اراضی یا معافیات کو اصطلاحی طور پر "ان ٹیلڈ" کہتے تھے جس کے معنی ہیں "مقطعہ" یعنی وہ جو دوسری زمینوں سے الگ کر دی گئی ہو اور چونکہ یہ زمینیں کسی حال میں خاندان کے باہر نہ جا سکتی تھیں لہٰذا یہ طریقہ بہت مقبول ہوا اور مستثنیات کی بجائے عام طور سے انھی عطیات یا معافی کی صورت میں لوگ زمینیں لینے لگے۔

ان قوانین کے نفاذ میں اُمرا ایڈورڈ کے ہم آہنگ رہے لیکن دو ایک

باب اول

ایسے موقع بھی پیش آئے جن سے اسے تنبیہ ہوا کہ اگر اُن کے محسوسات کا پاس رکھنا ہے تو بہت احتیاط سے قدم رکھنے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ ۱۲۷۵ء میں جب اس نے ایک تحقیقاتی جماعت روانہ کی کہ اراضی کے حقوقِ مالکانہ کی نوعیت دریافت کرے، تو امیر وارین نے استفسار کرنے والوں سے صاف کہہ دیا کہ ہمارے اجداد نے تلوار کے زور سے زمین لی ہے اور تلوار ہی کے زور سے ہم اُسے غاصبوں سے بچائیں گے۔" یہ صاف گوئی سکے ایڈورڈ کو گراں ہوگئی اور اس نے عقلمندی سے مزید تحقیق تفتیش ملتوی کر دی نیز احتیاط رکھی کہ زمین کے متعلق جو قوانین بنائے جائیں وہ جس طرح اس کے حق میں مفید ہوں، اسی طرح دوسرے مقتدر اہلِ معاملہ، جیسے امیر وارین وغیرہم کو بھی اپنے لئے مفید نظر آئیں۔ آئین ونچسٹر کی بنا، ہنیری ثانی کی تنظیم اسلحہ، مجریہ ۱۱۸۱ء، پر تھی اور اس کا ملک کے دفاعی معاملات سے تعلق تھا۔ دوسرے اس سلسلے میں ضوابط سرداروں" (Distraint of knight hood) پر بھی نظر ڈال لینی چاہئے جن میں سے پہلا ضابطہ ۱۲۷۸ء میں جاری کیا گیا۔ ان شاہی احکام کے مقصد دو تھے۔ ایک تو حصولِ زر اور دوسرے سرداروں یا شرفا کے گروہ میں ترقی، جن کو غالباً ایڈورڈ طبقۂ اُمرا کے مقابلے میں قدر و حوصلہ افزائی کا مستحق سمجھتا تھا۔ اور گذشتہ باب میں اس گروہ کی اہمیت کا تذکرہ ہماری نظر سے گزر چکا ہے۔ القصہ ۱۲۷۸ء میں حکم ہوا کہ ہر پیشہ وار جس کی زمین بیس پونڈ سالانہ آمدنی کی ہے، خواہ بادشاہ سے پٹے پر لی گئی ہو یا کسی اور سے، اور جسے "سرداروں" کی فہرست میں داخل ہونا چاہئے، وہ یا تو اس فہرست میں داخل ہو، ورنہ کافی اور مناسب ضمانت ادا کرے۔ پھر ۱۲۸۳ء میں حکم ہوا کہ تیس پونڈ سالانہ کی جائداد والے گھوڑا اور اسلحہ رکھیں۔ یہ حکمنامے ایڈورڈ برابر جاری کرتا رہا کہ سوار فوج میں کمی نہ آئے اور خزانہ شاہی کو روپیہ بھی ملتا رہے۔

آئین ونچسٹر میں بیس پونڈ سالانہ سے کم زمین والوں کے اسلحہ کے بارے میں مروجہ قوانین کا خلاصہ درج تھا۔ یہ آئین، اس زمانے کی اکثر قانونی دستاویزوں کی مثل فرانسیسی زبان میں تحریر تھا اور ۱۲۸۵ء میں جاری ہوا۔ اس کی رو سے

باب اول

۱۵ سے ۶۰ سال کی عمر تک کے ہر مرد کا فرض تھا کہ اپنے رتبے اور قدیم قانون کے مطابق اسلحہ فراہم رکھے۔ ۱۵ پونڈ آمدنی کی زمین اور ۴۰ مارک کا اثاثہ رکھنے والوں کو ایک زرہ ایک آہنی خود، تلوار، چھری اور گھوڑا رکھنا ہوتا تھا۔ دس پونڈ آمدنی کی زمین اور ۲۰ مارک کی املاک والوں کو سوائے گھوڑے کے اور سب مذکورہ اسلحہ۔ دس پونڈ یرزرہ کی بجائے سینہ بند مذکور ہے اور صرف دو پونڈ کی آمدنی ہو تو تلوار، تیر کمان اور چھری۔ نفس علیٰ ہذا۔ اور ان اسلحہ کا سال میں دو مرتبہ باقاعدہ معاینہ ہوتا تھا۔

عام قوانین

ان دفاعی اور رمین کے قوانین کے علاوہ اس عامہ اور اس قسم کے مختلف مسائل جیسے پہرہ گیری، مجرموں کی گرفتاری، عدالتوں کی عملی کارروائیاں وغیرہ کے متعلق اور بہت سے قوانین وضع ہوئے۔ آئین ونچسٹر میں ایک دفعہ یہ تھی کہ اگر قزاق اور خونی گرفتار نہ ہو سکیں تو جس پرگنے میں جرم ہوا ہے۔ وہاں کے لوگ جرمانہ ادا کریں اور اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ چوری والے اپنے یا اس پڑوس کے لوگوں کو سزا نہیں دیتے تھے۔ اس آئین میں ایک حکم یہ تھا کہ ہر قصبے کے دروازے غروب آفتاب سے صبح تک بند رکھے جائیں اور ان کی پاسبانی کی جائے۔ اصلی اشخاص گرفتار اور میزباں اپنے مہمانوں کے چال چلن کے ذمہ دار قرار دے جائیں۔ شاہراہوں کو زیادہ محفوظ بنانے کی غرض سے دونوں طرف سے دو دو سو فیٹ تک رمیں صاف کرا دی گئی اور ان احکام کی پابندی کرانے کی غرض سے چند نئے عہدہ دار مقرر ہوئے جو اس وقت "محافظان امن" کہلاتے تھے اور بعد میں "نظمائے امن یا جسٹسز آف دی پیس" کے معروف نام سے موسوم ہوئے

عدالتوں کی تنظیم

ویسٹ منسٹر کے دوسرے آئین نے دیوانی قوانین بنانے میں بھی اصلاح کی گشتی حکام عدالت کو جو مختلف کام تفویض تھے، ان کی توثیق و یکجائی عمل میں آئی اور عدالت "نی سی پریوس" کے نام سے تقریباً تمام دیوانی مقدمات کا فیصلہ ان کے سپرد ہو گیا۔ پھر ۱۳۰۱ء میں یہ سہولت پیدا کی گئی کہ اسی عدالت کو قیدی مجرموں کی تحقیقات کی اجازت مل گئی اور

باب اول

یہ طریقہ تھوڑے سے ردّ و بدل کے ساتھ اب تک جاری ہے۔

صدر عدالتوں کے طریق کار میں بھی ایڈورڈ نے تبدیلیاں کیں۔ شاہی عدالت، عدالت امور عامّہ اور عدالت مال کے فرائض کی احتیاط سے حد بندی کر دی گئی اور ان کے لئے علیحدہ علیحدہ مستقل حکّام عدالت مقرر ہوئے۔ ۱۳۰۰ء میں ایک حاص حکم کی رو سے عدالت پیشکار باضابطہ مرتّب ہوئی اور یہ بھی فیصلہ ہوا کہ گو یہ اور شاہی عدالت بادشاہ کے ساتھ ساتھ رہے گی، لیکن عدالت مال کا ویسٹ منسٹر میں مستقر ہو گا جس طرح عدالت امور عامّہ کا مشورہ اعظم کے وقت سے مقرر ہو چکا تھا۔ عدالت اور وضع قوانین کے متعلق یہ وسیع تغیرات ایڈورڈ اول کے عہد کو انگریزی قوانین کی تاریخ میں ممتاز بناتے ہیں اور یہ بات ضرب المثل ہو گئی ہے کہ اس بادشاہ کے عہد میں جو آئین یا حکمنامے جاری ہوئے اگر طور خاص منسوخ نہ کر دئے گئے ہوں تو وہ آج بھی "کھرے قوانین" ہیں۔

یہودیوں کا اخراج

اس عہد کا ایک اور واقعہ یہود کا انگلستان سے اخراج تھا، جس کے اسباب کچھ تو پرانے تھے، جیسا کہ ہم رچرڈ اول کے حالات کے ضمن میں لکھ چکے ہیں اور کچھ اسی زمانے میں پیش آئے۔ ہینری ثالث کو ضرورت بار بار یہودی ساہوکاروں سے قرضہ لینے پر مجبور کرتی رہی تھی اور یہ قرضے اب اس کے جانشین بیٹے پر واجب الادا ہو گئے تھے۔ یہودیوں کے اس طرح بادشاہ کو روپیہ فراہم کر دینے سے جاگیرداروں کا طبقہ خاص طور پر ان کا دشمن ہو گیا تھا کیوں کہ انھیں نظر آتا تھا کہ بادشاہ کو اس طرح قرضے ملتے رہے تو ایک تو وہ جاگیرداروں سے بے نیاز ہو جائے گا اور دوسرے یہودیوں کو روپیہ ادا کرنے کی غرض سے جاگیرداروں ہی پر محصول عائد کرے گا۔ مزید برآں سودی لین دین کا ایک زراعتی ملک میں جو اثر لازمی ہے، اس کا ظہور ہونے لگا تھا۔ جابجا جاگیریں بھاری بھاری قرضوں میں مکفول ہو رہی تھیں۔ تیس چالیس فیصدی تک سود ادا کرنے کے بعد زمیندار کو مشکل سے اتنی بچت ہوتی تھی کہ سرکاری محاصل اور اپنے گھر والوں کا پیٹ بھر سکے۔ پس قرض خواہ یہودی ملک بھر میں نفرت سے دیکھے جاتے تھے کہ انھی کی بدولت زمینوں کے بکنے اور زمینداروں کے بزور عدالت بیدخل

باب ۱۰

کئے جانے کی نوبت آتی رہتی تھی۔ رائے عامہ کی شہ سے ایڈورد نے یہود کو جائداد غیر منقولہ پیدا کرنے کی ممانعت کر دی، پرانے قانون کے مطابق ایک مخصوص لباس پہننے پر مجبور کیا اور آخر میں سود خواری کو کلیتہً ممنوع قرار دیدیا۔ گزرا وقات کا یہ عام پیشہ موقوف ہوا، تو یہودیوں نے سکّوں میں قطع و برید شروع کی اور صدہا کے سولی دے جانے کے باوجود یہ خرابی جاری رہی۔ تب پرانے الزام تازہ کئے گئے اور صدر اسقف پیکھم نے اُن کے سارے صومعے حکماً بند کرا دئے۔ اور آخر ۱۲۹۰ء میں ایڈورڈ نے تمام یہود کے ملک سے نکل جانے کا فرمان صادر کیا جس سے رعایا باغ باغ ہوگئی اور اہل کلیسا نے منقولہ املاک کا عشر اور عوام نے پندرھواں حصہ اس خوشی میں بادشاہ کی نذر کیا۔ لیکن اقتصادی اعتبار سے یہ تبعیر محض ظاہری تھا۔ کیونکہ یہودی ساہوکاروں کی جگہ بیشتر دوسرے پردیسیوں نے لی جن میں لومبارڈی کے ساہوکار ممتاز تھے اور لندن کا "لومبارد اسٹریٹ" اب تک ان کی یادگار ہے۔ لہذا بادشاہوں کے مالگزاری سے پہلے روپیہ اور فضول خرچوں کے زمین گروی رکھکر قرض لینے کا دروازہ اُسی طرح کھلا رہا۔ البتہ یہودی، اگرچہ بیچ میں بھی کبھی کبھی بڑے سے ملک میں نظر آتے رہے لیکن کئی سو برس یعنی کرام ویل کے زمانے سے قبل انھیں انگلستان میں علانیہ بسنے کی اجازت نہیں ملی۔

ویلز اب ہم ایڈورڈ کے ویلز اور اسکاٹ لینڈ سے جو معاملات ہوئے۔ اُن کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ نورمن بادشاہ ولیم رُوفس (سُرخ چہرہ) کے عہد سے جیسا کہ اُس کے حال میں بیان ہو چکا ہے۔ ویلز کے دو حصے تھے۔ ایک تو وہ جس پر رئیس یا شاہ ویلز حکومت کرتا تھا اور جس کا رقبہ برابر گھٹتا جاتا تھا اور دوسرا حصہ جس کا رقبہ اسی نسبت سے بڑھتا رہا وہ تھا جو نارمن امیروں کے قبضے میں تھے اور یہ لوگ عام طور پر "امیران سرحد" کہلاتے تھے۔ ہنری ثالث کے زمانے میں رئیس ویلز کے قبضے میں اینگل سی اور اس زمانے کے دو پرگنوں (کارناوں اور مے رونتھ) کے قبضے یا دو اور پرگنوں میں بعض مالکانہ حقوق کے سوا کچھ باقی نہیں رہا تھا۔ آخر الذکر علاقہ سے آج کل کارماتھن

باب اول

اور کارڈیگن کہتے ہیں، چار ٹکڑوں میں منقسم تھا۔ ایک تو "چہارٹی" کا وہ میدانی علاقہ جو ڈی اور کون وے کے درمیان ہے۔ اس پر امیر چیسٹر کی حکومت تھی۔ بالائی سیورن کی وسطی سرحد خاندانِ مورٹمر کے زیر نگیں تھی۔ گلے مورگن کی حکومت، امیر گلوسٹر کے توابع میں داخل تھی اور چوتھے ٹکڑے پر امیر پیمبروک کا قبضہ تھا لیکن ان میں چھوٹی چھوٹی بہت سی جاگیریں بھی شامل تھیں جو بڑے امیروں سے کم و بیش وابستہ رہتی تھیں۔

گذشتہ جنگ و پیکار نے جس کی بدولت ملک کی یہ تکا بوٹی ہوئی، اہل ویلز کو مجبور کیا کہ اپنے باہمی جھگڑے بالائے طاق رکھکر دشمنوں کا متحدہ مقابلہ کریں اور اس تحریک نے ایک قومی احیا کی صورت اختیار کر لی جس کا سرگروہ خلواہلن ایب اوین تھا امیر کوئینڈ دمتوفی ۱۲۴۰ء تھا۔ اس کا جانشین کچھ مشہور نہیں لیکن ۱۲۴۶ء میں خلواہلن (گرفتہ) مسندِ حکومت کا وارث ہوا اور دادا کے نقشِ قدم پر چل کر اس نے جاگیرداروں کی جنگ سے فائدہ اٹھایا۔ یعنی سائمن دی مونٹ فرٹ سے مل کر ان لڑائیوں میں نمایاں حصہ لیتا رہا اور اسی کے عوض میں عہدنامہ شروس بری کے وقت شہزادۂ ایڈورڈ کو چہارٹی حوالے کر کے رئیس ویلز کی دہن دوری کی بڑی اس کامیابی نے خلواہلن کے حوصلے بڑھا دئے اور اب وہ ایڈورڈ اول جیسے بادشاہ کے زمانے میں بھی انگریزوں کے اندرونی فتنہ و فساد سے فائدہ اٹھانے کے خواب دیکھنے لگا۔ یہ اس کی ہوا خواہی تھی۔ ایڈورڈ کو ۱۲۷۷ء میں سائمن کے بیٹوں کے ساتھ اس کے سازباز اور سائمن کی ہٹی الینر سے شادی کی ترکیب کرنے کا پتہ چل گیا اور اس نے بلا تاخیر انسداد کی زبردست کارروائی کی۔ اتفاق سے الینر اس کے ہاتھ پڑ گئی لہذا اسے ملکہ الینر کی تحویل میں چھوڑ کر اس نے خود خلواہلن پر فوج کشی کی اور خود خلواہلن کا بھائی ڈیوڈ ایڈورڈ کا مددگار بن گیا۔ رئیس ویلز نے تجویز یہ سوچی تھی کہ سنوڈن کے مستحکم علاقے میں رہ کر مقابلہ کرے اور انگلسی سے رسد وغیرہ حاصل کرتا رہے لیکن ایڈورڈ نے جنوبی ویلز کے سب راستے بند کر دئے اور پنج بندر سے بیڈ منگ کے خلیج منائی کی بھی ناکہ بندی کر دی خلواہلن کے پاس رسد نہ رہی تو اس کی عقل درست ہوئی آمد سرما میں وہ پہاڑیوں سے باہر آگیا اور کامل اطاعت

قبول کرلی۔ سنوڈن کے سوا تمام اراضی حتیٰ کہ اپنی زندگی کے بعد انگلسی بھی ایڈورڈ کے حوالے کر دیں اور مراسم خراج گزاری بجالایا۔ ایڈورڈ نے شکست خوردہ غنیم سے فیاضی کا برتاؤ کیا۔ بعض سخت شرائط صلح معاف کر دیں اور ۱۲۷۶ء میں خلوایلن کو الیز سے شادی کرنے کی بھی اجازت دے دی۔ ماں اول

خلوایلن کی قوت اس طرح توڑ کر ایڈورڈ ویلز کی بعض اصلاحات پر متوجہ ہوا جن کا منصوبہ چیسٹر کی ابتدائی حکومت کے زمانے میں اس نے سوچا تھا۔ خلاصہ ان اصلاحات کا یہ ہے کہ برادری کا نظام توڑ کر ویلز میں بھی چند اضلاع انگلستان کی مثل بنا دیے گئے اور بعض وحشیانہ قوانین، مثلاً قتل کی سزا محض جرمانہ، نیز تاراجی کی خوفناک رسم وغیرہ سے ملک کو نجات دلائی اور مجموعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ پورے ویلز کو انگریزی رنگ میں رنگ دیا۔ مگر اس عمل میں دو فروگذاشتیں یہ ہوئیں کہ اول تو ایڈورڈ کو یہ خیال نہ آیا کہ اہل ویلز اپنے رسم و رواج کے ایسے خوگر ہیں کہ انھیں اپنے بُرے قانون انگریزوں کے اچھے قوانین کی نسبت زیادہ پسند ہیں دوسرے یہ کہ اصلاحات پر عمل کرانے کے واسطے جو لوگ مقرر ہوئے وہ خود بادشاہ کی مثل عالی حوصلہ نہ ہو سکتے تھے اور ان سے اندیشہ تھا کہ نئی اصلاحات کو ذاتی مد عنوانیوں سے بلاضرورت بھی تکلیف دہ اور قابل نفرت بنا دیں گے۔ چنانچہ یہی نتیجہ ہوا کہ مجوزہ تغیرات سے شدید مخالفت پیدا ہو گئی اور ۱۲۸۲ء میں تازہ بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی۔

ڈیوڈ کی بغاوت

اس بغاوت کا سرغنہ وہی ڈیوڈ تھا جو ۱۲۷۷ء میں خود اپنے بھائی کے خلاف ایڈورڈ کا مددگار بن گیا تھا، اور اسی صلے میں واوی کلوائیڈ کا زرخیز علاقہ اُسے جاگیر میں عطا ہوا تھا۔ مارچ میں اس نے یکایک قلعہ ہوارڈن پر حملہ کیا اور قلعے کی فوج کو قتل کر ڈالا۔ بھائی کی دلیریاں سن کے خلوایلن بھی کون وے اتر کے اُس کی مدد کو آیا اور چیسٹر تک (چھاپہ مار کی) سارا علاقہ تاراج کر ڈالا۔ سنوڈن میں محصور ہو جانے سے بچنے کی غرض سے اب کے خلوایلن آتے جاڑے جنوب میں چلا گیا کہ وہاں وای کے کنارے رایک اور بغاوت میں شرکت کرے مگر ۱۱ دسمبر کو ایک تنہا شہسوار سے اتفاقیہ مقابلے میں

باب اول

مارا گیا اور ڈیوڈ نے بھی گرمیوں تک مقابلہ کرنے کے بعد ہتھیار ڈال دئیے۔ ایڈورڈ کو پہلے بھائی اور پھر خود اپنے ساتھ غداری کرنے کے باعث ڈیوڈ پر بہت غصہ آیا تھا، لہٰذا شروس بری کے مقام پر ضلع کے جاگیرداروں اور سرداروں کی پنچائت میں اس کا مقدمہ پیش کیا اور انھوں نے وہ خوفناک سزائے موت تجویز کی جو "لٹکایا، گھسیٹا، چورنگ کیا جائے" کے قانونی الفاظ میں مضمر ہوتی تھی۔

یہ موانع دُور ہوئے تو ایڈورڈ کو اپنے منصوبے پر عمل کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ رہی خلوائلین کا علاقہ بھی اینگل سی، کارناوں اور میریونیتھ کے تین ضلعوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ اور جنوبی ٹکڑا کارڈیگن اور کارماتھن کے ضلعوں سے موسوم ہوا۔ چارپٹی، فلنٹ کے نئے پرگنے میں داخل ہوئی اور اس کا کچھ حصہ چشائر میں اور باقی نئے سرحدی جاگیرداروں میں بٹ گیا۔ ان میں غالباً سب سے باوقعت ڈن بی کی جاگیر تھی جو امیر لنکن کے حصے میں آئی۔ پہلے سرحدی جاگیروں کو بجنسہٖ رہنے دیا گیا اور یہ سرحدی عام جاگیر کا فرق ہنری ہفتم کے عہد تک برقرار رہا۔ ویلز کے قوانین کی بجائے انگریزی قوانین جاری ہوئے اور ویلزی رئیسوں کی دہقانی کچہریوں کی جگہ پرگنوں کی عدالتیں قائم ہوئیں۔ سب سے بڑھ کر تغیر یہ کہ ایڈورڈ نے قصبے بنا کے تجارتی زندگی کی بنا ڈالی نئے قصبوں میں انگریز آباد کاروں کو کثرت سے لا بسایا اور ان لوگوں نے الزبتھ کے عہد تک خالص ویلزی علاقوں میں بھی اپنی انگریزی بولی محفوظ رکھی۔ پہاڑی باشندوں کو قابو میں رکھنے کی غرض سے ایڈورڈ نے ایسے قلعوں کا ایک سلسلہ تعمیر کیا جیسے کون وے رھڈلن، ہارلیک اور ابیرسس ٹوتھ۔ اور خلیج منای پر قبضہ رکھنے کے لئے کارناوں اور بومارس کے قلعوں کا جوڑا تیار کیا۔

اسکاٹ لینڈ کے معاملات

اسکاٹ لینڈ کے معاملے میں ایڈورڈ کو اتنی کامیابی نہ ہوئی جس کا بڑا سبب یہ کہ اس کے وسائل و اسباب جو خلوائلین کی چھوٹی سی ریاست کو قابو میں لانے کے لئے بخوبی کافی تھے، کسی وسیع تر قومی مزاحمت پر غالب نہ آسکتے تھے۔ شاہانِ اسکوٹ کی نسبت یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اسکوٹ اور پکٹ قوموں کی بادشاہی کے سوا، وہ اسٹریتھ کلائیڈ اور لوتھین کے امیر بھی ہوتے تھے۔ اور اس طرح اُن کی کئی حیثیتیں ہوگئی تھیں۔ لیکن جب سے چیڑواڈل نے

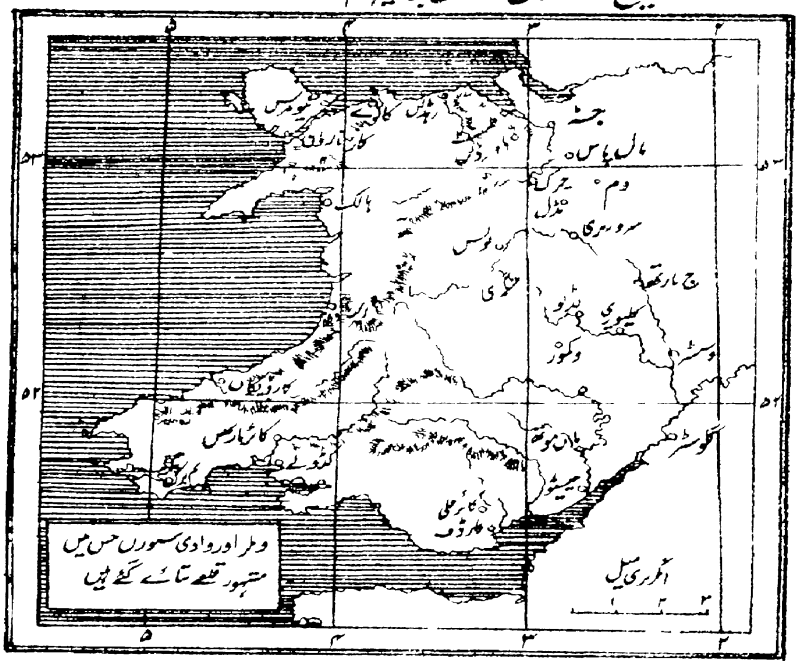

مقابل صفحہ ۲۸۰

باب اول

عہد نامہ فالیز کو منسوخ کیا اس وقت سے شاہان انگلستان سے اِن کے تعلقات بالکل مبہم اور غیر معین رہ گئے تھے اگرچہ عمل میں اس کا کوئی احساس نہ ہوتا تھا کیوں کہ دونوں ملک کے بادشاہوں کے ذاتی تعلقات بہت اچھے رہے۔ ہنیری ثالث کی بہن جوآن الگزنڈر ثانی (۱۲۱۴ء تا ۱۲۴۹ء) سے اور بیٹی، مارگریٹ، الگزنڈر ثالث (۱۲۴۹ء تا ۱۲۸۶ء) کے ساتھ بیاہی گئی۔ آخر الذکر بادشاہ کی سب اولاد نحیف الجثہ تھی اور جب ۱۲۸۶ء میں اس نے وفات پائی تو زندہ اولاد میں ایک نواسی مارگریٹ کے سوا (جو الگزنڈ کی بیٹی مارگریٹ اور اس کے شوہر ایرک امیر یاروے کی اکلوتی بیٹی تھی) اور کوئی نہ بچا تھا۔ ۱۲۸۶ء میں یہی مارگریٹ تخت اسکاٹ لینڈ کی وارث مان لی گئی جب کہ اس کی عمر صرف تین سال کی تھی۔ اُدھر ایڈورڈ کے سب بڑے لڑکے مر گئے اور ۱۲۸۴ء میں جو بچہ ایڈورڈ پیدا ہوا وہی ولی عہد ہو گیا تھا لہذا دونوں ملکوں کے باہمی تعلقات کی پیچیدگی کا بہترین حل یہی نظر آتا تھا کہ شیر خوار ایڈورڈ اور صغیر سن مارگریٹ کی نسبت کر دی جائے نامہ و پیام کے بعد ۱۲۹۰ء میں برگھم کے مقام پر ایک عہد نامہ بھی مرتب ہوا کہ مارگریٹ کی ایڈورڈ سے شادی کر دی جائے مگر اسکاٹ لینڈ کی بادشاہی کی خود مختاری میں کوئی فرق نہ آنے پائے۔ لیکن تقدیر کی نامساعدت نے یہ خوش آیند منصوبہ اُلٹ دیا۔ یعنی سردی میں سمندر کا سفر ناتواں مارگریٹ کے لئے سخت ہیجان کا موجب ہوا اور وہ اورکنیز میں مر گئی۔ اس کی وفات سے دو دشواریاں یہ پیدا ہوئیں کہ (۱) آیا اسکاٹ لینڈ کی مملکت سالم رکھی جائے؟ اور رکھی جائے تو (۲) اس کا بادشاہ کون ہو؟ اس میں حصہ پتی کے تو اٹھتے تیرہ شخص دعویٰ دار تھے لیکن ان میں تین قوی حریف یہ تھے:۔ ڈیوڈ امیر ہنٹنگڈن کی بڑی بیٹی کا پوتا جون بے لیل جو ولیم الاسد کا بھائی بھی ہوتا تھا۔ ڈیوڈ کی منجھلی بیٹی کا بیٹا روبرٹ بروس، اور تیسرے ڈیوڈ کی تیسری بیٹی کا بیٹا جون ہیسٹنگز (امیر ابرکاوِنی) اور تینوں کے دعوی میں معقولیت کا جزو موجود تھا۔ بے لیل کہتا تھا کہ میں ڈیوڈ شاہ اسکاٹ لینڈ کی بڑی بیٹی کا وارث ہوں۔ بروس کی حجت تھی کہ دوسری بیٹی کی اولاد سہی، لیکن میں ڈیوڈ کا نواسہ اور رشتے میں قریب تر ہوں۔ ہیسٹنگز کا قول تھا کہ تینوں بیٹیاں برابر کی وارث ہیں لہذا ہم تینوں کو یک ثلث ملک ملنا چاہئے۔ لطیفہ یہ کہ تینوں جذبات و خیالات میں

باب اول

اسکاٹلینڈ سے کوئی خاص تعلق نہ رکھتے تھے بلکہ انگلستان کے معاملات میں مہمک رہے اور بروس کچھ مدت تک شاہی عدالت میں میر مجلس کی حدمت پر مائز رہا تھا۔

ایڈورڈ کی ثالثی۔ ان جھگڑوں کا انجام خانہ جنگی نظر آتا تھا اور اسی سے بچنے کے لئے اسکاٹ لینڈ والوں نے بہ قصیہ ثالثی کے واسطے ایڈورڈ کے سامنے پیش کیا جو کئی پیچیدہ معاملوں میں اپنے منصفانہ فیصلوں کی بدولت ممالک یورپ میں پہلے بھی نام پا چکا تھا۔ لیکن فیصلہ کرنے سے قبل ایڈورڈ نے دعویٰ کیا کہ مجھے اسکاٹ لینڈ کا باج ستاں یا بالادست بادشاہ تسلیم کیا جائے اور ایک مہینے کی تحقیق و تفحص نے اس شرط کی تاریخی واقعیت ثابت کر دی تو تینوں مدعیوں نے ایڈورڈ کے حقوق کو پوری طرح تسلیم کر لیا۔ بے لیل کی طرف سے چالیس اور اتنے ہی بروس کی جانب سے اسکاٹ لینڈ کے باشندے نامزد ہوئے اور ۴۴ انگریز خود ایڈورڈ نے نامزد کئے جن کی متفقہ کہ پنچائت میں مقدمہ پیش ہوا۔ انھوں نے بڑی تفصیل سے تحقیقات کی اور کہیں ۱۲۹۲ء میں جا کے فیصلہ سنایا۔ تب برنل کی زبان سے ایڈورڈ نے وارث کا اعلان کیا کہ بروس و بیلیٹنگز کے دعوئ خارج اور پوری مملکت جان بے لیل کے حوالے کر دی۔ اس فیصلے کی صحت میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا اور ایڈورڈ کی بے لوثی بھی اس بات سے بخوبی ثابت ہے کہ بیلیٹنگز کی تجویز قبول نہ کی اور اس شمالی مملکت کو بذریعہ تقسیم کمزور کر دینے کے طمع انگیز موقع سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ غرض یہ فیصلہ کہ سب فریقوں نے بلا تامل قبول کیا اور مراسم اطاعت گزاری بجالانے کے بعد بے لیل کے سر پہ تاج رکھ دیا گیا۔

اگر معاملہ یہیں ختم ہو جاتا تو دونوں مملکتوں کے تعلقات کو سلجھانے اور معین کر دینے سے ایڈورڈ کی شخصیت شعاری یقیناً اس کی مزید شہرت کا باعث ہوتی لیکن قسمت میں اس کے خلاف یہ تھا کہ بے لیل کی مسند نشینی ان ہمسایہ ملکوں میں بدنریں تعلقات کا آغاز ثابت ہو۔ اس میں ایڈورڈ ہی تصور وار نہ تھا۔ بلکہ جس طرح ہم مارہا دیکھ چکے ہیں کہ فرانس کے بڑے بڑے روسا کے علاقوں میں رئیس کے فیصلوں کے خلاف اُس ریاست کے جاگیر دار، بادشاہ فرانس کے حضور میں مرافعہ کر سکتے تھے اسی کی مثال کے مطابق قانون دانوں کی رائے تھی کہ اسکاٹ لینڈ کے مقدمات حاکم اعلیٰ کی

باب اول

حیثیت سے ایڈورڈ کے پاس پیش ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ بے لیل کی بادشاہی کے پہلے ہی سال اسکاٹ لینڈ کے چار اشخاص نے مقامی عدالتوں کے خلاف ایڈورڈ سے فریاد کی۔ ان میں امیر مائف کا میٹا میک ڈف قابل ذکر ہے۔ بہرحال ایڈورڈ امیر کوئی ٹین کی حیثیت سے فرانس کے طور طریق سے خود واقف تھا۔ وہیں کی تقلید میں اس نے بے لیل کو اصالتہً یا بیابتہً اپنی عدالت میں صفائی کے لئے طلب کیا میک ڈف کے مقدمے میں بے لیل خود حاضر ہو گیا لیکن اس نے بادشاہ انگلستان کو اس قسم کی سماعت کے لئے حاکم مجاز ماننے سے انکار کیا اور جب وہ واپس گیا تو اسکاٹ لینڈ کے اُمرا نے اس مقدمے کو جو اٹھایا بلکہ معلوم ہوتا ہے بے لیل کی طرف سے انھیں پورا اعتماد نہ تھا کہ انھوں نے امور ملکی کے طے کرنے کے لئے بارہ اشخاص کی ایک دیلی مجلس قائم کی جنگی مدافعت کی تیاریاں کرنے لگے اور شاہ فرانس کے ساتھ بھی نامہ و پیام شروع کر دئے۔

اس عرصے میں فرانس کے ساتھ ایک تازہ قضیہ پیش آیا جس میں خود ایڈورڈ کی حیثیت وہ ہو گئی جو اس کے سامنے بے لیل کی تھی۔ ہوا یہ کہ اتفاق سے آپس کے جھگڑے میں ایک نارمن ملاح کسی انگریز کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اس کے بدلے میں نارمنوں نے کوئی انگریزی کشتی پکڑ کے اس کے ایک مسافر کو گھسیٹا اور مستول پر چڑھا کے پھانسی دیدی اور جیسے ایک کتا بھی بٹھا دیا اتفاق سے یہ شخص بائیونؔ کا سوداگر تھا لہذا اس کے ہموطن گیئنؔ کی بہت بگڑے اور یہ خون بدلے کا جھگڑا کچھ روز تک نارمنوں، انگریزوں اور گیئنؔ کنوں کو باہم لڑاتا رہا حتیٰ کہ ۱۲۹۳ء میں بہت سے آویزشوں کے بعد جم کر لڑائی ہوئی جس میں نارمن، فلیمنگی، فرانسیسی، انگریزی گیئنؔ کنی اور آئرستانی بیڑے شریک تھے اور سرٹیاتی کی بندرگاہ سینٹ ماہی کی عین گودی میں یہ بحری مقابلہ واقع ہوا جس میں فرانسیسیوں کو کامل ہزیمت نصیب ہوئی۔ ان کے جہاز چھن گئے اور کہا جاتا ہے کہ پندرہ ہزار آدمی مارے گئے۔ اس شدید نقصان سے فلپ (رابع) شاہ فرانس کو جو ۱۲۸۵ء میں تخت نشین ہوا اور عام طور سے "انصاف پسند" کے لقب سے مشہور ہے، بہت صدمہ پہنچا اور اس نے ایڈورڈ کو امیر اکوی ٹین کی حیثیت سے فرانسیسی عدالت میں طلب کیا کہ اپنی

باب اول

گیس کنی رعایا کی شورہ پشتی کی جواب دہی کرے ایڈورڈ نے حاضری سے پہلوتہی کی جس پر فرانس کے بادشاہ نے اس کی ریاست کی ضبطی کا اعلان کر دیا۔ اب ایڈورڈ کو فکر ہوئی کہ جس طرح ممکن ہو اس قضیئے کو بغیر لڑائی کے رفع دفع کرے کیونکہ اسکاٹ لینڈ کے معاملات کا جو رنگ تھا اس کے باعث فرانس سے لڑائی اور بھی پریشانی کا موجب ہوتی لہذا اس نے اپنے بھائی ایڈمنڈ (امیر لینکاسٹر) کو بھیجا کہ صلح کی راہ نکالے لیکن ایڈمنڈ، شاہ فرانس کی باتوں میں ایسا آگیا کہ رسمی طور پر گیس کنی کے قلعے حوالے کرنے پر آمادہ ہو گیا اور ۶ ہفتے بعد ایڈورڈ نے ان کے دوبارہ حوالے کرنے کی استدعا کی تو مطلب ہشیار فرانسیسی نے صاف جواب دے دیا کہ اب ایک اینچ بھی نہیں ہٹوں گا۔ پھر قرارداد کی شرطیں منسوخ کر کے سرحد پر ایک بڑی فوج بھیجی اور اسکاٹ لینڈ کے امرا کے ساتھ ایک دفاعی اور اقدامی عہد نامہ کر لیا۔ اب ایڈورڈ کو دم لینے کی مہلت نہ رہی ایک طرف تو چار سال تک فرانس برسرِ جنگ رہا اور دوسری طرف اسکاٹ لینڈ میں برابر شورش برپا رہی۔ طرفہ تر یہ کہ ۱۲۹۵ء میں ویلز کے جنوب و شمال میں بیک وقت تین جگہ بغاوت پھوٹ پڑی جن میں بڑی کا سرخیل آخری حلولیں کا ناجائز بیٹا میڈوک تھا۔

یہ حالات تھے جب کہ ایڈورڈ نے دانش مندی سے انگلستان کے تمام طبقوں میں حُبِ وطن کے جذبات برانگیختہ کرنے کی غرض سے وہ پارلیمنٹ منعقد کی جو بہر اعتبار سے کامل اور نمونے کی مجلس ملکی تھی، سلطنت کے تینوں طبقے یعنی اہل کلیسا، امرا اور عوام کے وکلا اس میں موجود تھے۔ کلیسا کے معاملے میں تو، صدر اساقفہ اور صاحبان خانقاہ، نیز اسپرنگ ہیم اور ٹیمپل کے نظما اور مجاہدین کلیسای کے صدر کی خدمت میں شاہی شقے روانہ ہوئے۔ اساقفہ کو پہلے سے اعلان بھیج دیا گیا اور ہدایت کی گئی کہ اپنے ساتھ کلیسا کے خطیب، مہتمم، راہبوں کے ناظر (پروکٹر) اور ہر استقف میں سے دو دو حلقے کے پادریوں کو ہمراہ لیتے آئیں۔ استقفوں کی کل تعداد جنھیں بلایا گیا ۲۰ اور صاحبان خانقاہ کا شمار ۶۷ تھا۔ ایک روز بعد سات امیر اور ۴۱ جاگیرداروں کو پروانے بھیجے گئے اور اس کے دو دن بعد ہر پرگنے کے عامل (شیرف) کے پاس حکم نامہ بھیجا گیا کہ اپنے پرگنے سے دو معمر اور ہر شہر یا قصبے سے دو دو شہری منتخب کرا کے روانہ کرے۔ ۱۲۶۵ء کی

۱۲۹۵ء کی معیاری پارلیمنٹ

باب اول

سائمن ڈی مونٹ فرٹ کی مجلس کو تیس سال گزر چکے تھے اور اس وقت سے کوئی غیر معمولی صورت پیش نہ آئی تھی کہ شہریوں کو بھی کسی پارلیمنٹ میں طلب کیا جاتا۔ دوسرے مجلس کا کوئی معیّن دستور نہ تھا اور محض جاگیرداروں کی جماعت کو لوگوں کا صحیح قائم مقام تصور کر لیا جاتا تھا۔ اسی لئے یہ ۱۲۹۵ء کی مجلس گویا پہلی اصلی پارلیمنٹ تھی جس میں شہر و دیہات کے لوگ شریک کئے گئے اور آئندہ کے واسطے بھی یہی رسم قائم ہوگئی۔ البتہ اہل کلیسا روپے کی منظوری کے لئے یارک اور کینٹربری میں جلسے کرنا زیادہ پسند کرتے تھے اور گوائس کے نام کے رقعوں کی صورت عرصے تک وہی رہی جو ۱۲۹۵ء اعلان میں تھی، تاہم ناظروں اور مہتمموں کا ان کے ہمراہ آنا قریب قریب موقوف ہوگیا اور چند صدی کے بعد اصلاح کلیسا (ریفارمیشن) کی رو میں صاحبانِ خانقاہ بالکل غائب ہوگئے۔

بہرحال، ۱۲۹۵ء کی معیاری پارلیمنٹ" کا اجلاس انگلستان کے لئے یادگار دن تھا اور اسی سے پارلیمنٹی حکومت کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ اس موقع پر بادشاہ نے اپنی رعایا کی فیاضی پر جو بھروسہ کیا تھا، وہ معیاری پارلیمنٹ کی دریا دلی سے حق بجانب ثابت ہوا۔ اہل کلیسا نے اپنے مال کا دسواں۔ امرا، جاگیردار اور زمینداروں نے گیارھواں، اور شہر والوں نے ساتواں حصّہ دینے پر آمادگی ظاہر کر دی اور اس طرح جو روپیہ فراہم ہوا، اس سے ایڈورڈ کے لئے ممکن ہوگیا کہ پوری مستعدی سے کام کرے۔ سب سے کم خطرناک معاملہ ویلز کا تھا اور وہ اسی چند روز میں دور ہو چکا تھا کیونکہ ایڈورڈ نے پہلے کی طرح اب کے بھی باغیوں کو سنودون کے بے آب جنگلوں میں گھیر کر کامیابی حاصل کی۔ تجربہ کنی کی طرف ریڈ منڈ (امیر لنکاسٹر) بھیجا گیا اور خود بادشاہ نے اسکاٹ لینڈ پر فوج کشی کی۔ امیر واورین اور ڈرہم کا اسقف ہمرکاب اور بی ورلی کے سینٹ جان کا وہی متبرک جھنڈا، جو جھنڈے کی لڑائی میں ایک مرتبہ پہلے اسکوٹوں کو نیچا دکھا چکا تھا، ساتھ تھا۔ نیو کاسل میں بے لبل کا پیام پہنچا جس میں شاہِ انگلستان کی اطاعت سے انحراف کا اعلان تحریر تھا۔ اس کے بعد ہی ایڈورڈ سرحد اُتر کے اسکاٹ لینڈ میں داخل اور مارچ میں

اسکاٹ لینڈ کی فتوحات

باب اول

برک پر قابض ہوگیا۔ اپریل میں امیر وارین نے ہراول کی فوج سے اسکوٹوں کو سخت شکست دی جو بے وقوفی سے اپنے مضبوط پہاڑی مورچے چھوڑ کر ڈنبار کے میدان میں اُتر آئے تھے کہ کثرتِ تعداد سے انگریزوں کو مغلوب کرلیں گے۔ اس شکست کا نمایاں نتیجہ یہ ہوا کہ روکس برو، جیڈبرو، ڈنبار، ایڈن برو اور اسٹرلنگ نے اپنے پھاٹک کھول دئے۔ بے لیل نے ہتھیار ڈال دئے مگر انحرافِ اطاعت کا اعلان کرنے کے بعد اسے دوبارہ بادشاہ نہیں بنایا جاسکتا تھا لہذا کچھ روز لندن میں نظر بندی کے بعد اسے اجازت مل گئی کہ اپنی فرانس کی جاگیر میں جارہے اور وہیں وہ گمنامی کی موت مرا۔ اس کی گرفتاری کے بعد ایڈورڈ الجن کے مقام تک بڑھا کہ لوگوں کو اپنی سطوت دکھادے اور پھر اسکاٹ لینڈ کے عمائد سے اطاعت کا قول قرارلے کر انگلستان واپس آیا۔ امیر وارین اور چند انگریز عہدہ دار اسکاٹ لینڈ میں مقرر کئے گئے اور اس غیر متوقع کامیابی نے ایڈورڈ کو بالکل مطمین کردیا۔

اب ایڈورڈ نے فرانس کے مقابلے میں ایک بڑا جتھا بنانے کی تدبیر کی۔ ایڈمنڈ نے بائیوں میں وفات پائی اور اس کی جگہ امیر کنگن مقرر ہوا تھا۔ ایڈورڈ نے مصوبہ سوچا کہ گیس کنی سے یہ امیر اور شمال مشرق کی طرف سے وہ خود اور امیر فلینڈرس مل کر شاہ فرانس پر حملہ کریں۔ لیکن اس میں خلاف امید مشکلات پیدا ہوگئیں۔ حسب معمول تنگدستی نے پریشاں کیا تو ایڈورڈ نے اصول وانصاف کو بھی بالائے طاق رکھدیا اور کبھی سوداگروں سے اُون چھین کر اور کبھی شہر اور شاہی جاگیروں کے باشندوں پر جاگیرداری رسوم عائد کر کے روپیہ وصول کیا۔ ان حرکتوں سے لوگوں میں طبعاً ناراضی پیدا ہوئی جس کا بڑا سبب یہ کہ اتحادی بنانے کے سلسلے میں غیر ملک والوں پر بہت کچھ روپیہ صرف ہوا اور اس کے عوض میں انھوں نے کام بہت انجام دیا تھا۔ ان پیچیدگیوں کے باوجود مہم بھیجنے میں روپے کا کہیں نہ کہیں سے انتظام ہونا ضروری تھا لہذا بادشاہ نے ۱۲۹۵ء کی پارلیمنٹ کی طرح، بیری سینٹ ایڈمنڈ میں ایک دوسری مجلس نومبر ۱۲۹۶ء میں طلب کی جس میں جاگیرداروں، زمینداروں نے اپنے مال کا بارھواں اور شہریوں نے آٹھواں حصہ دینے پر آمادگی ظاہر کی البتہ اہل کلیسا نے کچھ دینے سے انکار کیا اور حجت پیش کی کہ پاپا بونی فاس ثامن کے ایک حکمنامے نے پادریوں کو ممنوع کردیا ہے کہ

باب دل

گرجوں کی آمدنی سے کوئی رقم دیوانی محاصل میں نہ دی جائے۔ ان کا سرغنہ صدر اسقف وِنچلسی تھا اور جب وہ اپنی بات پر اڑے رہے تو ایڈورڈ نے وہی کیا جس کی جان نے ایک مرتبہ دھمکی دی اور رچرڈ نے ۱۲۹۸ء میں واقعی اس پر عمل کیا تھا، یعنی پادریوں کا شاہی عدالت میں نالش کرنے کا حق سوخت کر لیا اور اس کے معنی حقیقت میں یہ تھے کہ پادری قانوں کی حمایت سے خارج ہو جائیں اور جس کا جی چاہے اُن کو لوٹ لے۔ ابھی اس حکم کے نتائج کا انتظار تھا کہ ایڈورد نے امرا اور جاگیرداروں کا ایک جلسہ کیا اور ان کے روبرو فرانس پر حملے کی تجویزیں پیش کیں۔ مگر یہاں تازہ

جاگیرداروں کا حملۂ فرانس میں شرکت سے انکار

دشواری یہ پیش آئی کہ ایک ایک کر کے سب جاگیرداروں نے عذر کیا اور سب سے بڑھ کر نارفک کے امیر روجیر بگوڈ سپہ سالار، نیز ہمفری (قلعہ دار شاہی) نے جس سے گیس کنی کی مہم لے جانے کے لئے کہا گیا تھا۔ یہ قانونی اعتراض نکالا کہ ہمارے عہدے کے فرائض میں یہ داخل ہے کہ بادشاہ کی ذات کے ساتھ رہیں۔ ایڈورد نے بگڑ کر کہا، "خدا کی قسم" اے امیر، یا تم جاؤ گے یا سولی پاؤ گے" امیر نارفک نے جس سے یہ خطاب تھا، جواب دیا "اُسی قسم سے اے بادشاہ، نہ میں جاؤں گا نہ سولی پاؤں گا"۔ یہ بات بھی جلد ظاہر ہو گئی کہ عام رائے انھی نافرمان امیروں کے ساتھ ہے۔ جلسہ اسی وقت برخاست کر دیا گیا۔ دونوں امیر اپنی اپنی جاگیروں میں چلے آئے۔ پندرہ سو چیدہ سواروں کی زبردست جمعیت اُن کے پیچھے پیچھے تھی اور وہ تیار تھے کہ ضرورت ہو تو تلوار سے جھگڑے کا تصفیہ کریں۔ ان حالات نے ایڈورڈ کو مجبور کیا کہ جس طرح ممکن ہو، روپیہ فراہم کرے کی تدبیر نکالے۔ چنانچہ سوداگروں سے اُون اور پرگنوں سے سامان رسد حاصل کرے اور دونوں کی رسید میں "ٹیلیز" آدھی آدھی لکڑیاں حوالے کرے جیسا کہ اُن دنوں بٹائی کے حساب کرنے کا قاعدہ تھا۔

ادھر پادریوں کے حواس گم تھے۔ ایسٹر یعنی جشن معراج مسیح قبل کا چلّہ گزرے چلا جاتا تھا اور بادشاہ نے دھمکی دی تھی کہ ایسٹر تک انھوں نے

اہل کلیسا کی اطاعت

حکم نہ مان لیا تو سب زمینیں ضبط کر لوں گا۔ آخر وِنچلسی نے ۲۶ مارچ کو ایک نیا جلسہ منعقد کیا اور پہلے خیال سے ہٹ کر، پادریوں کو مشورہ

باب اول

دیا کہ بہتر سے بہتر شرطوں پر صلح کر لیں۔ پادری اس طویل کشاکش سے تنگ آ چکے تھے۔ ایک ایک کر کے سب دب گئے بعض نے بادشاہ کو تحائف پیش کئے بعض نے روپیہ ایسی جگہ چھوڑ دیا کہ شاہی عمّال کو مل جائے۔ اور بعض نے حفاظت کا معاوضہ پیش کیا۔ خود ویجلسی اپنی ضد پر قائم رہا چنانچہ ایڈورڈ نے اس کی اُسقفی کی اراضی ضبط کر لیں۔

ان دوگونہ مشکلات کے باوجود ایڈورڈ نے اپنی مجوزہ مہم سے ہاتھ نہ اٹھایا بلکہ ہر شخص کو جو ۲۰ پونڈ سالانہ زیادہ کی زمین رکھتا تھا، حکم دیا کہ ۷ جولائی کو لندن میں جمع ہو جائے۔ یہ سالار اور قلعہ دار نے اس مرتبہ بھی جانے سے انکار کیا لیکن ایڈورڈ نے منشور اعظم اور منشور جنگلات کی تصدیق کا وعدہ کر کے اہل اجماع کے ممتاز افراد کو ایک خلاف آئین منظوری دینے پر رضامند کر لیا جس کی رو سے جاگیردار اور زمینداروں کے مال منقولہ کا آٹھواں اور شہر والوں کے مال کا پانچواں حصہ بادشاہ کو دینا قرار پایا۔ اسی زمانے میں اسا تھفہ نے صلح کر لی اور ۱۰ اگست کو ایک نئی مجلس منعقد کرنے پر آمادہ ہو گئے کہ باقاعدہ ادائے رقم کی صورت نکالی جائے۔ دونوں امیر اور اُن کے متبعین ابھی تک اڑے ہوئے تھے اور انھوں نے ایڈورڈ کی خدمت میں ایک عرضی لکھکر بھیجی جو نہ صرف اپنی اور جاگیرداروں کی جانب سے تھی بلکہ اس میں اہل کلیسا اور "جملہ اہل وطن" کو داخل کر لیا تھا اور صاف صاف لکھدیا تھا کہ پٹے کی شرائط میں یہ محاصل شامل ہوں یا نہ ہوں، اُن سے اور دوسری زرستانیوں سے ہم بالکل تباہ ہو گئے ہیں۔ خاصکر اُس نئے محصول (ٹیل ٹوٹ) سے جو اُون پر عائد کیا گیا ہے اور ہماری آمدنی کے پانچویں حصّے کے برابر ہے۔ عرضی میں مشورین کی تجدید کا مطالبہ اور یہ مشورہ بھی تحریر تھا کہ جب تک فلیمنگز کی طرف سے اطمینان کی صورت نہ ہو جائے اور اسکاٹ لینڈ میں دوبارہ بغاوت برپا ہونے کا اندیشہ رہے، اس وقت تک بہتر ہے کہ بادشاہ انگلستان ہی میں ٹھیرا رہے۔

یہ بے جھجک تحریر ایڈورڈ کو ستمبر میں موصول ہوئی جب کہ وہ فلینڈرس جانے کے لئے تیار ہو رہا تھا۔ اُس نے صرف یہ جواب دے دیا کہ بغیر مجلس شوریٰ کے عرضی پر غور نہیں ہو سکتا اور مجلس کے کچھ ارکان لندن میں ہیں اور بعض سمندر پار

باب اول

فلینڈرس میں پہنچ چکے ہیں۔ ۲۲ر کو خود وہ جہاز میں روانہ ہوا اور اپنے سیزدہ سالہ لڑکے ایڈورڈ کو ایک آتالیق اور چند مشیروں کے حوالے کر گیا کہ اپنی صوابدید سے ملک کا انتظام کریں۔ بادشاہ کے رخصت ہوتے ہی دو لوں امیر لندن پہنچے اور تحکم آمیز طریق پر مال کا آٹھواں حصہ محصول لینے سے مال کے عہدہ داروں کو روک دیا۔ متیراں سلطنت کے ہوش درست نہ رہے۔ مزاحمت کا تو کوئی امکان نہ تھا۔ چار و ناچار اور بے سابقہ طور سے پارلیمنٹ طلب کی گئی کہ اس کی موجودگی میں منشوروں کی تصدیق کر دی جائے۔

منشورین کی تصدیق

مگر اس سرکاری دسایزوں سے محاصل کا ذکر مدت پہلے اڑا دیا گیا تھا اور زیر بحث مسئلہ ان کی تصدیق سے طے نہ ہو سکتا تھا۔ نظر برایں امیروں نے چند دفعات بڑھانے پر اصرار کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ (۱) آئندہ جو امدادیں یا خدمات خود لوگوں کی مرضی سے بادشاہ کو دی جائیں، وہ ان سب کو اپنا مستقل حق نہیں سمجھے گا اور قدیم مالئے اور رسوم وند در کے سوا، ان جدید امدادوں سے صرف اُس صورت میں استفادہ کرے گا جب کہ اہل ملک انھیں بخوشی تسلیم کر لیں (۲) اُدن کا محصول موقوف کیا جائے اور بادشاہ یا اس کے ورثا آیندہ ایسا کوئی محصول عائد نہ کریں گے جب تک کہ خود اہل ملک خوشدلی سے اس کو تسلیم نہ کر لیں اور اُون، کھال اور چمڑے کے محاصل سے ہمیں اور ہمارے اخلاف کو معاف رکھیں گے اگرچہ اس کی پہلے اہل ملک نے منظوری دے دی تھی۔

آخری فقرے میں جس منظوری کا ذکر ہے اس سے قدیم یا کلاں رسوم مراد ہے جو ویسٹ منسٹر کی پارلیمنٹ منعقدہ ۱۲۷۵ء میں منظور کی گئی تھی اور اس کے خواص میں بادشاہ کا یہ حق مسوح کیا تھا کہ ملک میں آنے یا باہر جانے والے مال کا ایک حصہ خود لے لے۔ غرض ان اضافوں کے ساتھ منشوروں کی تصدیق کی درخواست بادشاہ سے کی گئی اور اس نے اسے قبول کیا اور بعد میں ۱۲۹۸ء و ۹۹ء اور ۱۳۰۱ء میں توثیق مزید ہوتی رہی۔ مگر پہلی تصدیق کے موقع پر ایک غیر سرکاری خلاصہ شائع ہوا جسے "De tellagio non concedendo" کہتے ہیں۔ اس میں شاہی منظوری کے الفاظ سے

کلاں رسوم

باب اوّل

"ایسے" کا ترجمہ لفظ چھوٹ گیا تھا مگر آگے چل کے یہی خلاصہ باصابطہ آئین سمجھا جانے لگا اور ۱۶۲۸ء کے معروضۂ حقوق میں اسی کا حوالہ دیا گیا ہے۔ بہرحال اس کشمکش اور امرا کی کامیابی کی سیاسی اہمیت میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ اس سے پہلے محصول کے معاملے میں اہل ملک کی رائے محض ایک رواجی بات تھی ۱۲۱۵ء میں شاہی جاگیرداروں کو جو رعایتیں عطا ہوئیں وہ بھی اگلے ہی سال موقوف کر دی گئی تھیں۔ مگر اب یہ حق تحریر میں آکر مسلم ہو گیا اور اسی بنیاد سے آیندہ انگریزوں کی مجلسی حکومت نے نشو و نما پائی۔ ایڈورڈ نے اس قول و قرار کو باطل کرنے کے لئے پاپا کو لکھا اور اس کی پابندی سے مستثنیٰ ہونے کا فتویٰ بھی حاصل کر لیا لیکن غنیمت ہے کہ اس فتوے سے کام نہیں لیا اگرچہ اس کی یہ تحریک و کوشش ہی شرمناک بات تھی۔

فرانسیسی نزاع کا تصفیہ

فلینڈرس کی مہم جس کے لئے ایڈورڈ نے یہ کچھ دردسری اٹھائی تھی، کچھ بہت نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئی۔ اس کے یوریی اتحادی حسب معمول حوصلہ اور ناکارہ نکلے اور جنگ گیسکنی میں محدود ہو گئی جہاں امیر لنکن، شہر بایون میں برابر اڑا ہوا تھا۔ آخر پاپا بونی فاس دتامن) کی جس سعی سے ان بادشاہوں کے تنازعے رفع دفع ہوئے دراصل بونی فاس نے اپنی عدالت کو قوموں کے جھگڑوں میں ثالثی کی عدالت بنانے کا تخیل سوچا تھا لیکن فلپ یا ایڈورڈ کوئی بھی راضی نہ تھا کہ پاپا کو سرکاری طور پر ان کے معاملات میں دخل دہی کا حق دیا جائے البتہ معمولی انسان کی حیثیت سے اس کی ثالثی قبول کر لی اور بالآخر گیسکنی کے سب مقبوضات سٹاہ انگلستان کو واپس دئے گئے۔ رود و شادیوں کے ذریعے آیندہ کی مفاہمت کا انتظام کیا گیا۔ یعنی ایڈورڈ نے جس کی بیوی ۱۲۹۰ء میں مر چکی تھی، فلپ کی بہن مارگریٹ سے شادی کی اور اس کا بیٹا ایڈورڈ فلپ کی پنجسالہ لڑکی ازابلا سے منسوب ہوا۔

اسکاٹ لینڈ کی بغاوت

اس عرصے میں اسکاٹ لینڈ کے معاملات برابر بگڑتے چلے گئے۔ اتالیق حکومت امیر وارین ملک میں مقیم نہ رہتا تھا۔ اور کریسنگھیم، خازن اور اورمزبی، میر عدل، ڈرے کے زور سے اسکوٹوں پر حکومت کرتے تھے۔ اس سختی کا قدرتی نتیجہ بغاوت ہو جیسے

باب اول

۱۲۸۲ء میں ویلز میں ہوا تھا، البتہ یہ فرق تھا کہ یہاں بغاوت کے سرخیل کوئی امیر یا شاہی خاندان کے افراد نہ تھے بلکہ وہ حقیقت میں لوگوں کی ناراضی سے پیدا ہوئی تھی مختلف اضلاع میں مختلف سرغنہ کھڑے ہوئے لیکن آخر میں اہل شورش والس والیس یعنی ویلز کا رہنے والا) اور سر اینڈرو مرے کے گرد مجتمع ہو گئے ۱۲۹۷ء کی گرمیوں میں وارین لاولشکر لیکر اسکاٹ لینڈ آیا مگر ستمبر میں اسٹرلنگ کے قریب کام بس کے نتھ کے مقام پر تسکست کھائی اس جگہ سمندر کی کھاڑی پر ایک لمبا پل بنا ہوا تھا، اتنا تیلا، کہ کہتے ہیں صرف دو آدمی، غالباً سوار، مل کر گزر سکتے تھے۔ اور شمالی کنارے پر چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کا سلسلہ کھاڑی تک پھیلا ہوا تھا۔ انھی پہاڑیوں میں والس اور مرے نے اپنے سپاہی چھپا رکھے اور جس وقت پانچ ہزار انگریز، کرے سنگھم کی قیادت میں پل اتر کے آئے تو ان کو اسکوٹوں نے بلندی سے ایک بیک آدبایا۔ کرے سنگھم وہیں کھیت رہا اور ساتھ والوں میں بھی بہت کم کوئی جان سلامت لا سکا۔ اس فتح کی خبر نے بغاوت کو آندھی کی آگ کی طرح ملک بھر میں پھیلا دیا۔ انگریز جان بچا بچا کے فرار ہوئے اور والس و مرے کے تحت میں ایک ہنگامی حکومت مرتب ہوئی اور یہی "مملکت اسکاٹ لینڈ کی سپاہ کے سپہ سالار" خسرو سال بادشاہ (جون) کے آتالیق مقرر ہوئے۔

ایڈورڈ کا یہ پورا برس فلینڈرس میں گزرا اور فرانسیسیوں سے لڑنے میں جو دشواریاں پیش آئیں، قریب قریب اتنی ہی مصیبت اپنے فلیمنگی، انگریز اور اور ویلزی سپاہیوں کو باہم متفق رکھنے میں اٹھانی پڑی بارے ۱۲۹۸ء میں ایک بر موقع ہنگامی صلح سے اتنی مہلت مل گئی کے وہ انگلستان آسکا اور والس کی سرکوبی کے لئے شمال میں روانہ ہوا۔ یہ کام کچھ سہل نہ تھا اور شیبی اضلاع اس طرح تاراج کئے گئے تھے کہ فوج کے لئے رسد ملنی غیر ممکن نظر آتی تھی بظاہر پسپائی کے سوائے چارہ نہ رہا تھا کہ اتنے میں ایڈورڈ نے سنا کہ والس اس کے عقب پر حملہ کرنے کی غرض سے فال کرک کے جنگل میں چھپا ہوا ہے۔ یہ خبر سن کے حملہ آور فوج کی شکستہ ہمت تازہ ہو گئی اور مارا مار کوچ کر کے وہ ۲۲ جولائی ۱۲۹۸ء کے دن اسکوٹوں کے سامنے آپہنچے۔ اُن دنوں حملہ کرنے والی فوج، سواروں کی ہوتی تھی اور یہ

باب اول

والس کے پاس کم تھے اس لئے وہ ایک دلدل کے پیچھے صف آرا ہوا اور چار دائروں میں نیزہ بردار کھڑے کئے جن کے ہر دائرے کے آگے ماڑ بنی ہوئی تھی اور یہ سب تیر اندازوں کی قطار سے وابستہ تھے جن کے عقب مٹھی بھر سواروں کی جمعیت تھی۔ لیکن ایڈورڈ بھی حسب موقع کام کرنے میں ہیٹا نہ نکلا۔ اس نے دلدل کے دائیں بائیں سوار بھیجکر، پہلے اسکوٹ سواروں کو مار بھگایا پھر تیر اندازوں کو ماڑوں کی پناہ لینے پر مجبور کیا اور پھر تیر و فلاخن سے اُن کی خبر لی۔ آخر میں سواروں کے برمحل حملوں نے ان کی صفیں درہم برہم کر دیں۔ حال کرک کی شکست والس کے اقتدار کے حق میں مہلک ثابت ہوئی اور ایک سال کی چمک دمک کے بعد اس کے اقبال کا آفتاب غروب ہو گیا اور آئندہ چند سال شاید چھپ چھپ کے یا فرانس میں بسر ہوئے مگر والس کی جگہ دوسرے سرغنہ تیار ہو گئے اور آئندہ پانچ برس تک **بے لیل** کا بھانجا اور **سینٹ اینڈکار** خود کا استقف **جان کومین** ان سب میں ممتاز و سرآور دہ رہے اور ان کی کوشش سے مورتھ کے شمال میں اسکاٹ لینڈ کی آزادی برقرار رہی۔ ان کا خاص کارنامہ ۱۳۰۲ء میں روس لن کی فتح تھی۔ ان سنین میں ایڈورڈ فرانس کے معاملات میں الجھا رہا۔ ۱۳۰۳ء میں ملیمنگرے کورنے رائے کی مشہور جنگ میں غلب کو شکست دی اور یوں بھی وہ بونی فاس سے جھگڑوں میں مصروف رہا۔ غرض ۱۳۰۴ء میں ایڈورڈ کو دوبارہ فرصت مل گئی کہ ذاتی طور پر اسکاٹلینڈ کی جانب متوجہ ہوا۔ نتیجے سے ظاہر ہو گیا کہ اسکاٹلینڈ کی مزاحمت کس حد تک فرانسیسی نزاع کے باعث قائم تھی چنانچہ تقریباً بغیر کسی جنگ کے ایڈورڈ کی فوج فورتھ سے عبور کر کے **ابرڈین** و **بانف** کی طرف بڑھی۔ بادشاہ کے محض فوجی دبدبے نے کومین کو مرعوب اور آمادۂ اطاعت کر دیا۔ سردیوں میں وہ نامہ و پیام کرتا رہا اور اسے اپنی اور اپنے رفیقوں کی طرف سے صلح کرنے کی اجازت مل گئی۔ والس کو بھی اسی کی دعوت دی گئی بشرطیکہ وہ اسے مناسب تصور کرے لیکن اس کی طرف سے صلح جوئی کی کوئی علامت ظاہر نہ ہوئی اور ایڈورڈ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں اس کی آزادی آئندہ فتنہ و فساد کا موجب نہ ہو۔ لہٰذا اس نے اشارۃً کہدیا کہ اگر ضاجوی درکار ہے تو اس باغی کو گرفتار کیا جائے۔ اس اشارے کا اثر تھا کہ والس کو ڈمبارٹن کے عامل (سر جان مین ٹیتھ) نے اسیر کر لیا اور وہ لندن بھیجا گیا۔

کہتے ہیں اس نے حجت کی کہ میں نے ایڈورڈ کی اطاعت کا کبھی حلف نہیں اٹھایا اور اس لئے جو کچھ کیا وہ بغاوت میں داخل نہیں ہے۔ تب اسے ڈاکے، قتل و غارتگری وغیرہ جرائم کی پاداش میں، جن کا وہ مرتکب ہوا تھا، سولی دی گئی۔ اس کا سر لندن کے برج پر رکھدیا گیا اور علاقے چار ضلعوں میں تقسیم کر دے گئے۔ والس نے بازی تو بڑی لگائی تھی مگر اس میں وہ ہار گیا۔ تاہم اس کی موت نے اسے آزادی اسکاٹ لینڈ کا سورما بنا دیا اور طرح طرح کی کہانیوں اور گیتوں سے اس کی شہرت ذرا نا واجب طور پر اتنی بڑھ گئی کہ اسکاٹ لینڈ کے دوسرے محبان وطن کی ناموری اس کے مقابل میں پھیکی پڑ گئی۔

بظاہر مزاحمت کا اب خاتمہ ہو گیا تھا لہذا ایڈورڈ نے اسکاٹ لینڈ کے نظم و نسق کی بنا ویز نکالیں اور اپنے بھتیجے جان (امیر بریتانی) کو سپہ سالار اور اتالیق مملکت مقرر کیا۔ ملک کو چار حلقوں میں تقسیم کر کے دو دو کے لئے ایک ایک حاکم عدالت کا تقرر ہوا اور طے پایا کہ اسکاٹ لینڈ کے خوانین کی نظر ثانی کی جائے اور وحشیانہ، یا وہ جو صلاح الٰہی کے خلاف ہوں، مسوخ کر دئے جائیں۔ آخر میں یہ کہ انگلستان کی پارلیمنٹ میں اسکاٹ لینڈ کے بعض وکلا بھی شریک ہوا کریں۔ یہ منصوبہ اگر اچھی طرح عمل میں آتا تو برا نہ تھا۔ لیکن اہل اسکاٹ لینڈ کے قومی جذبات برانگیختہ ہونے لگے تھے اور زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ ایک نئے مدعی نے اس شورش سے فائدہ اٹھایا یہ وراثت شاہی کے امیدوار کا پوتا روبرٹ بروس تھا۔ اس کے باپ کے حالات تو مشکوک ہیں مگر خود یہ پچیس سال کا نوجوان، اب تک ایڈورڈ کی طرف تھا اور انتظام ملک کے متعلق بادشاہ اس سے مشورہ بھی کرتا تھا۔ لیکن ۱۳۰۶ء میں اس نے تخت کے لئے خود کوشش کرنے کی ٹھان لی اسی سال کومین سے ایک ملاقات کے دوران میں بروس کو یک بیک طیش آیا اور ایسا ہاتھ مارا کہ وہ وہیں (اسمام ڈمفریز) ڈھیر ہو گیا۔ اور یہ بھی ٹھیک معلوم نہیں کہ بروس کو تخت و تاج کی آرزو اس واقعے کے بعد سے پیدا ہوئی یا پہلے سے۔ بہر حال، اس نے گیلووے میں علم بغاوت بلند کیا کچھ لوگ ساتھ ہو گئے اور ماہ مارچ بمقام اسکون اس کی تخت نشینی کی رسم عمل میں آئی۔ یہ بغاوت شروع میں کچھ بہت اہم نظر نہ آتی تھی کیونکہ بروس کھلے میدان میں

ا۔ اول

نئے انتظامات اور بروس کی بغاوت

باب اول

مقابلے کی طاقت نہ رکھتا تھا۔ لیکن ویلز اور اسکاٹ لینڈ میں ایک فرق یہ تھا کہ وہاں تو اسٹوڈل کے ضلعے کی آسانی سے ناکہ بندی کی جا سکتی تھی اور اسکاٹ لینڈ میں میدانوں کے کنارے کنارے ناقابل گزر دلدلیں، پہاڑ اور جزیرے تھے جن میں ہر وقت بھاگ کر پناہ لے سکتے تھے اور وہاں کوئی تعاقب ممکن نہ تھا۔ اسی لئے ایک باغی یہاں موقعے کی تاک میں رہ سکتا اور چھاپے مار مار کر اپنی تہرت اور لوگوں کی شورش برقرار رکھ سکتا تھا اور کوئی اسے گزند نہ پہنچا سکتا تھا۔ بروس کی حکمت یہی تھی اور آخر میں واقعات بھی ایسے پیش آئے کہ وہ اس میں کامیاب ہو گیا۔

ایڈورڈ کی وفات ان میں سب سے بڑا واقعہ تو خود آنجہانی ایڈورڈ کی موت ہے کہ پچاس سال سے زیادہ کی متعدد وافکار نے اس کے آہنی جسم کو گھن کی طرح کھا لیا۔ بروس کی بغاوت کی اول اول اطلاع ملی تو وہ علیل تھا اور کارلائل تک میلوں میں اسے سفر کرنا پڑا۔ ۱۳۰۶ء میں اسے اتنا افاقہ معلوم ہوا کہ گھوڑے پر سواری کر سکے لیکن یہ محنت بھی اس ناتوانی میں بہت زیادہ ثابت ہوئی اور دو ہی مختصر منزلوں کے بعد وہ برگ اون دی سینڈز میں ۷ جولائی ۱۳۰۷ء کو فوت ہو گیا۔

ایڈورڈ کی دو شادیاں ہوئیں۔ ایک کاسٹیل کی الیبر سے جو ۱۲۹۰ء میں مر گئی۔ اس سے چار بیٹے اور نو بیٹیاں تھیں۔ مگر ان بیٹوں میں سے صرف ایک (یعنی ایڈورڈ) باپ کے بعد تک زندہ رہا۔ بیٹیوں میں سے ایک کی شادی گلیسرٹ گلیر گلوسٹر سے، اور دوسری کی ہمفری، امیر ہیریفرڈ سے ہوئی۔ ایڈورڈ کی دوسری بیوی مارگریٹ سے دو بیٹے ہوئے۔ ٹامس امیر نارفک اور ایڈمنڈ امیر کینٹ۔ اس کی اکثر بیٹیوں کی شادیاں غیر ممالک میں ہوئیں۔

مشہور واقعات

آئین مورٹ میں (اوقاف)	۱۲۷۹ء
ویلز کی آخری فتح	۱۲۸۲ء

آئین ویچیٹرا اور ویسٹ منسٹر کا دوسرا آئین	سنہ ۱۲۸۵ ع	باب اول
" " کا تیسرا آئین	سنہ ۱۲۹۰ ع	
مونفرکی یارلمنٹ	سنہ ۱۲۹۵ ع	
تصدیق مستورین	سنہ ۱۲۹۷ ع	
فال کرک کی لڑائی	سنہ ۱۲۹۹ ع	
بروس کی بغاوت کا آغاز	سنہ ۱۳۰۶ ع	

باب دوم

ایڈورڈ ثانی: ۱۳۰۷ء تا ۱۳۲۷ء

ولادت ۔ ۱۲۸۴ء ۔ ازدواج آرائلا ۱۳۰۸ء وفات ۱۳۲۷ء
معاصرین، اسکاٹ لینڈ ۔ روبرٹ اوّل
فرانس فلپ چہارم

ولی عہد سلطنت ایڈورڈ جو ۲۳ برس کی عمر میں باپ کا جانشین ہوا، بدترین انگریز بادشاہوں میں شمار ہوتا ہے ۔ اس کا باپ ایڈورڈ اور دادا ہیری بالکل دوسرے مزاج کے بادشاہ تھے ۔ نوجوان ایڈورڈ کو باپ کا تدبر ورثے میں نہیں پہنچا تھا نہ دادا کی حد اتر سی ۔ وہ جوان ہو کر بالکل بے اصول اور

ایڈورڈ ثانی کے خصائل

چھچھورا نکلا ۔ خوبصورتی اور عمدہ تعلیم کے ساتھ اس میں اپنے تکلف رفیقوں کو گرویدہ بنانے کا مادہ ضرور تھا لیکن ان اوصاف کے باوجود اس کا عہد حکومت بالکل ناکامیاب ثابت ہوا اس کا سب سے صریحی سبب مقربین سے بادشاہ کی شیفتگی، تھا ۔ مناسب ہے کہ لفظ مقرب کے معنی کی صراحت کردی جائے کہ اس میں

باب دوم

ایک تو وہ لوگ داخل ہیں جو بادشاہ کے منظورِ نظر اور انعام و اکرام سے سرفراز ہوں۔ دوسرے وہ جو ایسی قابلیت بالکسی وجہ سے بادشاہ کی رائے اور حکمت عملی میں حاصل دخل رکھتے ہوں۔ ان میں سے ایڈورڈ کے مقربین کا پہلا گروہ نوعام لوگوں میں بدنسبت سے دیکھا جاتا تھا کہ ان کو مال و دولت دینے کے ماعت شاہی خزانہ خالی ہوتا اور اس لئے مزید محاصل کے ذریعے اس کی کمی پوری کی جاتی تھی اور دوسری قسم کے مقربین سے امرا ہیبت کھاتے تھے۔ انگلستان کے بڑے بڑے امیروں کو دعویٰ تھا کہ ہم بادشاہ کے موروثی مشیر ہیں اور ہماری بادشاہ تک ہر وقت رسائی ہونی چاہیئے لہذا کوئی شخص، نو دولت ہو یا اچھی پرانے امیروں میں سے، اگر بادشاہ کے مشوروں میں خاص طور پر دخل پالیتا تو باقی امیروں کو حسد پیدا ہو جاتا تھا۔ صدیوں تک ان جذبات کا انگریزی سیاسیات میں نمایاں اثر پایا جاتا ہے اور تعجب یہ ہے کہ بظاہر عوام الناس بھی اس حسد و رقابت کو مناسب و بجا تصور کرتے تھے۔ اب اگر بادشاہ صاحب قوت ہوا تو ایسے رفیقوں پر کوئی آنچ نہ آنے دیتا تھا لیکن اگر وہ کمزور ہے تو خود بھی ڈوبتا اور ساتھ والوں کو بھی لے ڈوبتا تھا۔ بہر نوع خطاب یافتہ امرا اور غیر خطاب یافتہ وریروں میں ہمیشہ حسد رہتی تھی۔ فلیمبارڈ اور سیکیٹ کے معاملے میں یہ رقابت موجود تھی اور مثال کے طور پر، وولزے صبا شخص بھی جانتا تھا کہ دشمن اُس کی تاک میں ہیں کہ جس دن بادشاہ کی نظر عنایت پھرے، اسی دن اُس پر حملہ کریں۔

"مقرب شاہی" کے مخالف امرا کا مرجع عموماً خاندانِ شاہی کا کوئی نوجوان فرد ہوتا۔ سائمن ڈی مونٹ فرٹ تک جو ہنیری ثالث کا برادر نسبتی تھا، اس قاعدے سے مستثنیٰ نہیں سمجھا جا سکتا۔ شاہی خاندان کے لوگوں کے اس رقابت و مخالفت میں شریک ہونے کی ایک وجہ یہ تھی کہ شہزادوں کو مناسب جائدادیں بہم پہنچانا کچھ آسان نہ تھا۔ ہنیری ثالث نے یورپی مقبوضات میں سب کے لئے حصے نکالے تھے مگر کچھ بہت کامیابی نہ ہوئی۔ رچرڈ لاولد تھا جان کے بیٹے صغیر سن تھے۔ ہنیری ثالث کا صرف ایک بھائی (رچرڈ) تھا جسے اُس نے کارنوال کا امیر بنا دیا اور اس جاگیر میں کارنوال کی ٹین کی کانوں کی بے حساب دولت بھی شامل تھی۔ اپنے سجھلے بیٹے ایڈمنڈ (کروس بنک) کو

باب دوم

ہنیری صقلیہ کا بادشاہ نہ بنوا سکا، تو لینکاسٹر، لیسٹر اور ڈاربی کی جاگیریں عطا کردیں جن میں سے آخری دو امیر سائمن اور امیر فراز کی ضبط شدہ جاگیریں تھیں۔ ایڈمنڈ کا وارث اس کا بیٹا، ٹامس ہوا۔ اُسے ایڈورڈ کے وفادار دوست امیر لنکن وسالسبری کی وارث بیٹی بیاہی تھی لہذا وہ ان دونوں جاگیروں کے اپنے قبضے میں آنے کی توقع رکھتا تھا۔ یہ امیر جسے ٹامس آف لنکاسٹر کہتے ہیں، بہت پختہ مزاج اور آتش خو آدمی تھا مگر حقیقی تدبر سے اُسے حصہ نہیں ملا تھا۔ مُلک کی باقی بڑی جاگیروں میں سے مارفک اور کیسٹ والی ایڈورڈ اول کے چھوٹے بیٹوں، ٹامس اور ایڈمنڈ کو مل گئی تھیں۔ کارنول اور چیسٹر کی بادشاہ کے قبضے میں تھیں۔ گلوسٹر پر اس کا بھتیجا گلبرٹ متصرف تھا۔ ہیریفرڈ ایڈورڈ کا بہنوئی ہمفری بوہن اور پہم برک پر ایک رشتے کا بھائی ایمرڈی ولانس۔ جاگیر و دولت کا اس طرح چند اشخاص کے ہاتھ میں مجتمع ہونا، ایسے بادشاہ کے خیالات سے کوئی مناسبت نہ رکھتا تھا، جیسے ولیم فاتح۔ کیوں کہ اس کے معنی یہ تھے کہ اگر بادشاہ اور اس کے رشتہ داروں میں اختلاف کی نوبت آئے تو ملک بھر میں خانہ جنگی برپا ہو جائے۔

مگر نئے بادشاہ نے ایسے زمانے میں، جب کہ امرائے کبار کا اثر خاص طور پر قوی اور جید اشخاص میں مجتمع تھا، ایک نئے مقرب کا درجہ بڑھانا شروع کیا جس کا نام آئندہ

پیرز گے وسٹن

اس قسم کے لوگوں کے لئے ضرب المثل ہو گیا ہے۔ یہ گیسکنی کا باشندہ پیرز گے وسٹن تھا جو لڑکپن میں بادشاہ کے ساتھ کھیلا ہوا اور

عـلہ۔ خاندان بوہن کا شجرۂ نسب یہ ہے۔

ہمفری ڈی بوہن (سائمن کا دوست) وفات ۱۲۷۵ء

ہمفری ڈی بوہن۔ وفات ۱۲۹۰ء

ہمفری ڈی بوہن (زوجہ آلیز بنت ایڈورڈ اول)

ہمفری ڈی بوہن

الیر (زوجہ ٹامس امیر گلوسٹر) میری (زوجہ ہنری چہارم)

اس کا اسارفیق واپس ہوگیا تھا کہ معلوم ہوتا تھا ایڈورڈ بعد اس کے حوصلہ کے ساتھ زندہ ہی نہیں رہ سکتا۔ پیرز گے وسٹن کی سرشت کی نسبت (غالباً ناانصافی سے) یہ سمجھا جاتا ہے کہ حد سے زیادہ بگڑی ہوئی تھی اور اس میں کیا شک ہے کہ ایڈورڈ اول اسے اپنے بیٹے کا بہت ہی نامناسب مدیم سمجھتا تھا اور اسے دربار سے نکلوا چکا تھا بلکہ بیٹے کو وصیت کی تھی کہ گے وسٹن کے اثر سے بچے۔ لیکن اس پر عمل کرنے کی بجائے باپ کی آنکھ بند ہوتے ہی ایڈورڈ نے پیرز کو واپس بلا بھیجا اور کارنول کا امیر بنا دیا جس سے لوگ اسے ماخوذ ہوئے کہ شاید ہی کوئی اُسے اس خطاب سے یاد کرتا ہوگا۔ پھر ایڈورڈ نے اپنی بھانجی مارگریٹ (بنت امیر گلوسٹر) کی شادی کر دی اس کے کہنے سے باپ کے زمانے کے معتبر چارلس والٹر لینگ ٹن کو برطرف کر دیا۔ بڑی بڑی رقمیں بطور انعام عطا کیں خصوصاً ۴۲ ہزار پونڈ بھی دے دئیے جو باپ نے صلیبی جنگ کے لئے مختص کر رکھے تھے۔ اس ابلاہ سے شادی کے لئے خود وانس گیا تو انگلستان میں پیرز گیوسٹن ہی کو اپنا قائم مقام بنا گیا اور انتہا یہ کہ تاجپوشی کے وقت تاج اُسی کے ہاتھ میں دیا اور ملک کے قدیم امرا پر اسی کو سبقت عطا کی۔ گیوسٹن منکسر مزاج یا صاحب تدبر آدمی ہوتا، تو بھی یہ عنایتیں اسے محسود بنانے کے لئے کافی تھیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس میں اعتدال و متانت کا مادہ ہی نہ تھا اور اس نے متکبرانہ نمود و نمائش سے اور زیادہ دشمن پیدا کر لئے اور حاسد امرا پر طرح طرح کی پھبتیاں کہکر، جو اس کے مربی بادشاہ کی نادانی سے سب میں مشہور ہو جاتی تھیں، انھیں اور بھی جلایا۔ ٹامس امیر لینکاسٹر کا نام اس نے "جنگلی سؤر" رکھا تھا۔ وارون کا "اردن کا کالا کتا" پیم برک کا "حوزف یہودی" اور اپنے سالے امیر گلوسٹر کا "کوئل" وغیرہ۔

اس حماقت کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ اپریل ۱۳۰۸ء کی پہلی ہی بڑی مجلس میں حکام کلیسا اور جاگیر دار و امرا نے بالاتفاق اس کے اخراج کا مطالبہ کیا اور ایڈورڈ کو دینا پڑا۔ یوں بھی بادشاہ سے اگر کوئی حسن ظن تھا، تو وہ رفتہ رفتہ بالکل غائب ہوگیا کیونکہ اس میں معمولی امور ملک داری کے انجام دینے کی بھی کوئی اہلیت نہ تھی اور جو وقت طفلانہ تفریح و تفنن کے مشاغل سے بچتا، اسے وہ اپنے منظور نظر کی، جسے آئرستان کا والی مقرر کیا تھا، واپس بلانے کے جوڑ توڑ میں صرف کرتا تھا۔ ۱۳۰۹ء میں مجلس ملکی کا انعقاد ہوا اور اس موقع پر شکایتوں کی جو فہرست پیش کر دی اُسی سے ثابت ہوتا ہے کہ

باب دوم

ایسے بادشاہ کے طرز عمل کا کتنی تھوڑی مدت ہی میں پوری حکومت کے کاروبار پر اثر پڑ سکتا ہے۔ ایڈورڈ نے بے تکلف اصلاح حال کا وعدہ کر لیا جس کا حاصل سبب یہ تھا کہ یا یائے روما نے اس کی استدعا پر گے وسٹن کو انگلستان سے باہر ہونے کی قسم کی پابندی سے آزاد کر دیا تھا اور اب بادشاہ کا مقصد کچھ تھا تو یہ کہ کسی طرح امرا کو بھی اپنے منظور نظر کی رائیسی پر رضامند کر لے۔ وقت کے وقت اُسے کامیابی بھی ہو گئی لیکن گیوسٹن نے نئے دشمن بنا لئے اور ۱۳۱۱ء کی ویسٹ منسٹر کی بڑی مجلس شوریٰ نے فیصلہ کیا کہ ۱۲۵۸ء کی نظیر سے کام لیکر زمام حکومت ایڈورڈ کے ہاتھ سے لے لی جائے اور ۲۱ امرا کے "نظم وسق" کے تعویض ہو جن میں صدر اسقف وچلسی اور پیم برک لینکاسٹر وغیرہ بڑی ریاستوں کے امیر شامل تھے۔ بادشاہ کے خانگی امور کا انصرام اور ملک کی خرابیوں کی اصلاح اس جماعت کے فرائض میں داخل تھی۔

اس جماعت کی نگرانی سے بچنے کے لئے ایڈورڈ، گیوسٹن کو ساتھ لے کر اسکاٹ لینڈ کی سرحد کی طرف چل دیا اور سال بھر وہیں رہا۔ لیکن اس کی عدم موجودگی میں "امرائے نظم وسق" کو پوری آزادی مل گئی جس سے انھوں نے فائدہ اٹھایا اور اصلاحات کی ایک طویل تجویز مرتب کی جس میں سب سے اہم یہ تھیں کہ گیوسٹن کا دائمی اخراج کیا جائے۔ آیندہ سرکاری عہدہ داروں کا تقرر جاگیرداروں کے مشورے اور رضامندی سے عمل میں آئے۔ کم سے کم سال میں ایک مرتبہ پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا کرے اور نظم وسق کی پوری طرح درستی کی جائے اس پر ایڈورڈ نے اوّل تو "اپنے بھائی پیرز گیوسٹن" کو معافی دینے کے لئے منت سماجت کی اور جب مجبوراً ۱۳۱۱ء میں منظوری لکھنی پڑی تو پھر دوسرے ہی سال ہوش باختہ بادشاہ نے دوبارہ گیوسٹن کو واپس بلا کے ضبط کردہ جاگیریں اسے واگزاشت کر دیں۔ اب وچلسی نے اسے کلیسا سے خارج کیا اور لینکاسٹر وغیرہ چار امیروں نے فوجیں فراہم کر کے اسے اسکاربرو کے قلعے میں گھیر لیا جہاں ایڈورڈ نے حفاظت کی غرض سے اُسے بھیج دیا تھا۔ گیوسٹن نے مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دیئے اور پیم برک کی تحویل میں والنگ فورڈ روانہ کیا گیا کہ پارلیمنٹ کے اجلاس کا انتظار کرے۔ لیکن وارک اور لینکاسٹر کا غصہ اتنی تاخیر کی بھی تاب نہ لانے والا تھا اور ابھی گیوسٹن ڈنگٹن

(علاقہ آکسفورڈ شائر) ہی تک پہنچا تھا کہ "آرڈن کا کالا کتا" اسے پکڑ کر قلعہ وارک میں بھگا لایا جہاں لینکاسٹر ہیریفرڈ اور ایرنڈیل پہلے سے اس کے منتظر تھے۔ جب بحث ہوئی کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے تو آخر میں ایک ضرب المثل نے کہ "لومڑی کو چھوڑا، تو پھر چیخیے دوڑنا پڑے گا" اس کی قسمت کا فیصلہ کرا دیا۔ لینکاسٹر و ہیریفرڈ کی موجودگی میں اس کا سر پلیک لو کی پہاڑی پر (جو کینل ورتھ کے راستے پر واقع ہے) قطع کر دیا گیا۔

گیوسٹن کا قتل

کسی سیاسی حریف کا اس طرح قتل کیا جانا، انگلستان میں پہلے کبھی سننے میں نہ آیا تھا اور اس واقعے نے قتل و خون کے ایک ایسے سلسلے کا آغاز کیا جو ہنیری ہفتم کی تخت نشینی تک کہنا چاہیئے کہ کسی طرح ختم ہونے میں نہ آتا تھا۔ تیرھویں صدی سے چودھویں اور پندرھویں صدی کا مقابلہ کیا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بڑے بڑے آدمیوں کے نصب العین اور مقاصد میں پستی پیدا ہو گئی تھی۔ خواہ اس کا سبب یہ ہو کہ اسکاٹ لینڈ اور فرانس کے ساتھ جنگ و جدل کے طویل سلسلے سے قلوب میں سختی اور درشتی آگئی خواہ یہ، کہ عہدہ وسطیٰ کا وہ سپاہیانہ کیش اختیار کیا گیا جس کے اخلاق و تواضع کی تہ میں اوباشی خاندانی غرور اور حقیقی بے رحمی بمشکل چھپ سکتی تھی اور یا کہ لوگوں کے دین ایمان میں فتور آگیا تھا۔ بہر حال اس میں شک نہیں کہ قوم کے اونچے طبقوں میں اعلیٰ اخلاق و اوصاف کو گھن لگ گیا تھا۔ اس خرابی کا کچھ نہ کچھ تعلق اور زمانی تطابق، فرانسیسی زبان اور فرانسیسی تہذیب و رسوم کے انگلستان میں مروج ہونے سے بھی پایا جاتا ہے۔ اس چیز کو شروع ہنیری ثالث کے عہد میں ہوا کہ اسی کے وقت میں پہلی سرکاری دستاویز فرانسیسی زبان میں قلمبند ہوئی۔ ایڈورڈ اول کے زمانے میں عدالتوں کی زبان بھی فرانسیسی قرار دی گئی اور ایڈورڈ ثانی کے عہد میں خیال کیا جاتا ہے کہ اونچے طبقوں کی زبان ہی یہ ہو گئی تھی۔ مگر یاد رہے کہ اس رواج کو نارمن فتح یا ہنیری ثانی کے فرانس میں مقبوضات ہونے سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ اس کی مثال تو کچھ ایسی ہے جیسے کہ زمانۂ حال میں روس کے اعلیٰ طبقوں میں معمولاً فرانسیسی زبان بولی جانے لگی تھی۔ دوسرے یہ نارمن فتح کی پرانی فرانسیسی نہ تھی بلکہ خاص پیرس اور جریدۂ فرانس کا روزمرہ

اخلاقی پستی فرانسیسی زبان۔

ماب ۱۰۰

باب ۱۰

عوام میں نکسالی زبان بنتا جاتا تھا۔ ان سب حالات کے باوجود، اندر ہی اندر انگریزی جو ادبی زبان کی حیثیت سے بہت عرصے تک لاطینی سے دبی رہی آہستہ آہستہ ہاتھ پاؤں نکالنے لگی تھی اور عین یہی زمانہ جب کہ ملک میں ہر طرف فرانسیسی کا رواج تھا، ان انگریزی شعرا کا زمانہ ہے جو دلکش اور چاسر کے پیش رو تھے۔

لیکن اب اصل مضمون کی طرف پلٹنا چاہیئے کہ جب ایڈورڈ اپنے مقتول دوست

بروس کی کامیابیاں۔

گاوسٹن کا انتقام نہ لے سکا تو پھر سکاٹ لینڈ کی طرف متوجہ ہوگیا جہاں بروس برابر زور پکڑتا جاتا تھا۔ اسکاٹ لینڈ میں انگریزوں کا اقتدار حوب کے قلعوں پر قبضہ رکھنے پر منحصر تھا۔ ان میں روکس برو، لن لتھ گو، پرتھ، ایڈن برو اور اسٹرلنگ سب سے بڑے تھے ۱۳۰۶ء سے ۱۳۱۴ء تک پانچ سال کے اندر اندر بروس نے میدان میں تمام حریفوں کو، خواہ انگریز ہوں یا مخالف اسکوٹ زیر کر لیا تھا اور ۱۳۱۲ء میں اسکاٹ لینڈ کی ساری آبادی میں بظاہر کوئی ایسا نہ تھا جو بروس کے ساتھ نہ ہوگیا ہو۔ بیچ میں ایڈورڈ آئے گئے، سٹن کے حملے سے اس کی ترقی میں حرج واقع ہوا لیکن اُن کے واپس جاتے ہی بروس نے اپنے سپاہیوں کی ہمت بڑھانے کے لئے خود انگلستان پر یورش کی اور شمالی اضلاع کو بیدردی سے پامال کیا۔ پھر وہ اسکاٹ لینڈ کے قلعوں پر پورے اہتمام سے حملہ آور ہوا۔ پرتھ کو جنوری ۱۳۱۲ء میں یورش کر کے چھین لیا۔ ۱۹ مارچ کو روکس برو نے خود ہتھیار ڈال دئے۔ ایک ہفتے بعد اس کے بھانجے اینڈولف نے ۳۰ ہمراہیوں سمیت ایک چٹان پر جو قلعے کے اوپر اٹھی ہوئی تھی کمند سے چڑھکر یک بہ یک ایڈن برو کو جا دبایا اور اسی کے قریب زمانے میں لن لتھ گو کی تسخیر اس تدبیر سے عمل میں آئی کہ نیگ یا بنی نام ایک ہموطن نے گھاس کے نیچے سیاہی چھپا لئے اور پھر اپنا چھکڑا قلعے کے پھاٹک میں اس طرح اڑا دیا کہ آہنی اڑوار نیچے نہ آسکے۔ اسی طرح فتح پر فتح حاصل ہوتی رہی۔ صرف اسٹرلنگ رہ گیا تھا مگر وہ بھی اس طرح گھرا کہ قلعہ دار نے اقرار کر لیا کہ اگر ۲۴ جون ۱۳۱۴ء تک کوئی مدد نہ پہنچ سکی تو وہ قلعہ حوالے کر دے گا۔ اس شرط پر بروس تو بہت بگڑا اور حقیقت میں اتنی بڑی مدت ایڈورڈ کے مدد لے جانے کے لئے بہت کافی تھی لیکن اس نے

حافت سے معاملے کو آخر تک ٹالا اور فوجی اجتماع کی تاریخ (بہ مقام بروک) ۱۱ جون قرار دی۔ اس روز سواروں کا ایک کثیر گروہ بھی جمع ہوا جس میں بعض سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق تھے اور ہزاروں تیر انداز تھے جن کی قدر اب بخوبی عیاں ہوتی جاتی تھی اگر ایڈورڈ لینکاسٹر نخوت سے الگ نہ رہتا تو اور زیادہ فوج جمع ہو جاتی۔ بہرحال اس شاہدار لشکر نے کشیبی میدانوں سے اقدام کیا جہاں کوئی مزاحمت نہ ہوئی پھر بھی وہ اسٹرلنگ کے روبرو روز مقررہ تک نہ پہنچ سکا۔ اور جب اس قلعے کے قریب پہنچا تو بروس کو نہایت مستحکم مورچوں میں آمادہ بہ جنگ پایا۔ لیکن اب انتظار یا ہٹنے بڑھنے کا موقع نہ تھا اور وہیں کے وہیں لڑائی لڑنی ناگزیر تھی۔

جنگ بینک برن بروس کی فوج ایک چھوٹی سی ندی بے نک برن کے پیچھے بلند زمین پر صف آرا تھی اور جنوب مغرب سے اسٹرلنگ آنے کے تمام راستے اس کی زد میں تھے۔ بروس کے دائیں جانب دلدل نے راستہ روک لیا تھا اور یہ ندی بھی اسی دلدل سے گزرتی تھی۔ بائیں طرف سمندر کی کھاڑی تھی اور کھاڑی بروس کے میمنے کے درمیان جو میدان پڑا تھا، وہ نیچا، ریلا اور جوہڑوں سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا۔ جہاں کہیں پکی زمین ملی، وہاں بروس نے خود گڑھے کھدوا دئے تھے جو سرسری طور پر نظر نہ آسکتے تھے۔ جس دن انگریزی لشکر آیا اور قلعے میں کمک پہنچانے کی کوشش کی تو ابنڈولف نے بلا دقت اسے پسپا کر دیا اور انگریزوں کو معلوم ہو گیا کہ کتنا مضبوط اور عمدہ موقع عنیم کے ہاتھ میں ہے۔ پھر شخصی مبارزہ میں خود بروس نے ایک انگریز سردار ہنیری ڈی بوہن کو قتل کیا تو اس کے سپاہیوں کے ولولے حد سے زیادہ بڑھ گئے۔

مقابلے کے لئے بروس نے اپنی پیادہ فوج چار حصوں میں صف آرا کی۔ ہر سپاہی کے پاس لمبی برچھی تھی اور ہر حصہ کروی شکل میں تھا کہ اگلی صف کے نیزوں نے حارپشت کے کھڑے کانٹوں کی سی صورت بنا دی تھی اور سواروں کا اس دائرے میں داخل ہونا قریباً غیر ممکن ہو گیا تھا۔ خود بروس کے سوار ردیف میں رکھے گئے تھے۔ اُدھر انگریزی لشکر کے کسی سپہ سالار یا خود ایڈورڈ کو بڑی فوج لڑانے کا بظاہر کوئی تجربہ نہ تھا اور بروس کی باقاعدگی اور تیاری کے مقابلے میں انگریزی لشکر بالکل

باب دوم

گڈمڈ نظر آتا تھا۔ فال کرک کے میداں میں ایڈورڈ اوّل نے اسکوٹی سواروں کو منتشر کر کے، تیراندازوں سے نیزہ برداروں پر حملہ کیا اور فتح پائی تھی کیوں کہ پیادہ نیزہ بردار تیر و خدنگ کی کوئی مزاحمت نہ کر سکتے تھے لیکن بے نک برن کے معرکے میں انگریزی تیرانداز لمبی قطار میں آگے بڑھے چلے گئے حالانکہ اسکوٹی رسالے پر کوئی ضرب نہ لگی تھی اور مقابلے میں مسلح پیادے صف آرا تھے۔ اس غلطی سے برس نے فوراً فائدہ اٹھایا اور اپنے سواروں کو دلدل کے گرد سے لا کے انگریز تیراندازوں پر جناحی حملہ بول دیا۔ اس بے ڈھب زد نے پوری صف کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے اور اس سے قبل کہ انگریز سوار موقع پر پہنچ سکیں اسکوٹی رسالہ پھر اپنی جگہ پر ہٹ گیا۔ اس کامیابی نے لڑائی کا فیصلہ کر دیا کیونکہ ایڈورڈ کے زرہ پوش سوار، نیزہ داروں کے اس نبستاں کا کچھ نہ بگاڑ سکے جس نے اُن کی ضرب روکی بلکہ جتنے حوش میں انگریز سواروں نے حملہ کیا اتنا ہی زیادہ نقصان اٹھایا۔ اتنے میں اسکوٹی صفوں کے عقب سے ایک تازہ فوج آگے بڑھتی ہوئی نظر آئی۔ بہ حقیقت بن بہیر کے لوگ تھے لیکن اس اتفاق یا چکے نے انگریزوں میں اور بھی پریشانی ڈال دی اور ان میں ہل چل دیکھکر برس نے عام حملے کا حکم دیا۔ امیر گلوسٹر میداں میں کھیت رہا۔ ایڈورڈ اور ہیریفرڈ نے بھاگ کر جان بچائی۔ تو اس باغہ مغروروں کی خوفناک خونریزی اور قلعہ اسٹرلنگ کے قبول اطاعت پر یہ دن ختم ہوا جو انگریزی سپہ سالاروں کے حق میں جس قدر موجب ننگ تھا، اسی نسبت سے اسکوٹی سیاہ کے جملہ طبقوں کے لئے سرمایۂ مار ثابت ہوا۔

اس فتح نے اسکاٹ لینڈ کی آزادی پر مُہر تکمیل ثبت کر دی اور آئندہ جنگ میں پیش قدمی خود وہاں کے باشندوں کی طرف سے ہوتی رہی جزیرۂ مین کو تو برس پہلے ہی فتح کرنے کا موقع پا چکا تھا اب ۱۳۱۵ء میں، اس کے بھائی ڈیوڈ نے سمندر پار کے آیرستان پر فوج کشی کی کہ ہو سکے تو خود بھی اس جزیرے میں وہی کارنمایاں دکھائے جو بھائی نے اپنے وطن میں دکھائے تھے بعض اہل ملک بھی بغاوت پر اٹھ کھڑے ہوئے

اسکوٹوں کے حملے آیرستان و انگلستان پر

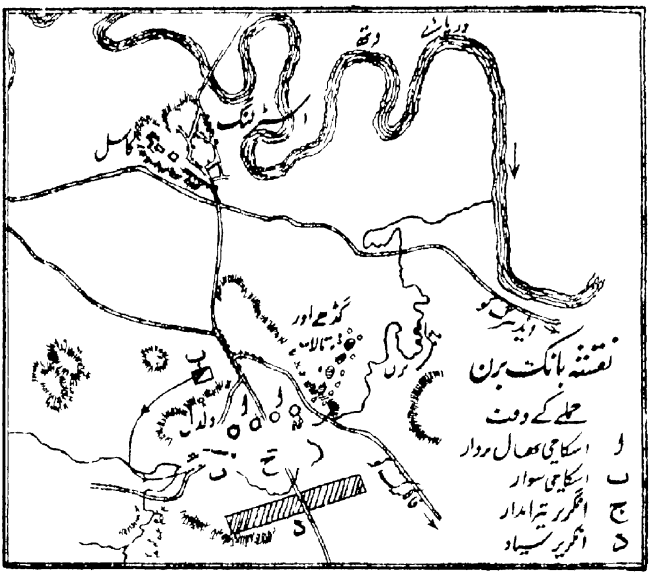

مقابل صفحہ ۳۰۵

باب دوم

زراعت پیشہ آبادی کا معیار معیشت اتنا اونچا ہے کہ معمولی ضروریات زندگی اور فاقہ کشی کے درمیان کافی فصل رہتا ہے بااین ہمہ مذکورہ بالا دو سال میں لگاتار بارش نے غلہ پکنے نہ دیا اور گو ۱۳۱۵ء میں ونچسٹر، ڈیون شیر اور کارن وال بچ گئے تھے لیکن ۱۳۱۶ء میں بارش سے کوئی حصہ محفوظ نہ رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں کو خوراک میسّر آنے میں سخت دشواری ہونے لگی۔ بہت لوگ فاقوں سے ہلاک ہو گئے اور خود شاہی دسترخوان کے لئے روٹی بہ مشکل مہیا ہو سکتی تھی۔ امرا نے مجبور ہو کر اپنے خدم وحشم کو برطرف کیا جس سے غریبوں کو اور بھی مصیبت پیش آئی کیوں کہ ان لوگوں کو دوسرا کوئی کام آتا نہ تھا اور انھوں نے مجبور ہو کر چوری یا لوٹ مار کا پیشہ اختیار کر لیا۔ اس کثرت سے اموات ہوئیں کہ آیندہ مزدوروں کی قلت تعداد کے باعث مستقل طور پر مزدوری بیس فی صدی تک بڑھ گئی۔ طرح طرح کی بیماریوں سے مویشی بھی بہت ہلاک ہوئے اور ملک بھر کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔

بے نک برن کی ذلت آمیز ہزیمت، اسکوٹوں کی یورشیں، قحط و وبا کے مصائب، ان سب اسباب نے ایڈورڈ کے عہد حکومت کی بدنامی میں کوئی کسر رہ گئی تھی تو وہ بھی پوری کر دی۔ ادھر عزادبھائی ٹامس امیر لینکاسٹر کو ان قومی پریشانیوں میں خود فائدہ اٹھانے اور اپنی قوت بڑھانے کی سوجھی۔ جب سے گیوسٹن مارا گیا، ٹامس کی قدر و وقعت برابر بڑھتی رہی تھی۔ ۱۳۱۱ء میں اس کے خسر نے وفات پائی تو لینکن اور سالسبری کی جاگیر بھی لینکاسٹر کی امارت کا ضمیمہ بن گئی۔ ۱۳۱۳ء ون چل سیامر اور اس کا جانشیں رے نولڈس ہوا جو محض کمزور آدمی تھا۔ انگلستان کے جاگیرداروں میں سب سے عمدہ سیرت امیر گلوسٹر کی تھی یہ بہادر وحوصلہ مند امیر بے نک برن میں کام آیا۔ ۱۳۱۵ء میں وارک نے وفات پائی۔ غرض لینکاسٹر کا اثر یوماً فیوماً بڑھتا گیا۔ ہیریفرڈ وغیرہ بعض دوسرے امرا اس کے خاص دوست تھے اور بزم شوریٰ میں اسی کی رائے چلتی تھی ہیم برک لینکاسٹر سے پرخاش رکھتا تھا کہ گیوسٹن کو اس کی تحویل سے لے جا کر کیوں قتل کیا۔ لہٰذا اس امیر کو بادشاہ نے اپنا بنانے کی کوشش کی اور اسی طرح لینکاسٹر کا زور توڑنے کی غرض سے

ہیوڈس پینسیر ہیوڈس پینسروں سے دوستی پیدا کی۔ یہ دو ہمنام باپ بیٹے تھے۔

باب دوم

دادا کا نام بھی ہیو تھا اور وہ سائمن ڈی مونٹ فرٹ کا دوست اور عمدہ قابلیت کا آدمی تھا مگر محل نہ شناسی اور دولت پرستی کے باعث بدنام رہا۔ اس کے فرزند ہیو کو بادشاہ تک امیر لینکاسٹر کے اثر نے پہنچایا اور پھر وہ بہت جلد بادشاہ کا منظور نظر اور کیوسٹن کا جانشین ہو گیا۔ ایڈورڈ نے اپنے نئے مقرب کی امیر گلوسٹر کی ایک وارثہ بیٹی اور اپنی بھانجی بیاہ کر عزت بڑھائی اور اسی رشتے نے اسے ہیریفرڈ اور اپنے ساتھی سرحدی جاگیردار روجر (دگ بوری) کی گاد میں نقیب بنا دیا۔ ان بیٹوں کا ۶۳ مواضع پر قبضہ تھا اور روپیہ سمیٹنے پر تلے ہوئے تھے، جس سے ان کی بدنامی بڑھی اور انگلستان کے قدیم خاندان سے ہونے کے باوجود اُن سے بھی لوگ ایسی ہی نفرت کرنے لگے جیسے گیوسٹن یا پردیسیوں سے کیا کرتے تھے۔ مخالف فریق میں اتنی قوت تو نہ تھی کہ اپنے حریف کو بالکل کچل ڈالتا البتہ آئے دن ویلز کی سرحدی جاگیروں پر فساد ہوتے رہتے اور درزمی کرتبوں کے حیلے سے مسلح جاگیرداروں کے مقابلے ہوتے اور معرکۂ رزم میں بھی کشمکش جاری رہتی تھی۔ یہ انواہیں کہ فلاں فریق اسکاٹوں سے مل گیا ہے، ملک کے امن و راحت میں اکثر خلل ڈالتی رہتی تھیں۔

آخر جولائی ۱۳۲۱ء کی پارلیمنٹ جو ویسٹ منسٹر میں منعقد ہوئی، دو ٹوک مقابلہ ہو گیا اور ڈس پینسروں پر باضابطہ حملہ کیا گیا۔ امیر ہیریفرڈ استغاثے کا سرغنہ تھا اور الزام یہ لگایا گیا تھا کہ ڈس پینسروں نے ملک کے عمائد و امرا کی بادشاہ تک آمد و رفت مسدود کر دی اور ان کے مقرر کردہ وزیروں کو برطرف کرا دیا ہے۔ وہ خانہ جنگی کی آگ بھڑکاتے اور انصاف دق رہی میں رکاوٹیں ڈالتے ہیں۔ غرض ان الزامات کی بنا پر جاگیرداروں نے دونوں ڈس پینسروں کے اموال کی ضبطی بالک سے نکال دینے کا فیصلہ کیا اور یہ کہ جب تک دوبارہ باضابطہ پارلیمنٹ اجازت نہ دے وہ واپس نہ آسکیں گے۔

ایڈورڈ کا غلبہ سرکش امیروں پر

دو مہینے بعد ایک ردعمل واقع ہوا۔ ملکہ از ابلا ایک رات لیڈز (علاقہ کینٹ) کے قلعے میں ٹھیرنا چاہتی تھی لیکن قلعے کی لیڈی باؤلز میر نے انکار کر دیا۔ ملکہ کی اس توہین کی سزا کے لئے

باب دوم

ایڈورڈ نے لینکاسٹر سے مدد مانگی جو باڈلزمیر سے پرخاش رکھتا تھا مگر لینکاسٹر کی فرستادہ جمعیت سے ایڈورڈ نے پہلے ہیریفورڈ پر حملہ کیا اور اتنی مستعدی اور قوت سے بزور سیورن اتر کے اپنے مخالف اور لینکاسٹر کے حلیف، برادران مورٹمر کی سرکوبی کی اور ہیریفورڈ اور گلوسٹر کے شہر فتح کئے کہ لینکاسٹر دیکھتا ہی رہ گیا اور بادشاہ نے دانشمندانہ انداز سے دس بیس سرداروں کو واپس بلوالیا۔ اب لینکاسٹر کو شمال کی طرف فرار ہوتے ہی میں سلامتی نظر آئی۔ عجب نہیں کہ وہ اسکوٹوں سے مل جانے کی فکر میں ہو جن سے مدار راہ خط کتابت پہلے سے جاری تھی۔ ہیریفورڈ اور مغربی اضلاع کے دوسرے مصور بھی اس لئے راستے میں آملے لیکن ۱۶ مارچ کو وہ پروبرج (الب اور) پہنچا تو پل پر سر اینڈرو حاکم کارلائل نے راستہ روکا۔ جو بریزی کی لوٹ آئی اور مصوریں وہاں سے ہاتھ دھوکر لڑے مگر شمالی کنارہ اور برابر کا گھاٹ دونوں روکے ہوئے تھے۔ تیر اندازوں کی زد میں تھے۔ ایک ویلزی نے چوپل کے پایوں میں چھپا ہوا نیچے سے وار کر کے ہیریفورڈ کا کام تمام کر دیا اور لینکاسٹر نے سخت یاس و ناامید ہو کر کسی گرجا کی پناہ لی۔ ایڈورڈ کے سپاہیوں نے تعاقب کیا اور گرجا کے اندر سے گھسیٹ لائے۔ پھر ایک مریل گھوڑے پر بٹھا کے فتح کے تاشے بجاتے ہوئے، اسے پونٹلے فریکٹ تک لے کر آئے جہاں طرح طرح کی ذلت اور دل آزاری کے بعد اس کا سر اڑا دیا گیا۔ امیر باڈلزمیر اور ۲۸ دوسرے اشخاص نے سولی کی سزا پائی۔ مورٹمروں کو چند ساتھیوں سمیت قید میں ڈال دیا گیا اور تھوڑی دیر کے واسطے تو یہ معلوم ہوا کہ جاگیرداروں کے فرقے میں پھاڑ سی پھٹ گئی، اور بادشاہ سے سرکشی کرنے والا کوئی باقی نہیں رہا۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ گو لینکاسٹر کی بری خصائل اور باشانہ زندگی، بے رحمی، خود غرضی اور انسانی زندگی کی بے قدری کا حال سب کو معلوم تھا، بایں ہمہ اس کے ظاہری اخلاق اور سب سے بڑھ کر قابل نفرت ایڈورڈ سے اس کی مخالفت نے عوام میں رفتہ رفتہ اُسے ایک ولی کی شہرت بخش دی اور جو واہی واقعے سے کمال پُر اثر طریق پر ظاہر ہوتا ہے کہ اہل ملک کی اخلاقی سطح کتنی پست ہو گئی تھی۔

مگر لینکاسٹر کے ورق کے زوال سے ملک کی آئینی ترقی میں کوئی خاص

باب دوم

خلل نہیں آیا۔ واضح رہے کہ لنکاسٹر کے ذہن میں حکومت کا ایسا تصوّر نہ تھا جس میں بادشاہ اور قوم مل کر انتظام کریں۔ اس کے برخلاف، وہ صرف یہ چاہتا تھا کہ چند قومی جاگیرداروں کی جماعت، مجلس شوریٰ اور عہدہ داروں کا انتخاب کرے اور اس طرح بادشاہ اسی جماعت خاص کے زیر اثر آجائے۔ عوام الناس کو وہ حکومت میں شریک کرنا نہ چاہتا تھا اور اس بارے میں وہ سیمسٹر تک اپنے حریفوں کی نسبت زیادہ قوم پسند تھے۔ چنانچہ بروبرج کی لڑائی کے بعد، ۱۳۲۲ء میں جو پارلیمنٹ بارک میں منعقد ہوئی اس کے فیصلے صریحاً آئینی قدر و منزلت رکھتے ہیں۔ ان میں حکمنامے اس بنیاد پر منسوخ کئے گئے کہ انھیں بعض امرا کے نمایندوں نے مرتب کیا تھا۔ نیز انگلستان کے آئین سیاسی کا یہ بنیادی اصول تسلیم ہوا کہ جن معاملات کا بادشاہ اس کے اخلاف اور اہل ملک سے تعلق ہے، ان کا فیصلہ بھی امرا، رحکام کلیسا، نیز عام باشندگان ملک کی رضامندی سے ہوگا جیسا کہ اب تک ہوتا رہا ہے۔ اسی کے ساتھ مارلبرج کی مجلس ۱۲۶۷ء کی طرح، یہاں بھی حکمناموں کے سب سے ضروری امور دوبارہ نافذ کئے گئے۔ جب پارلیمنٹ برخاست ہوئی تو ایڈورڈ نے ہر دلعزیزی حاصل کرنے کی ایک فضول کوشش یہ کی کہ اسکاٹ لینڈ پر حملہ کیا مگر اس مہم میں سخت ناکامی ہوئی۔ ہوتا، اسکوٹوں نے کوئی جنگ نہ کی اور ملک اتنا ویراں ہو چکا تھا کہ اس سے فوج کا بار اٹھانا ممکن نہ تھا۔ ادھر ایڈورڈ واپس اپنی سرحد میں داخل ہوا تو پیچھے پیچھے اسکوٹ آ گھسے اور وہ بامی لینڈ ایبی میں قید ہو جانے سے بھی بال بال بچا۔ اکتوبر میں ہیم بلٹن کی ڈھلانوں پر اسکوٹوں نے اسے شکست دی۔ طرفہ تر یہ کہ لنکاسٹر کی تقلید میں، سر اینڈرو جیسے حاکم نے بھی بے وفائی پر کمر باندھی حالانکہ اسے بروبرج کی فتح کے صلے میں کارلزل کا امیر بنا دیا گیا تھا۔ پھر جب اس کا جرم ظاہر ہو گیا تو امارت و سرداری سے معزول کر کے اسے کمال ذلت کے ساتھ سولی پر لٹکا دیا گیا اگرچہ اس کی مذکورہ بالا فتح کو ایک سال بھی نہ گزرا تھا۔ ایسے بادشاہ اور اس قسم کے سرداروں سے کسی لڑائی کا جاری رکھنا محال تھا۔ ۱۳۲۳ء میں اسکوٹوں سے تیرہ سال کے لئے عارضی صلح کر لی گئی۔

ڈس پینسروں کو گذشتہ زحمت و مصیبت سے بھی کان نہیں ہوئے

باب دوم

اور عجیب حماقت سے انھوں نے دوبارہ لوگوں کو ناخوش کرنا شروع کیا۔ یعنی باپ نے تو اپنی زرستانی اور طمّاعی سے اور بیٹے نے نخوت آمیز طرزِ عمل سے۔ اب معلوم ہوتا تھا کہ پوری حکومت کا تار و پود بکھر جائے گا۔ قوانین کا نفاذ نہ ہوتا تھا۔ محاصل وصول نہ ہوتے تھے۔ شاہی عمّال سے رعایا کو نصرت تھی اہلِ کلیسا الگ تھلگ رہتے یا برخواستہ خاطر تھے۔ غرض تازہ انقلاب کے سب سامان جمع ہو گئے تھے۔ سرگروہ ملے کی کسر تھی اور جب ۱۳۲۴ء میں روجر مورٹمر (امبروگ مور) لندن کے تاہی زنداں سے فرار ہوا، تو یہ کسر بھی پوری ہو گئی۔ ایڈورڈ نے دوسرے سال ضروری سمجھا کہ خود ملکہ کو فرانس روانہ کیا جائے کہ شاہ فرانس سے گیئن گئی اور پونتھیو کے خراج کے معاملے میں گفتگو کرے۔ وہ وہاں تھی کہ روجر مورٹمر

ملکہ اور مورٹمر کی سازش

فرار ہو کر پیرس پہنچا اور اس نے ملکہ ازابلا کے دل سے شوہر کی محبت کو محو کر دیا۔ پھر ڈس پنسروں کے ذریعے اسے سازش میں شریک کر لیا اور اس میں ہینریفرڈ کے آرفف نے بھی جو مورٹمر کا دوست تھا، بڑا حصہ لیا۔ سازش کامرکز پیرس بن گیا۔ شہزادۂ ایڈورڈ جس کی عمر صرف پندرہ سال کی تھی اور باپ کی طرف سے مراسم خراج گزاری ادا کرنے آیا تھا، بالکل اپنی ماں کی اشارے پر چلنے لگا۔ ازابلا کے مورٹمر سے تعلقات بہت فضیحت انگیز ہو گئے تھے۔ لہٰذا بھائی (شاہِ فرانس) نے اسے پیرس چھوڑنے پر مجبور کیا اور وہ ہینیو لیٹ میں چلی آئی اور وہیں کے رئیس کی بیٹی فلپا سے نوعمر ایڈورڈ کی نسبت ٹھیرا کے اپنا ٹھکانا بلکہ فوجی امداد کی بھی صورت پیدا کر لی۔ ستمبر ۱۳۲۶ء تک سب سامان تیار ہو گیا اور اہلِ سازش سفک کے مقام اور ویل پر لنگر انداز ہوئے۔

ایڈورڈ کی ناکامی معزولی اور قتل۔

ایڈورڈ سے دفاع کی تیاریاں بھی ہوئیں اور اس کا بیڑا اور فوج دونوں حواس نہ ملنے سے پراگندہ ہو گئے۔ ڈس پنسروں کی دوستی سے مزید نا اہلی کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوا اور ملکہ ازابلا کے انگلستان میں قدم رکھتے ہی امرا، جاگیردار، یادری اور اہلِ شہر حق جوق اس سے جا ملے اور بادشاہ کا سب نے ساتھ چھوڑ دیا۔ اتنی سریع کامیابی نے

مارچ ۱۳۲۶ء

قدرتی طور پر اہل سازش کے حوصلے بڑھا دئے اور ڈس پینسروں کو سزا دینے کی بجائے اب مہم کا مقصد خود ایڈورڈ کی معزولی بن گیا۔ بادشاہ کو کہیں پناہ نہ نظر آئی تو نادانی سے آرگستان بھاگنے کی کوشش کی جس نے دشمنوں کو اور فائدہ پہنچایا اور خود یہ کوشش کامیاب نہ ہوئی۔ ایڈورڈ، ویلز اور سرحدی اضلاع میں بے ٹھکانے مارا مارا پھرتا رہا۔ ڈس پینسر (خرد) اس کے ساتھ تھا۔ لیکن آخر کار نومبر میں دشمنوں نے اسے گرفتار کر لیا۔

بادشاہ کے آرگستان کی طرف فراری کی اطلاع ہوتے ہی شہزادہ ایڈورڈ کی ایالت ملک کا اعلان کر دیا گیا اور جنوری ۱۳۲۷ء میں پارلیمنٹ منعقد کی گئی تھی مگر اس کے اجلاس سے بھی پہلے، بادشاہ کے رفیقوں میں سب سے مطعون عہدہ دار، یعنی اُسقف اسٹیپل ٹن، شاہی خزینہ دار، کو تو اہل لندن ہی نے قتل کر کے دل کا بخار نکال لیا۔ دوسرے ہی دن (۱۶ نومبر) بوڑھا ڈس پینسر بھی پکڑا، اور برسٹل میں پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ ۱۷ نومبر کو ہیریفرڈ نے مورٹمر کے حکم سے ارنڈیل کا سر قلم کیا اور اسی مہینے کی ۲۴ تاریخ ڈس پینسر خرد کو پچاس فیٹ اونچی سولی پر کھینچ دیا گیا۔

بادشاہ کی تقدیر کا فیصلہ کرنے میں سوچ بچار کی ضرورت تھی لیکن پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا تو اُسقف اَوَر لٹن نے اس دو ٹوک سوال نے کہ باپ کو پسند کرتے ہو یا بیٹے کو؟ ایڈورڈ کلاں کے خلاف اتفاقِ رائے کو عیاں کر دیا۔ دفعات مرتب کی گئیں جن میں بادشاہ کی نااہلی، ناہنجار مشیروں سے گرویدگی، اسکاٹ لینڈ کو ضائع کر دینا، عدل و انصاف کرنے کے حلف کی جو تخت نشینی کے وقت لیا گیا تھا، خلاف ورزی اور آیندہ اصلاح سے قطعی ناامیدی کو معزولی کے صریحی اسباب بتایا گیا تھا۔ بایں ہمہ خود اس سے استدعا کی گئی کہ اپنے بیٹے کے انتخاب کو قبول کرے اور پھر جبراً رضامندی حاصل کر لی گئی۔ اس کے وفادار و فرماں بردار رہنے کی جو قسم کھائی گئی تھی وہ باضابطہ مسوخ ہوئی۔ شاہی مروھے نے اپنا عصا توڑ دیا اور اس طرح ایڈورڈ ثانی کے عہد ختم ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔ پھر معزول، بادشاہ کو اس کے جانی دشمن سر جون مال ٹریورز کی تحویل میں دیا گیا جس نے اسے تین قلعوں میں پھرایا اور بے عزتی کرنے میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔ مگر جب تک وہ زندہ تھا۔

باب دوم

اہل سازش کو پورا اطمینان نہ ہوسکتا تھا لہٰذا ۲۱ ستمبر ۱۱۳۲ء کو اسے مروا دیا اور لاش منظر عام پر رکھ کر گلوسٹر کے کلیسا کی خانقاہ میں چپ چاپ دفنا دی گئی۔ یہ روایت کہ وہ اپنی طبعی موت سے مرا، کسی کو دھوکا نہ دے سکی البتہ کچھ مدت تک یہ افواہیں گشت کرتی رہیں کہ جو لاش دکھائی گئی وہ معزول بادشاہ کی نہ تھی اور یہ کہ وہ ابھی زندہ اور کہیں چھپا ہوا ہے۔

ایڈورڈ غالباً اتنا برا، جیسے جان، یا اتنا نااہل بھی نہ تھا جیسے ہنری ثالث۔ البتہ وہ یہ نہ سمجھ سکا کہ اُس زمانے میں بادشاہ کا پہلا فریضہ یہ تھا کہ "تصریح و تفتیش کو حقارت سے دیکھے اور محنت و جفاکشی کی زندگی بسر کرے" اور اس کے مصائب کے اسباب کا پتہ چلا جائے تو ان سب کی تہ میں یہی بنیادی نقص علت العلل ثابت ہوگا۔

ایڈورڈ ثانی کے عہد کا ایک مشہور واقعہ کلیسائی مجاہدین کا زوال ہے جن کا فرقہ ۱۱۱۸ء میں اس غرض سے قائم ہوا تھا کہ ہو سکے تو مسیحی سپاہی کو رہبانی تجرد اور فقر و اطاعت کا پابند بنایا جائے۔ انھیں "نائٹس ٹیمپلر" کہتے تھے اور انھی کے جوڑ کا ایک فرقہ "نائٹس ہوس پٹلرز" کا تھا۔ فلسطین کی صلیبی لڑائیوں میں ان لوگوں نے بڑی گرانقدر خدمات انجام دیں لیکن تسخیر عکہ ۱۲۹۱ء کے بعد سے ان کی اصلی غرض گویا ختم ہوگئی۔ ان دونوں فرقوں کو حکومت و ریاست پیش کی گئی اور رچرڈ نے قبرص پہلے فرقے کو عطا کیا اور دوسرے نے جزیرہ رھوڈس میں میں اپنی چھاؤنی جمائی اور یہ لوگ دو صدی تک مسلمانوں کے حملے سے یونانی جزائر کو بچاتے رہے اور جزیرے کو مورچہ بند قلعہ بنائے رکھا لیکن مجاہدین کلیسا نے مشرق سے تعلق قطع کر لیا اور دکھانے کو بھی کوئی وجہ باقی نہ رکھی جس کی خاطر یہ فرقہ مرتب ہوا تھا۔ اس طرز عمل نے طبعاً انھیں عوام الناس میں مطعون کر دیا۔ پھر، ایسا گروہ جو دولتمند، جاگیردار اور بیکار ہو اور ایک وقت میں چالیس ہزار منتخب سوار اس میں داخل ہوں، ارباب حکومت کو متوجہ کئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ یہ افواہیں بھی گرم تھیں کہ مشرق میں سکونت اور اسلامی دنیا سے ربط ضبط نے ان لوگوں کے اخلاق اور عقائد دونوں میں خرابی ڈال دی ہے۔ یہ الزام سب سے زیادہ فرانس میں

باب دوم

مشہور اور عام طور پر صحیح سمجھے جاتے تھے جہاں اس فرقے کی تعداد سب سے زیادہ تھی۔ لہٰذا وہیں کے بادشاہ فلپ (منصف مزاج) نے یہ معاملہ اٹھایا اور چوں کہ پاپائے کلیمنٹ اسی کا ساختہ پرداختہ تھا اس واسطے فلپ کی مخالفت فرقے کے حق میں مہلک ثابت ہوئی۔ باقاعدہ تحقیقات بھی کی گئی مگر لوگوں سے اقبال کرانے میں سخت اذیتیں دی گئیں اس لئے اس کی وقعت کم ہے۔ بہرحال ۱۳۱۱ء کی ایک مجلس منعقدہ وی آنا نے اس فرقے کو توڑنے کا فیصلہ کیا اور اس کا مال متاع دوسرے فرقے ہوس پٹلرز کو دلوا دیا گیا جن کی اسی زمانے میں رھوڈس کی کارکردگی سن سن کر عام طور پر لوگ ان سے خوش تھے۔

مشہور واقعات

امرائے نظم ونسق، کا تقرر	۱۳۱۰ء
گیوسٹن کا قتل	۱۳۱۲ء
جنگ بینک برن	۱۳۱۴ء
معرکہ برو برج	۱۳۲۲ء
لینکاسٹر کا قتل	۱۳۲۲ء

باب سوّم

ایڈورڈ ثالث ۱۳۲۷ء تا ۱۳۷۷ء

ولادت: ۱۳۱۲ء۔ ازدواج: فلپا (ہینولٹ) ۱۳۲۸ء

معاصرین:۔	انگلینڈ	فرانس	کستائل
	رابرٹ اوّل	چارلس چہارم	پیڈرو (السفّاک)
	ڈیوڈ ثانی	فلپ ششم	—
	رابرٹ ثانی	جان	شہنشاہ
		چارلس پنجم	لوئی چہارم

ملکی فرقے ایڈورڈ ثانی کی معزولی تین فرقوں کے مل جانے سے عمل میں آئی تھی۔ ایک تو درباری فرقہ، جس میں آزابلا، اور بادشاہ کے سوتیلے بھائی یعنی کینٹ اور نارفک کے امیر تھے دوسرے مورٹمر کی سرکردگی میں سرحدی جاگیردار، اور تیسرے ہینبری (برادرِ خرد امیر ٹامس) کی قیادت میں لینکاسٹر

باب سوم

اور شمالی اضلاع کے لوگ۔ اور نئے بادشاہ کی صحر سنی میں انتظام کے واسطے چودہ اشخاص کی جو مجلس ایالت مرتب ہوئی اس میں ان منبوں گروہوں کو پورا پورا حصہ ملا۔ ہنیری امیر لینکاسٹر کی تمام جاگیروں (یعنی لینکاسٹر، لیسٹر، لنکن اور ڈاربی کا وارث اور مذکورہ مجلس کا صدر نشین بنایا گیا۔ نارفک و کیمبٹ کے امیر، اسٹف اورلٹن، جو ملکہ اور مورٹمر کا معتمد علیہ خزینہ دار تھا، نیز ایک یوخیر عہدہ دار جون اسٹریٹ فرڈجس نے شاہ مقتول کے حرائم کی فرد تیار کی تھی، مجلس کے ذی اثر اعضا تھے۔ مورٹمر نے صرف اصلی اقتدار ہاتھ میں رکھنے پر قناعت کی اور جہاں تک ہو سکے دولت سمیٹنے میں مصروف ہو گیا۔

اسکاٹ لینڈ

نئی حکومت کو فوری توجہ اسکاٹ لینڈ پر منعطف کرنی پڑی۔ ۱۳۲۳ء میں ۱۳ سال کی عارضی صلح ہو گئی تھی لیکن انگلستان میں گڑبڑ دیکھکر بروس کو آزادی کامل سلیم کرانے کا بہت اچھا موقع نظر آیا اور ۱۳۲۷ء میں عہد و پیماں کو بالائے طاق رکھکر اس نے ڈگلس کی سپہ سالاری میں شمالی اضلاع کی طرف ایک فوج روانہ کی۔ اسکوٹوں کے طرز جنگ نے انھیں بہت خوفناک غارتگر بنا دیا تھا۔ ان کے سب سپاہی، سوار تھے ہر ایک کی زین پر لپٹی ہوئی جوی کا تھیلا اور لوہے کا طباق ہوتا تھا کہ جہاں کہیں پانی کا چشمہ قریب ہو، بلا دقت طباق میں پکا کے روٹی تیار کر لے۔ گوشت کی فراہمی لوٹ مار پر منحصر تھی۔ جو مویشی ہاتھ آتے ان کی کھال کھینچ کر پھر اسی کھال کو وہ چار کھونٹوں سے باندھ دیتے اور گوشت میں پانی ڈال کے ابال لیتے تھے۔ ایسی فوج آپ سے آپ اتنی تیز پا ہوتی کہ اس کا پیچھا کرنا دشوار تھا۔ تاہم انگلستان کے صغیر سن بادشاہ نے اسے ویر کے کنارے اسٹین ہوپ کے قریب جا لیا۔ ۱۴۰۰ ایسے موقع پر تھے کہ حملہ کامیاب نہ ہو سکتا تھا اور یہ تجویز کہ انگریزوں کو ندی اتر کر ہموار میدان میں لڑنے کا موقع دیا جائے، ڈگلس نے حقارت کے ساتھ رد کر دی پھر کچھ روز تک کاوے دے کے اسکوٹی فوج خیمے اکھاڑ کے اپنی سرحد میں واپس چلی گئی۔ اس بیہودہ نمونے کی جنگ کسی فریق کو پسند نہ آ سکتی تھی بروس بوڑھا ہو چکا تھا۔ اسے آرزو تھی کہ آیندہ اس کے خرد سال فرزند ڈیوڈ کی پر امن بادشاہی میں کوئی خرخشہ باقی نہ رہے۔

باب سوم

ادھر شمالی جاگیردار آئے دن کی عارتگری کا آماج گاہ ہونے سے تنگ آچکے تھے۔ غرض ۱۳۲۸ء میں یہ مقام نارتھمپٹن صلح ہوگئی اور انگلستان کے بادشاہ نے ۲۰ ہزار اسٹرلنگ لے کر اپنی سیادت کے دعوے سے جو داد اسے قائم کیا تھا، دست برداری لکھدی اور اپنی بہن جوآن کو منگنی کر کے اسکاٹ لینڈ بھیجدیا کہ وہیں اس کی تربیت ہو۔ دوسرے سال روبرٹ بروس نے وفات پائی اور ڈیوڈ کی تاجپوشی کے وقت اس کے تیل ملا گیا حو اس بات کی علامت تھی کہ اب وہ باج گزار نہیں۔ بلکہ خود مختار فرماں روا ہے۔

یہ صلح یقیناً دانشمندی پر مبنی تھی لیکن جنوبی انگلستان کے لوگوں نے، جنھیں لڑائی کی کھکیڑیں اٹھانی نہ پڑی تھیں، اسے سخت ناپسند کیا۔ بادشاہ سابق پر ایک خاص الزام یہ تھا کہ اس نے اسکاٹ لینڈ کو ہاتھ سے کھو دیا۔ ادھر ۲۰ ہزار اسٹرلنگ از ایلا اور مورٹمر نے ہتیالیں جس سے رسوائی انتہا کو پہنچ گئی۔ مجلس ایالت میں ایک مدت سے اتفاق و آشتی مفقود ہو چکی تھی اور ۱۳۲۶ء میں امیر لنکاسٹر نے بلا اصلی اقتدار کے اپنی نمائشی دمہ داری سے تنگ آکر مورٹمر کا قصہ پاک کرنے کی تدبیر کی مگر ابھی اس کا وقت نہ آیا تھا۔ کینٹ اور نارفک کے امیر جو پہلے ہمراہی ہو گئے تھے، آخر میں الگ ہو گئے اور لنکاسٹر کو مورٹمر سے صلح صفائی کرنی پڑی۔ مورٹمر نے (جو ابھی دلوں امیر مارچ مقرر ہو گیا تھا) اپنا غصہ بچارے کینٹ پر اُتارا اور یہ الزام لگایا کہ امیر کینٹ، ایڈورڈ ثانی کو بحال کرنے کی فکر میں ہے۔ حالانکہ خود اس بات کا کہ ایڈورڈ ابھی تک زندہ ہے مورٹمر ہی کے گماشتوں نے کینٹ کو یقین دلایا تھا۔ بہر حال اسی الزام پر اسے بہ عجلت قتل کی سزا دے دی گئی (مارچ ۱۳۳۰ء) اس شیطانی فعل نے سارے ملک کا دل ہلا دیا۔ لنکاسٹر ڈرا کہ آئندہ خود اس کی باری آجائے گی اور اس نے بلا تاخیر ایسی عمدہ تدابیر اختیار کیں کہ خود بادشاہ اپنی ماں کے آشنا کے استیصال میں مدد کرے نوعمر ایڈورڈ اب کچھ بچہ نہ تھا بلکہ ایک بیٹے کا جو آگے چل کے بلیک پرنس (شہزادۂ اسود) مشہور ہوا، باپ بن چکا تھا۔ (۱۳۳۱ء) لنکاسٹر نے اُسے پوری طرح سمجھا یا کہ مورٹمر کتنا متمرد ہو گیا ہے اور فوراً اس کے خلاف کارروائی کی گئی۔ وہ بھی اپنی

باب سوم

حفاظت سے غافل نہ تھا لیکن آخر میں قلعہ نارٹنگھم میں گرفتار کیا گیا اور لندن لاکے ٹاور میں کے جنگل میں سولی پر لٹکا دیا گیا ازابلا سے بھی اس کی بڑی کمائی چھین لی اور صرف تین ہزار اشرفی وظیفہ مقرر کرکے موضع رائیرنگ میں نظر بند کر دیا جہاں وہ ۱۳۵۸ء تک زندہ رہی۔

ایڈورڈ ثالث کے خصائل

مورٹمر کی تختگی کے بعد ایڈورڈ کی گویا اصلی حکومت شروع ہوئی اس وقت عمر بادشاہ کا مزاج زیادہ تر سپاہیانہ تھا اور تمام عمر ایسا ہی رہا۔ اُس کے اخلاق کی بنیاد انھی آئین جوانمردی پر قائم تھی جو اس زمانے میں شجاعت و سپاہی منشی سے منسوب ہوتے تھے۔ لہٰذا ان اوصاف کی خوبیاں اور کمزوریاں دونوں اس میں موجود تھیں۔ جو لوگ فوج کے اونچے طبقوں میں داخل تھے، ان سے معاملہ کرنے میں وہ نہایت راست باز اور بات کا پکا تھا لیکن کسی کسان یا تجارت پیشہ سے اُسے کچھ ہمدردی نہ تھی۔ ظاہری اخلاق اور تواضع کی پوری پابندی کے باوجود مسیحی اخلاق کے اصول و ضوابط کا اس پر مطلق اثر نہ تھا۔ سپاہیانہ کمالات کے ساتھ خود نمائی، خود غرضی اور بے رحمی اس کی عادت میں جلوہ گر تھی وہ انگلستان کو سپاہی اور روپیہ فراہم کرنے کا ذریعہ سمجھتا تھا اور رعایا کے تنگ آجانے کے باوجود اپنے جنگجوئی کے منصوبوں کو عمل میں لانے پر برابر اڑا رہا۔ لیکن گو اس کے عہد میں ملک میں زیادہ تر لڑائیوں میں الجھا رہا تاہم اسی ضرورت نے اُسے بار بار پارلیمنٹ سے معاملہ کرنے پر مجبور کیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک نے اس کے عہد میں بہت کچھ آئینی ترقیاں کیں۔

ابتدائی عہد حکومت میں ایڈورڈ کا بڑا معتمد علیہ، جون اسٹریٹ فرڈ تھا۔ ۱۳۳۳ء میں اسے کینٹربری کا صدر اسقف مقرر کیا گیا اور آیندہ ۲۰ برس تک وہ، اور اس کا بھائی رابرٹ ملک کے نظم و نسق میں سب سے بڑھ کر حصہ لیتے رہے دونوں کی محنت، قابلیت اور دیانت مسلم تھیں مگر ایڈورڈ کے زمانے میں کوئی عہدہ دار بھی تدبر و ملک داری میں خاص امتیاز نہ رکھتا تھا اور اسی سے ایڈورڈ کا شخصی اقتدار بہت کچھ نمایاں ہو گیا ورنہ دوسرے حالات میں یہ صورت نہ ہو سکتی تھی۔

ایڈورڈ بے لیل

۱۳۳۲ء میں اسکاٹ لینڈ میں ایک تازہ پیچیدگی پیدا ہوئی۔ بہت سے انگریز جاگیر دار حن کی جاگیریں سرحد کے دونوں طرف تھیں۔

باب سوم

اسکاٹ لینڈ کے آزاد ہو جانے سے وہاں کی جاگیروں سے محروم ہو گئے۔ ان سب نے سابق بادشاہ جان کے بیٹے ایڈورڈ بے لیل سے ساز کیا اور چونکہ سرحد کے بری راستے مسدود تھے، لہذا روو ہمبر سے کشتیوں میں بیٹھ کر ساحل اسکاٹلینڈ پر جا اترے اور ڈپلن موئر کی لڑائی میں محض اتفاق سے اسکاٹ لینڈ کی فوج کو شکست دی اور سخت نقصان پہنچایا۔ چند ہفتے کے اندر بمقام اسکون بے لیل کی تخت نشینی کی رسم بھی ادا کر دی گئی۔ لیکن جتنی جلدی عروج نصیب ہوا تھا اسی قدر سرعت سے اُسے زوال کا منہ دیکھنا پڑا اور پانچ ہفتے کے بعد بُری طرح شکست کھا کے وہ انگلستان واپس آیا تو کوئی یار و مددگار تک ساتھ نہ تھا۔ ایڈورڈ نے اس مہم سے کوئی تعلق نہیں رکھا لیکن واقعات جنگ نے اسکاٹ لینڈ کی کمزوری عیاں کر دی تھی لہذا جس طرح بروس ایک مرتبہ اسی قسم کی عہد شکنی کر چکا تھا اُس نے بھی ڈیوڈ کی صغر سنی سے فائدہ اٹھانے کی ٹھانی اور دعوئی سیادت کو تازہ کیا۔ اور بے لیل کے دعاوی کو تسلیم کر کے ایک فوج روانہ کی کہ برک کا محاصرہ کرے۔ ۱۳۳۳ء میں خود ایڈورڈ یہاں آپہنچا۔ محاصرہ اٹھانے کی غرض سے ایک اسکاٹی فوج نے اس پر ہے لی ڈن کی پہاڑی پر حملہ کیا جو شہر سے دو میل شمال میں واقع تھی۔ انگریز تیر انداز بلندی پر تھے اور انھوں نے اسکاٹی سواروں کی یورش کو بار بار پسپا کیا اور حملہ آوروں نے جتنی ریاضہ دلیری دکھائی اس قدر ریاضہ نقصان اٹھایا حتی کہ ان کا سپہ سالار ڈگلس مارا گیا اور اسی کے ساتھ اسکاٹ لینڈ کے منتخب اُمرا اور معمولی سپاہیوں کی کثیر تعداد کھیت رہی

ہے لی ڈن پہاڑی کا معرکہ۔

بیرک نے فوراً امان طلب کی۔ ڈیوڈ اور اسی کی ملکہ ماہ فرانس روانہ کر دیے گئے اور دوبارہ بے لیل تخت نشین ہوا۔ مگر اس کی یہ بادشاہی بھی پہلی بادشاہی سے زیادہ عرصے تک نہ رہ سکی۔ وہ محض گڈا بکر رہنے سے بیزار تھا اگرچہ انگلستان کی باج گذاری اُسے منظور تھی اور یہاں تک تیار تھا کہ شمالی علاقے کا وہ حصہ بھی انگریزوں کے حوالے کر دے جو قریب قریب لوڈھین کی پرانی ریاست میں تھا لیکن اسکاٹ لینڈ کے باشندوں نے پھر شورش کی اور گو بے لیل انگریزوں کی مدد سے کچھ عرصے تک لڑتا رہا مگر جب انگریز فرانس کی لڑائی میں الجھ گئے تو

بے لیل کے قدم بھی اکھڑ نے لگے اور ۱۳۳۹ء میں ڈیوڈ کے بہنوئی روبرٹ نے اسے ملک سے نکال دیا۔ ۱۳۴۱ء میں ڈیوڈ کو واپس اسکاٹ لینڈ آنے کی جرأت ہوئی۔ بے لیل کی عارضی کامیابی کا لے دے کے اتنا نتیجہ ہوا کہ برک انگلستان کے قبضے میں آگیا۔ سوم

مگر اسکاٹ لینڈ پر ایڈورڈ کے حملہ کرنے ہی کی بدولت فرانس کے ساتھ لڑائی کی نوبت آئی اسکاٹ لینڈ کے محبانِ وطن کی شروع سے حکمت عملی یہ رہی تھی کہ انگلستان کے مقابلے میں فرانس سے اتحاد قائم کریں اس حکمت عملی سے تینوں ملکوں پر صدہا مصیبتیں آنے والی تھیں اور یہ بُرے اثرات اب معرضِ ظہور میں آنے شروع ہوئے۔ اسکوٹوں سے ملیب ششم سے مدد مانگی اور پاپائے روما کے روکنے کے باوجود اس نے یہ موقع غنیمت سمجھ کر گیس کنی پر حملہ کر دیا۔ ایڈورڈ کو خواہی نخواہی غصہ آیا اور سوے اتفاق یہ کہ اسے خود فرانسیسی تاج و تخت کا دعویٰ کرنے کی صورتیں نکل آئیں جس سے جنگ و جدال کا نا متناہی سلسلہ چھڑ گیا اور دونوں ملکوں میں بالکل غیر طبیعی طور پر شدید اور شخصی عداوت پیدا ہو گئی۔ اصل یہ ہے کہ ۱۳۱۶ء میں لوئی دہم کا شیر خوار بیٹا جان مرا تو امرائے فرانس کو فکر ہوئی کہ وراثت لوئی کی بیٹی جون کے حصے میں نہ جانے پائے جو اس وقت خود سال تھی۔ لہٰذا انھوں نے ایک قدیم فرانسیسی قانون کی آڑ لی اور اس کی رو سے دختری اولاد کو حکمرانی سے محروم کر کے لوئی کے بھائی فلپ پنجم کو وارثِ سلطنت تسلیم کر لیا۔ ۱۳۲۲ء میں فلپ پنجم نے بھی وفات پائی اور صرف بیٹیاں اپنی یادگار چھوڑیں جو مذکورۂ بالا نظیر کی بنا پر سلطنت کی وارث نہ ہو سکتی تھیں پس تاج شاہی متوفی کے بھائی چارلس کے حصے میں آیا اور جب وہ بھی لاولد مر گیا (۱۳۲۸ء) تو اس کے عمزاد بھائی فلپ امیر والوا کو منتقل ہوا جو فلپ (منصف مزاج) کے بھائی چارلس کا فرزند تھا۔ اس تخت نشینی پر ایڈورڈ نے ازابلا کے بیٹے ہونے کی حیثیت سے کچھ حجت بھی

فرانس سے جنگ کے اسباب

باب سوم

کی تھی مگر ۱۳۲۹ء اور ۱۳۳۱ء میں گیس کی اور پونتھیو کے خراج گزار امیر کی حیثیت سے دربار فرانس میں آداب بجا لایا اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ اب اُسے کوئی اعتراض باقی نہ تھا۔

بایں ہمہ وہ صرف زبان ہی سے یہ نہ کہتا تھا کہ میرا دعویٰ سچا ہے، بلکہ یہ بالکل یقینی بات ہے کہ آغاز جنگ کے وقت اس نے انگریزی پارلیمنٹ کو سمجھا دیا تھا کہ اگر میں فرانس کا تخت نشین ہوا تو انگلستان کو بہت فائدہ پہنچے گا۔ اس کی غالباً گئی دلیلیں تھیں۔ ایک تو یہی خیال خاصی معقولیت رکھتا تھا کہ دونوں ملک مل کر ایک بادشاہ کے مصارف کو آسانی سے اٹھا سکیں گے۔ دوسرے لوگوں کو یاد تھا کہ روبرو انگلستان کے دونوں ساحل ایک ہی بادشاہ کے قبضے میں تھے تو انگریزی تجارت کو کیا فروغ پہنچا تھا۔ انگریز سوداگر فرانسیسی قزاقوں کی بحری دست برد سے بہت جھلائے ہوئے تھے وہ بھی اس تجویز کے موید ہو گئے ہوں گے۔ اسی طرح اگر ایسا ہو تو امید تھی کہ فلینڈرز کے تاجران اون جو اپنے حاکم اور خراج ستان (یعنی بادشاہ فرانس سے اس بارے میں ہمیشہ اختلاف رکھتے تھے، انگریز سوداگروں سے معاملہ کریں گے اور اون کی حسب دلخواہ بکری کا اطمینان

۱؎ ذیل کے شجرے سے مذکورۂ بالا شاہان فرانس کے رشتے معلوم ہو سکیں گے:۔

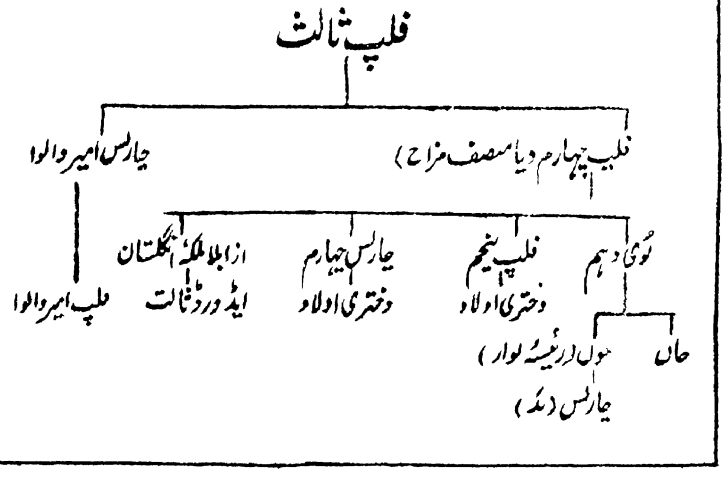

باب سوم

ہو جائے گا۔ ادھر ملک میں خوشحالی اور لوگوں میں سپاہ گری کا جوش تھا جب سے صلیبی جنگ کا سلسلہ بند ہوا، اس وقت سے انگریزی نسل کے طبعی شوقِ کارنمائی پورا ہونے کی کوئی اور صورت ہی بجز اس کے نہ رہی کے کسی بیرونی ملک میں جنگ چھڑے۔ بہرحال، رعایا نے پورے جوش سے ایڈورڈ کی تائید کی اور اس کا اظہار پارلیمنٹ کی رقمی منظوری دینے سے ہوا جو مبارزین جاگیرداروں کے مال کے پندرھویں اور اہل شہر و کلیسا کے دسویں حصے پر مشتمل تھی اور ۱۳۳۶ء سے ۱۳۴۰ء یعنی پانچ سال تک ہر سال ادا ہونی قرار پائی تھی۔ اس کے علاوہ ۱۳۳۶ء کے لئے اُون پر فی بورہ چالیس شلنگ تک اضافہ، اور ۱۳۳۷ء میں ملک کا پورا آدھا اُون جس کی مقدار بیس ہزار بورے ہوتی تھی، بادشاہ کو دینا منظور ہوا تھا۔

انگریزی فوج پارلیمنٹ کو تابید پر اتنا آمادہ دیکھکر ایڈورڈ کی ہمت اور بڑھی اور ۱۳۳۶ء میں اُس نے شاہِ فرانس کا لقب اختیار کر لیا اور ۱۳۳۷ء میں "امرا کی رضامندی اور عوام کی دلی استدعا سے" یزورشمشیر اپنا حق منوانے کی تیاری کی۔ پھر جاگیرداروں کی جمعیت پر یا اپنی فوج بے قاعدہ پر بھروسہ کرنے کی بجائے اُس نے اجیر سپاہیوں سے اپنا لشکر مرتب کیا چنانچہ آیندہ معرکوں میں جو انگریز لڑے ان کی حیثیت حقیقت میں مطوّعین کی تھی جیسی کہ زمانۂ حال کی انگریزی فوج کی ہے۔ البتہ اتنا فرق تھا کہ یہ سپاہی کسی مقررہ مدت کے واسطے (بلالحاظ جنگ یا صلح) نہیں رکھے گئے تھے بلکہ صرف جنگ کے واسطے اُجرت پر نوکر تھے۔ واقع میں ایسی اجیر فوج جاگیرداروں کی جمعیتوں سے یا اضلاع کے وقت کے وقت بھرتی کئے ہوئے سپاہیوں سے، جن کا شکسپیر نے اپنے ناٹک (ہینری چہارم، جزو دوم) میں خاکا اُڑایا ہے کہیں بہتر و کارآمد ہوئی تھی کیوں کہ یہ سپاہی چن چن کے لئے جاتے اور یہ خوف کہ اگر نکال دئیے گئے تو پردیس میں کہاں مارے مارے پھریں گے، انھیں پوری طرح قابو میں رکھتا تھا۔ مل کر کام کرنے کے وہ بخوبی عادی ہوتے اور اُس زمانے میں پیادوں کی کاروائی کے لئے جو دہقانی متقیں کافی سمجھی جاتیں ان میں ماہر ہوتے تھے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ اپنے اسلحہ سے کام لینے کی کامل مہارت رکھتے اور اتوار کے اتوار سہ پہر کو تیراندازی نے ہر انگریز کو

باب سوم

قادر انداز بنا دیا تھا۔ ۶ فٹ کی صنوبری کمان اور تین فٹ کا تیر جس کا سرا کان تک کھینچ کر چلاتے تھے، ڈھائی سو گز تک بخوبی مار کرتی تھی۔ رہی ڈھال تلوار کی مشق، تو یہ ہر شخص جسے مردانگی دکھانے کا جوش ہو، لازم سمجھتا تھا۔ سپاہی، سرو الٹرمینی جیسے بڑے بڑے سرداروں میں سے کسی کے ماتحت ہوتے اور اسی کی وساطت سے بادشاہی احکام اور تنخواہیں انھیں ادا کی جاتی تھیں جس نے پوری فوج کو ایک نظام میں مربوط منضبط کر دیا تھا۔ دوسرے انگلستان میں فرق مراتب کا وہ خیال نسبتہً بہت کم تھا جس سے جاگیرداری فوجوں کی ہم آہنگی میں سخت خلل پڑتا تھا۔ ہے لی ڈون کی پہاڑی اور بے نک برن کے معرکوں میں یہ بات قطعی طور سے ثابت ہو گئی تھی کہ انگریزی سپاہ کی اصلی قوت اس کے تیر انداز ہیں اور یہ کہ سوار کتنے ہی جانباز ہوں، بغیر تیر اندازوں کی مدد کے کچھ نہیں کر سکتے۔ اس حقیقت کو سمجھ لینے سے ہر طبقے میں ایسا اتحاد و یکجانی پیدا ہوی کہ اور کسی طرح نہ ہو سکی تھی۔ انگریزی فوج میں معمولی زمیندار و امرا پہلو بہ پہلو پیادہ لڑتے تھے۔ سرداری کی شرط عموماً قابلیت تھی اور فرانسیسی محاربات کے نتائج جیسے کچھ بھی تکلیف دہ ہوں، ان میں ہماری (انگریز) قوم کی چند تمادار فتوحات کی یاد بھی شامل ہے جو محض امرا یا شرفا کا نہیں بلکہ ہر طبقے کے انگریز کا ورثہ ہے۔

ایڈورڈ کے حلیف

اتحادیوں کو بہم پہنچانے میں ایڈورڈ نے طبعاً فرانس کی سرحدی ریاستوں سے رشتہ اتحاد جوڑنے کی فکر کی۔ شہنشاہ، بویریا کا لوئی اور ولیم والی ہے نولٹ اس کے سسرتی بھائی تھے۔ فلیمنگی قوم پر اُن دنوں مشہور شراب ساز جیمس فان آرٹ فیلڈ کا تسلط تھا اور اس کی دوستی ایسی ہی مفید تھی جیسی فرانس والوں کو اہل اسکاٹ لینڈ کی۔ ان لوگوں میں زر پاشی کے ذریعہ ایڈورڈ کو توقع تھی کہ ایک بڑی فوج سے فرانس کی شمال مشرقی سرحد پر حملہ ہو سکے گا۔ اُدھر گیس کنی کی دفاع کا کام ہنیری امیر ڈارپی (خلف ہینری امیر لنکاسٹر) نے اپنے ذمے لے لیا تھا۔

۱۳۳۸ء میں ایڈورڈ جہاز میں فلینڈرس آ گیا اور اپنے حلیفوں سے ایفائے عہد کی استدعا کی۔ لیکن جواب بہت بے دلی کے ملے بعض نے تو

باب سوم

فرانس پر حملہ کرنے سے انکار کیا۔ بعض نے سرحد کے اندر زیادہ دور تک ساتھ دینے میں حجت نکالی۔ اور ایڈورڈ نے فلپ کو دو ٹوک مقابلے کے لئے للکارا اور ایک دن تک ایک گاؤں میں اس کے حملے کا انتظار بھی کرتا رہا مگر فلپ نے حملہ نہ کیا تو ایڈورڈ کو مفت میں تین لاکھ کا قرض سر لیکر واپس ہٹنا پڑا۔ اسی زیر باری کے باعث اس نے دوبارہ اپنی رعایا کی حب وطن سے استعانت کی اور یہ درخواست بیکار نہ گئی بلکہ ۱۳۳۶ء میں جاگیرداروں نے دوبارہ دس میں سے ایک بھیڑ، دسوں دفعہ کی اون اور معاوضہ مٹھی اور پادریوں نے پورے تیس ہزار اون کے پورے دینے منظور کئے۔ البتہ اس کے بدلے میں بادشاہ کو بھی مراعات کرنی پڑیں۔ محصول گزار خوب واقف تھے کہ بادشاہ کی حاجتمندی، ان کی قوت افزائی کا موجب ہے اور نیابتی حکومت کے اس اصول پر برابر قایم رہے کہ سربراہی سے پہلے شکایات کی رفعداد ہونی چاہئے چنانچہ مذکورہ بالا منظوریاں اصلاحات کی خاص خاص اہم شرائط سے مشروط کی گئیں جن میں ایک یہ تھی کہ بادشاہ بغیر منظوری بٹائی کی رقم وصول نہ کر سکے گا اور یہ وہ عنایت تھی جس نے پہلے مشوروں کی ان قیود کو گویا مکمل کر دیا جو خود مختارانہ محاصل پر عائد کی گئی تھیں۔ دوسری دفعہ میں رسد رسانی کی شکایات دور کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ تیسری میں ایک قدیم جرمانے کی تنسیخ تھی جو اہل دیہات (صدر) کو ہر خون کے عوض میں جس کا مجرم سزایاب نہ ہو، ادا کرنا پڑتا اور قریب قریب چالیس اشرفی ہوتا تھا۔

پارلیمنٹ کی قوت میں افزونی

جنگ کے علاوہ دوسرے اسباب بھی پارلیمنٹ کی قوت بڑھنے میں ممد و معاون ہوئے۔ ۱۳۲۲ء کے آئین یارک کی رو سے عوام نے پارلیمنٹ کے بحث و مشورے میں شریک کئے جانے کا حق پوری طرح تسلیم کرا لیا تھا۔ ۱۳۳۱ء و ۱۳۳۲ء میں ہر پرگنے کے سردار بطور خود جمع ہوئے اور انھوں نے ایڈورڈ کے فرانس کے ساتھ نزاعی اور مجوزہ صلیبی جنگ کے مسئلے پر غور و بحث کی معلوم ہوتا ہے اسی زمانے سے مبارزوں اور جاگیرداروں کی مجلسیں جدا ہونے لگیں اور ۱۳۴۱ء میں مبارزین کے اہل شہر و قصبات کے مبعوثین کے ساتھ جداگانہ اجلاس کرنے کی تحریری شہادت

باب سوم

محفوظ ہے۔ یہ نئی صورت بہت اہمیت رکھتی تھی۔ جاندانی اعتبار سے مبارزین کا مرتبہ وہی تھا جو اُمرا اور جاگیرداروں کا اور اکثر وہ انھی امیر گھرانوں کی اولاد اصغر ہوتے تھے۔ صاحب زمین ہونے کے لحاظ سے، اگرچہ ان کی ملکیت کم ہوتی تھی تاہم وہ معاملات پر اسی طرح نظر ڈالتے تھے جیسے جاگیردار۔ لیکن اب جو اہل شہر کے پہلو بہ پہلو بیٹھنے کا موقع ملا تو انھیں اس طبقے کے خیالات کی بھی اہمیت اور قدر ہوئی اور وہ تجارت پیشہ لوگوں کے ساتھ مل کر کام کرنے لگے۔ ایک صدی کے بعد اہل شہر اپنی نیابت کے واسطے اسی طبقے کے زمینداروں کو منتخب کرنے لگے اور دیہات و شہر کا فرق قریب قریب بالکل مٹ گیا۔ اس ارتباط نے جو انگلستان کے سوا اکثر سے کسی دوسرے ملک میں ہوگا، انگریزی پارلیمنٹ اور دوسرے ملکوں کی ملکی مجلس میں بھی ایک بڑی مدد پیدا کر دیا کہ وہاں تو اُمرا، اہل کلیسا اور عوام کی حد بندی قائم رہی اور بادشاہوں کو موقع حاصل رہا کہ ایک طبقے کو دوسرے سے لڑاتے رہیں جس میں درحقیقت سبھی کی تباہی مضمر تھی۔ لیکن انگلستان میں ایک تیسرا مجلس تو اساقفۂ امرا اور جاگیرداروں سے مرتب ہوتا، اور دوسرے میں مبارزین پرگنہ، اور شہری، قصباتی نائب جمع ہوتے۔ ادنیٰ درجے کے پادریوں کے شامل نہ ہونے سے نیابت اور تناسب میں بے شبہ کمی رہی، پھر بھی انگریز بادشاہوں کے لڑانے کی مذکورہ بالا تدبیر سے محروم ہوگئے۔ دوسرے دار العوام میں اسقفوں وغیرہ کے نہ ہونے سے اسے ایک خالص دنیاوی یا غیر کلیسائی حیثیت مل گئی اور وہ ان لوگوں کے خیالات کا ترجمان بن گیا جو بھی سے لوگوں کے دل میں پادریوں کے ملکی عہدے حاصل کرنے کے خلاف پیدا ہو چلے تھے۔ دار الامرا میں جاگیرداروں کی تعداد اہل کلیسا سے کم تھی اور اکثریت کے مقابلے میں وہ اپنی بات نہ منوا سکتے تھے دوسرے جاگیرداروں اور دار العوام کے زمیندار طبقے کے احساسات ایک تھے، لہٰذا جاگیردار، اہل کلیسا کے مقابلے میں دار العوام کو بڑھانے لگے اور پرگنے میں ایسے ہی لوگوں کو مبارز منتخب کرانے لگے جو اُن کے آدمی ہوں اور مجموعی طور پر اس شعبے میں اپنے طرفداروں کی اکثریت کی انتہائی کوشش کرنے لگے۔

۱۳۳۹ء میں جو شرطیں پارلیمنٹ نے پیش کی تھیں، ان پر غور ہونے میں

باب سوم

دیر لگی اور روپے کی منظوری بھی اپریل ۱۳۴۰ء سے پہلے نہ دی گئی۔ لیکن بادشاہ نے ان مراعات کو قبول کر لیا تو عوام اور جاگیرداروں نے منظوری دینے میں اور بھی کشادہ دلی دکھائی اور پہلی رقم سے بڑھ کر روپیہ دیا۔ اُدھر شاہ فرانس نے اپنی جگہ پر بیٹھے رہ کر حریف کو تھکانے کی بجائے اب دوسری تدابیر اختیار کیں اور ایڈورڈ کو ساحل یورپ پر اترنے سے باز رکھنے کی تیاری کی۔ یعنی ساحل فلینڈرس کی

معرکۂ سلوئیس۔ بندرگاہ سلوئیس پر دو سو سے زیادہ جہاز لنگر انداز کر دیئے۔ ایڈورڈ نے تنگ دستی سے اپنے روپے کا ایک حصہ بیڑے کی درستی میں صرف کیا تھا اور وہ بھی بندرگاہوں سے بہت طاقتور فوج مہیا کرنے میں کامیاب ہو گیا اور شمالی دستے کے پہنچنے کا انتظار کئے بغیر جون میں فرانسیسی بیڑے پر حملہ کرنے آگے بڑھا۔ یہ بیڑا چار قطاروں میں اس طرح صف آرا تھا کہ کشتیاں ایک دوسری سے زنجیروں میں بندھی ہوئی تھیں کہ سمندر میں سب ساتھ ایک تختے کی طرح تیریں اور ان کے سپاہی اس طرح لڑ سکیں جیسے خشکی میں لڑتے ہیں۔ اس بیڑے سے لڑنے کا ایڈورڈ نے ایک نادر طریقہ ایجاد کیا کہ اپنے بیڑے کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور ہر تین کشتی کے دستے میں اِدھر اُدھر تیر انداز اور برچھ کی کشتی میں سپاہی رکھے اور سہ پہر تک ٹھہر کر، جب آفتاب پشت کی طرف آگیا تو فرانسیسی قطاروں پر بنری سے بڑھ کر حملہ کیا۔ اُس کی جدت طرازی کی بدولت بڑی بھاری کامیابی حاصل ہوئی۔ تیر اندازوں نے حریف کے عرشوں کو خالی کرا لیا اور سپاہیوں کے فرانسیسی کشتیوں پر چڑھ جانے سے فتح کی تکمیل ہو گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں پہلی قطار کی سب کشتیاں انگریز سپاہیوں کے قبضے میں تھیں۔ اسی وقت تماشائی دستہ بھی مدد کو آپہنچا اور دوبارہ آگے بڑھنے کی تیاری ہونے لگی۔ یہ دیکھکر فرانسیسی سمت خوفزدہ ہوئے اور دوسری اور تیسری قطار والے کشتیوں پر سے کود گئے۔ چوتھی قطار کی ساٹھ کشتیاں جم کر لڑیں اور بعض رات کے اندھیرے میں بچ کر بھی نکل گئیں۔ اس فتح کے فوری اثرات نہایت اہم ہوئے۔ فرانس کی ہر بندرگاہ ایڈورڈ کے لئے کھل گئی اور گو ۱۳۴۰ء میں اُسے ہسپانیہ کے تجارتی بیڑے سے سخت کشاکش کرنی پڑی لیکن تیس برس تک سمندروں پر[1]

[1] فاضل مصنف کا مطلب غالباً انگلستان کے قریبی سمندر سے ہے۔ لیکن شاید وطن کی محبت نمائی کے

باب سوم

انگلستان کا تسلط ہوگیا۔

اس کامیابی سے پھول کر ایڈورڈ نے ٹورنے کا محاصرہ کیا مگر فلپ کے طرز جنگ نے یہاں پھر اُسے ناکام رکھا۔ ٹورنے کے قلعے میں ایک طاقتور دستہ متعین تھا۔ اور خود فلپ بڑی سی فوج لیکر اس پاس مدد لانے کو تھا کہ انگریزوں کی ہر لغزش سے فائدہ اٹھائے مگر ٹھانے ہوئے تھا کہ برابر کی لڑائی ہرگز نہ لڑے گا محاصرے کی طوالت سے ایڈورڈ کا ساماں رسد کم ہوگیا اور جاڑوں کے آنے پر وہ مجبور ہوا کہ محاصرہ اُٹھالے۔

اسٹریٹ فرڈ خاندان سے جھگڑا

اس ناکامی سے جھلا کر ایڈورڈ نے یہ نادانی کی کہ جلد بازی سے اسٹریٹ فرڈ خاندان کے ساتھ (جو دس سال سے اس کے وفادار ملازم تھے) اپنے آپ کو جھگڑے میں پھنسالیا۔ دوسرے شاہی دیروں کی طرح جو جاگیرداروں کے طبقے سے ہوں اِن کے بھی بعض میر دتمن تھے۔ غالباً صدر اُسقف نے جو روز افزوں بد خلاقی کی دلیری سے مخالفت کی تو یہ اُمرا اسٹریٹ فرڈ (کلاں) سے اور بھی ناراض ہوگئے۔ مزید برآں اہل کلیسا عہدوں کے گویا اجارہ دار بنے ہوئے تھے اس سے بھی ناخوشی بڑھتی جاتی تھی۔ اسٹریٹ فرڈ، لیکاسٹر کی قدیم جماعت کا سرکاری نمایندہ تھا اس لئے بھی اور لنکن اور لنکن کا اسقف برگرش جو امیر باڈلر میر کا بھتیجا تھا، اس کے حریف ہوگئے خود ایڈورڈ کو ساماں رسد کے دیر سے بھیجنے کا غصہ تھا، غرض اسٹریٹ فرڈ کے مخالفوں کی بدگوئی کا بہ آسانی اس پر اثر ہونے لگا نہ صرف وہ ملا اطلاع لندن پہنچا اور دوسرے ہی دن روبرٹ اسٹریٹ فرڈ کو وزارت سے اور متعدد دوسرے عہدہ داروں کو برطرف کردیا بلکہ جیفتا جوں کو جس پر ولیم ڈی لایول بھی تھا، قید میں ڈال دیا۔ پھر ایک عبرکلیسائی آدمی روبرٹ بورشیئے کو چینکلار اور سر روبرٹ پارننگ کو خزانہ دار مقرر کیا۔

صدر اسقف (اسٹریٹ فرڈ) طوفان سے پہلے ہی بحکم کنٹربری میں پناہ گزیں ہوگیا تھا اور ایڈورڈ نے طلب کیا تو اس نے بادشاہ کے ہاتھ میں پڑنے سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ جوش میں وہ ایسے الفاظ لکھنے میں دریغ نہیں کرتا جن سے غلط فہمی پیدا ہوسکتی ہے۔

باب سوم

انکار کر دیا۔ بعض اعتبار سے یہ جھگڑا اسٹیفن اور روجر (اسقف سالسبری) کے جھگڑے کی یاد دلاتا تھا لیکن دراصل ان میں بڑا فرق ہے اور اگر اسٹریٹ فرڈ اپنے کلیسائی عہدے پر بھروسہ کرتا تو گویا ایک ٹوٹے ہوئے رسل کا سہارا لیتا۔ لیکن نوح دقلعہ کا آسرا ڈھونڈنے کی بجائے اس نے انگریزی قوم کے حسن ظن پر حصر کیا اور ٹامس (صدر اسقف کنٹربری) یا روجر مذکور دونوں سے بڑھ کر مستحکم پشت پناہ حاصل کی۔ اُس نے اصرار کیا کہ ایڈورڈ نے خلاف قانون گرفتاریاں کیں اور میں بھری پارلیمنٹ کے سوا اور کہیں بادشاہ کے سامنے نہ جاؤں گا۔ ادھر ایڈورڈ کا قول تھا کہ اسٹریٹ فرڈ نے روپیہ برباد کیا اور اسی لئے ہمیں ناکامی نصیب ہوئی۔ القصہ اپریل ۱۳۴۱ء میں پارلیمنٹ منعقد ہوئی اور وہاں صدر اسقف آیا تو اسے حکم ملا کہ مالگزاری کی کچہری میں حاضر ہو۔ اس نے مطالبہ کیا کہ برابر والے اس کی سماعت کریں لیکن جب بارہ امرا کی ایک ذیلی مجلس میں یہ مقدمہ بھیجا گیا تو انھوں نے اطلاع دی کہ اس کی سماعت قانوناً صرف پوری پارلیمنٹ، ہم مرتبہ اشخاص کی موجودگی میں کر سکتی ہے اور کسی دوسرے کو یہ حق نہیں۔ اس فیصلے سے ظاہر ہو گیا کہ اسٹریٹ فرڈ کو پارلیمنٹ کی حمایت حاصل ہے اور ایڈورڈ نے بھی عقلمندی کی کہ دب گیا۔

مزید مراعات یہ فتح اسٹریٹ فرڈ کی دلاوری اور مستقل مزاجی کی بدولت حاصل ہوئی مگر عوام اور امرا نے اس پر قناعت نہ کی بلکہ مزید روپیہ دینے کے عوض میں مزید مراعات طلب کرنے لگے۔ ایڈورڈ کو مجبوراً پھر دبنا پڑا اور اس کی آئینی مراعات میں تین ضابطے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ایک تو یہ کہ ملک کے حسابات کی تنقیح وہ مشرف یا تنقیح ساز کیا کریں جنھیں پارلیمنٹ منتخب کرے۔ دوسرے صدر مالگزاری اور دوسرے بڑے وزرا کا تقرر بادشاہ اور امرا کے مشورے سے ہو اور وہ پارلیمنٹ کے روبرو قانون کی پابندی کا حلف اٹھائیں۔ تیسرے ہر پارلیمنٹ کے انعقاد پر وزرا استعفا بادشاہ کی خدمت میں پیش کریں اور ان کے خلاف جو شکایتیں ہوں ان کی جواب دہی کریں۔ ان میں سے پہلے ضابطے نے پارلیمنٹ کو خزانے پر اور زیادہ نگرانی دلاوی کیوں کہ اب نہ صرف روپیہ دینا بلکہ یہ دریافت کرنا بھی کہ وہ کس طرح خرچ ہوا، اُس کے اختیار میں آگیا۔ دوسرے اور تیسرے

باب سوم

ضابطے میں یہ اصول مضمر تھا کہ پارلیمنٹ کو وزرا کے تقرر میں دخل ہے اور یہ کہ وہ اپنے کاموں کے متعلق بھی اسی کے سامنے جواب دہ ہیں۔ یہی وہ اصول ہیں، اگرچہ ناتراشیدہ ابتدائی حالت میں، جن پر موجودہ آئین نظم و نسق مبنی ہے۔ اگر وہ قائم رکھے جاتے تو جو دھوبں صدی ہی کی مجلس دستوری میں نیابتی حکومت کے وہ سب لوازم تیار ہو جاتے جو تین صدی بعد وہ وہس آئے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ آئینی تیز ترقی تھی کہ اس کو نباہنا دشوار تھا۔ روپیہ وصول کرنے کے بعد اسی اکتوبر میں ایڈورڈ نے ان سب کو مسوخ کرنے کی جرأت کی اور آئندہ پارلیمنٹ میں کسی نے اس سے تعرض تک نہیں کیا۔ البتہ ان کے چند روزہ نفاذ سے بھی یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ انگریز اہل الرائے کے سیاسی مقاصد کب سے اور کس قدر رجحان رہے ہیں اور ایڈورڈ ثالث کے عہد میں پارلیمنٹ کتنی قوی ہو گئی تھی۔

۱۳۴۰ء کی ناکام مہم کے بعد کئی سال تک فرانس کی جنگ سکتی رہی۔ پاپاؤں کی تعریف کرنی چاہیئے کہ یکے بعد دیگرے اُن کی طرف سے صلح کوشش ہوتی رہی کہ گلیس کنی کی آزادانہ حکومت ایڈورڈ کو دلوا کے اُس سے دعوئ تخت سے دست برداری اور باہم مصالحت کرادی جائے۔ اس سلسلے میں انھوں نے طویل ہنگامی صلح بھی کئی بار کرائی لیکن فریقین کے دل میں ایک دوسرے سے تبہات تھے اس لئے کوئی قطعی اور حتمی صلح نہ ہونے پائی۔ ادھر برتیانی کے امیر نے وفات پائی اور اس کے بھائی جان اور بھتیجی جین میں وراثت کا جھگڑا ہوا جس نے جنگ کا ایک تازہ میدان بہم پہنچا دیا۔ ایڈورڈ نے طرفہ بے اصولی دکھائی کہ جان کا ساتھ دیا بجالیکہ فلپ نے جین کی حمایت کا بیڑا اٹھایا تو اس کا منطقی استدلال یہ تھا کہ ریاست اور بادشاہی کے قانون وراثت میں فرق ہوتا ہے۔ بہرحال خانہ جنگی میں ادھر سے انگلستان اور ادھر سے فرانس کے سپاہی مدد کرتے رہے۔ ایڈورڈ اپنے شمالی حلیفوں سے بیزار ہو چکا تھا۔ لوئی نہنشاہ تو یہ نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا جیمس فان ارٹ فیلڈ نے گاں کے شہریوں کو مشورہ دیا کہ ایڈورڈ کے بیٹے ایڈورڈ کو اپنا امیر بنالیں جس کے جواب میں انھوں نے اُسے قتل کر ڈالا (۱۳۴۵ء)، تیسرے حریف ہینولٹ سے کچھ بہت توقع نہ ہو سکتی تھی پس ایڈورڈ نے ارادہ کر لیا کہ فرانس پر ایک نئے پہلو سے حملہ کیا جائے۔

نارمنڈی پر حملہ فلیمنگی سرحد پر لڑائی ختم ہو جانے سے فلپ کو جنوب میں موجیں جمع کرنے اور گیس کنی کی انگریزی چھاؤنی پر دباؤ ڈالنے کا موقع ملا تھا لیکن امیر ڈارٹی بہت سلیقے سے اپنا بچاؤ کرتا رہا اور مقام روبے روش پر فرانسیسیوں کی کثیر تر فوج پر نمایاں فتح بھی حاصل کی تھی نظر براں ۱۳۴۶ء میں فلپ نے ایک لاکھ آدمی کے زبردست لشکر سے اس کی سرکوبی کا ارادہ کیا۔ تب ایڈورڈ نے توجہ بٹانے کی غرض سے رودبار پار ہو کر نارمنڈی میں فوج اتاری اور کاٹن سے روآں پر پیش قدمی کی کہ سین کو عبور کر کے فلیمنگی فوج سے جا ملے جو فرانس کے شمال مشرق میں تاخت و تاراج کر رہے تھے۔ مگر پل پر ایک مضبوط فوج سامنے اور دوسرے کنارے پر خود فلپ کا لشکر مقابل ملا۔ روآں سے خائب و خاسر وہ واپس ہوا تو دریا کے کنارے کنارے مانٹ اور ورنوں کو آگ لگاتا گیا مگر کوئی گھاٹ ایسا نہ ملا جہاں فرانسیسی پاسبان نہ موجود ہوں۔ فلپ دوسرے کنارے سے اس کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا اور گیس کنی یا جہازوں میں واپس چلے جانے کے سوا بظاہر ایڈورڈ کے لئے کوئی راستہ نہ تھا کہ اتنے میں پیرس کی طرف جانے کے بھلاوے نے فلپ کو جلد سے جلد پیرس جا لے پر آمادہ کیا اور ایڈورڈ کو موقع مل گیا کہ جلدی سے پلٹ کر پونتی کے پل پر قبضہ کرے جو پیرس سے چند میل شمال میں واقع ہے اور قبل اس کے کہ غنیم خبردار ہو اپنی فوج دوسری طرف اتار لائے۔ (دیکھو صفحہ ۳۱۷)۔

پواسی سے ایڈورڈ پوری سرعت کے ساتھ فلیمنگی سرحد کی طرف روانہ ہوا۔ فرانسیسی بھی تعاقب میں دبائے چلے آتے تھے اور آگے چل کے ایڈورڈ کے راستے میں سوم ندی حائل تھی جو دلدلی رمین میں سست اور گہری بہتی ہے اور حید مقامات کے سوا اسے عبور کرنا محال ہے۔ ان مقامات پر غنیم کے دستے موجود تھے لہٰذا ایڈورڈ سمندر اور ندی کے درمیان ایک مثلث میں گھر گیا۔ بچنے کی کوئی راہ نہ سوجھتی تھی جب کہ کسی کسان نے لالچ اور دھمکیوں کے زور سے ایک سفید بجرے کا راستہ دکھا دیا جہاں ندی دہانے کے قریب پایاب گزرتی تھی۔ یہاں پہنچے تو اس معبر کو بھی فرانسیسی سواروں کا ایک طاقتور دستہ روکے ہوئے تھا لیکن انگریز جان سے ہاتھ دھو کے لڑے اور لڑتے بھڑتے پار ہو گئے

باب سوم

اور فلپ اُس وقت وہاں پہنچا جب کہ سمندر کے بڑھتے ہوئے مدّے تعقب کو ناممکن کر دیا۔ دشمن کے اس طرح ہاتھ سے نکل جانے پر وہ بہت چراغ پا ہوا اور آب ویل کی طرف ہٹا اور اُدھر ایڈورڈ موضع کریسی میں پہنچ کر تھم گیا اور لڑائی لڑنے کی ٹھان لی۔ یہ چھوٹا سا گاؤں خود اُس کی موروثی جاگیر پونتھیو میں واقع تھا۔

کریسی

عجب نہیں کہ اس موقع نے ایڈورڈ کو ہیلیڈن پہاڑی کا معرکہ یاد دلایا ہو جہاں تیراندازوں نے اسی قسم کی سوار فوج کو جیسی اب خود اس پر حملہ کرنے والی تھی، شکست دی تھی۔ کریسی کے عقب میں ایک ٹیکرے کی یوں چلی سے لے کر تیں جانب تقریباً ۲ سو گز تک ڈھلان چلا گیا ہے اور وہ یوں چلی آج بھی اس مقام جنگ کی یادگار موجود ہے۔ تیراندازوں کے لئے ایسی ڈھلان سے بہتر موقع نہ ہو سکتا تھا کیونکہ اوپر سے اوّل تو پچھلی صفیں بھی غنیم کو دیکھ سکتی تھیں دوسرے دشمن کے سواروں کا بلندی پر چڑھنا بجائے خود ایک دشوار بات تھی۔ الغرض ۲۵ اگست کی تمام کو ایڈورڈ نے اسی جگہ قیام کیا اور دوسرے دن لڑنے کی تیاریاں کیں۔ آرام لینے سے انگریزی فوج تازہ دم ہو گئی اور بہتر طریق پر آئندہ لڑائی کی تیاریاں کر سکی ٹیکرے پر چوپاہی تھے انھیں ایڈورڈ نے تین حصوں میں اس طرح صف آرا کیا کہ دشمن منہ پر نہ پڑے اور ہر حصۂ فوج میں تیرانداز اور سپاہی ملا جلا کے استادہ کئے۔ یہ سب پیادہ تھے اور تیراندازوں کی صفیں آگے، اس ترتیب سے تھیں جیسے میڑے کے خار ہوتے ہیں کہ پچھلی صف کے بہ چوان تک کے سامنے کی جگہ خالی تھی اور وہ بے تکلف سیدھ میں تیر چلا سکتا تھا۔ تیراندازوں کے عقب میں برچھی، اور ڈھال تلوار سے مسلح اور زرہ پوش سپاہی تھے۔ پہلے حصّہ فوج کی قیادت ولی عہد انگلستان کے ہاتھ میں تھی جو اب پندرہ سال کا لڑکا تھا۔ امیران وارک و اکسفرڈ اس کے مددگار تھے اور یہ دستہ دائیں طرف تھا۔ اس کے پیچھے ویلزی اور آئرستانی پیادے چھروں سے مسلح تھے۔ بائیں جانب اور ذرا پیچھے ہٹا ہوا دستہ امیر نارتھمپٹن کے تحت میں اور تیسرا بطریق ردلف، خود ایڈورڈ کے زیر قیادت تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کل فوج چار ہزار زرہ پوش اور بارہ ہزار تیراندازوں پر مشتمل تھی۔ لیکن ویلز و آئرستان کے سپاہی اور تیراندازوں کا ایک دستہ جسے گھوڑوں اور سامان کی حفاظت کے لئے بھیجا گیا تھا۔ ان میں شامل نہیں۔

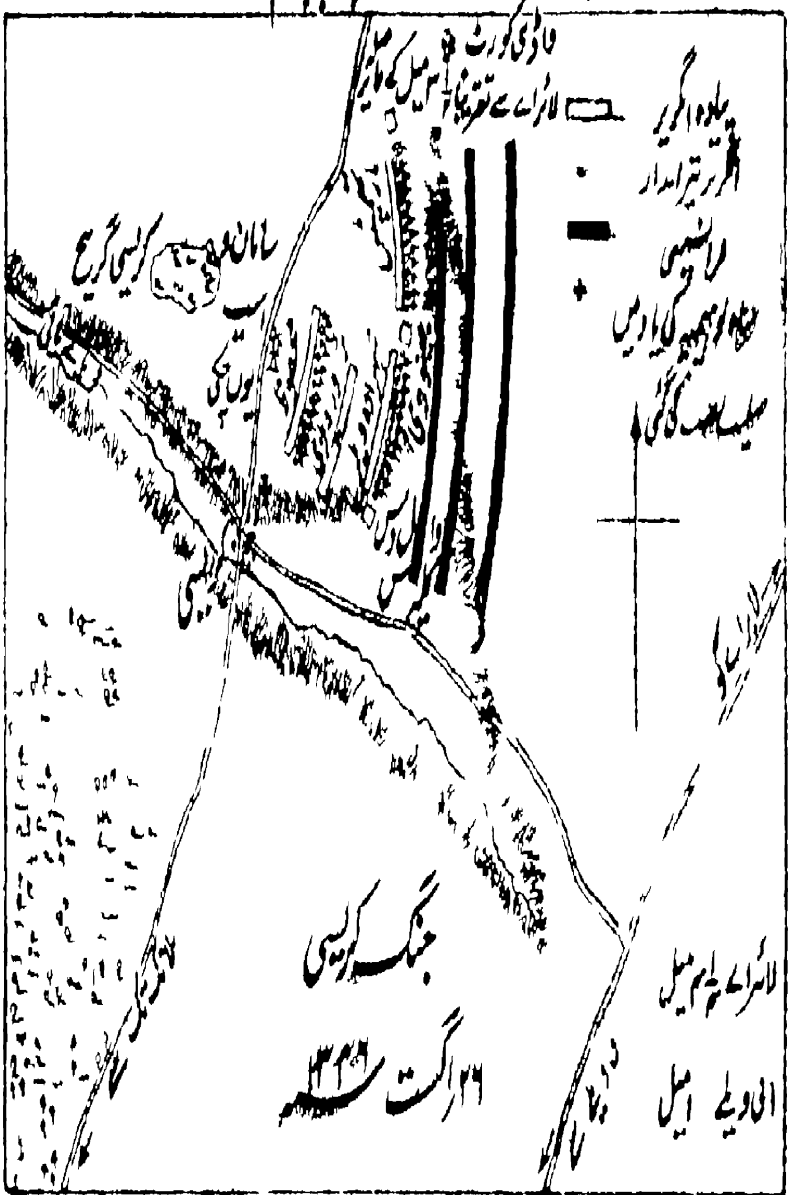

مقابل صفحہ ۲۳۱

باب سوم

اس مختصر مگر نہایت مرتب و مستعد جمعیت میں انگریز زمیندار، شرفا اور اُمرا پہلو بہ پہلو صف آرا تھے اور اس اتحادِ احساس کا جلوہ نظر آتا تھا جو قومی طاقت کی اصلی بنیاد ہے۔ اس کے مقابلے میں فلپ کا لشکر گو تعداد میں کہیں زیادہ تھا، لیکن ساتھ ہی اُس ابتری کا پورا مرقع تھا جس میں ملک فرانس مبتلا تھا۔ لڑنے والوں کی زیادہ تعداد جاگیرداروں اور خراج گزاروں کے دستوں پر مشتمل تھی جو اڈچی بنے گھوڑوں پر سوار تھے۔ وسطی طبقوں کی عدم موجودگی نمایاں تھی اور دیہی سرداروں میں وہ نیم غلام رعیت کے لوگ تھے جنھیں زبردستی پکڑ بلایا تھا اور ان کی سب سے صریحی کمزوری کی تلافی کے لئے پندرہ ہزار جنوی کج کمان ساتھ لگا دئے تھے۔ فلپ میدان کی لڑائیوں سے بچتا تھا اور اس کی خواہش تھی کہ ایک دن لڑائی اور ملتوی کر دی جائے لیکن سپاہیوں کو فتح کا کامل یقین تھا اور الجھی کے بے قابو ہو جانے سے دور اندیشی وغیرہ سب دھری رہ گئی۔

حملے کا آغاز جنوی کج کمانوں نے کیا لیکن بارش کے ایک تیز جھپیٹے نے ان کی ڈوریاں نم کر دی تھیں اور اُن کے خدنگ کم طاقت اور ناکارگر نکلے۔ اس کے برخلاف انگریزوں کے لئے بارش نئی چیز نہ تھی اور وہ آخر تک اپنی ڈوریاں کپڑے کے نیچے چھپائے رہے تھے لہٰذا ان کے تیر پوری قوت سے اور ٹھیک نشانے پر بیٹھے اور اس بوچھار نے جنوی دستے کو پیچھے ہٹا دیا جس پر فرانسیسی شہسوار اتنے جھلّائے کہ ان غریب بھاگنے والوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دیا۔ اب اعلیٰ میدان کارزار گرم ہوا۔ بے لیڈن کی طرح یہاں بھی سواروں کو ٹیلے پر چڑھنے میں دقت پیش آئی اُدھر سے انگریزی تیروں نے بے قابو گھوڑوں اور اُفتادہ سواروں سے راستہ پاٹ دیا اور ان گرے ہوئے سواروں میں ویلزی اور ایرستانی سپاہیوں نے اپنے لمبے چھروں سے یوں قصائیوں کا کام کیا۔ بالآخر محض تعداد کے زور سے فرانسیسی سوار انگریزوں تک پہنچ گئے مگر پہلے اور دوسرے دستے نے وہ پامردی دکھائی کہ ایڈورڈ کو جو پون میل سے سارے میدان جنگ کو دیکھ رہا تھا ردیف کے لڑانے کی ضرورت ہی نہ پڑی۔ شاہ ویلس کے بھولے بھالے نوجوان کی جان مفت گئی، بوہیمیہ کے بوڑھے راجا نے شاہ سے قلب کی طرف

ماسوم

لڑنے آیا تھا، میدان میں اپنا گھوڑا ڈالا کہ ایک ہاتھ تو انگریزوں پر خود چلا سکے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا اور سورج غروب ہونے تک انگریزی صفیں نہ ٹوٹ سکیں بلکہ فرانسیسی خستہ اور بے سرے رہ جانے سے کمال بے ترتیبی کی حالت میں تھے۔ ملپ زخمی ہو کے لابروا اور وہاں سے امیاں بھاگ گیا۔ دوسرے دن گہری کہر نے فرانسیسیوں کو دوبارہ جمع ہونے یا شمس کو دیکھنے ہی کی مہلت نہ دی اور بھولے بھٹکے آدمی اتنے مارے گئے کہ خود لڑائی میں اتنے کام نہ آئے تھے۔ مجموعی طور پر گیارہ امیر اور بارہ سو تہسوار سردار مارے گئے اور معمولی رتبے کے تیس ہزار مقتولوں کا اندازہ کیا گیا ہے۔ اس معرکے میں ماموری کا سہرا شہزادہ ولی عہد کے سر بندھا اور اس نے شاہ بوہیمہ کی توقیع "اِس دیاں" (یعنی "میں خدمت کرتا ہوں") کو اختیار کر لی لیکن حق یہ ہے کہ فتح میں اصلی تعریف کے مستحق تو تیر انداز تھے۔

محاصرۂ کالے

کریسی سے ایڈورڈ کالے روانہ ہوا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ مختلف اسباب سے کالے کی خاص قدر و قیمت تھی۔ اس کے قبضہ ہو جانے سے فلینڈرس دونوں کے متصل ایک بامو قع لنگر گاہ ہاتھ آجاتی۔ وہ تجارت کی بڑی منڈی بن سکتا تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہاں کے اس بحری قزاقوں کی بحری بیخ کنی کی جا سکتی تھی جو مدت سے رود بار کی تجارت کے حق میں بلائے جان بنے ہوئے تھے۔ مگر کالے کا مالا حصار مضبوط اور گرد کی دلدلوں میں مرید گڑھا ہوا تھا۔ جاڑا سر پر آگیا لہذا ایڈورڈ نے باقاعدہ محاصرے کی کھکھیڑ جس میں اتلافِ جاں کا بھی قوی احتمال تھا، مول نہ لی بلکہ اپنے سپاہیوں کو آرام کے مقامات میں ٹھیرایا اور شہر کا سارا آذوقہ خالی کر کے انتظار کرنے لگا کہ خوراک کی ناامیدی اپنا کام کرے۔ اس کارروائی سے لڑنے والوں کی بجائے زیادہ مصیبت بدنصیب شہر والوں کے حصے میں آئی اور جنگ کے خوفناک تشدد میں یہ گوناگوں اضافہ ہو گیا۔

اسکوٹی حملہ

ملپ کو ابتدا میں امید تھی کہ شاید اسکوٹی حلیف انگلستان پر کوئی حملہ کر دیں تو ایڈورڈ کو واپس جائے بغیر چارہ نہ رہے گا۔ اس کی درخواست پر ڈیوڈ نے نیم مسلح سواروں کی ایک بڑی فوج سے سرحد کو عبور بھی کیا

باب سوم

اور ڈرہم کی اسقفی میں ہیکزم تک بڑھ آیا۔ اس کے مقابلے کی غرض سے ملکہ فلیپا کے حکم سے صدر اسقف یارک اور امیران ہنیری پرسی و رالف نویل کی سرداری میں ایک اور انگریزی فوج مرتب ہوئی اور حملہ آوروں کو ۱۷ اکتوبر کے دن نویلز کراس کے میداں میں لڑ مارا۔ اُن کی یورش میں احاطے اور کھیتی کی باڑیں حائل تھیں اور وہ ان میں اٹکے تو انگریز تیراندازوں کا بہ آسانی نشانہ بن گئے۔ پھر اُن کی صفوں میں ہل چل پڑی تو انگریزوں نے ہلّہ بول دیا اور اس زور سے ٹوٹ کر گرے کہ آناً فاناً اسکوٹی بازو تہ و بالا ہو گئے۔ البتہ قلب لشکر میں ڈیوڈ کمال دلیری سے جما لڑتا رہا حتیٰ کہ چہرے پر تیر کا زخم کھا کے منہ کے بل گر پڑا۔ مرنا رتھمبرلینڈ کے ایک صاحب کوب لینڈ نے اُسے اسیر کر لیا۔ اسکوٹی فوج شکست کھا کر نہایت بے ترتیبی سے بھاگ کھڑی ہوئی۔

نویلز کراس کی فتح اور اسکاٹ لینڈ کے بادشاہ کی گرفتاری نے اس طرف سے ایڈورڈ کو بالکل مطمئن کر دیا اور کیرلے کے قلعے کو مدد دینے کے لئے فلپ نے جو لشکر بھیجا تھا، اسے بھی انگریزی بحریوں نے مار بھگایا۔ جاڑے بھر اہل قلعہ محاصرے کی مصیبت میں گرفتار رہے موسم بہار میں فلپ انھیں چھڑانے کی غرض سے ایک تازہ فوج بھرتی کر کے آگے بڑھا مگر انگریزی فوجیں اس خوبی سے صف آرا اور ان کے مورچے ایسے مضبوط تھے کہ حملہ کرنے میں کامیابی کا کوئی قرینہ نظر نہ آتا تھا اور گو ایڈورڈ دراسخت کے جوش میں آ کے میدان میں بھی نکل آیا کہ ہمت ہو تو فلپ دو بدو معابلہ کر لے، مگر فلپ نے انگریزی تیرباری کا دوبارہ مزا چکھنے کی بجائے پسپائی کی ذلت گوارا کر بارہا دہ رسد کیا اور جب بادشاہی بے دغا دی اور سامان رسد بھی ختم ہو گیا تو قلعے کی فوج کو بلا شرط ہتھیار ڈال دینے کے سوا اور کوئی سبیل نظر نہ آئی۔ ۴ اگست کو کالے نے اطاعت قبول کر لی۔ ایڈورڈ اہل شہر کو بحری قزاقی کی سزا دینے پر کچھ آمادگی دکھا رہا تھا مگر ملکہ فلپا نے رعایت و نرمی کا مشورہ دیا تو اس کی یاس خاطر سے "بہ مراحم خسروانہ" معافی عطا کی۔ البتہ جن باشندوں نے اطاعت کا حلف اٹھانے سے انکار کیا اُن سب کو شہر سے نکال کر ان کی بجائے انگلستان کے لوگ بسائے کیوں کہ وہ اس شہر کو کسی حال میں چھوڑنا نہ چاہتا تھا۔ پھر شہر کی خوشحالی

باب سوم

کے لئے عام ضرورت کی اشیا، یعنی ٹین، کپڑے وغیرہ کی ایک بڑی منڈی یہاں قایم کی اور یوں بھی انگلستان اور ممالک برّاعظم کے درمیان تجارت کی سب سے بڑی گزرگاہ ہونے سے کالے اپنے انگریز بادشاہوں کی حکومت کے زمانے میں مدت تک بہت بارونق رہا۔ اس کے فصیل و دمدمے بھی ایسے اچھے بنادئے گئے کہ ناقابل تسخیر ہو جائیں اور قلعے میں ایک بڑی فوج متعین کردی

گیس کنی کی لڑائیاں

شمال کی اس فتح کے ساتھ گسکنی کی لڑائیوں میں بھی انگریزوں نے دلیری کے جوہر دکھائے اگرچہ یہ معرکے ایسے اہم نہیں تھے قلعۂ کالے کی تسخیر تھی۔ تاہم۔ اس علاقے میں فلپ نے اپنی بہترین فوج روانہ کی اور جون ۱۳۴۶ء کی گرمیوں میں خود اس کا بڑا بیٹا جان (امیر کبیر نارمنڈی) ۵۰ ہزار پیادہ اور دو ہزار سوار کی بہت عمدہ سپاہ لیکر اس ریاست میں داخل ہوگیا تھا۔ وہ آلات قلعہ شکن کی کافی و وافی تعداد ساتھ لایا تھا جن کی مار سے بہت جلد گسکنی کے قلعوں کو مفتوح کرلیا اور آخر حملہ آوروں کی فاتحانہ پیش قدمی کی توایگیوں کے قلعے پر جس کی مدافعت سر والٹر مینی کے ہاتھ میں تھی۔ یہ بہادر سردار اور اس کے سرفروش سپاہی مئی سے اگست تک عظیم کی سب یورشیں روکتے رہے اب ان کا آدوتہ قریب الختم پہنچ گیا تھا کہ جنگ کریسی کی خبر سن کر جان اپنے باپ کی مدد کے لئے ہٹا اور انگریزوں نے امہ ڈاربی کی سرداری میں بڑے شدومد سے خود اقدام تہ وع کیا اور نہ صرف گیس کنی کو خالی کرالیا بلکہ پوآتیئے کے مالدار شہر کو بھی لوٹ لیا۔ ڈاربی کو لینکاسٹر کی ریاست ۱۳۴۵ء میں مل چکی تھی۔ ان تازہ خدمات کے صلے میں ڈیوک یا امیر کبیر کا خطاب عطا ہوا (۱۳۵۱ء) یہ خطاب چند ہی سال قبل انگلستان میں رائج ہوا تھا جب کہ ایڈورڈ کے بڑے بیٹے کو ۱۳۳۶ء میں کارنوال کا امیر کبیر بنایا گیا تھا

محاربۂ فرانس کا پہلا حصہ تسخیر کالے پر ختم ہوتا ہے تحت فرانس پر ایڈورڈ کے قبضہ ہو جانے کی تو کوئی صورت نہیں بلکہ البتہ تہر کالے ہاتھ آگیا۔ لوٹ کا مال بھی اچھی خاصی مقدار میں انگلستان لایا گیا اور وطنی تاریخ کی یادگاروں منح کریسی کے کارنامے سے چار چاند لگ گئے۔ دوسرے پہلو پر نظر ڈالئے تو جنگ و غارتگری سے اخلاق پر بڑا اثر ضرور پڑا لوٹ مار کا مال بیدردی سے خرچ کرنے کے باعث، خیال

کیا جاتا ہے کہ یہ عیش زندگی کا معیار مستقل طور پر اونچا ہوگیا۔ سپہگری نے غیر معمولی امتیاز پالیا اور دوسرے مفید تر پیشے اور مشاغل جن میں یہ شوکت نمائی نہ تھی کس مپرسی میں پڑے رہ گئے۔ اور آخری بات یہ کہ نارمنگجی اور سیکسنی کی جو عادتیں پرلیس کی جنگ میں پڑی تھیں، وہ آسانی سے دُور نہ ہوئیں بلکہ اہل ملک کی طبائع میں انھوں نے دُرشتی پیدا کر دی۔

باب سوم

"مرگِ سیاہ"

لیکن وقت کے وقت تو ایک نو وارد اور حوفناک بلا کے آجانے سے لوگ لڑائی بھڑائی سب بھول گئے۔ یہ وبائے طاعون تھی جسے "مرگ سیاہ" سے موسوم کرتے تھے اس کے دو حملے چند سال کے بعد پھر ہوئے مگر پہلی دفعہ ۱۳۴۹ء میں اس کا نزول ہوا کم سے کم اسی حملے کے حالات زیادہ صحت کے ساتھ محفوظ رہے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ اس وبا کا آغاز ۱۳۳۳ء میں چین سے ہوا اور آہستہ آہستہ یورپ تک پہنچی اور راستے میں جس ملک سے گزری، اُسے تباہ و برباد کر گئی۔ تجارت کے عام راستوں سے ہوتی ہوئی وہ ۱۳۴۷ء میں قسطنطنیہ اور قبرس پہنچی جنوری ۱۳۴۸ء میں آوینیوں میں ظہور کیا۔ اپریل میں فلورنس آئی اور اگست میں ڈورسٹ شر میں پہلا مریض اس میں مبتلا ہوا۔ اسی علاقے کی بندرگاہوں سے وہ برسٹل، پھر اکسفرڈ، وہاں سے لندن اور ناروچ اور آگے چل کے تمام شمالی اضلاع میں پھیل گئی۔ سرحدی علاقے ویران پڑے تھے اس لئے کچھ عرصے تک وہ اور آگے نہ بڑھ سکی اور اسکاٹ لینڈ والوں نے اپنے دشمنوں کے اس طرح بے موت مرنے پر بہت تعلیں بجائیں بلکہ "انگریزوں کی گندی موت" کی قسم کھایا کرتے تھے اور اسی احمقانہ غرور میں ایک بار اُن کی ایک جمعیت انگلستان کی سرحد میں گھس آئی مگر وبا نے بہت جلد اثر دکھایا اور ثابت ہوگیا کہ اُسے کسی انگریز و غیر انگریز کا امتیاز نہیں ہے۔ انگلستان سے یہ بیماری ناروے اور آخر میں روس پہنچی (۱۳۵۱ء) اور جہاں گئی سخت تباہی ڈال گئی اس میں کمزوروں کی نسبت طاقتور اور بھی ناگہانی مرجاتے تھے اور شاہی محل اور فقیر کی جھونپڑی کوئی جگہ اس سے محفوظ نہ تھی۔ لوگوں کی غلیظ عادات اور حفظان صحت سے کلی غفلت نے اس کے پھیلنے میں اور مدد دی۔ یہ جاننا دشوار ہے کہ کتنے آدمی مرے کیونکہ اس زمانے میں اموات یا تدفین کا

باب سوم

کوئی تحریری حساب نہ ہوتا تھا اور اسی رل مل کے زمانے میں جو اندازے کئے جاتے ہیں، ان میں مبالغہ ہونا معمولی بات ہے۔ بااین ہمہ حال میں سب سے بہتر جو تخمینہ کیا گیا، اس کی رو سے ملک کی ایک تہائی آبادی مرگ سیاہ کا شکار ہوئی۔ اس میں کسی طبقے کی تخصیص نہ تھی۔ ایک بادشاہ کی بیٹی اور کنٹربری کے دو صدر اسقف پہلے سال اسی وبا سے راہی عدم ہوئے اور کہا جاتا ہے کہ یارک شر کے مشرقی اور معربی رائیڈنگ میں حلقے کے پادریوں میں سے آدھے تلف ہو گئے۔ بعض مواضع میں خاندان کے خاندان صاف ہو گئے۔ اکسفرڈ کے طلبہ میں دسواں حصہ وبا کی نذر ہوا۔ خانقاہوں میں اسی اسامیاں خالی ہوئیں کہ پُر کرنا مشکل ہو گیا اور جیسے تیسے لوگ بھرتی کئے گئے۔ غالباً یہی سبب تھا کہ راہبوں کی وہ شان ہی نہ رہی جو پہلے تھی اور آئندہ ان کی حالت میں ایک مستقل تنزل پایا جاتا ہے۔ اس کے مقابلے میں کرائسٹ چرچ کالج (کنٹربری) کے راہبوں میں اسی اموات نہ ہوئیں جس کا سبب غالباً یہ تھا کہ انھوں نے سورس پہلے عقلمندی سے پہاڑیوں میں صاف پانی کا ذخیرہ بنا لیا تھا، وہاں سے انھیں بہت اچھا پانی ملتا رہا۔

دیہاتی تنظم

یہ اس قیامت کی وبا تھی کہ اقتصادی اعتبار سے بھی ایک انقلاب پیدا کر گئی۔ واضح رہے کہ اس زمانے تک انگلستان تقریباً پورے طور زراعتی ملک تھا۔ کچھ کپڑا بنا بھی جاتا تھا تو وہ محض خانگی ضرورت کے لئے نہ کہ بازار میں بکری کے واسطے۔ دیہات کا نظام یہ تھا کہ جنگلوں کو چھوڑ کر تمام زرعی علاقہ مواضع[1] یا مقطعوں میں منقسم تھا۔ موضع کا رقبہ قدیم قریے کے تقریباً مماثل ہوتا تھا اور اس کی اندرونی تنظیم بھی غالباً انھی اصول پر ہوئی جو نارمن فتح سے پہلے سے آہستہ آہستہ نشو و نما پا رہے تھے (دیکھو صفحہ ۴۰)۔ موضع کی قابل کاشت آدھی زمین عموماً مالک موضع جاگیردار یا مقطع دار کے تصرف میں ہوتی اور ڈھیلن

[1] مواضع کے حالات کا علم ہمیں ان دیہاتی کھاتوں سے ہوتا ہے جو سائس کی حکومت کے زمانے سے جلسوں پر لکھے جانے لگے تھے۔ جس طرح پوری مملکت کے حال میں بڑے "پائپ رول" سے مدد ملتی ہے اسی طرح دیہات کی تاریخ کا سب سے اچھا ماخذ یہ کھاتے ہیں۔

باب سوم

وٹمین (Demesene) یا حالصہ کہلاتی تھی یہ وہ لفظ ہے جس کے تشتقات میں (Mains) ریمینز (Remains) کی صورت میں اب بھی انگلستان کے مقطعوں میں سننے میں آتے ہیں۔ مالی نصف کا ایک حصہ معافی داروں یا موروثی کاشتکاروں کے پاس ہونا جو یا تو فوجی خدمت کے کلی یا جزوی معاوضے میں قابض ہوئے یا وہی معین لگان ادا کرتے تھے جو ملکیت بالملکیت سے چلا آتا تھا۔ بعض اوقات ایسے رہبدار حصص کی صورت میں لگان ادا کرتے تھے جیسے آدھ سیر مرچ، یا ایک تسکرا یا شکاری کتا دے دیا یا کوئی ایسی خدمت ادا کر دی جیسے گرجا میں دو چراغ جلا دئے۔

باقی ماندہ اراضی رعیت یا عام کاشتکاروں کے ہاتھ میں ہوتی اور انھیں زیادہ سخت شرطیں بجالانی پڑتی تھیں۔ یعنی کچھ تو جاگیردار کے کھیت پر محنت کام کر کے کچھ رنقد اور کچھ جنس کی صورت میں مالیہ ادا کرنا پڑتا یہ لوگ بغیر جاگیردار کی اجازت لئے نہ گاؤں سے جا سکتے تھے نہ بیٹا بیٹی کی شادی کر سکتے، نہ اپنے مویشی فروخت کر سکتے اور نہ چوبیہ کاٹ سکتے تھے۔ ان سب خدمات کے باوجود ایسے کسانوں کے پاس نقد کس، بہت سے بہت ۱۲ ایکڑ زمین ہوتی اور لگان کی شرح ۶ر فی ایکڑ تھی اگرچہ بعض صورتوں میں کاشتکار کو اور بھی کڑی شرطیں ماننی پڑتی تھیں مگر ہر حال میں کاشتکار کا پٹہ، جب تک وہ لگان وغیرہ ادا کرتے رہے، استمراری ہوتا تھا اور قواعد و ضوابط ہی کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکثر اوقات کاشتکاروں کے پاس گھوڑے اور مویشی ہوتے تھے۔ وہ شاملات کی زمین میں انھیں باندھ سکتے۔ غیر مروعدر قبضے سے ایندھن، مکھاس وغیرہ لا سکتے تھے۔ جاگیردار کی اجازت ہمیشہ تھوڑا سا نذرانہ دینے سے مل جاتی تھی اور یوں بھی اگر کسان بے اجازت برابر کے قصبے میں چلا جائے تو مارپرس کی نوبت کم آتی تھی۔ ترقی کے میدان وہ تھے، کلیسا اور فوج رابرٹ کروسن ٹیٹ کی مثال جو اسقف ہوا اور رابرٹ سیل کی نظیر جو ابڈورڈ ثالث کا معتمد علیہ فوجی سردار بن گیا، ثابت کرتی ہیں کہ عاقل و دلیر آدمی کے لئے بڑھنے کا میدان تنگ نہ تھا۔ جاگیردار، پٹہ دار اور کاشتکار رعیت کے سوا جن سب کا زراعت سے تعلق تھا، تھوڑی بہت تعداد اہل حرفہ کی بھی رہتی تھی ان کے ذاتی گھر ہوتے اور عجب نہیں کہ شاملات کی زمین میں

باب سوم

مویشی جانے یا مرغ و بط وغیرہ کے ڈربے بھی بنا سکتے ہوں۔ ان اہل حرفہ سے ہماری مراد پنہارا، لوہار اور تاید بڑے گاؤں میں جلا ہے سے ہے۔ گاؤں کا پادری اور کوئی منشی یا کاتب بھی ضرور رہتا تھا جو حساب کتاب پٹے وغیرہ تیار کرتا تھا ہر موضع میں ایک ممتاز شخصیت دارونہ (ریو) کی تھی جو جاگیردار کی طرف سے ہر قسم کی دیکھ بھال کرتا، لگان وصول کرتا، مزدوری کے مقررہ کام لیتا اور گاؤں کی آمد و خرچ کا پورا حساب رکھتا تھا۔ چاسر کی مشہور تمہید میں دارونہ، پنہارے اور یا کسان کے چشم دید حالات اب تک محفوظ ہیں۔

جاگیردار کے پاس دو تین گاؤں ہوتے، تو وہ باری باری ہر ایک میں جا کے رہتا اور وہاں کی پیداوار سے متمتع ہوتا تھا۔ اس کا خدم و حشم کے ساتھ گاؤں میں آنا، خاصا میلا بن جاتا ہوگا۔ اس کے جانے کے بعد حویلی میں جاگیردار کا کارندہ رہتا تھا اور بیرونی دنیا کی خبریں اسی حویلی سے گاؤں میں شایع ہوتیں۔ واعظ درویش بارومہ سے کوئی توبہ لینے والا اسی حویلی میں آ کے ٹھیرتا تا فصل کے کاموں سے فرصت کے زمانے میں کبھی کبھی امیر غریب سب گاؤں والے مل کے تیرتھ کو جاتے۔

عرض تیرھویں صدی میں انگلستان کے گاؤں کی معاشرت کا رنگ یہ تھا جو اوپر بیان ہوا۔ یہ بڑی جفاکشی کی زندگی تھی، خاصکر سردیوں میں آرام کے اسباب بہت کم تھے اگرچہ معلوم ہوتا ہے کھانے پینے کی چیزیں ہر موسم میں افراط سے مل جاتی تھیں۔ ایسی صورت کہ کوئی کام کرنا چاہے اور کام نہ ملے مفقود تھی۔ عہد جدید کی یہ شامت کہ کام ملنے کا یقین نہیں، وجود میں نہ آئی تھی۔ اور گھر کے اندر ناگفتہ بہ گندگی اور کثافت ہو، تازہ ہوا اور صاف پانی کی کچھ کمی نہ تھی۔ اتوار یا تیرتھوار کے دن ہر شخص کو کافی فرصت مل جاتی کہ اپنے مناسب حال سیر تفریح کا لطف اٹھائے۔ دیہات کا بیچ بیوپار زیادہ تر بڑے بڑے میلوں کے موقع پر ہوتا جہاں کاریگر اون کے گٹھے اور کاں کن کچا لوہا یا جست لاکر شہر یا پردیس کے تاجروں کے ہاتھ فروخت کرتے تھے۔ ان میں سب سے بڑا میلا کیمبرج کے قریب اسٹوربرج میں لگتا تھا جہاں دوسرے ملکوں کے مال بھی آتے اور الگ الگ حصوں یا کلبوں میں ترتیب سے رکھے جاتے تھے جیسے آج کل کی نمایشوں میں ہوتا ہے اسی قصبے میں مشرقی اضلاع کے لوگ جاڑے کے لئے اجناس ذخیرہ کرتے تھے۔ دوسرے قابل ذکر

باب سوم

میلے یہ ہیں، بارتھولمیو کا تہوار، لندن میں۔ گائلز کا تہوار آکسفرڈ میں اور ونچسٹر میں۔
اسی زمانے میں جس کا صحیح حال دیہات کے کھاتوں کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے، دو تغیر عمل میں آرہے تھے۔ ایک تو یہ کہ جس طرح "زرِ سیر بدل" کے بیرائے میں فوجی خدمت معاف کی تھی، اسی طرح جاگیردار دوسری خدمات کے عوض میں رر نقد لینے لگے اور اس قسم کا جب کوئی معاملہ ہوتا تو اسے گاؤں کے کھاتے میں درج کر لیا جاتا اور ایک نقل کسان کو مل جاتی اسی سے ایسے کسانوں کو نقل دار اور ان کی زمین کو نقل داری کہنے لگے۔ اس وقت جو نقل دار ہیں ارامی ہیں، یہ یقیناً کسی وقت میں رعیت کی اراضی تھیں۔ دوسری بات۔ کہ اب جاگیرداروں کا معمول یہ ہو چلا تھا کہ ایسی خالصہ اراضی کو بھی خود کاشت کرنے کی بجائے چند سال کے لئے دوسرے کاشتکاروں کو بندوبست پر اٹھا دیتے تھے۔ یہ ثابت ہے کہ ۱۲۸۰ء ہی سے ایسا عمل ہونے لگا تھا۔ ان بیٹوں میں یہ بات گویا مضمر ہوتی تھی کہ اس اراضی میں جو مکانات آلات کشاورزی اور مویشی ہوں وہ بھی پٹہ دار کے استعمال میں دے دئے جائیں اور جب پٹے کی مدت ختم ہو تو وہ انہیں یا ان کی مثل جملہ ساماں واپس دے۔ البتہ مکانوں کی مرمت جاگیردار کا کام ہوتا تھا اور اسی سے انگلستان کے قانون میں یہ اصول موضوعہ پیدا ہوا کہ مرمت کرایہ دار کا کام نہیں، بلکہ مالک مکاں سے متعلق ہے۔

القصہ انگلستان کے دیہات کی کیفیت یہ تھی جب کہ مرگِ سیاہ سے اس کی ایک تہائی آبادی فنا ہو گئی ایک فوری نتیجہ تو یہ ہوا کہ مزدوری کی شرح اور ہر شے کا نرخ جس میں مزدوری کا دخل تھا، بڑھ گیا۔ اس اضافے سے سب سے زیادہ نقصان ان جاگیرداروں کو ہوا جنھوں نے روپیہ لے کر رعیت کو مختلف خدمتوں سے معاف و مستثنیٰ کر دیا تھا، یا ان کاشتکاروں کو جو اجرت پر دوسروں سے کام لینے کے زیادہ عادی ہو گئے تھے۔ مختصر یہ کہ مزدور پیشہ کاشتکاروں کے سوا سبھی زمینداروں پر آفت آئی اور مزدوری کی شرح کم کرنے کی صورت نہ نکلنی تو ان کی تباہی یقینی نظر آتی تھی۔ شرح کم کرنے کی بظاہر دو تدبیریں تھیں:۔ ایک بہت ہی سیدھا اور صاف طریقہ تو یہ تھا کہ ۱۳۴۶ء کی شرح سے زیادہ اجرت دینا اور لینا حکماً

باب سوم

موقوف کر دیا جائے اور دوسرا یہ کہ جس لوگوں کی بیگار ابھی تک معاف نہ ہوئی تھی ان سے زیادہ سے زیادہ کام لیا جائے۔ ان میں سے پہلی مد نظر کے عمل میں لانے کی غرض سے متعدد شاہی حکمنامے جاری ہوئے اور ۱۳۵۱ء میں "قوانین مزدوراں" کے نام سے پارلیمنٹ نے ان کو مرتب و نافذ کیا۔ اور ۱۳۶۲ء و ۱۳۶۸ء میں وبائے مذکور کے ہر حملے پر اس کی تجدید ہوتی رہی۔

قوانین مزدوراں

دوسرے طریقے پر عمل کرانے والے خود کاشتکاروں کے زمرہ سے تھے ان سب باتوں کے باوجود کچھ زیادہ فائدہ نہ ہوا اور یہ قریب قریب یقینی ہے کہ ان قوانین سے لوگ بچنے کی کوئی نہ کوئی شکل نکال لیتے تھے حتیٰ کہ خود داروغہ تک اس فکر میں رہتے کہ جس طرح ہو ایسی کھیتی جتوالیں اور فصل کٹوالیں اور اس کوشش میں قانون کی پابندی نہ کرنے تھے چنانچہ اوسط شرح اُجرت بھی المصاعف ضرور ہو گئی۔ دوسرے طریقے پر عمل ہوا تو اس سے سخت بددلی پیدا ہوئی اور اس کے ظہور میں آنے میں صرف مناسب موقع کی دیر رہ گئی۔

جنگ فرانس

محاصرۂ کالے کے بعد چند سال تک فرانس کی جنگ بہت سُست رہی۔ اس کا ایک سبب تو وبائے طاعون کو سمجھنا چاہیئے اور دوسرا یہ کہ بگڑے رومہ کے پاپا فریقین میں ہنگامی صلحیں کراتے رہے کہ اطمینان سے گفت و شنید کا موقع ملے۔ ۱۳۵۰ء میں **فلپ** نے وفات پائی اور اس کا بیٹا جان تخت نشین ہوا جو باپ سے بہتر سپاہی تھا اور گیس کنی میں فرانسسی سیاہ کی قیادت زیادہ تر اسی کے ہاتھ میں رہی تھی لیکن ایڈورڈ کی یہ شرطیں کہ تخت سے لاد عوی ہونے کے عوض میں گیس کنی پر اس کی خود مختارانہ حکومت تسلیم کی جائے، نئے بادشاہ نے قبول کئے نہ عام لوگوں میں مقبول ہو سکے۔ آخر ۱۳۵۵ء میں بھرپوری قوت کے ساتھ جنگ چھڑ گئی۔ اسی سال شہزادۂ اسود (ولی عہد انگلستان) نے ساٹھ ہزار سپاہیوں سے گاروں کی بالائی وادی پر تاخت کی اور اس سرسبز و آسودہ حال علاقے کو یہاں سے وہاں تک تیغ و آتش سے تاراج و خراب کر ڈالا اور بہت کچھ غنیمت لے کر بورڈو پلٹ آیا۔ اسے "اسود" کہنے کا سبب عجب نہیں کہ کوئی خاص لباس ہو جو وہ کسی رنگ کے

باب سوم

موقع پر ہین کر لیا تھا مگر بعد میں ونگل وغیرہ کا حال کسی کو یاد نہ رہا۔ بہرحال، دوسرے سال اس شہزادے نے صرف بارہ ہزار سپاہ سے اتنی جرأت کی کہ نافِ ملک میں در آیا اور گذشتہ سال کی ماخت کاہوں سے بڑھ کر گیین کی سرحد سے پواتئے تک یاماں کرتا ہوا آندھی کی طرح گزر گیا۔ مگر آخر الذکر شہر کے قریب ایک فرانسیسی لشکر نے اس کا راستہ روک لیا جسے تاہ فرانس نے شہزادے کو خبر ہوے بغیر جمع کر لیا تھا۔ راہ گریز قطعی بند تھی تعداد میں فرانسیسی چوگنے تھے اور حالت ایسی یاس انگیز ہو گئی تھی کہ تالی راں کی خواہش کے مطابق (جو پاپا کے مشیر و نائب کی حیثیت سے ہر امکانی کوشش کر رہا تھا کہ خونریزی کی نوبت نہ آنے پائے) ولی عہد انگلستان نے لوٹ کا مال اور قیدی حوالے کر دیے اور آیندہ سات سال تک جنگ نہ کرنے پر آمادگی ظاہر کی شہر طبکہ اسے بلا کر ندیسائی کی اجازت دے دی جائے۔ لیکن جان غرور سے پھول گیا اور بلا شرط ہتھیار ڈالنے کے سوا، مصالحت کی اور کوئی صورت منظور نہ کی۔ تب شہزادہ اور اس کی قلیل جمعیت تیار ہوی کہ ایسی جانوں کی زیادہ سے زیادہ قیمت وصول کرے۔

معرکہ پواتئے

جنگ کا میدان پواتئے کی بستی سے چار میل جنوب مشرق میں اس مقطعے کے قریب واقع تھا جسے اب مَوپرتوی کہتے ہیں۔ لڑائی کے شروع میں انگریزی فوج کے بائیں پر ایک بلند سطح، دائیں جانب ایک پہاڑی اور بیچ میں ایک دلدلی گھاٹی تھی۔ پہاڑی کے سب ڈھلانوں پر جھاؤ اور تاکستان تھے۔ بائیں جانب اور وسط میمنہ کے سامنے کھیتی کی باڑ چلی گئی تھی مگر فوج میمنہ کے روبرو اس باڑ میں ایک مصل چھٹا ہوا تھا جو یقیناً گاڑیوں کی آمد رفت کے واسطے ہوگا۔ اس باڑ اور فصل کی حفاظت امیر سالسبری کے تفویض تھی۔ گھاٹی اور دلدل کا راستہ امیر وارک روکے کھڑا تھا اور خود شہزادۂ ولی عہد پہاڑی پر تھا۔ حسب معمول انگریزوں کو یہاں بھی سب سے زیادہ بھروسہ تیر اندازوں پر تھا جو کھیتی اور ہر جگہ جہاں آڑ ملی، وہاں متعین تھے اور بارہ دل پر رہ پوش پیادے کھڑے تھے کہ دشمن کا جناحی حملہ نہ ہونے پائے۔ اُدھر فرانس کی فوج تین لشکروں میں، سطح مرتفع پر صف آرا ہوئی۔ بادنا، امیر اور لیان اور ولی عہد ایک ایک لشکر کے

باب سوم

سردار تھے۔ کریسی کی ناکامی کا سبب فرانسیسیوں نے غلطی سے یہ سمجھا تھا کہ زرہ پوش پیادوں نے انھیں شکست دی اور اور اسی بنا پر اس لڑائی میں دو رسالوں کے سوا باقی ساری فوج پیادہ تھی۔ رسالوں کا کام یہ تھا کہ وہ گھاٹی کے بالائی کنارے پر اور دوسرا رسالہ کھیتی کے فصل پر حملہ کرے اگرچہ اس میں کامیابی کی کوئی امید نہ تھی اور یہی ہوا کہ فصل کی طرف جو فرانسیسی سوار بڑھے انھیں تو تیروں کی بوچھار نے بڑھنے نہ دیا اور ان کے ساتھیوں کی اس بلا کے علاوہ گھاٹی اور اس کے آگے ولی عہد کی فوج نے بھی اچھی طرح خبر لی۔ ولی عہد فرانس کے پیادہ لشکر نے عام حملہ کیا تو اس کا بھی کچھ بہتر انجام نہ ہوا۔ پھر لڑائی تھوڑی دیر تھم گئی اور امیر اور لیان فتح سے ناامید ہو کر اپنا لشکر ہٹا لے گیا۔ یہ دیکھ کر اگر یہ شہزادے نے بادشاہ کے لشکر پر جو دوسرے سے حملہ کرنے کی ٹھانی اور پہاڑی سے اپنے بیشتر سپاہی نیچے بلا کے دارک وسالسبری کے دستوں میں انھیں شامل کر دیا اور زرہ پوش پیادوں اور سوار تیراندازوں کی ایک جماعت کو روانہ کیا کہ پہاڑی کا چکر کھا کے اچانک شاہ فرانس کے عقب میں آنکلیں۔ اس اجتماعی حملے میں پوری کامیابی ہوئی۔ جان اور اس کا بیٹا فلپ جان سے ہاتھ دھو کر لڑے مگر اسیر کر لئے گئے اور سپاہِ فرانس کو کامل ہزیمت نصیب ہوئی۔ ولی عہد انگلستان اپنے قیدی لئے ہوئے سلامت بورڈو چلا آیا۔

جان کی گرفتاری سے فرانس کو سخت صدمہ پہنچا۔ یہ ملک انگلستان سے زیادہ نقصان اٹھا چکا تھا کہ یکاردی نارمنڈی وغیرہ اس کے پانچ بڑے علاقے خوفناک مصائب و شدائد جنگ میں مبتلا رہے تھے۔ ملک کی مالی حالت سخت ابتر تھی۔ امرا، کسان اور اہل شہر ایک دوسرے کے خلاف لڑتے جھگڑتے تھے اور بادشاہ کی گرفتاری سے بہت جلد سارا ملک طوائف الملوکی کے کنارے پہنچ گیا اس کی تباہی اور ویرانی ہی اسے انگریزوں کے ہاتھ سے بچا سکی کہ ایسے ویران علاقوں سے کسی فوج کے لے جانے کے معنی یہ تھے کہ ہزاروں سپاہی تلف ہوں۔ چنانچہ ۱۳۵۹ء میں خود ایڈورڈ پیرس پر بڑھا تو وہ مصیبتیں میٹ آئیں کہ جنگ میں پہلے نہ آئی تھیں اور اگلے سال فرانس کے انتہائی اضمحلال اور انگریزوں کی صریحی بیدست و پائی کی بدولت دونوں فریق مجبور ہوئے کہ مئی ۱۳۶۰ء میں بمقام

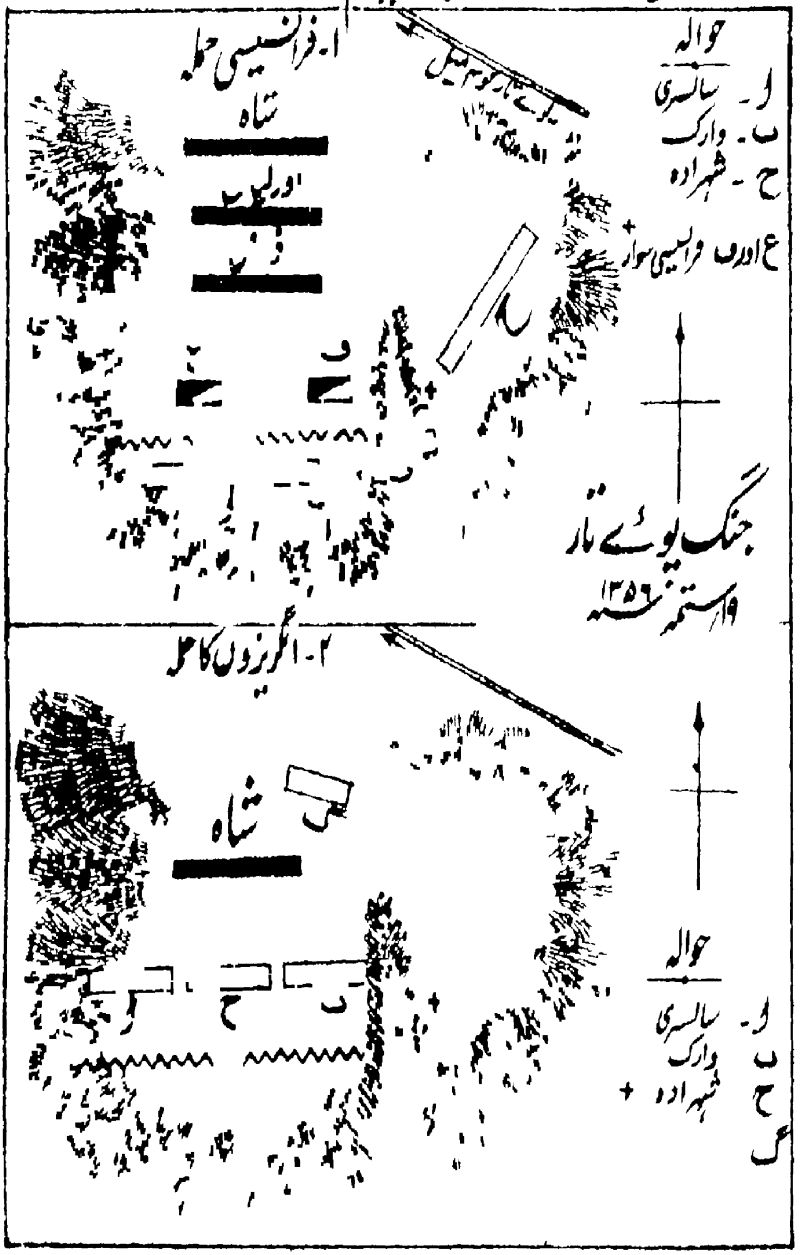

مقابل صفحہ ۳۴۲

باب سوم

بری تانی صلح کی گفتگو کریں۔ اس کا نتیجہ صلحنامہ کالے ہوا جس پر اکتوبر ۱۳۶۰ء میں

صلحنامہ کالے

فریقین کے دستخط ہو گئے۔ اس کی رو سے ایڈورڈ نے تختِ فرانس اور نارمنڈی، انجو اور مین سے (یعنی ان علاقوں سے جو ہینری ثانی کی میراث میں ملے تھے، بہ استثنائے حجز اُر رودیار) دست برداری لکھدی اور اس کے مقابلے میں گیسکنی کی الینر کی وراثت میں اکوی ٹین اور کاسٹیل کی الینر کی وراثت میں پون تھیو اور حالیہ مقبوضہ شہر کالے پر کامل بادشاہی تسلیم کر لی گئی۔ بہ الفاظ دیگر ایڈورڈ نے دو ملکوں کی مشترکہ بادشاہی کی امید موہوم تو چھوڑ دی جو دراصل اسکاٹ لینڈ کی فتح سے بھی زیادہ اس کی قوت سے باہر تھی اور اس کے عوض میں اپنی قوم کے لئے گاروں کی بیش بہا وادی اور وہاں کی نمک و شراب کی تجارت اور شہر کالے جس کی تنگ رودبار پر زد تھی اور جہاں سے ہمارے (یعنی انگریزوں کے) سپاہی اور اون بلا دقت براعظم میں پہنچائے جا سکتے تھے اور یہ نامور کہ وہ اپنے عہد کا سب سے بڑا سپاہی ہے خریدی۔ ان سب کے علاوہ شاہ فرانس کو قید سے چھڑانے کا بہت بھاری فدیہ مفلوک اکال فرانسیسیوں پر عائد کیا گیا مگر یہ رقم اُن کی استطاعت سے باہر تھی اور جان بحالت اسیری لندن ہی میں مر گیا (۱۳۶۴ء) ویلز کی نظیر پر فرانس کے جو اضلاع لئے گئے وہ ملا کر ایڈورڈ کے بڑے بیٹے کی ریاست بنا دئے گئے۔ خود فرانس میں بھی یہی ہوا تھا کہ دوفین نے اپنی موروثی ریاست دوفینے شاہ فرانس کے حوالے کر دی اور وہ ولی عہد فرانس کی ریاست بن گئی تھی۔ صلحنامہ تو لکھ لیا گیا مگر عملاً اس کی تکمیل میں یہ کسر باقی تھی کہ دفاکیشی اور باج گزاری کے عہد و پیمان کو باضابطہ کالعدم کیا جائے لیکن اہل قانون کی موشگافیوں نے ان مراسم میں بڑی دیر لگا دی اور ابھی یہ طے نہ ہوئی تھیں کہ لڑائی چھڑ جانے سے تمام نامہ و پیام کا سلسلہ ہی درہم برہم ہو گیا۔

اسکاٹ لینڈ

ہمارے اسکاٹ لینڈ سے ۱۳۵۷ء میں مستقل صلح ہو گئی (۱۳۳۲ء) سے ایڈورڈ بے لیل کا بر اے نام حلیف بنا رہا تھا۔ ۱۳۵۶ء میں بے لیل نے پیرانہ سالی اور لاولدی کی وجہ سے اپنے موروثی حقوق اور خاندانی جاگیر زرِ نقد کے عوض میں فروخت کر دی۔ لہٰذا ایڈورڈ تیار ہو گیا کہ

باب چہارم

ڈیوڈ کی بادشاہی کو تسلیم کرے بلکہ خود اس کے دعاوی سیادت اور بادشاہ کے ہدیے کی رقم ادا کر دی جائے۔ اسکاٹ لینڈ والوں نے اسے مان لیا اور گورویہ دینا انھیں بہت بار تھا، تاہم بالکل وقت پر رقم ادا کر دی۔ ڈیوڈ ۱۳۷۱ء میں فوت ہوا۔ اپنی انگریز بیوی جوآن سے اس کے کوئی اولاد نہ تھی اور وراثت اس کی بہن مارگریٹ اور (باپ کے وقت کے سپہ سالار) والٹر دی اسٹوارڈ کے فرزند روبرٹ (دی اسٹوارڈ یا اسٹوارٹ) کو منتقل ہو گئی۔

ہسپانیہ

جس دنوں انگلستان و فرانس میں جنگ ٹھنی ہوئی تھی اس وقت ملک ہسپانیہ میں پیڈرو ظالم کے مظالم نے شورش بپا کر رکھی تھی۔ یہ پورا ملک متحد بادشاہی کا کبھی مدعی نہیں ہوا، جیسے فرانس یا جرمانیہ تھے۔ دسویں صدی میں وہاں عرب حملہ آوروں کی یورشیں انتہائے کمال پر پہنچیں تو مسیحی باشندے سمٹ کر کوہستان پیرینیز کی ڈھلانوں اور اسٹوریا، اراگون، نوار ولیوں کے اضلاع میں بے ترتیبی سے آباد ہو گئے تھے لیکن اہل ہسپانیہ کا عربوں پر غلبہ ہوا تو دو نئی بادشاہیاں اور وجود میں آئیں۔ ایک کاستیل اور دوسری پرتگال جو دراصل ساحل اوقیانوس کے مخلوط باشندوں کی نوآبادی کا نام تھا۔ یہ ان علاقوں میں تھیں جو عربوں سے واپس چھینے گئے تھے۔ ان میں اراگون کی تہرت کا سبب تو یہ تھا کہ وہ اطالیہ کی سیاسیات اور تولوز سے تعلق رکھتی تھی۔ نوار گیس کنی کے قریب ہونے کی وجہ سے مشہور ہوا اور کاستیل اپنے روز افزوں مقبوضات کی بدولت چودھویں صدی میں کاستیل ولیون کو شادی نے متحد کیا تو کاستیل کو سب پر بدیہی فوقیت حاصل ہو گئی۔

القصہ، وہاں کے بادشاہ کے خلاف بغاوت برپا ہوئی یہ شخص، پیڈرو (ظالم) ایسا خونخوار جابر تھا کہ ایسے ننگ بادشاہی دنیا میں کم تخت نشیں ہوئے ہوں گے۔ بغاوت کا سرغنہ خود اس کا ناجائز بھائی ہنیری (تراس تامای) تھا اور فرانس و انگلستان کی جنگ میں جو اجیر سپاہی لڑے اور برحی تانی کی صلح نے انھیں بے روزگار کر دیا، وہ جوق در جوق ہنیری کی مدد کے لئے آ گئے اور پیڈرو کو بہت تنگ کیا۔ پیڈرو نے بائبوں میں ولی عہد انگلستان سے مل کر مدد مانگی اور اس عہد کے قوانین مروانگی سے انسان کی طبیعت پر جیسا کچھ برا اثر پڑتا تھا اس کی

باب سوم

شہادت اس سے بڑھکر کیا ہوگی کہ شہزادہ سیاہ کو ایسے ناستحق پناہ گیر کی دستگیری بھی اپنا فریضہ نظر آئی۔ بہرحال یہی ہوا اور ۱۳۶۶ء میں ایڈورڈ، شاہ نوار کی اجازت سے تیس ہزار پیادہ وسوار فوج لیکر پیرینیز کے درّوں سے گزرتا ہوا وادی ایبرو میں نمودار ہوا۔ یہاں نوآریت و نجارا کے درمیان اور وتوریا کے قریب ہی ہنری سے مقابلہ ہوا وہ شکست کھاکے بھاگا اور پیڈرو پھر اسی مرتبے پر بحال کر دیا گیا جسے وہ داغ لگا چکا تھا۔ مگر اس کامیابی کے جلو میں تو بر تو مصیبتیں ٹوٹ پڑیں۔ پیڈرو نے انگریزی مہم کے مصارف ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ والے ڈولڈ کی سخت گرمیاں انگریز سپاہیوں کے حق میں مہلک ثابت ہوئیں۔ آخر ولی عہد انگلستان پچھلے پاؤں واپس ہوا تو بے حساب قرض میں دبا ہوا تھا اور ایک اندرونی بیماری جسم کو گھلا رہی تھی۔ اس کی دستگیری سے پیڈرو کو بھی زیادہ فائدہ نہ پہنچا کیونکہ اس کے بیٹھ پھرتے ہی ہنری نے پھر یورش کی اور پیڈرو کو شکست ہوئی۔ ایک ماہی ملاقات میں اس نے ہنری کو ہلاک کرنے کی بھی کوشش کی تھی مگر گتھم گتھا میں خود اس جابر کا دل خنجر سے چھد گیا اور ہنری تخت پر بیٹھا جسے انگریزوں کے ساتھ برابر عداوت رہی۔

جنگ فرانس کی بازاجرائی

ادھر شہزادہ سیاہ کو قرضخواہوں نے تقاضے کرکے اتنا پریشان کیا کہ اسے ایکی ٹین کی ریاست پر محصول عام لگانا پڑا۔ بعض لوگوں نے تو اسے فوراً ادا کر دیا مگر تازہ مقبوضات میں بڑی مخالفت ہوئی اور دربار فرانس میں فریاد کی گئی۔ چونکہ ابھی تک شاہ فرانس حقوق بادشاہی سے دست بردار نہ ہوا تھا، لہذا چارلس آمادہ ہوگیا کہ مرافعے کی سماعت کرے۔ ایڈورڈ نے جواب دیا کہ میں خوشی سے عدالت میں حاضر ہوں گا۔ مگر ساٹھ ہزار سپاہی میرے پیچھے ہوں گے لیکن یہ نری سنجی کی باتیں تھیں اور ۱۳۶۹ء میں دوبارہ لڑائی چھڑی تو جملہ حالات انگلستان کے ماساعد تھے۔ طویل جنگ کا قاعدہ ہی یہ ہے کہ جس ملک پر حملہ ہو، بالآخر اسی کا پلہ گراں ہو جاتا ہے کیونکہ حملہ آوروں کو روپے اور آدمی فراہم کرنے میں دشواری ہوتی ہے۔ ملک کی ناخوش رعایا سے کافی اور معتبر اطلاعیں نہیں میسر آتیں۔ اور سوائے مقبوضہ علاقے کے گویا سارا ملک

باب سوم

مقابلے میں ہوتا ہے۔ ان سب اسباب نے پوری قوت سے انگریزی سپاہ پر اثر ڈالا اور خاص خاص وجوہ اور بھی پیش آئیں۔ کریسی اور پواتئے کی فتوحات سدھے ہوئے سپاہیوں کی رہین منت اور ان جاگیرداری جمعیتوں کے مقابلے میں حاصل ہوئیں جنھیں عجلت میں بھرتی کر لیا گیا تھا۔ بخلاف اس کے آخری حصۂ جنگ میں فرانسیسی لشکر زیادہ تر پیشہ ور سپاہیوں پر مشتمل تھے اور ان کی سپہ سالاری برتران جیسے نامی گرامی لوگ کر رہے تھے جنھیں اس فن میں کمال دسترس حاصل تھی۔ دوسرے اہل دفاع کے حق میں شکست سب سے بڑی مصیبت ہے تو حملہ آور کے واسطے جنگ نہ کر سکنا، بلائے جان ہو جاتا ہے۔ اور یہ حقیقت ان مقامات میں جہاں فرانسیسیوں نے لڑنے سے پہلوتہی کی، اور نیز وہاں جہاں لڑائی میں انھیں شکست ہوئی، بخوبی ظاہر ہو گئی تھی۔ نیا بادشاہ چارلس پنجم مصمم ارادہ رکھتا تھا کہ جو کچھ بھی ہو، وہ ایسی ناعاقبت اندیشی نہ کرے گا جیسی باپ سے **پواتئے** میں اور دادا سے کریسی کے مقام پر سرزد ہوئی۔ مزید برآں وہ بہت کفایت شعار آدمی تھا اور اپنے محدود مداخل سے زیادہ سے زیادہ کام لینے کی صورت نکال لیتا تھا۔

ان حالات اور ایسے حریف کے مقابلے میں شہزادہ سیاہ کی اگر صحت و توانائی میں فرق نہ آتا، تو بھی بڑی مشکل میں پھنس جاتا لیکن بیماری نے اسے کمزور اور ہر قدم پر روپے کی محتاجی نے اس قدر پریشان کیا کہ جنگ میں کامیابی یا ناخارج از بحث ہو گیا۔ ۱۳۷۰ء میں فرانسیسیوں نے اکوی ٹین پر فوج کشی کی۔ مگر میدانی مقابلے سے بچ کر اس پر قانع رہے کہ جن بستیوں کی رعایا انگریزوں سے ناراض تھی، وہاں فوجی دستے متعین کر دئے جائیں۔ انھی میں لیموژ کا کلیسائی قصبہ بھی تھا۔ انگریز شہزادہ یہ خطرناک صورت دیکھکر گھبرایا اور فوج جمع کر کے، خود پالکی میں بیٹھکر محاصرہ کرنے آیا۔ فوج اور بستی والوں نے جانثاری دکھانے میں کمی نہ کی مگر فصیل کو ایک جگہ سے ٹوٹنے سے نہ بچا سکے اور اس پر ہلّہ ہونے والا تھا کہ بستی والوں نے امان مانگی لیکن ولی عہد انگلستان ان کی گستاخی اور غداری سے اتنا جھلایا تھا کہ کوئی شرط نہ مانی اور حکم دیا کہ بستی میں کسی فرد بشر کو زندہ نہ چھوڑا جائے۔ معلوم ہوتا ہے اس ظالمانہ

لیموژ کا قتل عام

حکم کی حرف بہ حرف تعمیل ہوئی اور مرد، عورت، بچہ، بوڑھا

باب ۴۰

سب تلوار کے گھاٹ اتارے گئے بجز چند بہادر سپاہیوں کے جو دیوار سے پیٹھ لگا کے کھڑے تھے کہ اپنی جانیں ارزاں نہ بیچیں گے اور ان کی یہ جانبازی دیکھکر ایڈورڈ کو ترس آگیا۔ بہرحال، تیمور کے قتلِ عام جیسے شیطانی فعل کی تاویل کرنا محال ہے۔ بلکہ مردانِ جنگ کو چھوڑ دینے سے، بے ضرر عورتوں اور بچوں کا مروا دینا اور بھی زیادہ بدنما ہو گیا ہے اور اس سے وہ جماعتی تعصب ظاہر ہوتا ہے جو اُس عہد کی ذلیل سپہ گری نے پیدا کر دیا تھا۔ خلاصہ یہ کہ معاصرین کی نظر میں شہزادۂ سیاہ سپہ گری اور شجاعت کے اوصاف کا کیسا ہی اعلیٰ مظہر کیوں نہ ہو، اخلاق کے دوسرے معیار سے دیکھئے تو تیمور کے قتلِ عام نے اس کی جبلت کو داغدار کر دیا ہے۔ اس واقعے کے چند روز بعد ہی وہ واپس انگلستان چلا آیا۔

انگریزوں کے نقصانات

دو سال گزرے تھے کہ انگریزی مقاصد کو ایک اور شدید صدمہ پہنچا جس نے ان کی حالت اور بھی اندوہناک بنا دی۔ یعنی امیر البحر پم بُرک کے انگریزی بیڑے کو ہسپانوی بیڑے نے لاروشل کے سامنے شکست دی اور سلوئیس کے وقت سے سمندر پر جو اقتدار انگلستان کو حاصل تھا، وہ ہاتھ سے نکل گیا۔ اس واقعے نے سمندر کے راستوں کو اتنا مخدوش کیا کہ آئندہ سال گیس کنی کی دستگیری کے لئے کالے سے پوری فوج روانہ کرنی پڑی۔ اس کی سرداری، ایڈورڈ کے دوسرے بیٹے جان کے تفویض ہوئی لیکن آئندہ معرکہ آرائی نے ثابت کر دیا کہ شاہ فرانس کا طریقِ جنگ کس قدر کامیاب تھا۔ مذکورہ بالا انگریزی مہم جولائی میں کالے سے روانہ ہوئی۔ فرانسیسیوں نے جم کر تو کہیں مقابلہ کیا نہیں لیکن ادھر اُدھر عقب میں ساتھ لگے رہے۔ وہ بھولے بسرے سپاہیوں کا فیصلہ کر دیتے۔ بار برداری میں طرح طرح کی رکاوٹ اور راستے کی فصلیں برباد کر ڈالتے تھے۔ چنانچہ دسمبر میں انگریزی فوج گیس کنی تک پہنچی تو سہی مگر ایسی بُری حالت میں کہ دسواں حصہ تلف ہو چکا تھا، ہمتیں ٹوٹ گئی تھیں اور مددِ افعین کی کسی واقعی مدد اور تقویت کی استعداد ہی نہ رہی تھی۔ انگریزوں کی ان مصائب و نقصانات کے بعد فرانسیسیوں کو تیزی سے بڑھنے کا موقع مل گیا اور ۱۳۴۵ء تک کالے، اور دوسری طرف بورڈو اور بائیوں کے علاوہ جدید مقبوضات جو معاہدۂ بریتانی سے حاصل ہوئے

باب سوم

اور گیسن کنی و پوں تھیو کے پرانے علاقے سب انگریزوں کے ہاتھ سے نکل گئے۔ اگلے سال پاپا سے بیچ میں پڑ کر ہنگامی صلح کرا دی اور امدہ رڈ کے باقی زمانہ حکومت تک فریقین خاصی طرح اس کے پابند رہے۔

لیکن فرانس کے جنگی معاملوں کو چھوڑ کر اب انگلستان کے معاملات کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے جہاں پارلیمنٹ کے سرکردہ اراکین دوران جنگ میں برابر جاری رہی اور جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں یہ ایک حد تک اسی جنگ کا ثمر بھی تھیں۔ اس مدت میں کئی نئے قانون نافذ ہوئے جن میں سب سے پہلے آئین "جادہی" (ہروی زور) ہے کہ ۱۳۵۱ء میں منظور ہوا۔ "جادہی" سے وہ طریقہ مراد ہے کہ جس کے ذریعے پاپا اپنے عہدہ داروں کی معاش کے واسطے انگلستان کی کلیسائی جائدادیں نامزد کر دیتے تھے۔ اصل میں، جب سے جان نے پادریوں کو انتخاب کرنے کا اختیار دیا اور مستور اعظم میں اس کی تصدیق کی، اس وقت سے اسقفوں کے تقرر میں عملاً بہت کچھ مناقشے ہونے لگے اور ان کا فیصلہ مجموعی طور پاپا کے دخل مزید کا موجب ہو گیا۔ انتخاب کرنے والی کلیسائی جماعتوں میں باہم شاذ ہی اتفاق رائے ہوتا تھا اور جب یہ لوگ متفق نہ ہوتے تو پاپا سے فیصلہ کراتے تھے اور ہر بار فیصلہ کرتے کرتے آخر یہ قریب قریب قاعدہ بن گیا کہ اختلاف آرا کی صورت میں پاپا انتخاب کو کالعدم کر کے ایک نئے اسقف کا خود تقرر کر دیتا تھا۔ علاوہ ازیں پاپاؤں نے ایک اور طریقہ یہ نکالا کہ اسقفوں کی وفات سے قبل کلیسائی جماعت کو مراسلہ لکھکر آئندہ تقرر اپنے واسطے مخصوص کر لیتے۔ دوسرے یہ بھی معمول ہو گیا کہ ایک اسقف کسی دوسری اسقفی پر بھیجا جاتا تو اس کی خالی جگہ پر پاپا ہی جانشین مقرر کرتا تھا۔ پاپا کی ان دراز دستیوں کی جتنی مخالفت ہونی چاہیئے تھی، اتنی نہیں ہوئی، تو اس کا سبب یہ تھا کہ عام طور پر پاپا بادشاہی آوردوں کا تقرر خوشی سے کر دیتے تھے لیکن اس میں شبہ نہیں کہ ملک میں ان پاپائی اختیارات کو سخت ناپسند کیا جاتا تھا اور جب سے پاپا نے پاپا ستقر بدل اوینیوں میں سکونت اختیار کی اور شاہ فرانس کا دست نگر ہو گیا اس وقت سے خصوصیت کے ساتھ اس کی مداخلت اہل انگلستان کو ناگوار گزرنے لگی۔ چنانچہ ۱۳۵۱ء کے آئین میں یہ قاعدہ بنا دیا گیا کہ جو

آئین "جادہی"

باب سوم

لوگ پاپا کی نامزدگی قبول کریں گے، وہ سب سزائے قید کے مستوجب ہوں گے اور جن جائدادوں پر پاپا یا کسی کا تقرر کرے، ان کے انتخاب کا اس مرتبہ حق بحق بادشاہ سوخت کر لیا جائے گا۔ یہ قاعدے پاپا کے سراسر خلاف تھے اور ان میں ترمیم کی گئی لیکن آخر میں فریقین کی رضامندی سے جو قرارداد ہوئی وہ بھی تمامتر بادشاہ کے مفید مطلب تھی اس کی رو سے ہر خالی شدہ جائداد کے لئے بادشاہ انتخاب کا اجازت نامہ روانہ کرتا اور اسی کے ساتھ کے شقے میں ایک نام تحریر کرتا کہ اگر اس شخص کو انتخاب کیا جائے تو مجھے قبول ہوگا۔ اسی کے ساتھ بادشاہ پاپا سے درخواست کرتا کہ اسی شخص کو بطریق جادہی نامزد کر دیا جائے اس طرح ہر فریق کی بات ہی رہی اور جب تک یہ طریقہ رہا اس وقت تک عملاً بادشاہ ہی جس کسی کو چاہتا خالی جائدادوں پر مقرر کر دیتا تھا۔ اسقفوں کی طرح خانقاہ کے متولیوں کے انتخاب کا بھی دستور اعظم نے اہل خانقاہ یا راہبوں کو حق عطا کیا تھا۔ مگر اس میں نہ پاپا نے دخل دیا نہ بادشاہ نے۔ پاپا نے تو غالباً اس لئے کہ اسے راہبوں پر اعتماد تھا اور بادشاہ نے اس وجہ سے کہ متولیوں کو اپنی اپنی خانقاہ کے معاملات ہی میں انہماک رہتا اور عام ملکی معاملات میں حصہ لینے کی فرصت نہ ملتی تھی۔

آئین انتباہ

۱۳۵۳ء میں آئین انتباہ نافذ ہوا حقیقت میں یہ ضوابط ولیم فاتح کے اس اصول کی تفصیل تھے کہ پاپائی مراسلے بغیر بادشاہ کو دکھائے ہوئے وصول نہ کئے جائیں، اور ان کا مقصد یہ تھا کہ انگلستان کی کلیسائی عدالتوں سے جو مرافعے روز افزوں تعداد میں روما جانے لگے تھے، اس طریقے کا سدباب کیا جائے۔ ان مرافعوں سے لوگوں کو بڑی ناخوشی ہوتی تھی کہ ایک تو اس سے بادشاہی اختیارات کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ تھا دوسرے انگلستان کے روپے سے پاپائی عدالت کے وکیلوں اور اہلکاروں کی جھولیاں بھریں اور بالواسطہ دولت فرانس کی آمدنی میں اضافہ ہوتا اور ادھر خود انگلستان کے پادریوں کے ادائے محاصل کی قوت کم ہو جاتی تھی۔ نظر برایں یہ آئین نافذ ہوا کہ شاہی اجازت کے بغیر کوئی شخص بیرونی عدالتوں میں چارہ جوئی نہ کرے۔ اس کا نام انتباہی حکمنامے کے ابتدائی الفاظ سے ماخوذ تھا اور اس میں بڑی احتیاط کی گئی تھی کہ تحریریں پاپائی عدالت کا

باب سوم

کہیں نام نہ آیا تھا مگر بعد کے ایک قانون محررہ ۱۳۶۵ء میں پاپائی عدالتوں کی صراحت کر دی گئی اور ۱۳۹۳ء میں جب کہ پاپائے از سر نو جاری ہوئی اور تقررات کی تخصیص کا سلسلہ شروع کیا تو لوگ بہت جلے اور یہ قانون بنا کہ "ایسے انتقالات، تبضے، اخراج از ملت کے احکام، پاپائی فتوے یا ہدایات جو بادشاہ، بادشاہی، یا ملک سے کوئی تعلق رکھتے ہوں، انھیں اگر کوئی رومہ کی عدالت یا اور کہیں سے مہیا کرے گا تو وہ آئین انتباہ کی مصرحہ سزائیں پائے گا۔ ان سزاؤں میں اسباب کی ضبطی اور جب تک بادشاہ چاہے قید بھی شامل تھی اور ہر چند لوگ چھپ چھپ کے آئین کی خلاف ورزی کرتے تھے تاہم یہ واقعہ کہ ایسے خاطی مذکورۂ بالا سزاؤں کے متوجب تھے انھیں ہر وقت خوفزدہ رکھتا اور کلیسائے انگلستان میں پاپائی مداخلت کی بہت کچھ روک تھام ضرور کرتا تھا۔

انھیں آئین و قوانین کے ساتھ ۱۳۶۵ء کے اس فیصلے کا بھی ذکر کر دینا چاہیے کہ جان نے جو ایک ہزار مارک ادا کرتے رہنے کا وعدہ کیا تھا، اسے حتماً کالعدم کر دیا گیا۔ اسے ہنیری ثالث ادا کرتا رہا تھا۔ ایڈورڈ اول نے موقوف کر دیا مگر اس کے نالائق بیٹے نے پھر جاری کیا اور اب ایڈورڈ ثالث نے موقوف کیا۔ ۱۳۶۸ء میں پاپا نے تیئیس سال کی بقایا کا باضابطہ مطالبہ کیا۔ اسے پارلیمنٹ میں پیش کر دیا گیا تھا اور اگرچہ ٹھیک معلوم نہیں کہ جواب کس طرح کا دیا گیا مگر یہ یقیں ہے کہ آئندہ کبھی یہ رقم ادا نہیں کی گئی اور نہ پاپا نے دوبارہ اسے طلب کرنے کی جرأت کی۔

۱۳۵۲ء میں ایک ضروری قانون وہ بنا جس میں غداری کی تعریف تھی۔ بہت قدیم زمانے سے بادشاہ کی ذات خاص کے واسطے طرح طرح کے حفاظت کے غیر معمولی اہتمام کئے گئے تھے اور نارمن فتح خصوصاً حد سے بڑے بڑے

آئین غداری

قانون دانوں نے زور پکڑا، بادشاہ و رعایا کے تعلقات پر بہت کچھ مباحثے ہوتے رہتے تھے۔ چودھویں صدی عیسوی میں عام خیال یہ تھا کہ بادشاہ اور اس کی رعیت و رعایا میں وفاداری، باجگزاری اور اطاعت کا علاقہ ہوتا ہے اور غیر رعیت و رعایا صرف وفاداری اور اطاعت کے رشتے سے

باب سوم

وابستہ ہے۔ ان میں وفاداری کا مطلب یہ تھا کہ جس طرح ایک دوسرے کے ساتھ انسان وفاداری کرتا ہے اسی طرح بادشاہ سے بادفار رہنے کا پابند ہو۔ عہد باج گزاری، وہ حلف تھا جو بہ حیثیت مالک زمین کے بادشاہ اپنے پٹہ داروں سے لیتا تھا۔ ہر اطاعت تو اپنی قوم کے سردار کی اطاعت، ہر شخص پر خواہ وہ زمیندار ہو یا نہ ہو، فرض تھی۔ چودہ سال کی عمر ہوتے ہی ہر لڑکا اپنی گلی کے مردوں میں شامل کیا جاتا تو اس سے بادشاہ کے وفادار و خیرخواہ ہونے کا حلف لیا جاتا تھا اور اگر زمیندار ہے تو جاگیر کی وراثت پاتے وقت وہ مراسم باج گزاری بھی ادا کرتا تھا۔ یہ مواعید تھے جن کی خلاف ورزی غداری اور کفران نعمت شمار ہوتی۔ نارمن و آنژوی بادشاہوں کے زمانے میں اس جرم کی سزا عموماً ضبطی رہی لیکن ایڈورڈ اول کے عہد میں موت کی غیر معمولی سزا دی جانے لگی۔ اس سے لوگوں کو جہاں جرم کی سنگینی کا اندازہ ہوا وہیں یہ بات بھی ضروری ہو گئی کہ غداری کے جرم کی صحیح تعریف و توضیح کر دی جائے۔ ۱۳۵۲ء کا آئین غداری اسی غرض سے وضع ہوا اور اس میں جرم کی صراحت یہ کی گئی کہ "بادشاہ یا اس کے بڑے بیٹے کی موت کا خواہاں ہونا۔ ملکہ یا بادشاہ کی سب سے بڑی ناکتخدا بیٹی یا ہو کی عصمت دری کرنا۔ بادشاہ کے خلاف اسی کے ملک میں جنگ کرنا۔ بادشاہ کے دشمنوں کا ساتھ دینا۔ بادشاہ کی مہر یا سکہ جعلی بنانا یا مصنوعی سکہ باہر سے لانا۔ اور صدر اعظم خزانہ دار یا حاکم عدالت کو ادائے فرض کی حالت میں قتل کرنا" غداری کے جرم میں محسوب ہوگا۔

۱۳۶۲ء میں ایک بہت اہم قانون محصول ستانی کے متعلق منظور ہوا۔ منشور اعظم نے جاگیرداروں کو زائد رسوم وزر سپر بدل سے محفوظ و مستثنیٰ کر دیا تھا اور تصدیقی منشور سے بادشاہ پابند ہو گیا تھا کہ محض اپنی رائے سے کوئی محصول عائد نہ کر سکے گا۔ **ذاتی عطیات کا انسداد** بایں ہمہ شاہی جاگیروں اور ان کے قصبات و بلاد میں ۱۳۳۲ء تک بادشاہ کبھی کبھی بٹائی وغیرہ کے محصول وصول کر لیتے تھے۔ ۱۳۴۰ء میں یہ آئین مرتب ہوا کہ "حکام کلیسا، امراء جاگیرداراور عمائد و عوام کی متفقہ (اور وہ بھی پارلیمنٹ میں حاصل کردہ) مرضی کے بغیر ملک کو کسی محصول یا عام بار کی زحمت نہ دی جائے گی" اور اس نے بادشاہ کی وہ آزادی بھی سلب کر لی۔ البتہ ایسی خاص خاص جماعتوں کے ساتھ جیسے اون کے

باب سوم

سوداگر، بادشاہ کو بطور خاص معاملہ کرنے کا موقع باقی تھا اور ایڈورڈ ثالث اس گنجائش سے بارہا فائدہ اٹھا رہا۔ مگر اب ۱۳۶۲ء میں پارلیمنٹ نے جو آئین بنایا کہ اُون پر کوئی مزید ضمنی بار پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر نہ ڈالا جائے گا۔ اس نے بادشاہ کے لئے اتنے مخلص کی بھی گنجائش نہ رہنے دی۔

جنگ کے زمانے میں جو مالی تدابیر اضیار کی گئیں، اُن سے خود وصول محاصل کے طریقے میں بہت کچھ تغیرات واقع ہوئے۔ بارھویں صدی تک محاصل کا سارا بار زمین پر پڑتا تھا اور اس سب کی شرح ہی زمین کے رقبے کے مطابق مقرر کی جاتی تھی۔ تیرھویں صدی میں اُون کی صنعت نے ترقی کی اور تاجروں کی جماعت میں آسودگی بڑھی تو محاصل بھی زمین کی بجائے مال منقولہ یعنی اس کی مالیت کے دسویں، بارھویں یا پندرھویں حصے کے حساب سے عائد کئے جانے لگے۔ مزید برآں اسی صدی کے اواخر میں بیرونی تجارت کی ترقی دیکھکر حکام کو خیال پیدا ہوا کہ محصولات درآمد و برآمد بھی مداخل سلطنت کی بہت معقول مد ہو سکتے ہیں اور اسی وقت سے اکثر اشیا کے باہر جانے یا باہر سے آنے پر جو محصول لئے گئے وہ ملکی حسابات کی جدولوں میں نمایاں ہیں۔ ایڈورڈ اول کے بعد سے زر سپر یدل کے قدیم محصول کی تو بہت ہی شاذ مثالیں ملتی ہیں لیکن اس کے برخلاف کروڑگیری (خصوصاً اون کی وساور کا محصول جس کی ۱۲۷۵ء میں باضابطہ منظوری دی گئی، زیادہ اہمیت حاصل کرنے لگی اور پہلی مرتبہ ۱۳۵۳ء میں دو سال کے واسطے شراب پر تخمیناً ۲ شلنگ فی ٹن، اور بساط خانے کے سامان پر ۲ فی پونڈ کی شرح سے محصول مقرر ہوا کہ اس کے عوض میں بادشاہ اپنے اس قدیم حق یا حصے سے دست بردار ہو جائے جو ملک میں آنے، جانے والے مال میں اُسے حاصل تھا۔ اسی زمانے سے اُون، شراب اور بساط خانے کی کروڑگیری پارلیمنٹ کے سب سے اہم عطیات میں شمار کی جانے لگی۔ بادشاہ کو بطور خود جو چنگی لینے کا اختیار تھا، وہ باقی نہ رہا اگرچہ وہ دو یا تین جاگیرداری نذرانے اور بڑے بیٹے کی سیف بندی کے موقع کی نذر مثل سابق جاری رہی۔

ان ضروری آئین و قوانین کے علاوہ پارلیمنٹ نے تجارت خصوصاً اُون، شیشہ، اور ٹین کی برآمد کی تنظیم پر بہت کچھ توجہ مبذول کی یعنی

ماسہ سوم

بارہا اُن ضوابط میں ردّ و بدل کی جس کے تحت میں اشیا کی فروخت کی اجازت تھی۔ پارلیمنٹ کا اصلی مقصد یہ تھا کہ اس تجارت کو چند مقامات میں مرتکز کر دیا جائے کہ محصول کی وصولیابی میں سہولت ہو اور نیز یہ کہ سونے چاندی کو ملک سے باہر نہ جانے دیا جائے۔ یا یائی اقتدار کے خلاف جو قوانین بنائے گئے ان میں یہ مقصد جھلکتا ہے جس کی بنیاد اِس خیال پر تھی کہ سونے چاندی کے سکے کسی ملک کی دولتمندی کا اصلی معیار ہیں۔

کلیسائی معاملات از منۂ وسطیٰ میں کلیسائی معاملات کی ہمیشہ دو حیثیتیں ہوتی ہیں: ایک تو کلیسائے انگلستان کا تعلق پاپا کے ساتھ اور دوسرا اس کی خود اندرونی حالت۔ ایڈورڈ ثالث کے زمانے میں یہ مسائل دونوں پہلوؤں سے قابل توجہ رہے۔ کچھ مدّت سے عوام الناس پادریوں سے نہایت برگشتہ ہونے جاتے تھے اور اس ناراضی کا مختلف پیرایوں میں ظہور ہوا۔ پادریوں سے بیزاری کا ایک سبب تو یہ تھا کہ نارمن فتح کے وقت سے انھوں نے ملکی عہدوں کا گویا اجارہ لے رکھا تھا اور ۱۳۴۱ء میں ایڈورڈ نے تو صدارت اور خزانے پر دو غیر کلیسائی آدمی مقرر کئے ورنہ ان عہدوں پر برابر اہل کلیسا کا قبضہ رہا اور یہی حال کمتر درجے کے دیوانی عہدوں کا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ شروع شروع میں داد و تند، حساب کتاب اور دیوانی قوانین و ضوابط کا علم صرف پادریوں کو ہوتا تھا، اور سوائے اُن کے کوئی سرکاری فرائض کی انجام دہی نہ کر سکتا تھا۔ لہذا سوائے اُن کے یہ خدمات اور کسی کے تفویض نہ ہو سکتی تھیں۔ لیکن اب کچھ مدّت سے بڑی درسگاہوں سے جو طلبہ تعلیم پا کر نکلتے تھے، وہ بھی ان امور سے کماحقہ واقف ہوتے۔ خصوصاً وکالت بالکل غیر کلیسائی لوگوں کا حصہ ہوتی جاتی تھی۔ انھی قانون پیشہ اشخاص اور دوسری طرف جاگیرداروں میں اہل کلیسا کا دیوانی عہدوں پر فائز ہونا، ناانصافی خیال کیا جاتا تھا یوں بھی جاگیردار ہمیشہ بادشاہ کے وزیروں اور مشیروں کی مخالفت پر کمربستہ رہتے لہذا اِس خیال کے دوسرے لوگ بھی انھی کی تائید و یروی پر آمادہ ہو گئے۔

واضح رہے کہ حلقے کے پادریوں کے خلاف سب سے بڑی شکایت

باب سوم

یہ تھی کاوہ اپنے حلقے میں مقیم نہیں رہتے۔ اور اس کا ایک سبب تو یہ تھا کہ ایک ایک پادری کئی کئی معاشیں رکھتا تھا اور زیادہ تر کسی ایک مقام میں سکونت اختیار کر لیتا تھا دوسرے بہت سے معاشدار پادری خود لندن یا کسی اور شہر میں چلے جاتے اور مناجات خوانی کے ذریعے اچھی خاصی کمائی کر لیتے تھے اور ان کی جگہ امامت کے فرائض کم تنخواہ پانے والے نائب انجام دیتے تھے۔

باضابطہ علما سے برگشتگی اس لئے بھی پیدا ہونے لگی کہ وہ مالدار ہو گئے تھے اور دولت نے سستی زاہدوں تک کو بھیڑیں پالنے کی بدولت گویا متمول گلہ بانوں کی برادریاں بنا دیا تھا اور اُدھر درویشوں (بھائیوں) کے وہ فرقے جو بہت قریب زمانے میں وجود میں آئے تھے، ابتدائی جوش کے ٹھنڈا ہو جانے کے بعد، شہر شہر پھرنے کے باعث مختلف ترغیبات میں پھنسے بغیر نہ رہ سکے تھے۔ مگر ان سب سے بڑھکر نامقبول کلیسائی عدالتوں کے اہلکار تھے کہ ان عدالتوں کے بنانے کی اصلی غرض تو یہ تھی کہ بداخلاقی اور معاصی کا سدباب کیا جائے لیکن بجائے اس کے اب وہ بداطواروں سے روپیہ اینٹھنے کا آلہ بن گئی تھیں اور ان کے عمال کی پیہم جاسوسیاں اور دخل اندازیاں ہر شخص کو سخت ناگوار تھیں۔ اس سلسلے میں، زیر نظر عہد کی کلیسائی زندگی کے دو چشمدید مرقعے جو بہ آسانی ہم پہنچ سکتے ہیں خاص طور سے قابل مطالعہ ہیں۔ ایک تو چاسر کی قصص کنٹربری کی تمہید جس میں اپنے عہد کے مختلف کلیسا والوں کی رنگ آمیزی کئے بغیر تصویر دکھائی گئی ہے بلکہ مصنف نے ان کے ساتھ حسن ظن کا برتاؤ کیا ہے۔ اور دوسری "Visions of Piers Ploughman" ہے جس میں پادریوں کی بدکاریوں اور زر پرستیوں کی سخت تر لہجے میں خبر لی ہے۔ ان خرابیوں کی اصلاح کے لئے ایک گروہ تو یہ چاہتا تھا کہ اہل کلیسا کو تمام دنیوی عہدوں سے الگ کر دیا جائے اور دوسرا کلیسا کو قبائح سے پاک کر کے قدیم زمانے کی پاکیزگی پیدا کرنے کا خواہاں تھا۔ ان میں پہلے خیال کے لوگوں کا سرگروہ جان (اوف گونٹ) اور دوسرے گروہ کا سرخیل جان وکلف تھا۔

جان (اوف گونٹ) جان (اوف گونٹ) تھا تو ایڈورڈ کا تیسرا بیٹا لیکن لایونل

باب سوم

(شہزادہ کلارینس) کی وفات واقعہ ۱۳۳۸ء اور ولی عہدِ انگلستان کے زمانہ دراز تک گیسکنی میں باہر رہنے سے دربار شاہی میں وہ سب سے ممتاز ہو گیا تھا۔ اس کی ولادت ۱۳۴۰ء میں بمقام گان ہوی اور امیر چیمنڈ بنایا گیا۔ ۱۳۵۹ء میں شہزادہ ہنیری (امیر لینکاسٹر) کی وارث بیٹی بلانش سے شادی ہوی اور خسر کی وفات پر لینکاسٹر کی امارت جان کے نام منتقل کر دی گئی جس میں لیسٹر، ڈربی اور لنکن کی جاگیریں شامل تھیں۔ ملک میں امیر لینکاسٹر کا ایک خاص گروہ بہت پہلے سے موجود تھا، اس کی سرداری بھی جان کو مل گئی بلانش سے اس شہزادی کے ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہوئیں اور یہی لڑکا آگے چل کے شاہ ہنیری چہارم کہلایا۔ لیکن بلانش نے وفات پائی تو جان نے ایک تو پیڈرو ظالم کی بڑی اور شریک وراثت بیٹی کونس ٹینس (کاستیلی) سے شادی کی اور وہ بھی مر گئی تو ۱۳۹۹ء میں اپنے بچوں کی ماتی کیتھرائن سوئن فرڈ سے نکاح کر لیا جو چاسر شاعر کی سالی ہوتی تھی۔ نکاح سے قبل ہی اس عورت سے جان کے کئی ناجائز بیٹے ہو گئے تھے جو آیندہ خاندان بوفورٹ کے نام سے بہت مشہور ہوے۔ جان کی قابلیتیں اچھی تھیں مگر ذاتی اطوار بُرے تھے اور قبولِ عام حاصل کرنے کی بھی بظاہر کوی مہارت نہ رکھتا تھا۔ اسی لئے عام اہل ملک پر اُسے کوئی خاص اقتدار حاصل نہ ہو سکا اور جو کچھ رسوخ اس نے پایا وہ صرف اُمرا کے سرگروہ کی حیثیت سے۔

جان، شہزادہ لینکاسٹر کی وجہ سے اہل کلیسا کی مخالفت کا مرکز دربار بن گیا، تو اُدھر کلیسای بد اخلاقیوں کی اصلاح چاہنے والوں کا وکیل جان وکلف

دارالعلوم اوکسفورڈ | اور مستقر اکسفرڈ بنا جہاں روبرٹ پولین (۱۱۳۳ء) اور وکارئیس (۱۱۴۹ء) کے وقت سے مدارس کا رتبہ بہت ترقی کرتا جاتا تھا۔ ان میں پولین توراۃ و انجیل کا اور وکارئیس قوانین رومہ کا درس دیتا تھا۔ طلبہ اور اساتذہ کی یہ تمام جماعت کچھ مدت سے جس کی ٹھیک تاریخ معلوم نہیں، جامعہ کہلانے لگی تھی اور ان کا صدر امیر جامعہ ہوتا تھا۔ اس کو لنکن کا اسقف جو اس علاقے کا کلیسای حاکم تھا، نامزد کرتا اور پھر فارغ التحصیل طلبہ کو علامہ (ڈاکٹر) اور کامل (ماسٹر) کی سندیں عطا کرنے کا مجاز ہوتا تھا۔ ان درسگاہوں کی

باب سوم

وقعت کا اندازہ اسی مثال سے بخوبی ہو سکے گا کہ ۱۱۸۶ء میں جیرالڈ (ویلزی) نے ویلز کے جغرافئے یا (خطط) پر کتاب لکھی تو اس کی اشاعت کی سب سے بہتر صورت یہی نظر آئی کہ اکسفرڈ آیا اور مسلسل تین دن میں پوری کتاب طالب علموں کو پڑھکر سنائی۔ مختلف مذہبی فرقے ان درسگاہوں کی تعلیم پر اقتدار جمانے کی کوشش کرتے تھے اور یہ بھی ان کی اہمیت کا ثبوت ہے ۱۲۲۴ء میں ڈومی نیکی درویشوں نے انگلستان آکر اکسفرڈ کا رخ کیا دو سال بعد فرانسسکیوں نے اور آیندہ کارملیتیوں اور اوگستی نیوں نے ان کی پیروی کی۔ راہبوں کے کئی پرانے فرقے، خصوصاً بینی ڈکٹینی اپنے خانقاہی علما کو اسی دارالعلوم میں کچھ مدت رہنے کی غرض سے بھیجتے اور انھی کی بود و باش کے لئے انھوں نے مختص ایوان تعمیر کرائے تھے۔ ان کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑی ہی مدت میں درویشوں کے فرقے قریب قریب یہاں کی پوری زندگی پر چھا گئے اور اوجم پیکن (اگرچہ وہ خود فرانسسکی فرقے کا تھا) شاکی ہے کہ ان فقرا سے سچے علوم کی ترقی میں پادریوں سے کچھ کم مزاحمت نہیں کی۔ اسی فقرا کے غلبے اور کثرت کی روک تھام والٹر ڈی مرٹن نے کی جو ہنیری ثالث کا پیشکار رہا تھا۔ اب تک مذہبی فرقوں کے قیام خانوں کے سوا، عام طلبہ بستی کے آس پاس جہاں جگہ ملتی وہاں رہنے لگتے تھے۔ اگرچہ کبھی کبھی چند طالب علم کفایت کے لئے مل کر ایک مکان بھی لے لیتے اور کسی ایک کو اپنا صدر بنا لیتے تھے۔ والٹر کی تجویز یہ تھی کہ جملہ طلبہ کو ایک آزاد برادری بنا دیا جائے کہ ہر طالب علم اپنا اپنا سبق پڑھے مگر سب ایک ہی انتظام اور ضابطے کے تحت میں رہیں۔ ایسی اجتماعی زندگی سے طلبہ میں ایک خاص قسم کی

مرٹن کالج

یکجہتی کی روح پیدا ہونے کی امید تھی مگر اس یکجہتی کا مقصد والٹر ڈی مرٹن نے مذہبی فرقوں کے خلاف بالکل دوسرا سوچا تھا۔ مذہبی اشخاص یعنی کسی راہب یا درویش کو اس گروہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ تھی اور طلبہ تنگ نظری سے کسی محدود فرقے کی اغراض کے لئے کوشش کرنے کی بجائے خدا کی وسیع دنیا میں نکلنے اور تمام نوع بشر کی خدمت کرنے کو اپنا نصب العین بناتے تھے۔ ۱۲۶۴ء میں والٹر کو اپنے دارالاقامہ کے لئے

باب دوم

شاہی سند حاصل ہوئی اور ۱۲۷۴ء میں اس نے رفقا اور طلبہ کی مختصر بستی کو اکسفرڈ میں ایک جگہ لاکے آباد کر دیا۔ اکسفرڈ کی تاریخ میں مرٹن کالج کی بنا ہمیشہ یادگار رہے گی کہ اس کی مثال دیکھکر اور لوگوں نے بھی ایسے ہی کالج بنانے شروع کئے۔ بے لیل کالج کا پہلا عکسنامہ ۱۲۸۲ء کی تحریر ہے۔ ایکزیٹر کی بنیاد ۱۳۱۴ء میں۔ اور ہیل کی ۱۳۲۶ء میں۔ کوئینز کالج کی ۱۳۴۰ء میں پڑی۔ کیمبرج کے نوخیز دارالعلوم میں بھی اسی قسم کا تغیر رونما ہوا اور مرٹن کالج کے نمونے پر ۱۲۸۰ء میں وہاں کے پہلے کالج پیٹر ہاؤس کے ضوابط مرتب ہوئے۔ لیکن مذہبی فرقے اپنے اقتدار کو جد و جہد کئے بغیر ہاتھ سے دینے والے نہ تھے اور معلوم ہوتا ہے اول اول اسی دنیوی گروہ کے مناقشے میں وکلف نے شہرت پائی۔

خیال کیا جاتا ہے کہ یہ شخص ۱۳۲۴ء میں رچمنڈ (علاقہ یارک شر) کے قریب ہپس ویل نامی گاؤں میں پیدا ہوا جہاں سنے خود اس کے کنبے کا قدیم گاؤں وکلف لب ٹی، دس میل کے قریب دور تھا۔ اس کے لڑکپن کا حال سوائے اس کے کچھ معلوم نہیں کہ وہ کسی طرح اکسفرڈ پہنچا اور، اس کی زندگی کا پہلا مسلم واقعہ یہ ہے کہ ۱۳۶۱ء میں بے لیل کالج کا صدر مدرس مقرر ہوا۔ اس حیثیت کی بنا پر وہ دنیوی گروہ کے سرگروہوں میں شامل اور اوصاف و مزاج کے اعتبار سے بھی مناقشے کے لئے نہایت مناسب آدمی تھا کہ فطری زندہ دلی اور ظرافت و طباعی کے ساتھ خانقاہی فلسفے کے اصول سے خوب واقفیت تھی جس کا انحصار باریک تعریف و تفریق پر ہے۔ وکلف کے ذاتی اخلاق ایسے اچھے تھے کہ دشمن بھی ذاتیات پر حملہ کرنے کی کوئی گنجائش نہ پا سکے اور ادھر عوش مزاجی نے بہت سے لوگوں کو اس کا شیفتہ اور مددگار بنا لیا تھا۔ ارباب ضوابط یعنی دنیوی گروہ کے خلاف اس سے اچھا سرگروہ ملنا مشکل تھا۔ ۱۳۶۶ء میں اس نے اس فیصلے کی حمایت میں کہ پاپا کو ہزار مارک سالانہ بھیجنے بند کر دیئے جائیں، طلبہ کے سامنے تقریر کی اور بڑا نام پایا۔ ۱۳۷۵ء میں پاپا کے قائم مقاموں سے بروژ میں انگلستان اور پاپای تعلقات کے جملہ مسائل پر بحث و گفتگو کرنے کی غرض سے جو وفد بھیجا گیا، وہ بھی اس کا شریک منتخب ہوا۔

اس اثنا میں درباری گروہ نے کلیسائی عہدہ داروں کے خلاف شد و مد سے

باب سوم

کارروائی شروع کر دی (۱۳۷۲ء) اور ۱۳۴۱ء کی حکمت عملی کو تازہ کر کے (۱) یہ کیا کہ انھیں برطرف کر دیا جائے۔ اس میں کامیابی ہوئی اور بیڑے فراہمی کے لئے ۱۲۸۲ء کے بعد سے جو اراضی اہل کلیسا کے نام وقف کی گئی تھیں ان پر بہت بھاری مالیہ لگا دیا گیا۔ درباری گروہ کے طرز عمل کی مصداق یہ حکایت ہے کہ الّو (یعنی کلیسا) نے دوسرے پرندوں (یعنی عوام الناس) سے لے کے پر پرزے (= اوقاف) لگا لئے تھے مگر جب ان پرندوں کو شکرے (= فرانس) کا خوف لاحق ہوا تو انھوں نے واجبی طور سے اپنی حفاظت کے لئے پر واپس طلب کئے۔ مگر جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں (صفحہ ۲۶۷) اس روپے سے جو بیڑا آراستہ کیا گیا تھا افسوس ہے کہ وہ لاطائل قسم پر تباہ ہو گیا۔ جان (اوف گونٹ) کی مہم ناکام رہی۔ عیر کلیسائی عہدہ داروں نے امور مملکت کے انصرام میں وہ قابلیت نہ دکھائی جو تجربہ کار کلیسائی عہدہ داروں میں پائی جاتی تھی۔

ولیم وکہمی اس کلیسائی طبقے میں سب سے ممتاز ولیم (وکہمی) ہوا ہے۔ یہ نامور شخص ۱۳۲۴ء میں پیدا ہوا اور مدت سے بادشاہی عمارات کی نگرانی کی خدمت انجام دیتا رہا۔ ونڈزر و کوئن برو کے قلعے اور بہت سی دوسری عمارتیں اس نے ایڈورڈ کے واسطے بنوائیں۔ انھی خدمات کے صلہ میں بزم شوریٰ کا صدر نشین، وینچسٹر کا اسقف اور پھر پیشکار مقرر ہوا۔ ۱۳۸۶ء میں اس نے آکسفرڈ میں ہو کالج کی بنیاد ڈالی اور اس کی توسیع یہ مقولہ رکھا کہ "آدمی" آداب سے بنتا ہے۔ شہزادہ جان کو اس شخص سے کچھ ذاتی نفرت ہو گئی تھی اور جب ولیم کی حمایت پر تمام کلیسائی جماعت کمربستہ ہوئی تو اس مناقشے نے بوری قومی اہمیت حاصل کر لی۔

دربار کی اخلاقی پستی اس عرصے میں ملک کی عام حالت نہایت ابتر ہو گئی تھی۔ ملکہ فلیپا نے ۱۳۶۹ء میں وفات پائی اور اس کے بعد سے ایڈورڈ ثالث متوہب کی ایک حادمہ ایلس پیرس پر کچھ ایسا عاشق ہوا کہ اسے علانیہ لندن کے گلی کوچوں میں "ملکۂ حسن" کا نام دے کر پھرایا کرتا تھا۔ اس عورت کے اثر سے بادشاہ کے اخلاق میں بہت جلد پستی پیدا ہونے لگی۔ ایلس نے اثر بھی وہ حاصل کیا کہ پہلے کسی بادشاہ کی واشتہ کو میسر نہ آیا تھا۔ چنانچہ بہلا بھسلا کے ملکہ متوفیہ کے زیور بھی اس نے لے لئے۔ اپنے اثر کی بے تکلف غرضمندوں سے قیمت وصول

کرنے لگی اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ عدالتوں کو فیصلے اپنے حکم سے لکھوا تی تھی۔ ۱۱ سوم
اس کے دور میں دربار کے اسراف کی حد نہ رہی۔ بادشاہ کا بال بال قرض میں جکڑ گیا۔
لے ٹیمر، نویل، لاینٹر وغیرہ امیروں نے شاہی قرضخواہوں سے خود تمسک
خرید لئے اور خوب روپیہ بنایا اگرچہ اس میں اور لوگوں پر مصیبت پڑی۔

دربار کی اس حالت نے اہل ملک کو یہاں سے وہاں تک برداشتہ دل
کر دیا۔ ۱۳۷۶ء میں ایڈورڈ شہزادۂ سیاہ نے ہمت سے کام لیا۔ وہ انگلستان
آنے کے وقت سے صاحب فراش اور خانہ نشیں رہتا تھا۔ اب اس نے
معترضین کی وکالت میں وزیروں کو بدلنے اور دربار کو پاک کرنے کا مطالبہ
کیا۔ اپریل میں ۱۳۷۶ء کی اس مشہور پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا جسے "اچھی پارلیمنٹ"
کا معزز لقب حاصل ہے۔ اس میں غالباً خود شہزادے اور ولیم (وکھمی) کی بلاواسطہ
راہ نمائی میں دربار شاہی پر زبردست اعتراض کئے گئے۔ مجلس کا صدر پیٹر (دی لامیر)
منتخب ہوا جو امیر مارچ کا مہتمم، لایونل (شہزادہ کلیرنس) کا داماد اور اصلاح کا
حامی تھا۔ پھر لے ٹیمر، نویل، لاینٹر اور ایلیس پیٹرس کی خبر لی گئی اور ان کے
حملے کا طریقہ خود حملے سے کم اہمیت نہیں رکھتا کہ عوام نے دارالامرا میں ان ملزموں کے
خلاف استغاثہ کیا اور گویا دارالعوام مستغیث اور امرا، حاکمان عدالت بنے اور
عوام کے عاملوں کی شہادتیں، تقریریں اور ملزمین کے جوابات سنکر، کثرت رائے سے
فیصلہ اور سزا سنائی۔ لے ٹیمر اور لاینٹر پر بادشاہ کو بیس ہزار مارک دینے اور عوض
میں بیس ہزار پونڈ وصول کرنے کا نویل پر شاہی قرضے خریدنے کا، اور ایلیس پر
عورت ہو کر (خلاف قانون) عدالت میں وکالت کرنے کا جرم ثابت ہوا۔

شہزادہ سیاہ نے جون میں وفات پائی اور جنگی ولاوری اور سپہ گری میں،
اور شاید اس سے بھی بہتر یہ کہ آخر زمانے میں اصلاحات کی حمایت کی بدولت،
نام نیک یادگار چھوڑا۔ اصلاح طلب گروہ کی نظر میں شہزادہ جان ہر قسم کی برائی کا
تدارک ہو سکتا تھا، لہٰذا دارالعوام نے بڑی بڑی کارگر تدبیریں اختیار کیں کہ
اقتدار سلطنت اس کے ہاتھ میں نہ جانے پائے اور شہزادہ سیاہ کا اکیلا زندہ بچہ رچرڈ
وارث تاج و تخت ہو۔ چنانچہ ولی عہد کے نام سے اسے پارلیمنٹ میں بلوایا گیا۔

باب سوم

کیا گیا۔ وہ شہزادہ جان اور ایک اور حمایتی کو ساتھ لایا۔ یہ اس کا دوست ہنیری پرسی تھا کہ پہلے اصلاح کا حامی رہا اور بعد میں سپہ سالاری کا عہدہ پاکر شہزادے کے ساتھ ہوگیا تھا۔ لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ شہزادے اور اہل مجلس میں تکرار ہوگئی۔ میر مجلس، کورنٹی (اسقف لندن) کی بے عزتی ہوی اور شہر والوں کو اپنے اسقف کی اہانت سنکر ایسا غصہ آیا کہ بلوہ ہوگیا اور شہزادہ جان اور پرسی بہ مشکل جان سلامت لے کر نکل سکے مگر معلوم ہوتا ہے شہزادے کی آنی کچھ رفاقت کے باوجود وکلف پر کوئی تشدد یا حملہ نہیں ہوا۔ اُس کی مذہبی آراجن سے بعد میں وہ ملحد مشہور رہوا، اس وقت تک شائع نہیں ہوی تھیں۔ تاہم نظاہر سیاسی زندگی کے اسی مختصر تجربے نے اسے بتادیا کہ رسوخ واقتدار بڑھانے کے زیادہ کارگر دو یہ پاطریقے دوسرے ہیں۔

اس وقت تو ہر طرف جان ہی جان چھایا ہوا نظر آتا تھا اور جنگی بغاوت کے سوا کوئی صورت اسے اپنی جگہ سے ہٹانے کی ممکن معلوم نہ ہوتی تھی کہ اتنے میں جون ۱۳۷۷ء میں بادشاہ نے وفات پائی اور اس کشمکش میں ایک نئے باب کا آغاز ہوگیا۔

مشہور واقعات

ہے لیڈن پہاڑی کی لڑائی	۱۳۳۸ء
کریسی کا معرکہ	۱۳۴۶ء
"مرگ سیاہ" کا نزول	۱۳۴۹ء
آئین غداری	۱۳۵۲ء
آئین انتباہ	۱۳۵۳ء
معرکہ پواتیئے	۱۳۵۶ء
صلحنامہ کالے	۱۳۶۰ء
اچھی پارلیمنٹ	۱۳۷۲ء

باب چہارم

رچرڈ ثانی، ۱۳۷۷ء تا ۱۳۹۹ء

ولادت ۱۳۶۶ء - ازدواج با آین، ۱۳۸۱ء
با ازابلا ۱۳۹۵ء

مشہور ملوک معاصرین.

اسکاٹ لینڈ	فرانس	شہنشاہ
روبرٹ ثانی	چارلس پنجم	ونسس لاس
روبرٹ ثالث	چارلس ششم	

رچرڈ ثانی اور اس کے چھوٹے بھائی

ایڈورڈ کی وفات پر اس کا پوتا اور شہزادہ سیاہ کا فرزند رچرڈ ثانی بادشاہ بنایا گیا۔ اس کی عمر گیارہ سال سے زیادہ نہ تھی اور اُس کی تخت نشینی اس بات کی قوی شہادت ہے کہ متوفی بادشاہ بہت ہر دلعزیز تھا اور یہ کہ موروثی بادشاہی کا اصول پوری طرح دلوں میں جاگزیں ہو چکا تھا۔ کیونکہ اس سے قبل ایڈورڈ ثالث کے سوا، اور

باب چہارم

کوئی خرد سال تہزادہ جس کا بڑی عمر کا چچا بادشاہی کے لئے موجود ہو، وارثِ ملک منتخب نہ ہو سکا تھا۔

مگر اس تجربے میں بہت سے خطرے ضرور مرکوز تھے۔ مثلاً یہ کہ خاندانِ شاہی نہایت وسیع جاگیرداری اقتدار بہم پہنچا لیتا تھا۔ ہر بادشاہ کو چھوٹے لڑکوں کے واسطے مناسب انتظام کرنے میں دشواری پیش آتی تھی۔ نارمن فتح سے قبل بعض بادشاہوں کو اس عقدے کا دلخوش کن حل یہ نظر آیا کہ دوسرے بیٹوں کے لئے بھی باج گزار چھوٹی چھوٹی بادشاہیاں قائم کر دیں لیکن یہ انتظام بارہا پورے ملک کی سلامتی کے حق میں مخدوش ثابت ہوا۔ شاہ ولیم فاتح کی بڑی دانشمندی تھی کہ کسی بیٹے کو انگلستان میں ریاست وامارت عطا نہ کی اور علیٰ ہذا ہنیری ثانی نے اپنے وسیع مقبوضات کی تقسیم کے وقت انگلستان کو سالم رہنے دیا تھا اس پسندیدہ حکمت عملی سے اول ہنیری ثالث نے انحراف کیا اور اپنے بھائی رچرڈ کو کارنول کی ریاست بڑے بیٹے ایڈورڈ کو چیسٹر اور منجھلے ایڈمنڈ کو لینکاسٹر، ڈاربی ولیسٹر کا امیر بنا دیا تھا۔ پھر اسی ایڈمنڈ کے بیٹے ٹامس کی شادی ایڈورڈ اول نے لنکن و سالسبری کی وارثہ کے ساتھ کر دی ایڈورڈ ثانی نے اپنے علاتی بھائیوں کو نارفک اور کینٹ کی امارت مرحمت فرمائی۔ ایڈورڈ ثالث تخت نشیں ہوا تو یہ سب ریاستیں شاہی خاندان کے افراد کے قبضے میں تھیں اور جب خود اس کے بیٹے بڑے ہوئے تو اس نے اسی نظام کو مزید وسعت دی۔ بڑا بیٹا ادورڈ شہزادہ سیاہ) ۱۳۳۶ء میں کارنول کا امیر کبیر (ڈیوک) بنایا اور اپنی بنت عم جون سے بیاہا گیا جو خود بھی ریاست کینٹ کی وارث تھی۔ دوسرا بیٹا لایونل جو جوانی تک زندہ رہا کلیرنس کا امیر کبیر مقرر ہوا اور اس کی شادی ولیم ڈی برگ امیر السٹر کی اکلوتی بیٹی سے ہوئی اور وہ گلوسٹر و ہیریفرڈ کی جاگیروں میں بھی ایک ثلث کی حصہ دار تھی۔ لایونل ۱۳۶۸ء میں صرف ایک بیٹی فلیپا چھوڑ کر فوت ہوا، اور اس کی شادی روجر مورٹمر امیر مارچ کے ساتھ ہوئی تو ان وسیع املاک میں اور اضافہ ہو گیا۔ مورٹمر اپنے ہمنام باغی امیر کا پوتا اور خود بھی "اچھی پارلیمنٹ" میں اصلاح طلب گروہ کے رہنماؤں میں شامل تھا۔ ایڈورڈ ثالث کا منجھلا بیٹا جان دگونٹی چینڈوس

امیر تھا۔ اس کی شادی لینکاسٹر کی شہزادی ہنیری کی اکلوتی بیٹی سے ہوئی جو ڈارنی و لیسٹر کی جاگیر بھی اپنے ساتھ لائی۔ اور جب اس کے بیٹے **ہینری** کی شادی بوہن خاندان میں ہوئی تو **میریفرڈ** کی بھی آدھی ریاست اسی شہزادی کے قبضے میں آگئی۔ اس کی بہن ایڈورڈ کے پانچویں بیٹے سے بیاہی جو **وُوڈاسٹاک** کا امیر تھا۔ مختصر یہ کہ ملک کے نہایت وسیع رقبے خاندان شاہی کی وراثت میں آگئے اور چونکہ خاص خاص علاقوں کے جاگیرداروں کی پہلے سے مقرّرہ روش اور خاص حیثیت بن گئی تھی، لہٰذا پیش نظر عہد میں شمالی جاگیرداروں کے جتھے کا سردار تو جان ہوگیا۔ ریاست کلیرنس کے وارثوں کو ویلز کے سرحدی جاگیرداروں کا ساتھ دینا پڑا اور خود بادشاہ کو چیسٹر و کارنول کے جاگیردار کی حیثیت سے اہل چیسٹر کی وفاداری اور کارنول کی مشہور معاونوں میں خاص خاص حقوق حاصل تھے۔ صرف ایک بڑی ریاست (نارتھمبرلینڈ) شاہی خاندان کے افراد کے قبضے میں نہ تھی، جسے **ایڈورڈ** ثالث نے شہزادہ جان کے دوست ہنیری پرسی کے واسطے بالکل آخر زمانے میں قایم کیا تھا۔ اس کے علاوہ، وارک، خاندانِ بوشاں کے سالسبری۔ خاندانِ مونٹیگیو کے۔ اور **اکسفرڈ** کی جاگیر خاندانِ ویر وارنڈیل کے قبضے میں تھی۔ پندرھویں صدی کے واقعات سمجھنے کے لئے، ان ریاستوں اور بڑی جاگیروں کی تقسیم سے واقفیت ضروری ہے۔

مجلس ایالت ہنیری ثالث و ایڈورڈ ثالث کی صغر سنی میں جو عمل ہوا تھا، اسی کی نظیر پر نئے بادشاہ کی خردسالی کے زمانے کے لئے بھی ایک مجلس ایالت مقرر ہوئی جس میں دونوں گروہ کے نمایندے لئے گئے تھے۔ مثلاً جان کے دوستوں میں امیر ارنڈیل اور امیر مارچ شریک تھے۔ رقابت کا موقع نہ آنے دینے کی غرض سے، بادشاہ کے چچا اس جماعت میں نہیں لئے گئے اور اتالیقی اور معاملات کی عام نگرانی اُس کی ماں، جون (کینٹی) کے ہاتھ میں رہنے دی کہ یہ ملکہ بے حد ہر دلعزیز تھی۔ پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا تو اس وقت بھی ایسی ہی صلح و آشتی سے کام لیا گیا کہ عوام تو شہزادہ جان کے ساتھ ادب و احترام سے پیش آئے اور اس نے بھی پیٹر (دی لائیر) کے دوبارہ صدر نشیں منتخب کئے جانے پر کوئی قیل و قال نہ کی۔

باب چہارم

بالاتفاق طے پایا کہ بادشاہ کی خرد سالی کے زمانے میں صدر اعظم، وزیر خزانہ اور دوسرے بڑے بڑے عہدہ داروں کا انتخاب پارلیمنٹ کرے اور لندن کے دو تاجر، ولیم وال ورتھ اور جان فلی پٹ نامی، خزانچیوں کے نام سے اُس گراں قدر رقم کے خرچ کی نگرانی کریں جو جنگ کے واسطے منظور کی گئی تھی۔ مگر یہ آغاز اتنا نیک ہوا تھا، کہ آخر تک اس کا نباہ نہ ہو سکا۔ شہزادہ جان کی ہوسِ جاہ ایسے فروتر مرتبے پر قناعت نہ کر سکتی تھی اور نہ وہ یہ اہلیت رکھتا تھا کہ اقتدار حاصل کر لینے کے بعد اچھی طرح حکومت چلا سکے۔ چنانچہ اسی خود پسندی اور عدم اہلیت نے اُسے بہت جلد دوبارہ ویسا ہی نامقبول بنا دیا۔

کسانوں کی شورش رچرڈ ثانی کے ابتدائی عہد کا سب سے بڑا واقعہ ۱۳۸۱ء کی کسانوں کی شورش ہے۔ اس کے بہت سے اسباب تھے جن میں سب سے اہم نہیں تو سب سے صریحی سبب ۱۳۸۱ء کا عام خراج تھا۔ پارلیمنٹ کو جب روپیہ فراہم کرنے کی کوئی دوسری شکل نہ سوجھی (اور اہل ملک کی استطاعت سے بھی وہ صحیح واقفیت نہ رکھتی تھی) تو ۱۳۷۷ء کی نظیر لے کر ۱۳۷۹ء میں اس نے پھر خراجِ عام عائد کر دیا۔ اس کی شرح تدریجی تھی۔ یعنی ایک امیر کبیر کو ۶ پونڈ، ۱ ۳ شلنگ دینے پڑتے تو عام امرا کو صرف ۴ پونڈ۔ اور اسی طرح گھٹتے گھٹتے سب سے غریب کسانوں سے اس کی مقدار ایک گروٹ (۴ چونی) رہ جاتی تھی۔ یہی تدریج اہل کلیسا کے معاملے میں رکھی تھی اور نہایت پابندی سے یہ خراج وصول کیا جاتا تھا چنانچہ جن پرگنوں کی فہرستیں محفوظ ہیں، خصوصاً جن کو حال میں چھاپ دیا گیا ہے، اُن سے پرگنے کی پوری مردم شماری معلوم ہو سکتی ہے۔ لیکن جتنے روپے کی ضرورت تھی تحصیل اُس سے کہیں کم ہوئی اور ۱۳۸۱ء میں دوبارہ خراج لگایا گیا۔ اس کی تدریج اتنی منصفانہ نہ تھی اور اب غریب سے غریب آدمی کو بھی ایک شلنگ دینا پڑتا حالانکہ دولت مند زیادہ سے زیادہ ایک پونڈ ادا کرتے تھے ایسی تحصیلِ عام سے ہر کس و ناکس پر منکشف ہو گیا کہ بُری حکومت اور اسراف بیجا کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ اسی کے ساتھ عام ناراضی پیدا ہوئی اور جون ۱۳۸۱ء میں کینٹ کے باشندے ہتھیار لے کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کا سرغنہ واٹ ٹائلر

باب چہارم

تھا اور اس کے غیظ و غضب کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اُس کی بیٹی کی ہتک کی گئی تھی۔ اُس نے میڈ اسٹون کے قید خانے سے ایک باغیانہ خیالات کے پادری جان بال کو بھی چھڑایا جس کی یہ بیت زبان زدِ عام تھی:

When Adam delved and Eve span
who was then the gentleman?

(یعنی جب آدم بھاوڑا اور حوّا چرخہ چلاتی تھیں، اس وقت شریف (دورویل) کون تھا؟)

اس پادری کو خود صدر اُسقف کنٹربری نے قید میں ڈلوا دیا تھا۔

کینٹ کی شورش کے ساتھ ساتھ ایسکس، ہارٹ فرڈشر، نارفک، سفک اور کیمبرج بلکہ سمرسٹ شر جیسے دور دست ضلع میں بھی فساد کی آگ بھڑک اٹھی۔ ان فسادات کی علت غائی زرعی غلاموں کی نفرت و ناراضی تھی۔ کینٹ میں تو ایسی زرعی غلامی کا رواج نہ تھا اس لئے وہاں کی سرکشی خالص سیاسی نوعیت رکھتی تھی لیکن دوسرے مقامات پر رعیت کے لوگ اس بناء پر سخت مشتعل ہوئے کہ مزدوری کے جدید قوانین کا جبری نفاذ عمل میں آیا اور زربدل دے کر زرعی غلامی سے آزاد ہو جانے کا دستور موقوف کر دیا گیا تھا۔ وہ زمانہ بڑی خوشحالی کا تھا اور مزدوری کی شرح قدرۃً بڑھ رہی تھی۔ سرکار کا اس اجرت میں مزید بیشی کو روکنا عوام کو بہت ناگوار گزرا۔ دوسرے ایسی صورت میں جب کہ کام کی مالی اجرت بڑھ گئی تھی، کوئی جاگیردار زرعی غلام کا حق زربدل کے معاوضے میں چھوڑنے پر تیار نہ تھا۔ ان سب باتوں کے علاوہ، یہ یقینی معلوم ہوتا ہے کہ وکلف کے بعض سادہ لوح پادریوں اور دوسرے جوشیلے اشخاص کی آتش زبانی سے بھی کافی جوش خروش پھیلا اور شورش کے اس مواد میں اُن سپاہیوں نے اور اضافہ کیا جو لڑائیوں کے بعد برخاست ہو ہو کر گھروں کو واپس آئے تھے۔

غرض ان جملہ وجوہ نے مل کر انگلستان کے عوام الناس میں وہ آگ لگائی کہ کبھی اس ملک میں دیکھنے میں نہ آئی ہوگی۔ واقعی شورش دو ہفتے سے زیادہ قائم نہیں رہی

مگر اسی قلیل مدت میں سارے جنوب مشرقی پرگنوں میں طوفان مچ گیا۔ ہر جگہ مواضع کی حویلیوں میں آگ لگا دی گئی اور کھاتے جلا ڈالے گئے جیسا کہ ۱۳۸۱ء میں فرانس کے کسانوں نے کیا۔ ہر وکیل کو جس تک کسانوں کا ہاتھ پہنچا، فوراً جان سے مار دیا گیا۔ کینٹ والے واٹ ٹائلر کے ماتحت چاروں طرف سے لندن پر بڑھے اور لندن برج سے دریائے ٹیمز کو عبور کیا۔ پیشکار اور صدر اسقف کینٹربری، سائمن (باشندۂ سڈبری) تھا اور کہتے ہیں اس نے اہل شورش کو "برہنہ پا منحرے" کہا تھا لہٰذا اسے اور اس کے ہم عہدہ یعنی سر روبرٹ ہیلز (وزیر خزانہ) کو ہلاک کر دیا۔ یہ لوگ اعلان کرتے جاتے تھے کہ ہم آئندہ کسی شاہ جان کی حکومت نہ اٹھائیں گے۔ برخلاف ان کے زرعی غلاموں نے اس قدر بیہودگیاں نہیں کیں اور نسبتہً معقولیت کا ثبوت دیا۔ رچرڈ، مائل اینڈ کے مقام پر ایسیکس والوں سے خود ملا اور وعدہ کیا کہ رعیت واڑی پٹہ موقوف کر دیا جائے گا اور جب یہ لوگ خوش ہو گئے تو ان کو سمجھا بجھا کے واپس بھیج دیا۔ دوسرے روز اس نے واٹ ٹائلر سے اسمتھ فیلڈ میں ملاقات کی۔ مگر گفتگو کے دوران میں تکرار ہو پڑی اور میر بلڈ، ولیم وال ورتھ نے ٹائلر کے چھرا بھونک دیا۔ بایں ہمہ رچرڈ نے بڑے اوسانوں سے کام لیا۔ ہر چند وہ لڑکا تھا مگر دلیری سے گھوڑا بڑھا کے چلایا کہ "تمھارا سردار میں بنوں گا" اور یہ سنکر ٹائلر کے ساتھی بھی اس کے گرویدہ ہو گئے۔ اس عرصے میں نارفک کے اہل شورش ہینری ڈین (اسقف نارچ) نے نارتھ والشم میں سرکوبی کی اور جس گرجا میں وہ پناہ گزیں ہوئے تھے، اسے جلا دیا۔ ملک کے دوسرے حصوں میں بادشاہ کے وعدے سن سن کر کسان منتشر ہو گئے۔

لیکن ان وعدوں کو فانوں کی صورت میں لانا سہل نہ تھا۔ زرعی غلاموں کا مطالبہ تھا کہ چار آنے فی ایکڑ لگان کے عوض میں، مقررہ خدمات کو موقوف کر دیا جائے اور میلوں اور منڈیوں میں ہر شخص کو خرید و فروخت کی آزادی ہو۔ محض اپنی رائے سے بادشاہ کا یہ وعدے کر لینا، اپنے اختیارات سے صریحی تجاوز اور گویا ایسی چیز دینے کا اقرار تھا، جو اس کی ملکیت ہی نہ تھی چنانچہ پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا تو اعضائے مجلس کمینٹ کے

باب چہارم

باغیوں کے مطالبات کی تائید پر تو بخوشی آمادہ تھے، مگر انھوں نے قانون کی یہ نکتہ دلیل پکڑلی کہ مقررہ خدمات سے تمام ہا آزادی دلوانے کے وعدے کا بادشاہ کو کوئی حق نہ تھا۔ اس طرح بظاہر تو بیچارے کسان مقدمہ ہار گئے لیکن عملاً انھوں نے اپنے اپنے جاگیرداروں سے وہ حقوق حاصل کر لئے جنھیں پارلیمنٹ نے مجموعۃً عطا کرنے سے ابا کیا تھا۔ اصل یہ ہے کہ مقررہ بیکاری خدمات کا لینا کچھ سہل نہ تھا اور جاگیرداروں کو یہ بھی خوف ہو گیا تھا کہ کہیں کسان دوبارہ شورش و فساد نہ برپا کر دیں پس ان کو فائدہ اسی میں نظر آیا کہ ان خدمات سے دستکش ہو جائیں اور اپنی اراضی ایسے بیٹہ داروں کو دے دیں جو اجیر مزدوروں سے کام لیتے تھے۔ غرض اس طرح چودھویں صدی کے زرعی غلاموں سے مزارعین کا وہ طبقہ پیدا ہوا جو اپنی پٹے کی زمینوں پر، عملاً آزاد زمینداروں کی مثل قابض تھا۔ دوسری طرف، بے زمین والے مزدور پیشہ لوگوں کو ۱۳۸۱ء سے لے کر جو خوشحالی نصیب ہوئی، وہ ایک صدی تک برقرار رہی تا آنکہ وسیع پیمانے پر بھیڑیں پالنے کا طریقہ رواج ہوا اور از سر نو اقتصادی ہل چل پیدا ہو گئی۔

اہل کینٹ کی سرکشی نے شہزادہ جان کو مایوس کر دیا کہ انگلستان میں سیاسی کارنمائی کا میدان نہ مل سکے گا۔ پھر بھی ۱۳۸۵ء یعنی اس وقت تک اسے کافی اقتدار و رسوخ حاصل تھا جب کہ اس نے ہسپانیہ پر فوج کشی کی تیاریاں کیں۔ وہ بیڈرو کی بڑی بیٹی کاستور تھا اور تھوڑی بہت امید رکھتا تھا کہ کاسٹیل کے تخت کا مالک ہو جائے گا چنانچہ ۱۳۸۶ء میں انگلستان سے روانہ ہوا اور ۱۳۸۹ء تک باہر رہا۔

وکلف

اس عرصے میں وکلف کے خیالات ملک میں سرعت سے پھیل رہے تھے۔ ایڈورڈ کو مرے زیادہ مدت نہ ہوئی تھی جب کہ روما سے پاپا کا فرمان پہنچا کہ وکلف کے خلاف مقدمہ چلایا جائے کہ اس کے عقائد ملک و مذہب کے مخرب ہیں۔ لیکن وہ جواب دہی کے لئے حاضر ہوا تو صدہا لندن والے ساتھ تھے۔ ولی عہد کی بیگم وکلف کی قدر و منزلت سے واقف تھی اور غالباً پاپائی معاملات میں اکثر اس سے مشورہ لیتی تھی۔ اس نے ایک دم حکم دے کر یہ سب کارروائی روک دی پھر وکلف

باب چہارم

لٹروِرتھ چلا آیا جہاں اس کی معاش تھی اور عجب نہیں کہ یہ ۱۳۷۵ء میں بمقام روژاس کی خدمات کے جلد وہیں بادشاہ نے مرحمت کی ہو۔ یہاں وہ اپنے خیالات کو عام لیند بنانے میں منہمک ہو گیا اور اس کام میں وہ قابلیت دکھائی کہ آکسفرڈ کے ہم چشم اس کی مشکل سے توقع رکھتے ہوں گے۔ بلا ای طرز تحریر چھوڑ کر اس نے روزمرہ کے زبان میں رسالوں کی بھرمار کر دی اور عام رائے یہ ہے کہ اسٹیفن کے عہد کے بعد، جب سے اینگلو سیکسن وقائع کا سلسلہ بند ہوا، انگریزی انشا پردازی کا (اس دوسرے دور میں) یہ سب سے پہلا نمونہ تھے۔ انھیں تاریخی وقعت حاصل نہ ہوتی، تو بھی ان کا مصنف انگریزی ادب کی تاریخ میں ضرور رتبۂ بلند کا مقدار ہو جاتا۔

ہر چند وکلف کا ۱۳۸۱ء کی بغاوت سے براہ راست کوئی تعلق نہ تھا اور بغاوت کے سرغنہ جان بال کے خیالات وکلف کی تعلیم سے بالکل علیحدہ تھے تاہم اس میں کچھ شک نہیں کہ وکلف کے مریدوں نے مساوات انسانی پر بڑا زور دیا اور دولت وعیش کی سخت مذمت کی اور یہ تعلیم ان محسوسات کے پیدا کرنے میں بے اثر نہ رہی جو بغاوت کی تہ میں تھے چنانچہ اسے رد کرنے کے بعد وکلف پر بھی زبردست حملہ کیا گیا۔ سائمن (صدر اسقف) کا جانشین، کورٹنی (اسقف لندن) ہوا تھا۔ اس نے ۱۳۸۲ء میں ایک ہنگامی مجلس کلیسا منعقد کی کہ وکلف کے عقائد پر غور کرے۔ واضح رہے کہ پہلے مقدمات میں تو اس کے سیاسی اصول مورد الزام تھے، مگر اس مرتبہ الحاد کا الزام لگایا گیا اور اس کی تحریروں سے چوبیس ملحدانہ اقوال پیش کئے گئے۔ مثلاً ایک قول یہ تھا کہ عشائے ربانی کی تبدیل ماہیت کا مسئلہ لفظی طور پر کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ ایک یہ کہ اہل مذہب کو دنیاوی املاک نہ رکھنی چاہئیں۔ ایک یہ کہ فقیروں کو خیرات دینے والا خارج از مذہب ہے۔ غرض ان سب باتوں پر الحاد کا فتوی لگانے کے بعد کورٹنی آکسفرڈ کی طرف متوجہ ہوا کہ یہ دار العلوم وکلف کے خیالات کا حامی مرکز تھا۔ اور اس کے متبعین کو وہاں سے نکلوا دیا۔ انھی میں وکلف کا دوست پیٹر رگ امیر جامعہ تھا۔ بعض نے اپنے خیالات سے توبہ کی اور بعض آکسفرڈ سے فرار ہو گئے۔ آکسفرڈ میں پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا تو

باب چہارم

وہاں بھی وکلف کو بلایا گیا کہ اپنے خیالات کی توضیح کرے۔ اس تحقیقات کا نتیجہ بھی وکلف کے خلاف ہوا اور اسے پھر آخری مرتبہ لٹرورتھ میں گوشہ نشینی اختیار کرنی پڑی۔ انگلستان میں اس سے زیادہ کورٹنی جبر و تشدد نہ کر سکتا تھا کیونکہ یہاں ملاحدہ کو جلا دینے کا قانون موجود نہ تھا اور وکلف نہ اتنا بے عقل تھا نہ تندرست کہ روما کی طلبی پر وہاں جا سکتا۔ مرض لٹرورتھ ہی میں اس نے ۱۳۸۴ء میں طبعی موت سے عالم جاودانی کی راہ لی۔ اس کی کامیابی کی بڑی دلیل یہ ہے کہ گو اس کے "سادہ پادری" کا گروہ جبراً منتشر کر دیا گیا، پھر بھی اس کے خیالات نہ صرف غریب غربا، بلکہ درباریوں تک میں بہ سرعت پھیل گئے۔ خود رچرڈ کی بیوی این، جو بوہیمیہ کی شہزادی تھی، اور ۱۳۸۲ء میں بیاہی آئی، معتقد ہو گئی اور اس کثرت سے لوگ پیرو ہوئے کہ ایک راہب نے جل کر کہا کہ آج کل تو پانچ آدمیوں کو کہیں باتیں کرتے دیکھو تو سمجھ لو کہ ان میں تین ضرور وکلف ہوں گے۔" ان لوگوں کو عام طور سے لالرڈ کہتے تھے۔ وجہ تسمیہ ٹھیک معلوم نہیں۔ بعض لوگ اسے "لولس" (بمعنی گانا) سے مشتق بتاتے ہیں۔ مگر ۱۳۹۶ء میں پاپا بونی فاس نہم نے رچرڈ ثانی کو ایک خط میں ان کا ذکر کیا ہے کہ یہ اپنے آپ کو "مسیح کے بیت المال کے مساکین" کہتے ہیں لیکن "عوام الناس زیادہ صحیح طور سے انھیں" لالرڈ" یعنی lollium aridum (= سوکھا کر بجوا) کہتے ہیں اگرچہ ممکن ہے یہاں خود پاپا نے ضلع جگت سے کام لیا ہو۔

رچرڈ کے مقربین رچرڈ کے این سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، لہذا جانشینی کا انتظام کرنا ضروری تھا۔ ۱۳۸۵ء میں فیصلہ کر لیا گیا کہ اگر بادشاہ لاولد فوت ہو جائے تو کلیرنس کے امیر کبیر لایونل کا پوتا روجر امیر مارچ جانشین ہو۔ اسی سال ولی عہد کی بیگم مے وفات پائی۔ وہ بڑی لائق اور موقع شناس عورت تھی اور اس کے مرنے سے اعتدال و آشتی کا ایک بڑا حامی کم ہو گیا۔ رچرڈ کی عمر اب انیس برس کی ہو گئی تھی۔ لیکن ۱۳۸۱ء کے دلیرانہ طرز عمل سے وہ جیسا ہونہار معلوم ہوتا تھا، وہ امیدیں جلد پوری نہ ہوئیں۔ بہت دن تک وہ سلطنت کی حقیقی ذمہ داری سنبھالنے پر مائل نہ نظر آیا اور اس سن تک، جس میں باپ اور دادا شاغل حکمرانی میں منہمک ہو چکے تھے، رچرڈ کھیل کود ہی میں مبتلا رہا۔ یہی سبب ہے کہ

بابِ ہیم

اس کے ہمنشیں دوست اس زمانے میں بہت با اثر رہے اور ان کا اثر عموماً برا ہی ہوتا تھا۔ اس کے سوتیلے بھائی ٹامس ہالینڈ (امیر کینٹ) اور جان ہالینڈ (امیر ہن ٹنگ ڈن) بڑے ظالم اور مردم آزار تھے۔ روبرٹ ڈی ویر (امیر آکسفورڈ) بادشاہ کا یارِ غار تھا اور سوائے مدعم انگریزی خاندان سے ہونے کے، بات میں گیوسٹن کا ہمنوا تھا۔ رچرڈ کا اتالیق سر سائمن برلی تھا اور وہ شاہی اختیارات کے ایسے خیالات کا میں بھونکتا، متابعین کا لازمی نتیجہ فتنہ و فساد ہوتا ہے۔ ہشیکاری کی حد سے ماسکل (ڈیوک آف لاپول) امیر سفک کے تعلقات تھے۔ وہ جہاز کے کتاب کے معاملے میں غلط و جفاکش، اور ایک کھرا سپاہی تھا، مگر اہلِ ملک میں بھی قدر نہ پا سکا۔

یہ درباری گروہ تھا۔ اس کے مقابلے میں ولی عہد (رچرڈ) کے چچا ٹامس (امیر گلوسٹر) اور عم زاد بھائی ہنری (ڈیوک آف ہیرفورڈ) نے ایک جتھا بنایا۔ یہ چچا بھتیجے تہیہ کر جان سے زیادہ تیار تھے اور انھوں نے صرف مذہبی علما بلکہ عوام الناس کو بھی ملانے کی لوری کوشش کی۔ جان ایک زمانے میں وکلف کی مخالفت اور وکلف کی موافقت کر کے اہل کلیسا کو اپنے سے بہت ناخوش کر چکا تھا۔ اس کے بیٹے ہنری نے کورٹنی سے اظہارِ اعتقاد اور وکلف کے گروہ سے علیحدگی ظاہر کر کے، انھیں اپنا بنا لیا۔ اسی طرح ٹامس نے ہر دلعزیزی کی کوشش کی عوام کی نگاہ تنول میں رچرڈ کا حریف بن گیا اور ہنری کو بھی اہلِ لندن کی ناخوشی دور کر کے اور دوست بنانے میں مدد دیتا رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ درباری گروہ کے خلاف ایک غیر معمولی قوت کا جتھا تیار ہو گیا جس میں ذیل کے عمائد شامل تھے۔

ٹامس بوشان (امیر وارک)۔ ٹامس موبری (امیر نارفک)۔ ٹامس (اسقف ایلی) اس کا بھائی رچرڈ فٹز ایلن (امیر ارنڈیل) اور نیز، وائک ہیم جو اب بہت بوڑھا ہو گیا تھا۔

اس فریق کا حملہ جو سیاسی کی بجائے زیادہ تر شخصی تھا، ۱۳۸۶ء کی پارلیمنٹ میں شروع ہوا جب کہ حکومت کی طرف سے ایک بھاری محصول کا مطالبہ کیا گیا تاکہ وہ بدات خود جنگ جاری رکھ سکے۔ اس پر خواہی نخواہی بحث شروع ہوئی۔ رچرڈ نے

باب چہارم

اسی موقع پر غلط راہی سے اپنے دوست ویر کو آئرستان کا امیر کبیر بنا دیا۔ اس پر ہنگامہ بپا ہوگیا۔ پارلیمنٹ نے مطالبہ کیا کہ مانیکل کو برطرف کر دیا جائے۔ رچرڈ نے جواب دیا کہ پیشکار تو بڑی چیز ہے پارلیمنٹ کے کہنے سے میں باورچی خانے کے برتن دھونے والے کو بھی الگ نہیں کروں گا۔ تب شاہ متوفی کی معزولی کی تجویز پیش ہوئی اور رچرڈ نے پارلیمنٹ کو اتنا یکا دیکھکر مانیکل کو علیحدہ اور اس کی بجائے ارنڈیل کے اسقف کو پیشکار مقرر کیا۔ پھر معزول وریر پر حسب معمول اسراف بیجا کا مقدمہ چلایا گیا اور جرم ثابت ہونے پر اس کی املاک ضبط اور قید کا حکم ہوا۔

مخالف گروہ نے دوسری کارروائی یہ کی کہ شاہی خاندان اور امور سلطنت کے انتظام کی غرض سے ایک جماعتِ خاص کی تجویز کی جیسے کچھ مدت پہلے امرائے تنظیم مقرر ہوئے تھے اسے رچرڈ نے منظور تو کر لیا مگر اپنے خاص منصب کی ہتک سمجھ کر سخت غضب ناک ہوا اور سر سائمن برلی، صدر اسقف وغیرہ چند اُمرا، نیز میر عدل ٹریسی لین، اور ایک لندنی، ہر نکولس بریمبر کو ساتھ لیکر دیہات میں چلا آیا۔ مانیکل کو قید سے رہائی دی اور حکام عدالت سے یہ رائے حاصل کر لی کہ مذکورۂ بالا جماعت خاص، شاہی منصب کے خلاف ہے۔ جواب میں امیر گلوسٹر نے اُس کے رفقا کو غدّاری کا الزام دیا اور دونوں فریق آمادہ بہ جنگ ہوگئے۔ مگر درباری گروہ کو کامل ہزیمت نصیب ہوئی۔ ہینری نے امیر کبیر ویر کو ریڈکٹ برج (علاقۂ اکسفرڈ) میں شکست دی۔ ویر بھاگ کر برّاعظم چلا آیا اور مانیکل و نویل (صدر اسقف) نے بھی یہی کیا۔ ٹریسی لین اور بریمبر گرفتار کر لئے گئے۔

جنوری ۱۳۸۷ء میں ایک نئی پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا اور گلوسٹر نے بادشاہ کے پانچ رفیقوں پر ناضابطہ مقدمہ چلایا۔ سماعت کرنے والے، گلوسٹر، ڈرابی، نانگھم، وارک اور ارنڈیل کے امیر تھے جو امرائے مرافعہ موسوم ہوئے۔ مقدمے میں مختلف الزام لگائے گئے تھے۔ یعنی ویر کو والی آئرستان بنانے سے لے کر رچرڈ کے

امرائے مرافعہ

باب چہارم

مسرفانہ عطیات زر و زمین سے خزانۂ شاہی کو خالی کر دینے تک کوئی بات نہ چھوڑی تھی۔ عدالت نے اس نوعیت کے استغاثے کو خلافِ قانون قرار دیا لیکن پارلیمنٹ نے اس کے علی الرغم سماعت کی اور غدّاری کا جرم قرار دے کر، سوائے نوئل کے سب کو موت کی سزا دی۔ ٹریسی لین اور بریمبر کے معاملے میں تو فوراً اس پر عمل ہوا مگر نوئل سے پیچھا چھڑانے کی نادر تدبیر یہ نکالی گئی کہ پاپائے اربن ششم سے کہہ کر اسے سینٹ انڈروز (اسکاٹ لینڈ) کا صدر اسقف مقرر کرا دیا حالانکہ اس ملک میں ایک اور حریف کو پاپا تسلیم کیا جا چکا تھا۔ مذکورۂ بالا دو مجرموں کے علاوہ سر سائمن برلی اور تین دوسرے غیر کلیسائی اشخاص بھی قتل کرا دیے گئے۔ سیاسی حریفوں کا یہ قتلِ عام ان وحشیانہ طریقوں کی تازہ ترقی کا ثبوت ہے جو کیوسٹن کے قتل سے شروع ہوئے اور گلابوں کی جنگ، نیز شاہان ٹیوڈر و اسٹورٹ کے قتل سے انتہا کو پہنچے۔ انھی فیصلوں کی بنا پر ۱۳۸۶ء کی پارلیمنٹ کو "بے رحم" کا شرمناک لقب ملا۔ ایک سال تک گلوسٹر اور اس کے دوستوں کا دور دورہ رہا مگر ۱۳۸۹ء میں رچرڈ نے (جو اب بائیس سال کا ہو گیا تھا) یک بہ یک اعلان کیا کہ میں اپنا کام خود انجام دوں گا۔ پھر ارنڈیل کو پیشکاری سے اور امرائے مرافعہ کو بزم شاہی سے نکال باہر کیا اور نئے دور کی ابتدا کی جس سے بظاہر اس کی رعایا بہت خوش ہوئی۔

نئے بادشاہ کی سیرت ہمیشہ سے تاریخ کا معمہ سمجھی گئی ہے۔ خوبصورت، ہوشیار، تربیت یافتہ اور ماں باپ کی ہر دلعزیزی کا وارث ہونے کے باوجود وہ بالکل ناکامیاب بادشاہ ثابت ہوا، اور آخر میں قریب قریب اسی طرح اتفاقِ آرا سے معزول کیا گیا، جیسے ایڈورڈ ثانی۔ بے شبہ اس کا ایک سبب اس کی کاہلی کی عادت تھی، خواہ جسمانی صحت کی خرابی سے ہو یا بُری تربیت سے۔ یہ ٹھیک معلوم نہیں مگر اتنا مسلم ہے کہ اس کے اوصاف ملک داری میں خصلت سب سے غالب و نمایاں تھی۔ طرفہ تر یہ کہ کبھی کبھی وہ بڑی مستعدی دکھاتا اور اسی لئے وہ معتاد کاہلی اور بھی تکلیف دہ ہو جاتی تھی۔ بہرحال ۱۳۸۹ء سے ۱۳۹۷ء تک، آٹھ سال وہ خاصی کامیابی سے حکومت کرتا رہا اور شاہی حقوق و

باب چہارم

اختیارات کے بارے میں غلو رکھنے کے باوجود اس نے آئینی طریقوں سے تجاوز نہیں کیا بلکہ پارلیمنٹ کے مشورے اور وزیروں کی وساطت سے کام کرتا رہا۔ مگر اس کے بعد کے دو سال میں جو کیفیت رہی وہ اتنی مختلف تھی کہ بعض لوگوں نے اس کی توجیہ دماغ میں فتور آجانے سے کی ہے اور یہ کچھ نہ کچھ دل کو لگتی ہوئی بات معلوم ہوتی ہے۔

امن و آئین کا زمانہ

۱۳۸۸ء سے چند واقعات ایسے پیش آئے کہ نظم و نسق میں اور سہولت پیدا ہوئی۔ ۱۳۸۹ء میں شہزادہ جان (گونٹ) ہسپانیہ سے واپس آیا اور پہلے کی طرح ساز باز کرنے کی بجائے اب بہت تہذیب سے رہا اور بھتیجے کا وفادار مشیر ہو گیا۔ گلوسٹر و یارک دونوں بھائیوں پر اس کا بہت اثر تھا لہٰذا اس کے طرز عمل میں یہ تبدیلی نہایت مفید ثابت ہوئی۔ ادھر ۱۳۹۰ء میں ہینری، جرمس فوج کا سردار بنکر لتھوانیہ کی جنگ میں شریک ہونے کے لئے انگلستان سے چلا گیا، اور چند روز کے واسطے صرف ایک بار آنے کے سوا، ۱۳۹۲ء تک وہیں رہا۔ پھر پریگ، وی آنا، وینس، روڈس ہوتا ہوا بیت المقدس گیا اور اطالیہ و فرانس کے راستے ۹۳ء میں واپس وطن آیا۔ سفک سے پیرس میں وفات پائی۔ ویر کو بھی دوبارہ انگلستان آنا نصیب نہ ہوا، لہٰذا رچرڈ اور اس کے پرانے مشیروں میں کوئی تعلق باقی نہ رہا۔ ہینری پرسی کی ہمتیں زیادہ تر سرحد کی جنگ آرائی میں صرف ہوئیں اور اسی سلسلے میں ڈولر کے قریب روٹربرن کی مشہور لڑائی ہوئی جس کے اصلی واقعات "چیوی چیس" کی کتھا کے ساتھ تقریباً غائب ہو گئے ہیں۔

امیر مارچ آیرستان میں تھا۔ وارک، موبرلے اور ارنڈیل، اپنے آپ اتنی قوت نہ رکھتے تھے کہ کوئی فساد بپا کرتے غرض یہ تمام اسباب ملک میں امن کے معاون رہے۔

دستوری حکومت

ریچرڈ نے پیشکاری کے عہدے پر پہلے تو بوڑھے ولیم (وکھم) کو مقرر کیا اور جب ۱۳۹۱ء میں اس نے وفات پائی، تو آرنڈیل (اسقف) کو، جو ۱۳۹۶ء، یعنی اپنے صدر (اسقف) کنٹربری ہونے تک یہ خدمت

انجام دیتا رہا۔ خزانے کا انصرام چند لائق استفسوں کے تفویض ہوتا رہا۔ ان کا اصول یہ تھا کہ دفتر کے کام سے غرض رکھتے اور اسی لئے کوئی خاص شہرت نہ پا سکے۔ تاہم ان کے عہد میں عمدہ نظم و نسق کی جملہ علامتیں پائی جاتی ہیں۔ پارلیمنٹ بھی ان وزیروں پر اعتماد رکھتی تھی اور ایک مرتبہ علانیہ اظہار بھی کیا کہ اُسے ان کے انتظام میں کوئی قصور نہیں نظر آتا۔ محصول، معتدل اور باقاعدہ اجناس کی قیمتیں ارزاں مزدوری معقول تھی۔ زرعی علاموں کی جھجھلاہٹ، جاگیرداروں کی مناسب رعایتوں سے دفع ہوتی جاتی تھی۔ فرانس کے ساتھ پیہم عارضی صلح نامے ہوتے رہے اور اس امن و آئین کے ہشت سالہ دور میں بہت سے مفید قوانین بھی وضع ہوئے جن کے بنانے میں عوام کا یورا حصہ تھا۔ "جادہی" اور "اشتباہ" کے قوانین کی مزید شرائط تحفظ کے ساتھ تجدید کی گئی۔ اوقاف کے ضوابط میں توسیع کی گئی کہ غیر کلیسائی لوگوں کو معافیاں عطا کرنے کا طریقہ مسدود ہو جائے اور برادریوں یا اہل حرفہ کی جماعتوں کو بھی رہن حاصل کرنے سے روک دیا گیا۔ ایک تسلطانی تجویز یہ کی گئی تھی کہ زرعی علام رہن کی ملکیت حاصل نہ کر سکیں اور نہ اپنے بچوں کو مدرسے میں بھیج سکیں لیکن رچرڈ نے بڑی شرافت دکھائی کہ اس کی منظوری دینے سے انکار کر دیا۔

ایک اور قانون اُس خرابی کے انسداد کی غرض سے مرتب ہوا جو آئندہ سو برس تک انگلستان کے حق میں بلائے جان ہی رہی۔ یعنی پٹے کا طریقہ روکے جانے سے پہلے دیکھو "آئین ویسٹ منسٹر" صفحہ 209) بڑے بڑے امرا کی فوجی طاقت کا راز یہ تھا کہ اُن کے پٹے داروں پر جو خدمات کی انجام دہی لازمی تھی۔ لیکن جب سے اس قسم کی پٹے داری موقوف ہوئی، اس وقت سے ان امرا نے ماتحت زمینداروں کی بجائے اجیر سپاہی رکھنے شروع کئے جنھیں اپنے خرچ سے کھلاتے، کپڑا پہناتے اور اپنا نشان ان کی وردیوں میں لگاتے تھے۔ اس طرح گویا باقاعدہ موجی جمعیتیں تیار ہو گئی تھیں جو اپنے آقا کے حکم پر لڑنے مرنے کے لئے آمادہ رہتیں۔ فرانس کی لڑائیوں میں اُمرا کو سپہ سالاری کا چسکا پڑ گیا تھا دوسرے زر نقد کے عوض اراضی اٹھانے کے لئے

آئین جمعیت داری

باب چہارم

رواج نے ان کی جیبیں بھر دیں اور وہ بہ نسبت سابق زیادہ کشادہ دلی سے روپیہ خرچ کر سکتے تھے۔ غرض ہر امیر کے پاس چھوٹی چھوٹی مگر مستقل اور مستعد فوجیں مرتب ہوگئیں اور انھی کی بدولت آئے دن جنگ و جدال کا بازار گرم رہنے لگا۔ چنانچہ ریڈ کٹ برج کی لڑائی لگا کے اسٹوکس کے معرکے واقعہ ۱۴۸۷ء تک یہ خانہ جنگی انگریزی معاشرت کی ہیئت انگیز خصوصیت بنی رہی۔ ۱۳۹۰ء میں اس فوجی جمعیت بندی کا بذریعۂ قانون اجتماع عمل میں آیا لیکن چونکہ عمل کرانے کے لئے حکومت کے پاس کافی قوت نہ تھی، لہٰذا بار بار نفاذ کے باوجود ہنری ہفتم کے عہد تک اس قانون پر کوئی عملدرآمد نہ ہوتا تھا۔

زیر نظر عہد کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ وہ انگریزی ادب کے بڑے دور کے عروج کا زمانہ تھا۔ سارے یورپ میں چودھویں صدی اس واسطے بھی یادگار رہے گی کہ ازمنۂ وسطیٰ کی ادبی لاطینی کو ہر ملک کی زبان نے اسی زمانے میں آہستہ آہستہ ہٹا کر خود قدم جما لیا۔ اطالیہ میں

ادبیات

دانتے کی معرکہ آرا نظم Divina Commedia معرض تحریر میں آئی۔ فرانس نے فرواسار کے نثری وقائع اور ہسپانیہ نے سید کو خلعت وجود بخشا۔ انگلستان میں دوگنی بغاوت پیدا ہوئی کیونکہ یہاں نہ صرف لاطینی بلکہ فرانسیسی کا بھی عمل دخل تھا اور اونچے طبقوں میں فرانس کے طور طریق کے عام رواج کے باعث یہ زبان بھی درباروقصور کی عام بولی تھی حتیٰ کہ روبرٹ اگلوسٹری کے بقول کوئی خوددار آدمی اسے سیکھنے سے عفلت نہ کر سکتا تھا۔ اور ولیم لینگ لینڈ نے بیان کیا ہے کہ ہمارے غریب سے غریب کسان کام پر جاتے وقت فرانسیسی گیت گاتے تھے۔ فرانس سے جنگ عظیم کا آغاز ہوا تو رجحت شروع ہوئی حکومت کی تحریروں میں فرانسیسی کا استعمال کم ہوا اور ۱۳۶۲ء میں سرکاری عدالتوں میں اسے ممنوع کر دیا گیا۔ اس روک تھام کے باوجود وہ بہت مضبوطی سے اڑی رہی۔ رچرڈ ثانی کے وقت میں پارلیمنٹ کے طومار ہمیشہ فرانسیسی میں ہوتے۔ منادی کرنے والوں کے "اویز اویز، اویز اویز" (oyez! oyez) اور اسی طرح شاہی مراسلوں میں بعض جملے اب تک فرانسیسی زبان میں ہوتے ہیں۔ یہ بھی حسن اتفاق کی بات تھی کہ انگریزی کا احیا کے ساتھ تین بڑے مصنف، یعنی وکلف، چاسر

باب چہارم

اور لینگ لینڈ پیدا ہوئے اور دوسرے تین مصنفوں نے انگریزی نظم و نثر کو ادبی زبان، اور قوم کے ہر طبقے میں مقبول بنانے کا اتنا کام کبھی نہ کیا تھا جتنا ان تین مصنفوں نے کیا۔ وکلف کی زندگی، اس کے رسائل اور توراۃ کے ترجمے کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ چاسر و لینگ لینڈ کے متعلق کچھ لکھنا باقی ہے۔

جیو فری چاسر، لندن کے ایک شراب فروش کا بیٹا تھا اور غالباً ۱۳۴۰ء میں پیدا ہوا۔ باپ کی سعی سے امیر کبیر لایونل (دوائی کلیرنس) کے شاگرد پیشوں میں داخل ہوا اور ۱۳۵۹ء میں فرانس جاکر فوجی خدمت بھی انجام دی۔ ۱۳۶۶ء کے قریب چاسر کی شادی کیتھرائن سوئن فرڈ کی ایک بہن سے ہوگئی اور یہ کیتھرائن آگے چل کے شہزادہ جان دگونٹی کی بیوی بنی۔ اس کے بعد چاسر مختلف سفارتوں میں کام کرتا رہا اور اسی سلسلے میں جنوا اور فلورینس بھی گیا۔ ان خدمات کے صلے میں وہ لندن کی بندرگاہ میں کروگری اور اون، کھال اور چمڑے کی دھڑوت کا محاسب مقرر ہوا۔ ۱۳۸۲ء میں چیلی کی بھی یہی خدمت اس کے تفویض ہوئی ۱۳۸۶ء میں پارلیمنٹ کا رکن ہوگیا مگر جلد الگ کر دیا گیا اور چند سال تک مالی پریشانیوں میں مبتلا رہا۔ آخر میں امیر لینکاسٹر کی دستگیری سے غالباً پھر آسودگی میسر آئی۔ ۱۴۰۰ء میں فوت ہوگیا۔ چاسر نے بہت کتابیں تصنیف کیں مگر اس کی سب سے مشہور کتاب Canterbury Tales ہے جس میں بہت سی معروف عام شخصیتوں کی تصویر دکھائی گئی ہے۔ صاحب السنہ اور درباری آدمی ہونے کے باوجود چاسر نے انگریزی زبان میں لکھنا پسند کیا اور زیادہ تر اسی کی حکایات اور نظموں کی بدولت انگریزوں کی زبان کو ادبی وقعت حاصل ہوئی **لینگ لینڈ** کے بارے میں ہمیں نسبتہً بہت کم واقفیت ہے وہ ۱۳۳۲ء کے قریب کوہ میل ورن کی نواح میں پیدا ہوا۔ لندن کے کسی دقیں اہلکار رہا اور ۱۴۰۰ء کے قریب وفات پائی۔ اس کی سب سے بہتر کتاب Vision of Piers Ploughman ہے جس میں کاشتکار کو اصلی مسیحی زندگی کا نمونہ ثابت کیا ہے اور مقابلے میں امرا شرفا اور علما کی زندگی دکھائی ہے کہ وہ اس سے کتنا تفاوت رکھتی ہے۔ اس مصنف کی کتابوں سے کاشتکاروں کی

باب چہارم

حقیقی شکایات اور جذبات کا جس قدر صحیح علم ہوتا ہے چاسر کی تصانیف سے بھی نہیں ہوتا۔ اور یہی جذبات تھے جن سے ۱۳۸۱ء کے مفسدے اور آیندہ ۱۳۹۹ء کی بغاوت برپا ہوی۔

ملکہ این کی وفات

امن وحسن انتظام کا زمانہ ۱۳۹۵ء میں ختم ہو گیا اور چند خاص واقعات تغیر کا پیش خیمہ ثابت ہوے ۱۳۹۴ء میں انگلستان کی تہریف ملکہ، (بوہمیہ کی شہزادی) این راہئی ملک بقا ہوی۔ رچرڈ کی ماں کی طرح اس کا اثر بھی امن وآشتی کا ضامن تھا اور اس کی تجہیز تکفین کے وقت ہی بادشاہ اور امیر ارنڈیل میں بہت ناریا دھینگا مشتی کی نوبت آی۔ اسی سال کاسٹیل کی شہزادی اور تہراہ جان (گونٹی) کی بیوی کونس ٹینس فوت ہوی اور جان نے بلاتاخیر بچوں کی مالی، کیتھرائن سے عقد کر لیا جس سے اُس کے پہلے ہی بہت سے بچے ہو چکے تھے۔ بچاکو ممنوں بنانے کے لئے رچرڈ نے پارلیمنٹ سے ایک قانون منظور کرانے میں حصّہ لیا جس کی رو سے یہ ناجائز بچے جو یوفرٹ کے نام سے موسوم تھے، حلالی قرار پا گئے۔ اگرچہ گلوسٹر و یارک کے شہزادوں کو اس فعل سے کافی ناگواری ہوی ۱۳۹۶ء میں رچرڈ نے فرانس کے ساتھ ۲۸ سال کے لئے صلح کر لی اور پیرس جا کے چارلس ششم کی بیٹی ازابلا سے شادی رچائی جو اس وقت صرف آٹھ سال کی لڑکی تھی۔

اسی زمانے سے رچرڈ کی خصلت میں تغیر پایا جاتا ہے اگرچہ قطعی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ اس تغیر کا سبب صحت کی خرابی تھا یا یہ کہ دربار فرانس کی شان وشوکت دیکھکر یا شہنشاہ منتخب ہو جانے کی امید موہوم سے اُس کا سر پھر گیا۔ بہرحال، اسی زمانے سے اُس نے اپنے مسرفانہ مذاق کو بے مہار چھوڑ دیا اور مثال کے طور پر، کہتے ہیں کہ ایک کوٹ کی قیمت دس ہزار اشرفی ادا کی۔ دربار میں اسقفوں اور سیگیوں کی کثرت ہو گئی جسے رعایا سلطنت کے حق میں کوئی فال نیک نہ سمجھتی تھی۔ چنانچہ ۱۳۹۶ء کی پارلیمنٹ میں قدیم شکایتوں کا قصہ پھر تازہ ہوا

ہیکسی کا قضیہ

اور سر ٹامس ہیکسی نے بادشاہ کے جانگی مصارف میں اسراف بیجا کا مسئلہ اُٹھایا۔ یہ ساوتھ ویل کے جماعتی کلیسا

باب چہارم

روزیہ دار اور غالباً یا دربوں کے مہتمم کی حیثیت سے رکس مجلس بنکر آیا تھا۔ پہلی مرتبہ عوام نے اس کی تحریک مسلور کی اور اسے دار لارڈس بڑھا نا لیکن رچرڈ نے یہ خبر سنکر سخت معارضہ کیا اور اسے اپنے معاملات میں نہایت اہانت آمیز مداخلت تایا۔ اس کا غیظ و غضب دیکھکر عوام و اُمرا دونوں دب گئے اور نہ صرف غلطی کی معافی بلکہ فی الواقع میکسی کو واجب القتل عدّار قرار دیا لیکن صدر اسقف ارنڈیل نے کلیسائی ہونے کی بنا پر اُسے بچایا اور جلد معافی دلوادی۔ یہ واقعہ یاد رکھنے کے لائق ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بڑے جاگیرداروں کی فوجی مدد کے عوض عوام کو کس قدر کم اقتدار حاصل تھا۔

بڑیں ہم رچرڈ کو خوش ہوا کہ کہیں جاگیرداروں کا قدیم حوصلہ جو اس کے ساتھ طویل مصالحت سے پیچ و تاب کھا رہا تھا، عوام کی ناراضی سے فائدہ اٹھا کر بہری آزادی پر قیود نہ عائد کر دے۔ اور اس نے پہلے خود وار کرنے کی ٹھان لی۔

رچرڈ کا جھپٹا پھر جولائی ۱۳۹۷ء میں خاندان ہالینڈ، رٹ لینڈ (صفع شہزادۂ پارک)، اور امیر نانگھم کی مدد سے یک بیک جھپٹا مارا اور گلوسٹر، ارنڈیل اور وارک کو گرفتار کر لیا۔ ساتھ ہی اپنی خالصہ جاگیر (چیشر) میں تیراندازوں کی زبردست جمعیت بھرتی کی کہ ریڈکٹ برج کا معرکہ دوبارہ نہ پڑنے پائے۔ ستمبر میں پارلیمنٹ کا بمقام ولیسٹ منسٹر انعقاد کیا۔ محلسرا کے چوک میں ایک عارضی عمارت بنائی گئی تھی، دارالعوام کا اجلاس اسی میں ہوا اور ارکان یہ دیکھکر بالکل سہم گئے کہ چار ہزار تیراندازوں کی جمعیت تیار کھڑی ہے کہ بادشاہ کے اشارے پر تیرباری کر دے۔ بادشاہ نے یہاں اپنے طرفداروں کی ایک خاص جماعت بھی تیار کی تھی جس کے سرخیل سر جان لسبی، صدر طبلہ سر ٹامس گرین، اور سر ولیم بیگوٹ تھے۔ اُمرا میں اس نے ناٹنگھم وغیرہ کو ترغیب دی کہ وارک، گلوسٹر اور ارنڈیل پر ۱۳۸۸ء اور ۱۳۸۸ء کے باعیانہ افعال کی بنا پر مقدمہ چلائیں۔ پہلے ارنڈیل پیش اور مجرم ثابت ہوا۔ صدر حاجب لینکاسٹر نے سزا سنائی اور اسی دن سر قلم کر دیا گیا۔ دوسرا نمبر گلوسٹر کا تھا مگر اعلان کیا گیا کہ اسے حفاظت کی غرض سے کالے بھیجا تھا اور وہ قید جانے میں

باب چہارم

فوت ہوگیا۔ یہ ٹھیک معلوم نہیں کہ وہ طبعی موت مرا یا قتل کیا گیا اور قتل کیا گیا تو ظاہر ہے کہ اس کے ذمہ دار رچرڈ اور نانگھم ہوں گے کیونکہ نانگھم کالے کا حاکم اور قیدی کی حفاظت کا نگراں تھا چنانچہ افواہِ عام نے بھی بادشاہ اور نانگھم ہی کو ذمہ دار قرار دیا۔ وارک اپنے اقبال کر لینے پر حبس دوام کا مستوجب اور جزیرۂ مین میں منتقل کر دیا گیا۔ تھوڑے دن بعد امیر ارنڈیل کے بھائی، صدر اسقف کانٹی بری نے سیٹ انڈروز وزیر تبادلہ کر دیا جو درحقیقت حلادطنی اور برطرفی کے مرادف تھا بادشاہ کی تائید و رفاقت کے صلے میں امیر ڈربی کو ہیریفورڈ کا امیر کبیر بنایا گیا جو معدے میں ورق تونہ تھا لیکن معلوم ہوتا ہے موید ضرور رہا۔ رٹ لینڈ، ابھی مارل کا امیر کبیر مقرر ہوا اور غاندان ہالینڈ کو سمرسٹ اور اکزٹر کی امارت ملی۔ نانگھم نے نارفک کی امارت کبریٰ پائی اور سر ولیم اسکروپ، ولٹ شر کا امیر بنا دیا گیا۔

مقدمات کے ختم ہوتے ہی پارلیمنٹ کو جنوری ۱۳۹۸ء تک چھٹی مل گئی اور دوبارہ وہ شروزبری میں جمع ہوئی۔ یہاں صرف تین دن کا اجلاس ہوا۔ اس میں

شروزبری کی پارلیمنٹ

تین قانون منظور ہوئے۔ پہلے سے گذشتہ صدی کی ساری آئینی ترقی پر عملاً تنسیخ کا قلم پھر گیا اور معافی عام کا اعلان کر دیا گیا دوسرے سے اُون، کھال اور چمڑے کا بڑا محصول، پرگنوں سے مالیت کا بیدھواں اور شہروں سے دسواں حصہ بادشاہ کے لئے تاحیات منظور ہوا۔ تیسرے نے پارلیمنٹ کا تمام اقتدار اٹھارہ اشخاص کے تفویض کر دیا جن میں دس جاگیردار اراکین کلیسا کے مہتمم کی حیثیت سے دو امیر، اور دارالعوام کے چھ ارکان لئے گئے۔ یہ لکھنے کی ضرورت نہیں کہ یہ اٹھارہ کے اٹھارہ بادشاہ کے جاں نثار رفیق تھے غرض رچرڈ کو فتح کامل حاصل ہوئی۔ عمر بھر کے واسطے معقول آمدنی کی صورت نکل آئی۔ پارلیمنٹ قبضۂ قدرت میں آگئی۔ مخالفین کو دفعتہً کے امکان کے علاوہ) انتہائی سزاؤں کے ذریعے مخوف کر دیا گیا اور طرفہ تر یہ کہ پاپا نے بھی ان سب کاموں کی تصدیق کر دی۔ مجموعی طور پر ۱۳۹۸ء میں اس کی حیثیت وہی نظر آتی ہے جو ۱۶۸۵ء میں چارلس دوم کی تھی۔ لیکن رچرڈ تو ردِ عمل کا تماشا دیکھنے تک زندہ رہا اور چارلس زیادہ خوش نصیب تھا کہ یہ خمیازہ اپنے بھائی کے لئے چھوڑ مرا۔ تہاونوں کے ناکافی ہونے کے باعث

باب چہارم

یہ بات غالباً قابلِ اطمینان طریق پر کبھی طے نہ ہو سکے گی کہ رچرڈ کی یہ ہوشیاری، ایک دیوانے کی مطلب ہوشیاری تھی یا حقیقت میں وہ ایک عیار آدمی تھا اور جیسا کہ اکثر عیاروں کا حشر ہوا ہے، وہ بھی حد سے بڑھا اور مار کھا گیا۔

رچرڈ سے جو مخالفت شروع ہوئی اُس کا فوری سبب ایک ذاتی معاملے نے پیدا کیا۔ دسمبر ۱۳۹۸ء کا ذکر ہے کہ ہیریفرڈ و نارفک کے نئے امیر کبیر برنٹ فرڈ دلنڈن کے درمیان سوار آ رہے تھے۔ ہیریفرڈ کے بیان کے مطابق، نارفک نے اس سے کہا کہ بادشاہ تمھیں اور لینکاسٹر دونوں کو قتل کرنے کی فکر میں ہے۔ ہیریفرڈ نے سوال کیا کہ معافی دینے کے بعد وہ ایسا کیوں کرے گا؟ تب نارفک نے کہا کہ رچرڈ کے حلف کا کوئی اعتبار نہیں۔ یہ روایت سنکر رچرڈ نے حکم دیا کہ ہیریفرڈ۔ شروسبری کی پارلیمنٹ میں وہی الفاظ دُہرائے تاکہ معلوم ہو کہ نارفک نے بادشاہ پر کیسی تہمت اٹھائی ہے۔ بہر فروری میں بمقام اوس ویسٹری ان دونوں امیروں میں رچرڈ کے سامنے تُو تُو میں میں ہوئی اور نارفک نے ہیریفرڈ کو جھوٹا ثابت کیا، آخر مجلس کی طرف سے یہ قضیہ "عدالتِ مرداں" کے سپرد ہوا اور اس نے حکم دیا کہ ۱۶ ستمبر کو کوونٹری میں فریقیں لڑکر مقدمے کا فیصلہ کریں۔ لیکن جس وقت حریف میدان میں اُترے تو خود رچرڈ نے لڑائی روک دی اور مزید تحقیق تفتیش کے بغیر ابھی رائے سے نارفک کو عمر بھر کے واسطے اور ہیریفرڈ کو دس برس کے لئے (جو بعد میں، کر دیئے گئے) ملک سے نکل جانے کا حکم دیا۔ اس فیصلے کی بے ضابطگی اور زیادتی صریحی تھی مگر ممکن ہے رچرڈ نے اسے بڑی ہوشیاری سمجھا ہو کہ ایک ہی ضرب میں اس بائے کے دو جاگیرداروں سے چھٹکارا ملا۔ جلاوطن کرتے وقت اُن سے یہ بھی قسم لی کہ وہ خارج البلد صدر اسقف انڈیل سے کوئی نامہ و پیام نہ کریں گے۔ ساتھ ہی ہیریفرڈ سے وعدہ کیا کہ کوئی رہن یا دولت جو اُسے ورثے میں پہنچے گی، وہ اس سے محروم نہ کیا جائے گا۔

ہیریفرڈ اور نارفک کا قضیہ

اسی عرصے میں خبر آئی کہ اوجمور مٹھر امیر مارچ آئرستان میں ۲۰ جولائی ۱۳۹۸ء کو مارا گیا۔ یہ اوبرین اور اوٹول حامداوں کی آویزش کا واقعہ ہے۔ ادھر فروری ۱۳۹۹ء میں

باب چہارم

شہزادہ جان (لیکن) نے وفات پائی اور رچرڈ نے اپنے اسلاف کی بد دولت ہمیشہ قلاش رہا تھا۔ اس موقع سے [illegible] ضبط کر لیں بھیجا اسی روپے سے مہم تیار کر کے [illegible] اور اپنے چچا شہزادہ یارک کو نائب السلطنت بنا گیا [illegible] یارک تھوڑے سے لشکر اور بیڑہ جہاز لے کر [illegible] کرنے کی درخواست کی [illegible] آملا اور اس کے آتے ہی ملک میں [illegible] یہ سب شہزادہ ہنری کو آ ملے [illegible] جمع ہو گئے۔ [illegible] بغیر پورا ملک ہنری کے [illegible] اس سے آملا۔ اسی مہینے کی ۲۹ تاریخ ولیم [illegible] اور کرین وابسی کو جو میں رسل میں اسیر کیا گیا تھا [illegible]

رچرڈ کی معزولی

اُدھر مخالف ہواؤں نے رچرڈ کو [illegible] کے رکھا۔ [illegible] وہ ساحل ویلز پر آ اترا تو معلوم ہوا کہ اہل ملک وہ [illegible] مستعد ہو گئی جسے امیر سالسبری نے بادشاہ کی مدد کے لئے [illegible] بے سود ہے اور اس نے آرچ بشپ [illegible] یہ تار تھمبر لینڈ کو لکھا کہ میں بادشاہی سے دست [illegible] پر آمادہ ہوں۔ فائنٹ

میں شہزادہ ہنری سے ملاقات ہوئی اور اسی کے ساتھ وہ لندن آیا جہاں ۳ ستمبر کو پوری پارلیمنٹ کا اجلاس ہونے والا تھا۔ اس سے ایک دن پہلے رچرڈ نے ایک تحریر پر اپنے دستخط ثبت کر دیئے جس میں رعایا کو اطاعت و فرماں برداری غیر جملہ حلفی فرائض سے آزاد کر دیا اور بادشاہی سے بالکل دست برداری لکھ دی۔ اقرار کیا کہ میں نااہل، نالائق ہوں اور مجھے معزول کر دیا جائے تو بجا ہو گا۔ پھر ربانی آرزو

باب چہارم

ظاہر کی کہ شہزادہ ہینیری کو جانشین مقرر کر دیا جائے یہ تحریر پارلیمنٹ میں پڑھی گئی اور اپنی طرف سے خود پارلیمنٹ نے رچرڈ کی معزولی کی ۳۳ وجوہ قلمبند کیں۔ ان میں کوئی بھی معمولی نہ تھی مگر آئینی اعتبار سے اہم ترین ۱۶ ویں وجہ ہے جس میں رچرڈ کو الزام دیا تھا کہ وہ قانون کا ماخذ اپنی زبان اور سینے کو قرار دیتا اور دعویٰ کرتا تھا کہ ملک میں اور کوئی قانون وضع نہیں کر سکتا نہ رد و بدل کر سکتا ہے۔ ایک اور معزولی کی وجہ یہ تحریر کی تھی کہ رچرڈ اپنے ہر زمیندار کی جان و مال، اثاث البیت وغیرہ کی ملکیت کو شاہی مرضی پر منحصر سمجھتا تھا اور ان کے حق لینے میں کسی عدالت کے فیصلے کی ضرورت نہ مانتا تھا۔ غرض اس بیان کے بعد رچرڈ باضابطہ معزول کر دیا گیا۔

ہینیری کے حقوق رچرڈ اور ایڈورڈ ثانی

آخر میں شہزادہ ہینیری (وارث لینکاسٹر وغیرہ) نے انگریزی میں تقریر کی۔ اور اپنے حقوق پیش کئے کہ ہینیری ثالث کی اولاد میں ہونے کے علاوہ، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ خدا نے مجھے ایسے وقت یہاں بھیجا جب کہ نظم و نسق کے بگڑنے اور عمدہ قوانین کے زائل ہو جانے سے ملک تباہی کے کنارے آ پہنچا ہے۔" اس کی دلیل یہ اتفاق آرا تسلیم کی گئی اور صدر اسقف ارنڈیل اور صدر اسقف اسکروپ اسے تخت شاہی تک لیکر بڑھے اور تاج سر پر رکھ دیا۔ برسٹل کی سزاؤں کے علاوہ، اس انقلاب عظیم میں اور کسی کشت و خون کی نوبت نہیں آئی۔ رچرڈ کے ہواخواہ ضرور تھے مگر صرف (اسقف کارلائل) کے سوا، اور اس کا تائید کرنا بھی مشتبہ ہے، کسی اور نے تائید میں زبان نہ کھولی۔ الزامات کی فہرست حقیقت میں اُس وقت خیر خواہی کی زبان بند کرنے کے لئے کافی ہو گی اور مذکورۂ بالا الزام ہی ایسے تھے کہ انگلستان کا کوئی باشندہ رچرڈ کی اُن باتوں کی وکالت نہ کر سکتا تھا۔ واضح رہے کہ بادی النظر میں ایڈورڈ ثانی اور رچرڈ ثانی کے معاملے میں بہت مشابہت پائی جاتی ہے لیکن واقع میں سوائے اس کے کہ دونوں کا حشر یکساں ہوا، ان میں کوئی یکسانی نہ تھی۔ ایڈورڈ کے لئے ایک بڑی آسانی یہ تھی کہ نہایت عمدہ مشیر کی مثال نظر کے سامنے اور ملک نہایت مسطح حالت میں ہاتھ آیا تھا۔ برخلاف اس کے رچرڈ کی اکثر مشکلات موروثی تھیں اور اتفاق کے اور کچھ حکومت کے غلط اصول، ذہن نشین ہو جانے کے باعث اُسے

باب چہارم

یہ روز بد دیکھنا پڑا۔ ورنہ اس کی ناکامی ایڈورڈ کی طرح محض ذاتی نااہلی اور بداطواری پر مبنی نہ تھی۔ اصل یہ ہے کہ اس نے تو گو باتحصی بادشاہی کی بازی بدی تھی جس میں وہ ہار گیا اور قوم نے مل کر اس کی بجائے ایک ہر دلعزیز سپہ سالار گروہ کو منتخب کر لیا جس سے توقع تھی کہ آئینی اصول کے مطابق بادشاہی کرے گا۔ اور خود ہنیری نے اس بات کو بخوبی صاف کر دیا تھا۔ چنانچہ رجرڈ کے زبان و سینہ شاہی کے مخرن قانون تانے کے جواب میں ارنڈیل نے ہنیری کی پہلی پارلیمنٹ کو اطلاع دی کی سا بادشاہ" لوگوں کے اصلاح مشورے اور مرضی کے مطابق کام کرے گا اور اپنے حلف کے مطابق، رحم و صداقت کے ساتھ رعایا سے انصاف کرے گا۔

مشہور واقعات

کسانوں کی بغاوت	۱۳۸۱ء
وکلف کی وفات	۱۳۸۴ء
ریڈکٹ برج کا معرکہ	۱۳۸۶ء
بے رحم پارلیمنٹ	۱۳۸۷ء
جمعیت داری کا امتناع	۱۳۹۰ء
شروزبری کی پارلیمنٹ	۱۳۹۸ء
روجر مورٹمر کا مارا جانا	۱۳۹۸ء

جزو پنجم

تاریخ انگلستان

شجرۂ خاندانِ یارک و لینکاسٹر

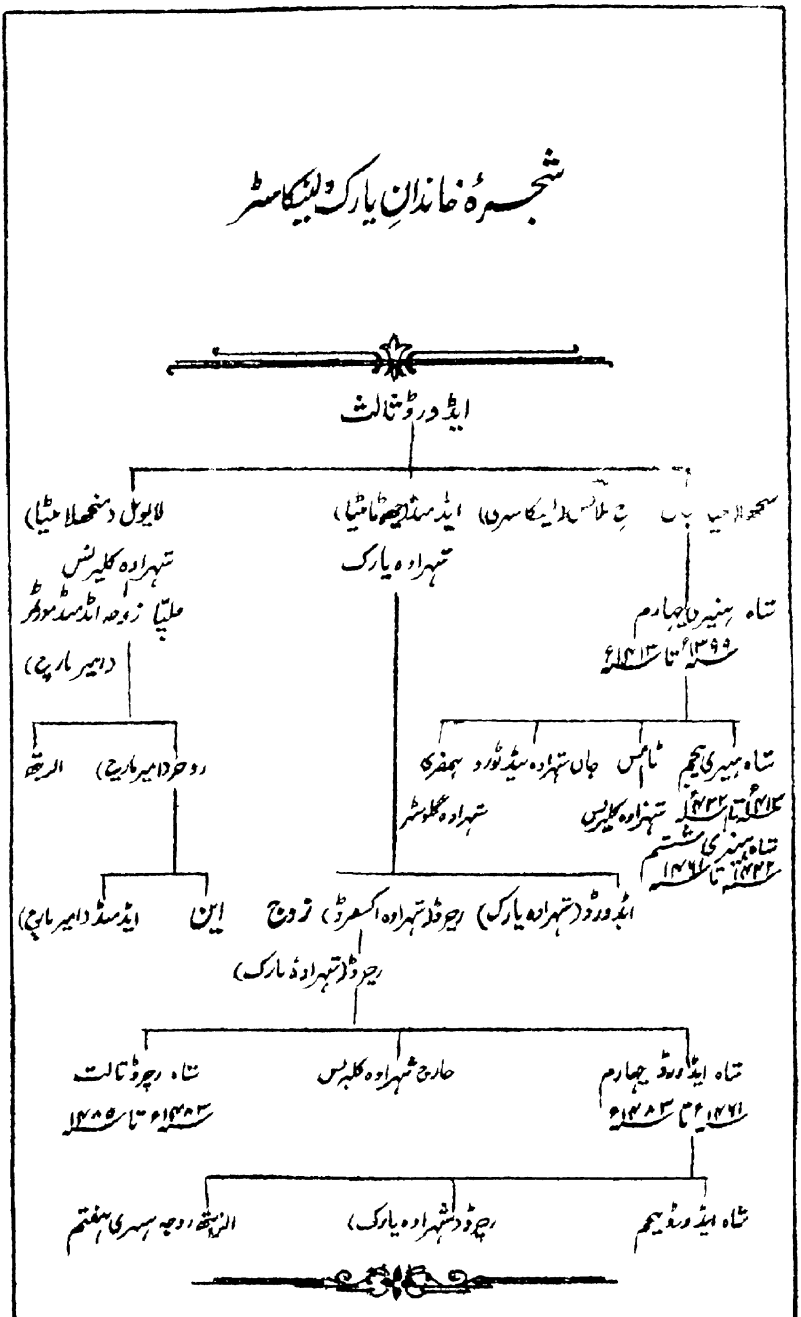

شاہان اسکاٹ لینڈ ۱۳۰۶ء تا ۱۴۸۸ء

رابرٹ بروس (۱۳۰۶ء تا ۱۳۲۹ء)

ڈیوڈ دوم ۱۳۲۹ء تا ۱۳۷۱ء

مارگریٹ زوجہ والٹر اسٹیوارڈ موسوم بہ اسٹیورٹ

رابرٹ دوم (۱۳۷۱ء تا ۱۳۹۰ء)

رابرٹ سوم زوج جین موفرٹ ۱۳۹۰ء تا ۱۴۰۶ء

جیمس اول ۱۴۰۶ء تا ۱۴۳۷ء

جیمس دوم ۱۴۳۷ء تا ۱۴۶۰ء

جیمس سوم ۱۴۶۰ء تا ۱۴۸۸ء

رابرٹ ڈیوک آلبنی (وفات ۱۴۲۰ء)

مرڈک (وفات ۱۴۲۵ء)

ہنڈاس میں گرفتار کیا گیا۔

شاہان فرانس ۱۳۵۰ء تا ۱۵۱۵ء

جان دوم (۱۳۵۰ء تا ۱۳۶۴ء)

چارلس پنجم ۱۳۶۴ء تا ۱۳۸۰ء

فلپ ڈیوک برگنڈی (وفات ۱۴۰۴ء)

جان ڈیوک برگنڈی

۱۴۱۹ء میں مقام مونٹرو قتل کر دیا گیا۔

فلپ ڈیوک برگنڈی (وفات ۱۴۶۷ء)

چارلس (دلیر) ڈیوک برگنڈی (وفات ۱۴۷۷ء)

ماگریٹ جو ہاپسبرگ سے منسوب کی۔

چارلس ششم ۱۳۸۰ء تا ۱۴۲۲ء

چارلس ہفتم ۱۴۲۲ء تا ۱۴۶۱ء

لوئی یہم ۱۴۶۱ء تا ۱۴۸۳ء

چارلس ہشتم ۱۴۸۳ء تا ۱۴۹۸ء

لوئی اورلیانی (۱۴۰۷ء میں قتل کر دیا گیا)

چارلس ڈیوک اورلیانی جو انجن کورٹ میں گرفتار کیا گیا

اور جد

لوئی دوازدہم ۱۴۹۸ء تا ۱۵۱۵ء

باب اول

ہینری چہارم ۱۳۹۹ء تا ۱۴۱۳ء

ولادت ۱۳۶۶ء ۔ از واج با (۱) میری ڈی بوہن ۱۳۸۰ء
(۲) جون (نوآری) ۱۴۰۲ء

معاصرین، اسکاٹ لینڈ ۔ روبرٹ تالث و جیمس اوّل
فرانس چارلس ششم
تہتاہ سگس منڈ

ہینری چہارم کے اوصاف و خصائل

دو آدمیوں کی سیرت میں اتنا تضاد بھی مشکل سے کہیں ملے گا، جتنا ہینری چہارم اور اس کے پیش رو میں پایا جاتا ہے۔ رچرڈ ثانی کو جس صورت کے جو اوصاف قدرت نے دئے تھے ان میں اس کے عمزاد ہینری کا بہت کم حصہ تھا۔ چست و مضبوط ہونے کے باوجود وہ نہ خوبصورت تھا نہ خوش ادا اور اس کے چوکور چہرے اور گھنی ڈاڑھی میں حسن و پاکیزگی کی وہ ایک شان بھی نہ پائی جاتی تھی جس سے حسینہ کہنٹ کا فرزند (رچرڈ)

باب اول

متصف تھا۔ اس کے مقابلے میں اگر رچرڈ محض شاہِ تطرح تھا جسے کبھی میداں میں نکلنے کی نوبت نہیں آئی اور ہر کام کے مشورے اور عمل میں لانے میں دوسروں کا محتاج رہا۔ تو ہنری بدرجہ اولیٰ میدانِ عمل کا مرد تھا جس نے بہت سے ملکوں میں لڑائی کی گھگیریں اٹھائی تھیں۔ خود سوجھنے اور قوت بازو کے بھروسے پر کام کرنے کی عادت تھی اور یہی خود اعتمادی، کھا کر دوسروں میں اعتماد و اطمینان پیدا کر سکتا تھا۔ شخصی اوصاف سے قطع نظر، بادشاہی کے تخیل میں بھی یہ دونوں بادشاہ ایسا ہی وسیع اختلاف رکھتے تھے۔ شکسپیئر نے رچرڈ کی بالکل صحیح تصویر اتاری ہے کہ وہ وقارِ شاہی کے متعلق بہت ہی ارفع و اعلیٰ خیال رکھتا تھا اگرچہ خود اس کی کم اہلی اس بلند خیالیوں کی برابر تکذیب کرتی رہتی تھی۔ بخلاف اس کے، ہنیری محض ایسے نظریوں کی بنا پر احترام و ادب کا کوئی ادّعا نہ رکھتا تھا لیکن ایسے فطری رُعب داب کی مدد لیتا اس تعظیم و ادب سے بہرہ مند ہوا جو رچرڈ کو عمر بھر نصیب نہ ہوا تھا۔

رچرڈ کی نظربندی اور اس کے طرفدار۔

نئی حکومت کو سب سے پہلے معزول بادشاہ کی حفاظت و حراست کا انتظام کرنا پڑا۔ اُمرا کی رائے سے حکم دیا گیا کہ اسے کہیں محفوظ مقام پر نظر بند رکھا جائے۔ شاہی محل کا کوئی سابق آدمی اس کے پاس آجا نہ سکے۔ اور اُس کے ساتھ کوئی خط کتابت نہ ہونے پائے۔ وہ کسی کو خط لکھے ان ہدایات کے مطابق، اسے راتوں رات ملفۂ لندن سے نکال کے لیسٹر (کیسٹ) میں، اور وہاں سے لینکاسٹری قلعۂ پونٹے فریکٹ (یارک شیر) میں پہنچا دیا گیا۔ ابھی تک اس کے بہت سے دامی دوست تھے جن میں سب سے ممتاز یہ تھے۔ شہزادہ یارک کا بڑا بیٹا جسے عام طور سے امیرت لینڈ کہتے ہے۔ رچرڈ کے سوتیلے بھائی اور بھتیجا یعنی امیرانِ ہن ٹنگ ڈن و کینٹ۔ جان بوفرٹ، امیر سمرسٹ اور جون مون ٹیگو، امیر سالسبری۔ عوام کی اسد عایر، ان اُمرا کے معاملے پر بھی دارالامرا میں غور و تحقیقات ہوئی اور بہت کچھ سوچ بچار کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ ۱۳۹۹ء کے بعد سے جو زمینیں اُن کو ملی ہیں، وہ سب ضبط کر لی جائیں۔ نیز صراحتہً اِن کو تنبیہ کر دی گئی کہ آیندہ رچرڈ کی بیشی مانی کرتے رہے تو اسے غداری قرار دیا جائے گا۔ اسی کے ساتھ بہت ہی ہمہ گیر قسم کا ایک قانون

باب اول

جمعیت واری کے خلاف۔ اس خیال سے نافذ کیا گیا کہ ناراض اُمرا کے ہاتھ میں تشدد و فتنہ انگیزی کے جو ہتھیار ہیں کسی حد تک وہی بیکار کر دیئے جائیں۔

لیکن باوجود مذکورہ بالا تجویز کے، جونہی ان اُمرا کو آزادی ملی، اسی وقت سے بعض نے ساز باز شروع کر دیئے۔ ان میں خاص خاص سارتی یہ لوگ تھے :۔ ہن ٹنگڈن، کینٹ، رٹ لینڈ، سالسبری کے اُمرا۔ روجر واڑڈن، کینٹربری کا سابق صدر اسقف۔ ٹامس مرک، اسقف کارلائل و وصاحبانِ خانقاہ اور ایک پادری موڈلین، جو صورت میں خود رچرڈ کا ہمزاد معلوم ہوتا تھا۔ ان لوگوں کی تجویز یہ تھی کہ جنوری ۱۴۱۴ء میں کنگسٹن ٹن میں جمع ہو کر ہینری کو دجو اس وقت ونڈزر میں ہوتا) اپنے لندنی طرفداروں سے بالکل جدا کر دیں۔ پھر ہینری کو گرفتار کر کے رچرڈ کی بادشاہی کا اعلان کر دیا جائے اور جب تک اُس کے قید خانے کا پتہ چلے، اس وقت تک موڈلین اُس کے روپ میں بادشاہی کرتا رہے لیکن عین موقع پر مالی سازش رٹ لینڈ نے اس منصوبے کا اپنے باپ، شہزادہ یارک سے تذکرہ کیا جس نے بادشاہ کو خبردار کر دیا۔ ہینری اسی وقت، رات ہی کو سوار ہو کر لندن آیا اور اہل لندن سے مدد کی التجا کی اور ۲۴ گھنٹے کے اندر بیس ہزار مسلح سپاہی، تیر انداز اور نیزہ بردار میدان میں جمع ہو گئے۔ بادشاہ کے اس طرح آدھی رات کو لندن چلے آنے سے باغیوں کا سارا منصوبہ خاک میں مل گیا۔ میڈن ہیڈ کے پل تہ و تند آویزش کے بعد یہ سب سرنس سٹر کی طرف فرار ہو گئے۔ مگر یہاں یہ مصیبت پیش آئی کہ چاروں طرف سے دیہاتیوں نے قصبے میں گھس کر اُس مکان پر حملہ کیا جہاں بغاوت کے سرغنہ جمع تھے اور جب انھوں نے مجبوراً ہتھیار ڈال دیئے، تو مزید تحقیق تفتیش کی دردسری اٹھائے بغیر سربار ارکینٹ و سالسبری کے امیروں کا سر کاٹ دیا۔ امیر ہن ٹنگڈن کو ایکس کے باشندوں نے چیلمز فرڈ میں گرفتار کیا اور پلیٹسی میں قتل کر ڈالا۔ ایک اور سازشی، امیر ڈس پنسر، برسٹل میں تلوار کے گھاٹ اتارا گیا۔ موڈلین کو ٹامی برن میں سولی دے دی گئی اور اسقفوں کو حراست میں لے لیا گیا۔ اس مفسدے کا سب سے حیرت انگیز پہلو یہ ہے کہ اس سے ہینری کی ہر دلعزیزی کے ساتھ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ رچرڈ کے ذاتی دوستوں سے عوام الناس کتنی نفرت رکھتے تھے

خود رچرڈ کے حق میں یہ سارس نہلک ثابت ہوئی۔ غالباً ابھی تک خود ہنری، شاہِ معزول کے ساتھ سختی کئے جانے کو روکتا رہا تھا کیونکہ شروع ہی میں رچرڈ کی گرفتاری کی خبر آئی تو لندن والوں نے ہنری کو لکھا کہ اُسے مروا دیا جائے۔ پھر ختم سال کے قریب یارک کے شہزادے اور ارنڈل، ارنڈیل وغیرہ چار بڑے امیروں نے اسی مضمون کا محضر پیش کیا لیکن ہنری نے ان دونوں درخواستوں کو قبول نہیں کیا البتہ اپنے چچا اور دوسرے امیروں سے کہا کہ اگر کسی قسم کا فساد پیدا ہوا تو سب سے پہلے رچرڈ کی جان کی خیر نہ ہوگی۔ اور اس میں تبہ نہیں کہ جو کچھ کہا تھا، وہ اس پر قائم رہا اور ابھی باغی دادئی ٹیمر میں جمع ہی ہو رہے تھے کہ پونٹے فریکٹ میں رچرڈ کو مروا دیا گیا۔ کم سے کم جنوری ۱۴۰۰ء تک سب جان گئے تھے کہ وہ مر گیا اور ایک جنازے کو رچرڈ کی لاش کہہ کر عام طور پر دکھایا اور دفن کر دیا گیا اور کسی کو اس بارے میں شک وشبہ نہیں باقی رہا۔ لیکن موت کی صحیح تاریخ اور صورت کسی کو معلوم نہ تھی اور تقریباً دو سال بعد یہ افواہیں گشت کرنے لگیں کہ رچرڈ قید خانے سے نکل بھاگا اور اب تک زندہ ہے، جن سے ہنری کی مشکلات میں اتنا اضافہ ہوا کہ بدخواہوں نے انھیں پھیلانے میں اور بھی مدد دی۔

اسکاٹ لینڈ۔ گھر کی بغاوت فرو ہونے نہ پائی تھی کہ ہنری کی توجہ اسکاٹ لینڈ کے معاملات پر منعطف ہوگئی۔ جب سے ڈیوڈ کو رہائی ملی (۱۳۵۷ء) اس وقت سے انگلستان و اسکاٹ لینڈ کے تعلقات مجموعی طور پر اچھے خاصے رہے اگرچہ سرحدی جاگیردار برابر چھاپے مارتے اور سرحدی باشندوں کو ستاتے رہتے تھے۔ اور ان کا نتیجہ کبھی کبھی ایسی بڑی لڑائی کی صورت میں برآمد ہوتا جیسے ۱۳۸۸ء میں اوٹربرن کی ہوئی۔ ۱۴۰۰ء میں اسکاٹ لینڈ کا برائے نام بادشاہ تو روبرٹ (تالث) تھا لیکن اپاہج ہونے کے باعث اصلی اختیارات اُس کے بھائی شہزادہ آلبنی کے ہاتھ میں تھے۔ رچرڈ سے جو میعادی صلحنامہ ہوا وہ ۱۳۹۹ء میں ختم ہوگیا اور اس کی تجدید بغایت ضروری تھی تاکہ اگر رچرڈ کا خسر، چارلس ششم شاہِ فرانس، اس کی مخولی کو حیلۂ جنگ بنا کے انگریزوں سے پھر لڑائی چھیڑ دے تو اسکاٹ لینڈ والے اس کی مدد پر تیار نہ ہو جائیں جیسا کہ ان کا معمول تھا۔ ہنری کو معلوم ہوا کہ واقع میں وہ صلح کی تجدید میں

لیت ولعل کر رہے ہیں، لہذا اس نے ٹھان لی کہ بزور تھمتیرا اپنی بادشاہی مسوائے اور صلح نامے کی تجدید کرائے۔ چنانچہ ۱۴۰۰ء کی گرمیوں میں فوج لے کے اسکاٹ لینڈ روانہ ہوا۔ وہاں کا سرحدی امیر جارج (ڈنبار) جسے اپنے بادشاہ سے رنج پہنچا تھا، انگریز بادشاہ کے ہمرکاب تھا۔ مگر اسکوٹوں کو تجربے نے احتیاط سکھادی تھی کہ کھلے میداں کی لڑائی میں تو وہ سامنے آنے سے بچتے رہے اور ادھر ہیری کی احتیاط پسندی نے یہ گوارا نہ کیا کہ خلافِ موقع ان پر حملہ کر بیٹھتا۔ پس لیتھ کو آگ لگا کے، سامان رسد نہ رہنے کے باعث وہ مجبوراً الٹا پھر آیا اور گویا اسکوٹوں کے چرکا لگا گیا کہ جب انھیں موقع ملے تو وہ بدلہ کالیں۔

فرانس کا مارا ض اور اسکاٹ لینڈ کا انتقام کے لئے بقرار ہونا کچھ کم مصروفیت کا موجب نہ تھا کہ سرحد ویلز کے تازہ فساد نے اسے اور پریشان کر دیا۔ واقعہ یہ ہے کہ

اوون گلین ڈوور

ویلز کے ایک زمیندار، **اوون گلین ڈوور**، کا اپنے ایک انگریز ہمسائے امیر گرے سے جھگڑا ہو گیا اور اس معمولی تکرار نے بڑھتے بڑھتے ایک قومی بغاوت کی شکل اختیار کر لی **اوون** پورے نام میں اپنے آپ کو "امیر وادی آب سیاہ" (ڈوڈی) تحریر کرتا تھا۔ ویسٹ منسٹر میں قانون کی تعلیم پائی اور ہینری کا تہزادگی کے زمانے میں پٹہ دار رہا تھا۔ وہ دولمند، مہمان نواز، دلکش اخلاق و آداب کا آدمی تھا، اور آئندہ کارناموں سے ثابت ہوا کہ بے قاعدہ جنگ کی غیر معمولی صلاحیت رکھتا تھا۔ ہینری شمال ہی میں تھا کہ اووین کے آدمیوں نے امیر گرے کی زمینوں سے بڑھکر قصبات کے انگریز آبادکاروں کو لوٹنا مارنا شروع کیا بلکہ خود انگلستان کے پرگنے، شروپ شہر پر ڈاکے مارنے لگے۔ بادشاہ بہ عجلت مغرب کی طرف بڑھا اور ستمبر میں ویلز پر حملہ کیا۔ لیکن یہاں بھی اُسے اتنی ہی کم کامیابی ہوئی جیسی اسکاٹ لینڈ کے حملے میں ہوئی تھی کیونکہ اووین مرے سے پہاڑوں میں بیٹھا رہا تا آنکہ نومبر کے پالے نے ہینری کو واپس ہٹ جانے پر مجبور کر دیا۔ تاہم وہ اپنے سہ دہ سالہ بڑے بیٹے ہینری کو امیر چیشر بنا کے، سرحد کی حفاظت کے لئے چھوڑ گیا اور اُس کی نگرانی، نارتھمبرلینڈ کے بڑے بیٹے ہینری پرسی کے سپرد کر دی جو بہادر و لائق، اور سرحدی ترکتازی کی بدولت

"ہوٹ اسپر" (= "گرم مہمنر") کہلاتا تھا۔

جوری ۱۴۰۱ء میں ہینری نے اپنے عہد کی دوسری پارلیمنٹ فراہم کی۔ اس اجلاس کا سب سے مشہور کام آئین "ملاحدہ سوزی" کی منظوری ہے۔

آئین ملاحدہ سوزی

واضح رہے کہ وکلف کی ۱۳۸۴ء میں وفات کے باوجود، اس کے عقائد و آرا برابر شایع ہوتے رہے اور گو اس کے متبعین کا کوئی منظم اور باقاعدہ مذہبی فرقہ نہیں بنا، تاہم عوام اور خواص اہل کلیسا میں بے شبہ بہت سے لوگ موجود تھے جنھیں مروجہ عقائد پر اعتراض تھا۔ یہ لوگ سب سے بڑھکر تثلیث، علما کی دولت مندی، فقرا کے فرقے تصویر پرستی، معصیت فروشی، زیارات اور قبول توبہ کے اصول پر معترض تھے مگر بعض نے وکلف کی تقلید میں، تغیر لحم و دم کے مسئلے پر بھی ایراد کیا تھا۔ ان اعتراضات وغیرہ پر غور کرنے کی غرض سے صوبہ کینٹربری کے علما کی ایک خاص مجلس بھی منعقد کی گئی جس کے دو شعبے تھے۔ شعبۂ عالیہ میں دو خانقاہوں کے صاحبانِ سجادہ، کرائسٹ چرچ کا صدر مہتمم اور اٹھارہ اسقف شامل تھے۔ اور باقی مہتمم، حلقے کے پادری وعمرہ کلیسائی عمال وعلما، شعبۂ زیرین میں داخل تھے۔ اس مجلس نے خصوصیت کے ساتھ چار لالرڈ ملحدوں کے خیالات پر بحث کی جن میں سب سے ممتاز ایک معاشدار پادری ولیم چارٹرس تھا۔ یہ شخص پہلے حلقہ لن کا امام رہا اور پھر وہاں سے بلا کر لندن بھیجدیا گیا تھا۔ آخر میں ساری بحث کا فیصلہ عشاے ربانی کے متعلق اس کے عقیدے پر آٹھرا کہ اس کا قول تھا "روٹی صرف روٹی رہتی ہے گو وہ مسیح کے گوشت کے ساتھ رہے"۔ اسے کافی نہیں سمجھا گیا اور چارٹرس ملحد قرار دے کر کلیسا سے نکال دیا گیا۔

اسی روز ہینری نے لندن کے میر بلڈ اور عمال کے نام حکم لکھا کہ چارٹرس کو زندہ جلا دیا جائے۔ ممالک یورپ میں اس قسم کی قتل و مردم سوزی معمولی بات تھی مگر انگلستان میں یہ پہلا واقعہ ہوا اور مجلس کلیسا نے اس بوجہت کے اور مقدموں کا انتظام کرنے کے واسطے بھی بادشاہ کو عرضی دی کہ ایک قانون وضع کیا جائے تاکہ ملاحدہ سے رجوع کے بعد منحرف ہو جانے والوں کو مجرم قرار دے کے "مزید کارروائی کے لئے" شاہی عمال کے حوالے کیا جا سکے۔ اسی درخواست پر یہ آئین مرتب ہوا کہ جالیس دن کے اندر تمام ملحدانہ تحریریں موقوف کر دی جائیں اور جو لوگ

نہ مانیں یا ماننے کے بعد پھر منحرف ہو جائیں ان کے سر عام جلا دینے کا حکم دے دیا گیا۔ یہ آئین اُمرا کے مشورے سے مرتب ہوا تھا۔ مگر عوام نے جس طرح اس بات پر خدا کا شکر ادا کیا کہ بادشاہ نے ایسے بُرے عقیدے اور اُس کی تعلیم دینے والوں کا قلع قمع کیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "آئین ملاحدہ سوزی" اصل میں اُس زمانے کے عام و خاص سبھی کے خیالات کو ظاہر کرتا ہے کہ الحاد کی بیخکنی کا مناسب طریقہ کیا ہونا چاہئے۔ بعد میں الحاد کی بنا پر لوگ برابر قتل ہوتے رہے انھی میں ایک درزی بیڈبی کا قصہ مشہور ہے جو لندن میں ۱۴۱۲ء میں زندہ جلایا گیا۔ یہ واقعات معمولاً، وقائع نویسوں کی توجہ سے محروم رہے لیکن شہروں اور پرگنوں کے کھاتوں میں وقتاً فوقتاً ملاحدہ کے جلانے کے اخراجات کا حساب درج ہے۔ یاد رہنا چاہئے کہ یہ قانون صاف طور پر ملحدانہ عقائد شرعی سے تعلق رکھتا تھا اور لالرڈ گروہ کے بہت سے خیالات اس مد میں داخل نہ تھے اور نہ اس کی وجہ سے لوگوں کی وہ بے اطمینانی کم ہوئی جو کلیسا کے عام حالات دیکھکر پیدا ہوئی تھی۔

۱۴۰۰ء میں اسکاٹ لینڈ کی لڑائی کا انتظام امیر نارتھمبرلینڈ اور جلا کردہ امیر مارچ کے حوالے کر کے، بادشاہ انگلستان چلا آیا تھا۔ مگر آیندہ سال نامہ و پیام ہوتے رہے اور کوئی خاص جنگی کارروائی نہیں ہوئی۔ البتہ ۱۴۰۲ء میں امیر مارچ نے بروک کے قریب بمقام نسبٹ مور، اسکوٹوں کو شکست دی اور جب ہوٹ اسپیر ویلز سے واپس آیا تو دس ہزار اسکوٹوں نے حملہ کیا اور نارتھمبرلینڈ میں گھس آئے۔ ان کے سردار امیر ڈنگلس اور خود شہزادہ آلبنی کا بڑا بیٹا مرڈک اسٹوارٹ (امیر فائف) تھے۔ لیکن ہومل ڈون پہاڑی پر گلن ندی کے قریب انگریزی تیراندازی نے ان کا شیرازہ بکھیر دیا اور کاٹ کے دھر دیا۔ دونوں سردار اسیر کر لئے گئے۔

لیکن انگریز امیروں کی اس درجہ کامیابی سے خود بادشاہ کی ناکامیاں اور نمایاں ہوگئیں اوون ابھی تک آزاد تھا۔ شہزادہ ہینری اور ہوٹ اسپیر نے بہت کوشش کی کہ اُسے کھلے میدانوں میں چھاپے مارنے سے روک دیں، کچھ پیش نہ گئی۔ انتہا یہ کہ قلعوں تک کی حفاظت دشوار ہوگئی۔ ۱۴۰۲ء میں وہ امیر گرے کو پکڑ کر لے گیا اور جب ایڈمنڈ مورٹمر نے اپنی خاندانی جاگیر کی حفاظت کے

باب اول

سلسلے میں اوون پر وادئ ٹیم میں بمقام برین گلاس حملہ کیا، تو اُسکی منہ کی کھائی اکثر ساتھی مارے گئے اور خود صرف ہتھیار ڈال کر اپنی جان بچا سکا۔ پھر خود بادشاہ نے بڑے اہتمام سے فوج کشی کی مگر اوون کمال ذہانت سے لڑائی سے پہلو بچاتا رہا اور ہینری کے سپاہی بارش میں بھیگنے اور پوری خوراک میسّر نہ آنے سے اتنے پریشان ہوئے کہ تین ہفتے بعد ذلّت کے ساتھ پسپائی اختیار کی۔ معلوم ہوا کہ ایسے غنیم کے مقابلے میں مہذب طریقے سے جنگ کرنا بے کار ہے۔ نہ تھوڑے تھوڑے دن کی معرکہ آرائی کارگر ہو سکتی ہے۔ ادھر ہینری کے پاس اتنا روپیہ بھی نہ تھا کہ وہ اپنے کثیر التعداد قلعوں میں اتنے سپاہی متعین کر دیتا کہ وہ آس پاس کے علاقوں کو خوفزدہ کرتے رہتے۔ اور بھی بہت اسباب ایسے تھے کہ ہینری کی ہر دلعزیزی میں فرق آنے لگا۔ اول تو ہر پرجوش تحریک عام کے بعد رجعت کا ہونا لازمی ہے۔ ۱۳۹۹ء

ہینری سے ناراضی

کا انقلاب بھی شورش عام کا نتیجہ تھا اب خواہی نخواہی اس کا ردِّ عمل شروع ہوا۔ بیرونی جنگ اور اندرونی فتنہ و فساد کے انتظام نے یہ امکان باقی نہ رکھا تھا کہ ہینری محاصل کم کر کے عوام کی خوشنودی حاصل کرے اور اسی بے زری کی بدولت فریق مخالف کو بھی رام کرنے کی تدبیر نہ کی جا سکتی تھی پچھلے قرضے ادا نہ ہو سکنے سے قرضخواہوں کے تقاضے الگ سوہان روح بنے رہتے تھے۔ طرفہ تر یہ کہ بادشاہ کے مذہبی جوش کے باوجود، درولیسوں کے گروہ کسی وجہ سے اس کے خلاف ہو گئے اور اُن کے داعی جہاں تک بن پڑا سوئے ظن پھیلاتے رہے۔ آئے دن جنگ و جدال اور سازشوں کی افواہیں اڑتی رہتی تھیں اور رچرڈ کے نکل بھاگنے کے فسانے بڑے اہتمام سے مشہور کئے جاتے تھے۔ عوام کو خاصی طرح یقین آچلا تھا کہ ہینری بالکل بے کار ثابت ہوا۔ اور کسی باغیانہ تحریک کے واسطے روجر ڈموٹمر کا بڑا بیٹا، ایڈمنڈ (امیر مارچ) اور اس کے بھائی بہن موجود تھے کہ انھیں امیدوار بادشاہی بنا کے ہنگامہ بپا کر دیا جائے۔ اور یہی آثار و قرائن دیکھکر دونوں پرسیوں نے ارادہ کر لیا کہ ایک زبردست بغاوت مرتب کرنے کے اس عمدہ موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

پرسیوں کی مخالفت

ان میں سے ایک پرسی، یعنی امیر نارتھمبرلینڈ وقتی پر حاشش کے باعث رچرڈ ثانی کی بیکلی میں ہینری کا ممد و معاون بن گیا تھا ورنہ ہینری کے لینکاسٹری خاندان سے اس کی قدیم دشمنی چلی آتی تھی۔ اور ہینری کی تخت نشینی کے وقت سے متعدد اسباب نے اس دیرینہ مخالفت کو پھر تازہ کر دیا سب سے مقدم سبب تو مالی تھا کہ اسکاٹ لینڈ اور ویلز میں دو سال تک زیادہ تر یہی باپ بیٹے لڑائی کا بار برداشت کرتے رہے۔ جنگ کے کثیر مصارف میں ان کا ساتھ ہزار پونڈ خرچ ہوا جس میں سے بیس ہزار ابھی تک ۱۰ ہونا باقی تھا اور شاہی خزانے کی حالت دیکھکر مطلق امید نہ ہوتی تھی کہ یہ ادا ہو سکے گا شمال میں نارتھمبرلینڈ اور نوجوان پرسی (ہوٹ اسپر) نے بڑے کارنمایاں دکھائے اور ان کے مقابلے میں ہینری کی اسکاٹ لینڈ پر فوج کشی، بالکل ہیچ اور ویلز کی جنگ آرائی شرمناک نظر آتی تھی۔ سمالی ویلز میں ہوٹ اسپر کی قیادت بھی حسد و بدگمانی پیدا کئے بغیر نہ رہی تھی۔ بہرحال، دبی ہوئی چنگاریاں سب سے پہلے اُس وقت ابھریں جب جنگ ہومل ڈن ہل کے قیدیوں پر اختلاف ہوا کہ ان قیدیوں کو پرسی قرضے کے کفالت میں اپنے زیر حراست رکھنا چاہتے تھے۔ ایک اور پیچیدگی ایڈمنڈ مورٹمر کے معاملے میں پیدا ہوئی کہ ہینری نے اس کا فدیہ دینے سے انکار کیا اور کہا کہ میں اس ویلزی کی روپے سے مدد نہیں کروں گا۔ غالباً اس کا ایک سبب تو یہ غصہ تھا کہ ایڈمنڈ ہمیشہ سے باغی رہا تھا اور بے شبہ ایک یہ کہ ہینری اُسے، اُس کے بھتیجے نوجوان مورٹمر سے الگ رکھنا ہی بہتر سمجھتا تھا۔ مگر اس کی بہن الزبتھ، ہوٹ اسپر کی بیوی تھی اور ہینری کے انکار سے علانیہ جھگڑا ہو گیا جس میں بیان کیا جاتا ہے کہ بادشاہ نے فی الواقع ہینری کو مارا۔

اسی انکار کی وجہ سے نوجوان مورٹمر نے اوون کی بیٹی سے شادی کی اور مخالفت میں ایک بڑا جتھا تیار ہو گیا جس کے سرغنہ یہ لوگ تھے: اوون مورٹمر ہینری پرسی امیر نارتھمبرلینڈ۔ اس کا بھائی، ٹامس پرسی امیر ورسٹر۔ ہوٹ اسپر اور امیر ڈگلس واضح رہے کہ بجز قرضہ ادا نہ کرنے کے، ہینری نے پرسیوں کو خوش کرنے میں کوئی کمی نہ کی تھی حتیٰ کہ معرکۂ ہولمڈن کے بعد جنوبی اسکاٹ لینڈ کا

باب اول

ایک بڑے تطعے کے انگلستان سے الحاق کیا تو اُسے بھی اچھی کو عطا کر رہا تھا۔ نظر بایں اسے ہرگز امید نہ تھی کہ وہ ایسی دعا کر بیٹھے گے کہ اتنے میں (۱۳۷۳ء) کی گرمیوں میں) یکایک اطلاع ملی کہ ٹامس پری تمام خزانہ لے کر جو اس کی تحویل میں تھا شروزبری سے فرار ہوگیا ہے اور ہوٹ اسپر چیشیر کی طرف کوچ کر رہا ہے جس کا مطلب صریحاً یہ تھا کہ وہاں فوج جمع کرے اور اوویس کے ساتھ ہو کر ولی عہد انگلستان کا مقابلہ کرے۔ یوں بھی چیشیر میں رچرڈ ثانی بہت ہر دلعزیز رہا اور خود ہوٹ اسپر نے اپنے قیام کے زمانے میں کافی اثر پیدا کیا تھا۔ چنانچہ اہل چیشیر شوق سے اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہونے لگے اور تھوڑے ہی دن میں کم سے کم چودہ ہزار سپاہی جمع ہو گئے۔ اب اس نے ایک اعلان شایع کیا۔ ہینری پر الزام لگایا کہ اس نے رچرڈ کی جان لی۔ وعدے کے خلاف محصول وصول کئے۔ اور پارلیمنٹ کے آزادانہ انتخاب میں خرابی ڈالی۔ آخر میں تحریر تھا کہ میں نے اس کی پست پناہی کرنے میں جو غلطی کی تھی اس کی تلافی میں اب، ایڈمنڈ امیر مارچ کو جو رچرڈ ثانی کا وارث جائز ہے، تخت پر متمکن کروں گا۔

معرکۂ شروزبری چیسٹر سے پرے میلڈ آکر، ہوٹ اسپر نے شروزبری کا (جہاں ولی عہد انگلستان کا مستقر تھا) محاصرہ کر لیا۔ پھر یہ سنکر کہ خود بادشاہ اُس پر حملہ کرنے کے لئے برٹن سے بڑھ رہا ہے، اس نے شروزبری سے کوئی تین میل شمال میں کسی قدر بلند جگہ پر اپنی صفیں جمالیں کہ تیر اندازوں کو یقیناً بہت اچھا موقع حاصل ہوگیا۔ ادھر ہینری کی فوج ہر چند تعداد میں کم سے کم حریف کے برابر تھی، لیکن وہ لڑنے کا مشتاق نہ تھا بلکہ پوری کوشش کرتا رہا کہ باغیوں سے صلح صفائی کی کوئی صورت نکل آئے۔ اس میں کامیابی نہ ہوئی تو آخر کار ۲۱ جولائی کو اس نے حملے کا حکم دیا۔ بڑی سخت لڑائی ہوئی اور دوپہر سے لے کر رات تک جاری رہی۔ کہتے ہیں سات ہزار آدمی کام آئے اور نارتھمپٹن و ہیسٹنگز کے بعد سرزمین انگلستان پر غالباً اتنا سخت معرکہ کبھی نہ پڑا تھا۔ نتیجے میں ہینری کو کامل فتح نصیب ہوئی۔ ہوٹ اسپر عین گھمسان میں مارا گیا اور ٹامس وڈگلس اسیر کر لئے گئے۔ دو دن بعد ٹامس اور چیشیر کے دو عمائد کو غداری کی سزا میں

باب اول

مرواد یا گیا اور ہوٹ اسپر کا سر ایک مہینے تک بمقام لندن برج منظر عام پر رکھا رہا کہ کسی کو اس کی موت میں شک نہ رہے۔

معلوم ہوتا ہے خود ہینری کو ہوٹ اسپر کی موت کا دلی صدمہ ہوا اور اس نے آیندہ جنگ و خونریزی کی نوبت نہ آنے دینے کی ہر ممکن کوشش کی خوش قسمتی سے بوڑھا امیر نارتھمبرلینڈ بھی بیٹے کی موت سے بہت مرعوب ہو گیا تھا لہذا ۱۱ اگست کو یارک میں ہینری سے ملا اور اپنے آپ کو بادشاہ کے حوالے کر دیا اور قیام امن کی جو کچھ شرطیں بادشاہ نے قرار دیں وہ سب قبول کیں۔ اس کے بعد ہینری ڈرسٹر آیا کہ اوون کی روک تھام کرے جس کی غارتگری برابر جاری تھی حالانکہ کوئی جمعیت اس کے پاس نہ تھی جسے باقاعدہ فوج کہا جا سکے۔ اس مرتبہ بھی ہنری کو ان قزاق سپاہیوں سے وہی زحمت پیش آئی جو دو مرتبہ پہلے اس کی سعی کو ناکام کر چکی تھی۔ چنانچہ اس دفعہ بھی وہ سوائے اس کے کہ کچھ نہ کر سکا کہ جہاں تک ہو سکے سرحدی قلعوں کے دستوں کو کیل کانٹے سے لیس رکھا جائے تاآنکہ شورش و بغاوت کا جوش خود بخود دب جائے۔ لیکن اس میں بڑی دیر لگی اور ہینری کے جیتے جی اوون خار پہلو بنا رہا۔ تاہم ۱۴۰۶ء میں اس کا معاملہ کلیتہً ولی عہد کے تفویض کر دیا گیا جسے ان سرحدی معرکوں میں وہ موجی تجربہ حاصل ہوا جو آیندہ اس کے بہت کام آیا۔ امیر نارتھمبرلینڈ کو حراست میں آنے کے ۱۰ ماہ کے اندر آزادی اور جاگیر واپس دے دی گئی تھی لیکن ہینری کی محبت بھری کوشش کہ اس کا بوڑھا دوست پچھلے جھگڑے بھول جائے گا، مشکور نہ ہوئی۔ بہ امیر برابر ریشہ دوانی کرتا رہا اور ۱۴۰۵ء میں ابیر ناٹنگھم (خلف امیر کبیر نارفک) اور صدر اسقف یارک کی شرکت میں ایک اور سازش تیار کی۔ یہ باغی آٹھ ہزار کی جمعیت سے لڑنے آئے اور بادشاہ کے سنبھلے بیٹے جان اور ریلف نویل نے ان کا مقابلہ کیا۔ یہی وہ شہزادہ ہے جس نے آگے چل کر امیر کبیر بیڈفرڈ کے نام سے بڑی شہرت پائی اور نویل (امیر ویسٹ مورلینڈ) نارتھمبرلینڈ کا قدیم حریف تھا۔ فریقین میں پہلے نامہ و پیام ہوئے۔ اسکروپ (صدر اسقف یارک) نے بادشاہ پر کئی الزام عائد کئے کہ وہ مکر و فریب سے تخت پر قابض ہوا، رچرڈ کے قتل کا اشارہ کیا، علما اور غیر علما کو خلاف قانون مروایا اور

عام طور پر ملک میں تباہی اور خونریزی کا باعث ہوا۔ پھر مطالبہ کیا کہ ایک بے لاگ پارلیمنٹ منعقد کی جائے، محصول کم کر دئے جائیں اور ویلز کی بغاوت کا پوری قوت سے قلع قمع کیا جائے۔ امیر ناٹنگھم نے خاندان مورٹمر کو قید سے بھگانے کی ناکام کوشش میں بھی کچھ نہ کچھ رفاقت کی تھی، تاہم ویسٹ مورلینڈ نے وعدہ کیا کہ ان کے مطالبات بادشاہ کے سامنے پیش کر دئے جائیں گے اور اسی اطمینان دلانے پر باغی سپاہی منتشر ہو گئے۔ تب موقع پا کے بادشاہی فوج نے (موبری) امیر ناٹنگھم اور اسکروپ کو گرفتار کر لیا اور بادشاہ نے بھی اس مرتبہ مطلق رعایت نہ کی بلکہ چھوٹ مُوٹ کی تحقیق کے بعد دونوں قیدی مروا دئے گئے ایک اُسقف اس طرح قتل کرائے جانے کا انگلستان میں یہ پہلا موقع تھا اور جس ڈھٹائی سے یہ حرکت کی گئی تھی، اس سے معلوم ہوتا ہے ہر شخص کو ششدر کر دیا۔ زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ مقتول اسقف کی قبر کی طرح طرح کی کرامتیں سننے میں آنے لگیں اور کچھ روز بعد ہینری علیل ہوا تو عام طور سے اسے بھی اسی جرم کی سزا سمجھا گیا۔

اُدھر نارتھمبرلینڈ اور بارڈولف شمال میں بھاگے اور سرحد پار ہو گئے تھے۔ ہینری نے الن وک وغیرہ اُن کے قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ انھوں نے شہزادہ آلبنی کی مدد حاصل کرنے کی کوشش کی تھی اور اس میں کامیابی نہ ہوئی تو ویلز اور پھر فلینڈرس اور فرانس چلے گئے۔ ۱۴۰۸ء میں پھر اسکاٹ لینڈ آئے اور تھوڑی سی وہاں کی فوج لے کر انگلستان میں داخل ہوئے۔ نارتھمبرلینڈ کے بعض قدیم زمیندار بھی اس سے آملے تھے لیکن یارک شر کا علاقہ باغی امیروں کے خلاف رہا اور ٹامس روک بی عامل شاہی نے بے قاعدہ فوج ہی سے انھیں بریم ہیم مور کے مقام پر مار بھگایا۔ نارتھمبرلینڈ میدان میں مارا گیا۔ بارڈولف کے مہلک زخم آیا اور ہینری سے امیروں کی کشمکش کا بالآخر خاتمہ ہو گیا۔ اسی کے ساتھ اووین کی ہمدردی بھی اتنی نہ رہی۔ فرانس سے ایک جمعیت مدد کے لئے آئی اور ۱۴۰۹ء میں ملفرڈ کی لنگرگاہ پر اُتری لیکن ویلز کے پہاڑوں میں ان کی بھی ایسی ہی مدارات ہوئی جیسی ہینری کی ہوئی تھی اور وہ لوگ جل بھن کے واپس چلے گئے اس کے بعد لڑائی رفتہ رفتہ موقوف ہو گئی لیکن اووین ہموطنوں کی وفاداری کی بدولت تا زندگی آزاد رہا

اور ہیبری کی وفات کے کئی سال بعد فوت ہوا۔

اوون اور اسکاٹ لینڈ کے ساتھ لڑائیاں، یرغمیوں کی بغاوت اور ہر وقت کی مالی پریشانیاں ایسے اسباب تھے جن سے آٹھ برس تک ہینری کی بادشاہی بہت ہی تلخ رہی اور حق یہ ہے کہ ان مشکلات میں اسی کی غیر معمولی استقامت اور قابلیت تھی کہ اپنی جگہ پر قائم رہا۔ ہم بریکم ہیم کی جنگ کے وقت ہی وہ بہت ضعیف اور ناتوان ہو گیا حالانکہ اس کی عمر اکتالیس سال سے زیادہ نہ تھی۔ اور گو آخری ۶ سال بیرونی ممالک سے نسبتہً امن و سکون میں گزرے لیکن وہ برابر ایک تکلیف دہ اور مضعف بیماری سے کشمکش کرتا رہا۔ البتہ اور اعتبار سے تقدیر نے سازگاری کی اور دو اتفاق ایسے پیش آئے کہ اسکاٹ لینڈ اور فرانس کی طرف سے سب کھٹکا جاتا رہا۔ یاد ہوگا کہ کئی سال سے روبرٹ ثالث محض نام کا بادشاہ تھا۔ وہ ایک خانقاہ سے دوسری خانقاہ میں پڑا پھرتا اور محض ایسے مستعد بھائی، شہزادہ آلبنی کے کاموں کا تماشا دیکھتا رہتا تھا۔ آخر میں آلبنی نے روبرٹ کے بڑے بیٹے شہزادہ روتھسے کو فاک لینڈ کے قلعے میں فاقے مار دیا۔ ۱۴۰۱ء میں بیچارے بادشاہ نے دوسرے بیٹے جیمس کو فرانس روانہ کیا لیکن راستے میں اس کا جہاز راس فلیم برو کے سامنے ستا رہا تھا کہ انگریز ملاح آ چڑھے اور دو اڑھائی سالہ جیمس کو پکڑ کر ہینری کے دربار میں پہنچا دیا۔ آلبنی کا بیٹا مرڈک پہلے سے انگریز بادشاہ کے قبضے میں تھا۔ جیمس کے ہاتھ آنے سے وہ بہت خوش ہوا کہ اسکوٹوں کو بہلا رکھنے کے لئے یہ ایک اور یرغمال مل گیا۔ یہ حکم دیا کہ اس کی ونڈزر میں پوری نگرانی رکھی جائے۔ ساتھ ہی بہت اچھی تعلیم دلوائی اور جیمس کے ۱۹ برس جو انگلستان میں گزرے وہی غالباً اس کی زندگی کا بہترین اور نہ کم سے کم پُرامن ترین زمانہ تھا۔

انگلستان کی گلابوں والی لڑائی کی طرح انھی دنوں فرانس میں خانہ جنگی کا بازار گرم تھا۔ چارلس ششم محض نکما اور بادشاہی، جان (شہزادہ برگنڈی) اور لوی (شہزادہ اورلیان) کے درمیان جو نیمہ بن گئی تھی۔ ان میں پہلا بادشاہ کا عمزاد اور دوسرا بھائی تھا۔ ان باہمی جھگڑوں میں فرانس کو بیرونی جنگ کی

باب اول

فرصت نہ مل سکتی تھی لہذا ہینری کا کام یہ رہ گیا تھا کہ تماشا دیکھتا رہے اور جو فریق کمزور ہو اُس کو مدد دے کے پھر اُبھار دے ۱۴۰۰ء میں شہزادہ اور لیان پیرس کے بازاروں میں عوانی کا شکار ہوا لیکن اُس کے بیٹے لوئی نے جنگ جاری رکھی۔ اور اُس کا خسر امیر ارمانیا اتنا طاقتور تھا کہ تمام اور لیانی یا حوبی جماعت کو اکثر اوقات ارمانیائی موسوم کرتے تھے۔ مقتول دائی اور لیان کو ہینری سے ذاتی عناد تھا اس لئے انگلستان کے اس کے مارے جانے کے بعد بھی عموماً برگنڈی والوں کا حامی رہا۔ ۱۴۱۱ء میں ان کی مدد کے لئے معقول فوج روانہ کی گئی۔ مگر ۱۴۱۲ء میں یہ سنکر کہ ارمانیائی فریق بالکل ہارا جاتا ہے، ہینری نے اپنی کمک انھیں بھجوادی اور اصول کی بھیٹ دے کے فریقین کو متحد کرا دیا۔

آئینی حکومت

لیکن ہینری چہارم کے عہد کی اصلی دلچسپی ویلز، اسکاٹ لینڈ وغیرہ بیرونی لڑائیاں یا اندرونی بغاوتوں سے وابستہ نہیں ہے بلکہ اس واقعے سے کہ یہ بادشاہ لینکاسٹری فریق کے آئینی خیالات کا وکیل، اور حقیقت میں مجلسی فرمان روا بنکر حکومت کرنا چاہتا تھا۔ اس اعتبار سے نیز اور باتوں میں اس کا مقابلہ ولیم ثالث سے کرنا فائدے سے خالی نہ ہوگا کہ یہ دونوں طول طویل اور بے نتیجہ لڑائیوں میں اُلجھے رہے۔ دونوں کی مالی حالت سقیم تھی اور دونوں کو ایسی پارلیمنٹوں سے سابقہ پڑا جو بادشاہ کی احتیاج سے فائدہ اٹھا کر اپنے حقوق کو قوی تر کرنا چاہتی تھیں۔

اپنے سارے عہد میں ہینری کی سب سے بڑی دستواری، روپے کا سوال تھی۔ اس کی معمولی آمدنی ایک لاکھ پونڈ سالانہ سے کچھ اوپر ہی ہوگی۔ اس میں سے نصف تو اُون کے محصول برآمد سے وصول ہوتی اور باقی دوسرے تجارتی محاصل، خالصہ اراضی کے لگان، رسوم وجوب، جرمانوں، ضبطیوں، فرامین کے سالانہ نذرانوں اور دہی اور پانزدہی کے محصول سے جو عملاً سالانہ ہو گیا تھا۔ عہد حکومت کے پہلے سال جس میں اُمرا کی سرکشی اور اسکاٹ لینڈ کی مہم کے مصارف بھی ادا کرنے پڑے کل آمدنی ۲۴۹، ۱۰۹ پونڈ اور خرچ ۱۰۹/۰۰۶ پونڈ ہوا۔ گویا ۲۴۳ پونڈ کی بچت رہی لیکن آگے چل کے حالت بد سے بدتر ہوتی گئی۔ ویلز کی فوج کشی ہی میں بے حساب

وپیہ اُٹھانا پڑا کہ پیادوں کی باقاعدہ اور معقول فوج رکھنے کے علاوہ قلعوں کی مرمت
ر مقامی دستوں پر بہت کچھ خرچ ہوتا تھا۔ امن کے زمانے ہی میں صرف قلعہ کیلے
خرچ اٹھارہ ہزار یونڈ تھا۔ شمالی ویلز کے ۶ بڑے قلعے (:۔ کون وے، کارنارون،
یکیتیہ، ہارلک، ڈن بی، بومارس) پانچ ہزار یونڈ سالانہ کھا جاتے تھے اور باقی
پاس چھوٹی گڑھیوں کا تو ذکر ہی کیا ہے جن میں ہر گڑھی کی موج الگ رکھنی پڑتی تھی۔
یمز ثانی کی موہ کی خبر گیری کے سلسلے میں ۸ ہزار سالانہ خرچ ہوتا۔ گیئن، آبرلینڈ
مرحدوں پر الگ روپیہ صرف کرنا پڑتا۔ غرض سال بہ سال ہیری اپنے سرداروں
مکاٹ لینڈ کی اور پارلیمنٹ والوں سے یہی دکھڑا روتا کہ خزانہ خالی پڑا ہے اور میں نہیں
جانتا کہ روپیہ کہاں سے آئے گا۔

ان حالات میں ظاہر ہے کہ پارلیمنٹ کی مرضی کا لحاظ کئے بغیر حکومت
چل سکتی تھی۔ لیکن اصل یہ ہے کہ ہینری بذات خود آئینی حکومت کا قائل تھا
ر اپنے پیش رو کی طرح ہرگز نہ چاہتا تھا کہ پھر مطلق العنانی اختیار کرے چنانچہ
اصول جس کی بار بار صراحتیں ہوئی تھیں کہ شاہی ورراکی جماعت پارلیمنٹ کی
متمد علیہا ہونی چاہئے، اس کو عمل میں ہینری ہی لایا۔ مثلاً ۱۴۰۴ء میں عوام
ر درخواست پر بادشاہ نے پارلیمنٹ کے ۲۲ ارکان نامزد کئے کہ وہ اُس کے
امی اور ممتاز مشیر رہیں ۱۴۰۴ء اور پھر ۱۴۱۱ء میں دارالعوام نے ان میں
ذو بدل کی استدعا کی تو اسے منظور کر لیا اور حکومت کی ذمہ داری اس طرح مجلس
کور کو حاصل ہو گئی جیسا کہ آج کل آئینی بادشاہی کا دستور ہے۔ ۱۴۰۶ء میں حکومت
اہلیت پر حرف زنی ہوئی تو ہینری نے جواب دیا کہ میں اپنی مجلس شوریٰ سے
وں گا کہ تا امکان اچھا کام کریں۔ اسی طرح مالیات پر پارلیمنٹ کو کامل اقتدار
گیا۔ شاہی محلسرا کے مصارف میں ماہانہ الاٹ پلٹ کی گئی اور ۷ ہزار سے
۱ ہزار پونڈ سالانہ تک مختلف رقوم اس کے لئے مقرر ہوئیں اور قریب قریب
ہی طریقہ عمل میں لایا گیا جو آج کل دیوانی عہدہ داروں کے لئے جاری ہے۔
ارالعوام کو اجازت ملی کہ قومی آمد وخرچ کے حسابات کی تنقیح کے واسطے
ہ خود مشرف نامزد کر دے اس میں تو ہینری کو بہت کچھ تامل تھا باقی بادشاہ کا

باب اول

پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر محصول عائد کرنا بالکل خارج از بحث ہوگیا۔ اسی طرح ایک قابل حیرت ترقی یہ تھی کہ دارالعوام کے نہایت باقاعدہ اجلاس ہونے لگے اور ایک مرتبہ تو سال میں ۹۵ دن تک مسلسل کام ہوتا رہا جس سے ارکان میں یقیناً مشترک جماعت ہونے کا احساس اور مل کر کام کرنے کی عادت پیدا ہوئی۔ روپے کی ضرورت کا مقدم ہونا، اس کی مدد و قعت کو بڑھاتا رہا کیونکہ کم استطاعت آبادی کا نمایندہ ہونے کے باعث دارالعوام ہی کی آرا قوم کی قابلیت، مالگزاری کا عمدہ معیار ہوسکتی تھی۔ پھر یہ آئینی طریقہ بادشاہ کے باقاعدہ اعلان سے بالکل مسلم ہوگیا۔ آیندہ پارلیمنٹ کے کسی ایوان کو اجازت نہ رہی کہ دوسرے کی رضامندی کے بغیر تنہا روپے کی منظوری کے متعلق کیفیت پیش کردے اور دونوں کی رضامندی کی صورت میں بھی بلا استثنا یہ کیفیت دارالعوام ہی کے صدر نشین کے ذریعے پیش ہونے لگی۔ غرض ان آئینی اصول اور طریقوں کے اختیار کرلے سے ہینری چہارم اور اس کے پارلیمنٹوں کے باہمی تعلقات ایسے رہے جن کی ازمنۂ وسطیٰ کی تاریخ میں نظیر ملنی مشکل ہے۔

کلیسا کی حمایت

ہینری کو اپنا مرتبہ قایم رکھنے میں بلاتبہ اہل کلیسا سے بڑی مدد ملی جو صدر اسقف آرنڈیل کی سرکردگی میں بہ حیثیت ایک مخصوص جماعت کے برابر اس کی حمایت کرتے رہے۔ اصل یہ ہے کہ کلیسا کو بھی پھونک پھونک کے چلنے کی ضرورت تھی۔ لالرڈ تحریک اور خصوصاً اس کے وہ اعتراضات جن کا ہدف شریعت کی بجائے ملہائے دیں کی دولت و جاہ تھی، تقریباً ایک نسل تک کلیسائی اقتدار کی ہیجکنی کرتی رہی اور اُدھر اونیئیوں سے پایاؤں کے واپس آنے کے بعد سے ان میں باہمی ایسے مناقشے ہوئے کہ پایا کی طرف سے کسی کارگر اعانت کی امید باقی نہ رہی۔ غرض وہ مجبور ہوئے کہ بادشاہ کا سہارا لیں اور ہینری جیسا راسخ العقیدہ اور آئین پسند فرماں روا خواہی نخواہی ان کا یاور و مددگار بن گیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم آرنڈیل و بوفرٹ جیسے حکام کلیسا کو شاہی ضرورتوں کے لئے روپیہ دینے میں ہمیشہ تیار پاتے ہیں اور ہینری کی مالی مشکلات جن بھاری بھاری محاصل کی مقتضی ہوئیں، ان کی ادائی میں عام پادریوں کی

اول طرف سے بھی کوئی قیل و قال نہیں سنتے حقیقت میں دارالعوام کی زیر لب تعریض کبھی کبھی یاد دلاتی رہتی تھی کہ اُن کی جاگیر داری کس قدر بے ثبات ہے۔ کئی موقعوں پر یہاں تک گفتگو بھی آئی کہ اہل کلیسا کی ساری زرعی آمدنی سال بھر کے واسطے بحق سرکار جمع کرلی جائے۔ اور ۱۴۱۴ء میں عوام کی طرف سے فی الواقع یہ تجویز پیش ہوئی کہ اسقفوں اور دینی جماعتوں کی ساری املاک ضبط کر کے ۱۵ امیر، ۱۵۰۰ ہزار مقطع دار اور ۶ ہزار زمیندار نئے بنائے جائیں جس کے بعد بھی ۲ ہزار پونڈ سالانہ کی آمدنی خالص حکومت کے لئے بچ رہتی تھی مگر یہ منصوبہ چل نہ سکا۔ اور اس کا سبب ظاہر یہ نہ تھا کہ لوگ مذہب سے حسن اعتقاد رکھتے تھے بلکہ یہ کہ امرا کی تعداد میں، جو پہلے ہی بہت قوی تھے، اضافہ کرنا صریحاً خطرناک ہوتا۔ جو دماد شاہ اور اس کا بڑا بیٹا اس تجویز کے خلاف تھے اور یہ دوبارہ پیش نہ ہوئی۔ لیکن ارنڈیل خاموش مقابلے پر قانع رہنے والا نہ تھا۔ صدر اسقف کی حیثیت سے اُس نے لڑائی کو گویا دشمن کے ٹھاک میں چھیڑ دیا اور ۱۴۰۹ء میں ایک کلیسائی مجلس کے زور پر جدید تنظیمات کا سلسلہ شائع کیا۔ ان میں سے ایک نے کتاب مقدس کا انگریزی ترجمہ کرنا ممنوع قرار دیا تاوقتیکہ ایسا ترجمہ، مقامی اسقف یا اُس صوبے کی مجلس کلیسا پسند نہ کرلے۔ ایک اور فتویٰ یہ تھا کہ کلیسا جس مسائل کو طے کر چکا ہے، اُن پر آئندہ کوئی مباحثہ یا مناظرہ نہ کیا جائے۔

بادشاہ کی علالت ۱۴۰۵ء سے بادشاہ کی صحت جواب دینے لگی تھی مرض کے متعلق مختلف رائیں ہیں لیکن یہ یقینی ہے کہ وہ لاعلاج بیماری تھی اور بظاہر جسمانی کمزوری کے ساتھ اس کی دماغی صحت پر بھی بُرا اثر پڑا لے بغیر نہ رہی۔ مرض کا زور ہوتا تو معاملات کی باگ شہزادہ ویلز کے ہاتھ میں آجاتی اور جدود ویلز و اسکاٹ لینڈ کے جنگی وایس کے علاوہ وہ لندن میں شاہی بزم شوریٰ کی صدارت کا کام بھی انجام دیتا۔ ولی عہد کے بعد ملک میں سب سے باوقعت شخصیت بلاشبہ ارنڈیل کی تھی اور وہ ہینری کا وفادار دوست تھا۔ لیکن اس کا اقتدار خاندان بوفرٹ کی رقابت سے محفوظ نہ تھا۔

شہزادہ جان کا بیٹا جان بوفرٹ دامیر سمرسٹ ۱۴۱۰ء میں فوت ہوا اور

باب اول

جان، ایڈمنڈ اور ایک بیٹی جون اولاد چھوڑی۔ متوفی کچھ بہت ممتاز آدمی نہ تھا البتہ اس کے بھائی ہینری اور ٹامس زیادہ قابل اور جاہ طلب تھے۔ ان میں ہینری پہلے لنکن کا اسقف مقرر ہوا (۱۳۹۸ء) اور ۱۴۰۴ء پھر ولیم (وکھمی) کا وینچسٹر کی اسقفی پر جانشیں بنایا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ شہزادہ ویلز کا اتالیق بھی تھا اور مدت العمر اس کا دوست رہا۔ دوسرے بھائی ٹامس نے بحری اور بری جنگ خصوصاً (یا) آئرلینڈ کورمبں، ناموری پائی اور بالآخر امیر کیرکریٹر بنایا گیا۔ ریچرڈ ثانی کے زمانے میں جو قانون اس غرض سے وضع ہوا تھا کہ خاندان بوفرٹ کو شہزادہ جان (گونٹ) کی اولاد جائز تسلیم کیا جائے اس میں حق بادشاہی سے بھی انھیں خارج نہیں کیا تھا لیکن ۱۴۰۶ء میں ہینری نے اس قانون کی توثیق کی تو یہ لفظ بڑھا دئے "بجز استثنائے منصب شاہی"۔ مگر یہ قانون کارگر نہیں رکھتے تھے۔ اُدھر بوفرٹ خاندان کا باہمی اتحاد تو بہت ممکن ہے کہ اپنی اسی کم نسبی کے احساس پر مبنی ہو اور اس میں بھی شک نہیں کہ شہزادہ ویلز سے ان کے تعلقات بہت دوستانہ تھے، بایں ہمہ بالکل ممکن تھا کہ آگے چل کے وہ اپنی روش بدل دیں۔ نگران کا حریف ارنڈیل عالباً کچھ زیادہ آئین پرست و دیرنہ تھا بلکہ امارت کے پرانے تمحلات اس کے دل میں بوفرٹ خاندان کی بہ نسبت زیادہ گہرے جمے ہوئے تھے۔ علیٰ ہذا الخلیا کے جداگانہ منابع کا وہ ہینری بوفرٹ سے بھی بڑھکر وکیل تھا۔ یہی سبب ہے کہ عام رجحان وقت کے مطابق صدارت عظمیٰ کی خدمت کبھی اُس کے ہاتھ میں رہتی اور کبھی کسی بوفرٹ کو مقرر کر دیا جاتا۔ ایسے تغیر کا ایک سبب یہ بھی ہوتا کہ مجلس شوریٰ میں کبھی ہینری کی چلتی اور کبھی شہزادہ ویلز کا اثر غالب ہو جاتا تھا۔ ۱۴۰۷ء سے ۱۴۰۹ء تک ارنڈیل صدر اعظم رہا لیکن اسی سال مطبعات کا اجرا اور اسی سلسلے میں جامعہ آکسفرڈ سے ایک منافستہ پیدا ہوا اور شہزادہ ویلز نے جو وہبی اسی درسگاہ میں پڑھا تھا، ارنڈیل کی مخالفت کی۔ غرض ہر دلعزیز نہ رہنے کے باعث عہدۂ صدارت ٹامس بوفرٹ کو مل گیا اور ۱۴۱۲ء تک وہی یہ خدمت انجام دیتا رہا اور عجب نہیں کہ اس مدت میں شہزادہ ولی عہد باپ کی طرف سے کام کرتا رہا ہو۔ لیکن اسی سال ایک اور قضیہ

باب اول

اٹھ کھڑا ہوا، یعنی روایت کی جاتی ہے کہ ولی عہد اور بوفرٹ خاندان نے باضابطہ تجویز کی کہ بادشاہ، تخت سے دست بردار ہو جائے۔ کسی دوسری شہادت سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی مگر یہ یقینی ہے کہ پھر ارنڈیل منصب صدارت پر فائز ہو گیا، اور بزم شوریٰ کی صدارت بھی ولی عہد کی بجائے اس کے بھائی شہزادہ کلیرنس کے تفویض ہوئی جو بوفرٹ خاندان کے غالباً سدا خلاف رہتا تھا۔ اور لیانی فریق کو مدد دینے کی غرض سے فرانس جو مہم بھیجی گئی اس کی قیادت بھی ولی عہد کو نہیں ملی بلکہ دوسرے بھائی کے سپرد کی گئی۔ مگر یہ تغیر کچھ دیرپا نہ تھا کیونکہ بادشاہ کی حالت برابر بگڑتی جاتی تھی اور اگلے ہی سال (مارچ ۱۴۱۳ء میں) اس نے وفات پائی اور ایسا نام نیک یادگار چھوڑا کہ اگر اس کے پیش رو کے مصائب پر ترس و تاسف سے لوگوں کی رائے تکدر نہ ہو جاتی اور اس کے جانشین کی دھوم دھام اور طاہری کارنامے نظر کو چیرہ نہ کر دیتے تو اُسے لازماً انگلستان کے تاجداروں میں بہت اونچی جگہ مل جاتی۔

مشہور واقعات

آئین ملاحدہ سوزی	۱۴۰۱ء
معرکہ ہولمڈن ہل	۱۴۰۲ء
اسکروپ کی بغاوت	۱۴۰۵ء
جیمس شاہ اسکاٹ لینڈ کی گرفتاری	۱۴۰۶ء
دارالعوام کا اجرائے محاصل میں کامل دخل	۱۴۰۷ء

باب دوم

ہینری پنجم۔ سنہ ۱۴۱۳ء تا سنہ ۱۴۲۲ء

ولادت: سنہ ۱۳۸۸ء۔ ازدواج باکیتھرائن (فرانسیسی) سنہ ۱۴۲۰ء

معاصرین:

اسکاٹ لینڈ۔	جیمس اول
فرانس	چارلس ششم
شہنشاہ	سگس منڈ
پاپا	مارٹن پنجم و یوجی نیس چہارم

روایت عام کہتی ہے کہ ہینری پنجم کی زندگی کا کوئی زمانہ بہت آزادی و اوباشی میں بسر ہوا۔ اگر یہ صحیح ہو تو غالباً یہ اس کے باپ کے عہد حکومت کا آخری سال ہوگا جب کہ جبری بیکاری نے اسے مختلف ترغیبات میں پھنسا دیا ورنہ مستند تحریروں سے ثابت ہے کہ باقی تمام زندگی میں وہ ضروری کاموں میں اتنا مصروف و منہمک رہا کہ

ماسا اول

عیاشی کی مہلت ہی اسے نہ مل سکتی تھی۔ دوسرے ممکن ہے کہ یہ روایت محض فسانہ ہو۔ اور اگر واقع میں صحیح ہو تو بھی زیادہ سے زیادہ یہ کیا جائے گا کہ اس کی اوباشی دراصل محنت و مشقت کی دو طویل مدتوں کے درمیان ایک بیکاری کا وقفہ تھا ورنہ بادشاہ ہونے کے وقت سے ہینری کے اس عزم محکم میں پھر کبھی لغزش نہ آئی کہ وہ اپنے زمانے کے خیالات کے مطابق سراسر عمدہ بادشاہ ثابت ہو۔

مصالحانہ روش

نیا بادشاہ بوفرٹ گھرانے کو بہت چاہتا تھا لہذا پہلا ہی کام اس نے یہ کیا کہ ہینری بوفرٹ، اسقف وینچسٹر کو صدر مقرر کیا اور ارنڈیل کو فرصت مل گئی کہ اپنے کلیسائی فرائض پر متوجہ ہو مگر بادشاہ اس خاندان سے جھگڑنا نہ چاہتا تھا چنانچہ پادری ارنڈیل کے بھائی اور اپنے دوست، امیر ارنڈیل کو اس نے وزیر خزانہ بنا دیا۔ اسی آشتی پسندی کا مقتضیٰ تھا کہ رچرڈ کی ہڈیاں لاکے عزت سے ویسٹ منسٹر میں دفن کرا دی گئیں۔ چند روز بعد ہوٹ اسپر اور امیر ہن ٹنگڈن کی اولاد کو ضبط شدہ جاگیریں واپس مرحمت ہوئیں۔ نوجوان امیر مارچ شاہی ندیموں میں شامل ہوا اور سابق امیر رٹ لینڈ امیر کبیر یارک بنایا گیا اور شریف بادشاہ نے اس کا بھی خود انتظام کیا کہ یارلیمنٹ نئے امیر کبیر کی وفاداری تسلیم کرے۔ خلاصہ یہ کہ اس سے جو کچھ ممکن تھا وہ کیا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ ماضی کو دل سے بھلا چکا اور آئندہ ساری متحدہ قوم کا بادشاہ رہنا چاہتا ہے۔

اس بلند خیالی کو نباہنے کے لئے ہینری کو وہ سامان اور اوصاف میسر تھے جن سے اس کا باپ محروم تھا۔ اول تو وہ اپنے حق بادشاہی کے متعلق کوئی خوف و فکر نہ رکھتا اور نہ اپنے پچھلے افعال کی برائی بھلائی کی نسبت متوہم تھا۔ نہ کوئی

ذاتی اوصاف

خاندانی قضیہ یا گذشتہ رقابت و سازش کی الجھن اس کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ دوسرے ذاتی اوصاف اور شکل صورت یعنی بلند قامت، مضبوط و شاندار جسم اور آداب و اخلاق حتیٰ کہ احساسات بھی ایسے پائے تھے کہ سرتاپا بادشاہی برستی تھی۔ اس کے اطوار بھی اچھے اور عقائد نہایت راسخ و بے عیب تھے۔ رزم و بزم دونوں کی بہت عمدہ تربیت حاصل ہوئی اور سب سے بڑھ کر یہ قابلیت خدا نے دی تھی کہ حد درجہ زحمت و دردسری برداشت

باب اول

کرسکتا تھا۔ ایسا شخص جس زمانے میں بھی ہوتا، بہ حیثیت بادشاہ کے امتیاز حاصل کرتا لیکن یہ ہینری کی اور خوش نصیبی تھی کہ اس کے عہد میں خود قوم کا رجحان بیرونی جنگ کی طرف تھا اور اسی موقع کی ہینری کو تمنا تھی۔ بے شبہ اس جنگ کے انجام کو پیش نظر رکھکر آج ہمارا جی چاہتا ہے کہ محاربات فرانس کے تباہ کن خاتمے کا ہینری کو ذمہ دار گردانیں لیکن یہ یقینی بات ہے کہ ایسے زمانے میں اُس کی جنگ جُوئی بالکل وقت کے مناسب تھی اور معاصرین ہینری کو مردانگی کا مرقع تصور کرتے تھے تاہم یہ لڑائی، تخت نشینی کے ساتھ ہی جاری نہیں ہوگئی۔ کیونکہ ازمنۂ وسطی کے بادشاہ محض ملک گیری یا اپنے تحمیل کے حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ اپنے حقوق کے واسطے لڑتے تھے اور جب تک اپنے مطالبات کے متعلق نامہ و پیام نہ کر لیتے، اس وقت تک بھی میداں میں اُترنے کی جلدی نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ ہینری کے بھی ابتدائی دو سال معمولی کاروبار کے علاوہ محض تیاریوں میں خرچ ہوئے۔

البتہ اس زمانے کا ایک غیر معمولی واقعہ سر جان اولڈ کاسل کا قصہ تھا۔

سر جان اولڈ کاسل

واضح رہے کہ گو انگلستان میں دار پر چڑھنے کی بہت کم لوگوں کو ہمت ہوی، تاہم لالرڈ خیالات بالکل عائب نہیں ہو گئے تھے اور پادری ارنڈیل نے صدارت عظمی کے کاموں سے فرصت پاتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ خاص دربار شاہی میں ان ملحدانہ خیالات کے سب سے ممتاز حامی پر وار چلایا کہ دوسروں کو عبرت حاصل ہو۔ یہ سر جان اولڈ کاسل تھا جو اپنی بیوی کے حق سے امیر کوب ہم کے لقب سے زیادہ مشہور تھا۔ وہ ۱۴۰۴ء میں ہیریفرڈ شر کی طرف سے دارالعوام کا رکن ہوا اور ۱۴۰۹ء سے دارالامرا میں شریک کر لیا گیا۔ وہ عاقل و دلیر اور جنگ ویلز میں ہینری کے بہترین سرداروں میں تھا۔ اس کے ساتھ لالرڈی عقائد سے دلی گرویدگی تھی اور گیسٹ و ہیریفرڈ شر میں اس گروہ کے واعظوں کو اجارت دے کر گویا ان عقائد کی تبلیغ و اشاعت میں مدد کرتا رہا۔ اب ارنڈیل کے ایما سے مجلس علمانے اس پر الزام لگایا اور وہ تین استفتوں کے روبرو طلب کیا گیا۔ حاضر نہ ہوا، تو حکم شاہی سے گرفتار کر کے پیش کیا گیا اور طول طویل تحقیقات کے بعد ملحد ثابت ہوا اور حکم ہوا کہ زندہ جلا دیا جائے۔

باب دوم

تاہم اسے چالیس دن کی مہلت ملی کہ اپنے عقائد سے توبہ کرلے اور اس مہلت میں اُس نے بھاگ جانے کی سبیل نکال لی معلوم ہوتا ہے ایک منصوبہ یہ بھی بنایا گیا تھا کہ بادشاہ سینٹ جائلز فیلڈ کے جلسے میں لندن جائے، تو ایلینھم کے مقام پر خود اُسے پکڑ لیا جائے مگر ہینری پوری طرح چوکس تھا۔ رات ہوتے ہی اس نے لندن کے پھاٹک بند کرا دئیے اور گھوڑے پر سوار ہو کر خود قریب کے دیہات میں چکر لگایا۔ کوئی ساٹھ سازشی پکڑے گئے اور یہ سازش اس خوبی سے فرو کر دی گئی کہ لوگ اُس کے وجود ہی میں شبہ کرنے لگے ہیں۔ بہرحال، اولڈ کاسل کئی سال ہاتھ نہ آیا مگر ۱۴۱۷ء میں پکڑ لیا گیا اور دارالعوام کی درخواست اور امرا کے فیصلے سے بہ حیثیت ملحد، غدار کے، فتہیر کی گئی اور سولی دے کے جلا دیا گیا۔ ارنڈیل ۱۴۱۴ء میں فوت ہو چکا تھا۔ اس کا جانشین ہینری چچلی ہوا لیکن وہ اپنے پیش رو کی مثل ملکی معاملات میں کوئی ممتاز حصہ نہیں رکھتا۔ لالرڈی خیالات برابر موجود رہے اور چالیس سال بعد چچسٹر کے اسقف پیکوک نے انھیں اس قابل سمجھا کہ مستقل کتاب[1] رد میں تحریر کی اور زیارات، قبول توبہ، گرجوں کی تصاویر سے زینین اور دوسرے مراسم کی حمایت کی جن پر لالرڈ فرقے کے لوگ معترض تھے۔ اسی واقعے سے ثابت ہے کہ وکلف کی تعلیم کتنی گہری اور دلنشیں تھی اور یہ مسئلہ کہ ٹیوڈر خاندان کے زمانے میں جو اصلاحی تحریک ہوئیں، ان کا لیکا سڑی عہد کے لالرڈی خیالات سے کتنا تعلق تھا، ابھی تک اہل تاریخ میں مابہ البحث ہے۔

۱۴۱۴ء کی شہرت کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ مدت سے عوام ایک امتیاز طلب کر رہے تھے، وہ اس سال اُن کو عطا ہوا۔ وضع قوانین میں ان کا حصہ تو ۱۳۲۲ء سے مسلّم ہو چکا تھا لیکن قانون کی عبارت شاہی عہدہ دار مرتب کرتے تھے، لہٰذا نام کو تو دارالعوام کی عرضداشتیں منظور کر لی جاتیں مگر اصلی قانون مارہا ان کی تجویز سے بہت کچھ مختلف بلکہ نافذ ہوتا نظر آیا، اب راہ داری اور چنگی کے محاصل کی سہ سالہ منظوری دیتے وقت دارالعوام نے اپنی

دارالعوام کی عرضداشتیں

---

[1] اس کا نام The repressor of over much blamng the clergy تھا۔

باب دوم

عرصداشت میں یہ بھی استدعا کی کہ آیندہ ایسا کوئی قانون نہ وضع اور نافذ کیا جائے اور نہ الفاظ میں ردّ و بدل سے اس کے معانی میں کوئی ایسا تغیر کیا جائے جس کی دارالعوام کی عرضداشت میں استدعا موجود نہ ہو۔" اس پر بادشاہ نے جواب دیا کہ "آیندہ ہمارے عوام کی عرصداشت پر کوئی کارروائی ایسی نہ کی جائے جو ان کی استدعا کے خلاف اور جس کے وہ رضامندی ظاہر کئے بغیر پابند ہو جائیں۔" اسی کے ساتھ بادشاہ کے اس حق کی کہ وہ جس عرصداشت کو چاہے قبول یا مسترد کر دے، پوری طرح توثیق کر دی گئی۔

۱۴۱۵ء میں ہینری، فرانس کے خلاف جنگ کا اعلان کرنے پر پورا تیار ہو گیا۔ اس کے منصوبے پر پارلیمنٹ میں بحث ہوئی اور تینوں طبقوں نے تائید کی۔

جنگ فرانس کے اسباب

سامان جنگ کی منظوری اور روپیہ ادا کرنے میں جیسی مستعدی دکھائی گئی وہ اس امر کی دلیل ہے کہ ایسا زرعی ملک جیسا اُن دنوں انگلستان تھا، چند سال بھی امن کی نعمت سے بہرہ مند رہے تو حیرت انگیز سرعت سے گذشتہ نقصان کی تلافی کر لیتا ہے۔ اس موقع پر بھی بلاشبہ وہی اسباب کام کر رہے تھے، جن سے ایڈورڈ ثالث کے ابتدائی زمانے میں جنگجوئی کا جوش پیدا ہوا مزید برآں بادشاہ کو غالباً اس کے باپ نے یہ مشورہ دیا تھا، اور وہ خوش تھا کہ اُس کے امرا کی قوت جنگجوئی کے لئے ایک مصرف بہم پہنچائے اور ایک قول کے مطابق، اہل کلیسا بھی غنیمت سمجھے کہ اہل ملک کی توجہ علمائے مذہب کی عیب بینی کی بجائے دوسری طرف منعطف ہو۔ ہینری بدات خود اپنے دعوے کے حق بجانب ہونے کا یقین رکھتا تھا اگرچہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اپنے حقوق کی قانونی دلیل، اس نے کیا سوچی تھی کیونکہ اصول وراثت کی رُو سے ایڈورڈ ثالث کا وارث رچرڈ ثانی کے بعد امیر مارچ ہوتا تھا۔ بہرحال، جنگ کا موقع یقیناً اچھا تھا کہ اہل برگنڈی اور **اومانیاگ** حسب معمول آپس میں چھری کٹار ہو رہے تھے اور ہینری کو امید تھی کہ ان میں کوئی نہ کوئی حریف انگریزوں کے ساتھ ہو جائے گا۔ چنانچہ ۱۴۱۴ء میں اس نے نارمنڈی، آنژو، مین اور کیسکنی کے وہ اضلاع جو انگریزوں کے قبضے میں نہ تھے، ان سب کو واپس دینے کا باضابطہ مطالبہ کیا اور

باب دوم

جب یہ مسترد کر دیا گیا تو پارلیمنٹ کی رائے لے کر فرانس پر حملے کی تیاریاں کیں، پارلیمنٹ نے ایک پانچواں اور ایک ساڑھے ساتواں محصول منظور کیا اور انگلستان میں پردیسی خانقاہوں کو جو اراضی ملی تھیں، وہ سب بادشاہ کے حوالے کر دی گئیں۔ حسب معمول تنخواہ دار فوج فراہم ہوئی۔ شہزادوں اور امرائے کبار کے واسطے ۱۳ شلنگ، امرا کے لئے ۶ شلنگ جاگیردار یا صدر مبارز (جس کے تحت میں چند مبارز اور ہوں) کے لئے ۴ شلنگ۔ مبارز (نائٹ) کے لئے ۲، رمیندار کے لئے ایک اور تیرانداز کے لئے نصف شلنگ یومیہ تنخواہ مقرر ہوئی۔ مزدوری کی اجرت اُن دنوں ۱ شلنگ یومیہ تھی لہٰذا ہینری کی فوج میں ملک کے چیدہ ترین باشندے جمع ہو گئے اور عام سپاہیوں میں دو تہائی مالِ غنیمت کی تقسیم کے اقرار سے ایک اور ترغیب کا اضافہ ہو گیا۔ یہ سب تیاریاں ہو چکیں تو ایک مجلس کبیر منعقد ہوئی جس میں معمولی پادری اور عوام نہ تھے بلکہ صرف عمائد شامل تھے اور اس نے فیصلہ کیا کہ جنگ شروع کر دی جائے۔ پھر اپریل ۱۴۱۵ء میں تاج فرانس کا رسمی مطالبہ کیا گیا اور حکومت فرانس نے صاف جواب دے دیا تو ہینری فوج لیکر ساحل کی طرف روانہ ہوا۔ لندنی افواج کا جائزہ لیتے وقت بادشاہ نے رائے ظاہر کی کہ ہماری حکمت عملی پورے ملک کے حق میں صریحاً فائدے کا موجب ہو گی۔

فوج کی تنخواہیں

ساؤتھمپٹن پر لشکر کا اجتماع ہوا اور آگے روانہ ہونے والے ہی تھے کہ خلاف توقع ایک سازش کا حال کھلا جو امیر مارچ کے واسطے پکائی جا رہی تھی۔ اس کا سرغنہ شہزادہ یارک کا چھوٹا بھائی رچرڈ (امیر کیمبرج) تھا جسے ہینری نے امیر مارچ کی بہن این مورٹمر سے شادی کی اجازت دی تھی۔ اور امیر مارچ کے بعد حق بادشاہی اسی بہن کو پہنچتا تھا۔ رچرڈ کے شریک ہینری لو اسکروپ اور ٹامس گرے (ہیٹنی) تھے جن میں ہینری امیر ولٹ شہر کا جسے ۱۳۹۹ء میں سزائے موت ملی اور متوفی صدر اسقف یارک کا عزیز قریب ہوتا تھا۔ اہل سازش کا منصوبہ یہ تھا کہ بادشاہ کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر امیر مارچ کو ویلز اُڑا لے جائیں اور وہیں اس کی بادشاہی کا اعلان کر دیا جائے۔ مگر باور کیا جاتا ہے کہ اس منصوبے کی خود امیر مارچ نے ہینری کو خبر دے اور سازشی فوراً گرفتار کر لئے گئے۔ امیر کیمبرج اور

باب دوم

ٹامس گرے نے اقبال جرم کر لیا اور اسکروپ کو امرا نے مجرم قرار دیا تینوں کے سر قلم کرا دئے گئے۔ لیکن ہینری نے امیر مارچ سے اپنی دوستی یا شہزادہ یارک سے تعلقات میں فرق نہ آنے دیا اور اس کی عین عالی حوصلگی کی دلیل ہے۔ امیر کیمبرج کا حرد سال بیٹا شاہی دربار میں پرورش پاتا رہا اور آگے چل کر ہینری ششم کے حریف اور امیر کیمبر یارک کے نام سے تہرت پائی۔

فرانس پر فوج کشی | ساؤتھمپٹن سے سات ہزار تیر انداز دو ہائی ہزار زرہ پوش اور کافی قلعہ شکن توپیں لیکر ہینری، جہازوں میں دریائے سین کے دہانے تک پہنچا اور

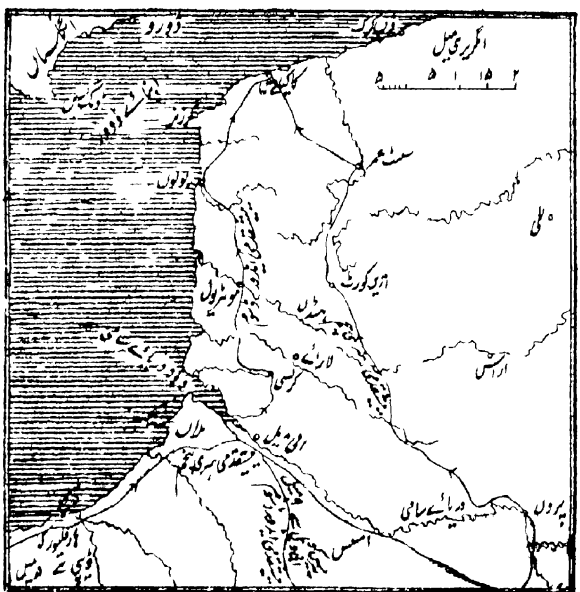

شمالی فرانس جس میں معرکہ کریسی و آژن کورٹ کو واضح کیا گیا ہے۔

ہاور پر اتر کر قلعہ ہارفلر کا محاصرہ کر لیا۔ ہینری کو "لندن" یسا جری" اور "دخت شاہ" نامی توپوں پر بہت کچھ بھروسہ تھا جن سے برابر گولہ باری کراتا رہا۔ اس نے سرنگوں سے بھی کام لیا لیکن معلوم ہوتا ہے اس فن میں انگریز، فرانسیسیوں کے برابر

باب دوم

باہر نہ تھے۔ محاصرہ تیس دن رہا اور جب بیرونی دمدمے گولہ باری سے منہدم ہو چکے اور محصوروں کو توپوں کی آتش باری ناقابل برداشت معلوم ہونے لگی تو وہ ہتیار ڈالنے پر آمادہ ہو گئے لیکن زیر سمار رہنے، کچے پھل کھانے اور بدبو سے انگریزی لشکر میں اسہال و پیچش پھوٹ پڑی۔ قلعہ ہارفلیر کی حفاظت کے لئے امیر ڈورسٹ کے تحت میں ایک دستہ متعین کر دیا گیا تھا، اسے چھوڑ کر گنتی کی گئی تو جنگ کے لئے صرف نو سو زرہ پوش اور پانچ ہزار تیر انداز نکلے اگرچہ اتنی کمی لشکر قوی شبہ ہوتا ہے کہ پہلا تخمینہ غلط تھا۔

بہرحال انھیں لیکر ہینری نے کالے کی طرف کوچ کیا یہ سفر خطرات سے خالی نہ تھا کہ اول تو انگریز جہاز ساتھ نہ تھے دوسرے اوآں میں ایک فرانسیسی لشکر جرار مقیم تھا۔ راستے میں قلیل التعداد انگریزوں نے غضب کی تکلیفیں اٹھائیں اور کئی دن تک روٹی کی بجائے صرف اخروٹ پر گزارا کرنا پڑا۔ ہینری کا ارادہ یہ تھا کہ رود سوم کو بلانش تاک پر عبور کرے مگر وہاں زبردست پہرہ اور مورچے بنے پائے۔ ہر جگہ پل پر فرانسیسی سپاہی موجود تھے لہٰذا اسے پارول تک جانا پڑا تب کہیں پایاب مقام ملا اور ندی عبور کی۔ یہاں سے وہ سیدھا کالے روانہ ہو گیا۔ ادھر فرانسیسی لشکر، بوربوں و اورلیان وغیرہ امرائے کبار اور سپہ سالار بوسی کول کے تحت میں، آب ویل سے ندی اتر کر ہینری کے راستے میں آ گیا اور ہسدین کے قریب بمقام آژین کور پڑاؤ ڈال چکا تھا۔ انگریزوں کے پاس سامان رسد نہ رہا تھا لہٰذا ہینری کے سامنے سوائے لڑنے یا ہتیار ڈال دینے کے اور کوئی سبیل نہ تھی پس وہ اور اس کی مٹھی بھر فوج غنیم کے سامنے آئی اور بہادری سے مقاومت کی تیاریاں کیں۔

میدان آژین کور ہرچند فرانسیسیوں نے موقع جنگ کا خود انتخاب کیا لیکن وہ ان کی فوج کے واسطے موزوں نہ تھا۔ ان کی تعداد کے بارے میں مختلف شواہد ہیں لیکن وہ یقیناً انگریزوں سے زیادہ تھی اور ممکن ہے کہ سات گنی تک زیادہ ہو۔ یہ مقام دو جنگلوں کے درمیان ایک ڈھلان اتنا تنگ تھا کہ پوری فوج یک جا نہ سمائی بلکہ اسے تین حصوں میں، ایک دوسرے سے خاصے فاصلے پر مرتب کرنا پڑا۔ اور

باب دوم

اس پر بھی اکلی قطار کے پانچ ہزار آدمی اتنے بھچے کھڑے تھے کہ مشکل سے تلوار چلا سکتے تھے۔ طرفہ تر یہ کہ میدان میں تازہ ہل چلا اور وہ اس قدر گیلا ہو رہا تھا کہ زرہ پوش سپاہی گھٹنوں تک کیچڑ میں دھنس گئے۔ فرانسیسیوں کے پاس تیر انداز نہ تھے اور ان کی ساری امیدیں زرہ پوشوں سے وابستہ تھیں جو پوا تئے کی طرح یہاں بھی پیادہ لڑے۔ البتہ ہر ہار ویر سواروں کا جیدہ دستہ تھا اور انھیں حکم تھا کہ پوا تئے کی مثل سامنے سے حملہ نہ کریں بلکہ انگریز تیر اندازوں کے بازوؤں پر حملہ آور ہوں۔

ہینری کو یقین تھا کہ فرانسیسی ہی حملہ کریں گے اور اس لیے تمام تر دفاعی انتظام کئے تھے۔ کوچ کے آغاز میں شہزادہ یارک کے مشورے سے وہ حکم دے چکا تھا کہ تیر انداز دو دو گز کے تختے ساتھ رکھیں جن کے سروں پر دھاریں تھیں اور سواروں کا حملہ روکنے میں باڑ کا کام دے سکتے تھے۔ اس موقع پر حکم دیا گیا کہ انھیں ترچھا گاڑا جائے کہ اوپر کی نوک گھوڑے کی چھاتی کے ہمسطح ہو جائے۔ زمین پر اچھی طرح قدم جمانے کی غرض سے ہر تیر انداز نے بایاں پاؤں ننگا کر لیا اور سپاہیوں نے زرہ کی آستینیں الٹ لیں یا کاٹ ڈالیں کہ ہتیار چلانے میں رکاوٹ نہ رہے۔ صف اوّل میں تیر انداز کھلی جگہ چھوڑ چھوڑ کر کھڑے ہوئے۔ ان کے عقب میں پیادہ زرہ پوش اور باروؤں پر سواروں اور تیر اندازوں کے مخلوط دستے کہ فرانسیسی سواروں کا حملہ روکیں اور جنگلوں میں گھس کر غنیم پر جوابی حملہ بھی کر سکیں، اسی ترتیب میں ہینری کئی گھنٹے تک فرانسیسی حملے کا انتظار کرتا رہا مگر اُدھر کوئی حرکت نہ دیکھی تو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور تیر انداز اپنے تختے اکھاڑ اکھاڑ کر آگے روانہ ہوئے اس وقت پانچ ہزار اوپچی فرانسیسی سوار تیر اندازوں پر ٹوٹ کر گرے لیکن باڑ کے تختوں نے بڑا کام دیا اور ادھر تیر باری نے دشمن کو ایسا پریشان کیا کہ گھوڑے دوڑا دوڑا کے دوسری صف میں واپس چلے آئے۔ ان کے حملے سے فرصت ملی تو تیر اندازوں نے فرانسیسی پیادوں کے جمگھٹ کو کمانوں پر رکھ لیا اور تیر ختم ہو گئے تو پوری فوج سیلاب کی طرح دشمن پر جا پڑی۔ اس موقع پر نہایت خونریز معرکہ پڑا۔ کبھی ایک فریق بڑھتا تھا اور کبھی دوسرا دبا تا چلا آتا تھا۔ عقب میں پاوری کھڑے یہ تماشہ دیکھ رہے تھے اور ہر فریق والا یہ سمجھ رہا تھا کہ کوئی دم میں اُس کے ہموطن بھاگ کھڑے ہوں گے۔

باب دوم

لیکن آخر کار سوار فوج کے جناحی حملے کی مدد سے انگریزوں نے میدان جیت لیا اور دشمن کے پہلے حبش کے پاؤں اکھڑ گئے۔ دوسرے حبش کو بھی انھی تدابیر نے شکست دی اور اب انگریز یقین فتح کے ساتھ تیسرے حصۂ فوج پر چلے۔ اتنے میں کسی نے آواز دی کہ دشمن ہمارے ساقہ پر آگرا۔ ایسا ہونا بالکل قرین قیاس بھی تھا اور چونکہ خیمہ وخرگاہ اور بیماروں کی نگہبانی کے لئے صرف بیس تیر انداز اور دس سوار چھوڑے گئے تھے لہذا یہ خطرہ قوی تر ہو گیا۔ بارے یہ خبر غلط ثابت ہوئی تاہم اتنی ہی دیر میں حکم مل گیا تھا کہ اسیروں کو قتل کر دیا جائے کہ مبادا وہ اس پریشانی میں اپنے اسیر کنندوں کو نقصان پہنچائیں القصہ فرانسیسیوں کے تیسرے لشکر پر یورش کی گئی اور ایک جناحی حملے نے اس کو پوری طرح تباہ کر دیا۔ دونوں طرف بھاری نقصان ہوئے فرانس کا میسر بخشی (Constable) چار امرائے کبار بہت سے سردار اور سپاہی کھیت رہے۔ ہماری (یعنی انگریزوں کی) طرف تنہ زادۂ یارک نے سپاہی کی موت مر کے جوانی کی بہت سی دعا بازیوں کا کفارہ ادا کیا اور امیر سمرسٹ بھی کام آیا۔ فرانس کے مشاہیر سرداروں کی جو قید ہوئے بڑی تعداد تھی اور اس فہرست کے سرے پر والیان اورلیان و بوربون کا نام تھا۔ جو ہینری گھمسان میں گھس کے لڑا اور اس کا یہ قول سنکر کہ جو کچھ ہو، انگلستان کو میرا فدیہ کبھی ادا کرنا نہ پڑے گا" سپاہی اس کی اور بھی پرستش کرنے لگے۔

اس عرصے میں اہل انگلستان نہایت پریشان رہے کہ جب سے ہینری ہارفلر سے روانہ ہوا (۸ اکتوبر) اس وقت سے کوئی اطلاع ہی وطن نہ پہنچی تھی کہ اس پر اور انگریزی سپاہ پر کیا گزری؟ اس تردد و تشویش کے بعد پھر جو یہ خبر آئی کہ اس نے ایسی شاندار فتح پائی تو خوشی کا جوش بھی حد سے بڑھ گیا۔ انگریزی سپاہ فتح پر تو پھولی نہ سماتی تھی مگر جانتی تھی کہ وہ کس قدر غیر محفوظ حالت میں ہے لہذا جتنی جلد ممکن تھا کیلے آکر، انگلستان واپس آگئی اور ہینری کو تو مراجعت کی اتنی جلدی پڑی تھی کہ طوفانی سمندر کے باوجود روانہ ہو گیا۔ اسی خوفناک طوفان کو دیکھکر فرانسیسی قیدیوں نے کہا تھا کہ اس عالم میں عبور کرنے سے تو بہتر تھا کہ ہم ایک اور لڑائی لڑ لیتے۔ اُدھر خوشی کے ابتدائی جوش میں پارلیمنٹ ہینری کے پہنچنے سے پہلے ہی اُدن کے بڑے محصول

باب دوم

اور دوسرے مال اسباب پر محاصل راہ واری کی تازندگی بادشاہ کو منظوری دے چکی تھی اور ایک دسویں، اور پندرھویں حصۂ مال کا محصول اور بڑھا دیا تھا۔ پھر وہ اپنے قیدی لئے ہوئے ساحل انگلستان پر فاتحانہ اُترا تو پوری قوم نے بڑی دھوم دھام کے ساتھ استقبال کیا۔

آژین کور کی فتح نے اپنے ملک کے باہر بھی ہینری کو ملوک یورپ میں سب سے نامور بنا دیا اور ۱۴۱۶ء میں شہنشاہ سگس منڈ نے بذات خود پایائی نزاع مٹانے میں اُس سے مدد مانگی۔ سگس منڈ ملکہ این (بوہیمی) کا بھائی تھا اور وقت واحد میں پایائی کے دو دعویٰ داروں کی طویل کشاکش نے مغربی مسیحیت کو ۱۳۷۸ء سے جس پریشانی میں پھنسا رکھا تھا، اسے حتماً ختم کرنا چاہتا تھا۔ ہینری نے اس کی تجویز قبول کی اور کونس ٹینس میں جو بزم مشاورہ منعقد ہوئی اس میں ہینری بوفرٹ اور ہیلم (اسقف سالسبری) نے نمایاں حصہ لیا اور اسی جلسے نے مارٹن پنجم کو پاپا منتخب کر کے باہمی تفریق دُور کی۔

لیکن ہینری خوب جانتا تھا کہ آژین کور کی (یکتی فتح) فرانس کی فتح میں کچھ بھی مدد نہیں ہو سکتی۔ پس انگلستان آتے ہی اُس نے دوسری مہم کی تیاریاں کیں۔ آژین کور کے معرکے میں تقدیر نے بڑی یاوری کی تھی۔ اور ہینری کی اصلی عظمت اس بات سے ظاہر ہوتی ہے کہ دوسری مہم میں اُس نے پوری کوشش کی کہ کسی چیز کو اتفاق پر نہ چھوڑا جائے۔ چھوٹی سے چھوٹی چیز پر کامل توجہ صرف کی۔ بیڑے کی

دوسری مہم کی تیاریاں

تیاری میں رچرڈ اول کی مثل خاص اہتمام کیا۔ اور اس کے آٹھ بڑے جہاز، آٹھ بڑی کشتیاں اور دس توپ بردار جہاز، گویا شاہی بحریہ کی ابتدا تھی۔ بری و بحری سپاہ کے لئے جراح مقرر ہوئے۔ قواعد و ضوابط کا مجموعہ تیار ہوا۔ بحری قزاقی ممنوع کر دی۔ انفرادی مبارزت ناپسندیدہ قرار دی اور رسد رسانی کی بلہ جرئیات کا خود بادشاہ کی نگرانی میں انصرام ہوا۔ ممالک غیر سے ہینری حلیفوں کی امداد حاصل کرنے کی غرض سے برابر نامہ و پیام کر رہا تھا اور سگس منڈ سے اتحاد کرنے کے علاوہ شمالی جرمانیہ کے بلاد متحدہ (Hause Touns) اور کولون، ہالینڈ اور بویریہ سے مقاہمت میں کوشاں تھا

باب دوم

وطن میں صلح و آشتی کے طرز عمل کو اور ترقی دی۔ امیر مارچ دہوٹ سپر کے بیٹے نے اور بھی دوستانہ روابط قائم کئے۔ ہنٹنگ ڈن کی امارت نوجوان ہالینڈ کو واگذاشت کی اور محاصرۂ ہارفلیر کی خدمات کے صلے میں ٹامس بوفرٹ کو امیر کبیر اکزیٹر کا خطاب عنایت کیا۔

آخر ۱۴۱۷ء میں وہ سمندر اتر کے پھر ہارفلیر پہنچا، جسے بوفرٹ نے بڑی پامردی سے بچایا اور ایک بحری یورش ۱۴۱۶ء میں شہزادۂ بیڈفرڈ نے روکی تھی اب دوسری جنگ شروع ہوئی اور گو اس میں آرلیں کورلیبا کوئی نمایاں معرکہ سر نہیں کیا گیا تاہم ہینری کی دور اندیشی، جفاکشی اور پرعزم سپہ سالاری کی بنا پر غالباً یہ معرکہ آرائی زیادہ قابل تعریف تھی۔ فرانسیسیوں نے کھلے میدان میں لڑنے سے پہلوتہی کی اور دیر لگانے کی غرض سے نارمنڈی کے قلعوں میں جم کر مدافعت کرتے رہے۔ چنانچہ ۱۴۱۹ء تک تینوں سال کے جنگی موسم انھی قلعوں کے محاصروں میں ختم ہوگئے لیکن ۱۴۱۹ء کے آغاز میں ہینری نے روآں کا بڑا محاصرہ کامیابی سے انجام کو پہنچایا۔ اسی مقام پر قلعے والوں نے یہ مذاق کیا کہ فصیل پر ایک رینگتا گدھا لا کھڑا کیا جس کو فرانسیسی زبان میں "لان ری" (یعنی گدھا ہنس رہا ہے) کہیں گے۔ یہ گویا "ہان ری" یا ہینری کے نام کا ایک بازاری سجع تھا جس سے ہینری بہت غضب ناک ہوا۔ اس نے بطور انتقام روآں کی عورتوں اور بچوں کو فصیل اور خندق کے درمیان ہلاک ہوجانے دیا اور اپنے نام نیک پر دھبہ لگایا۔ اسی جولائی میں پونٹ وآز تسخیر ہوا اور پیرس کی راہ کھل گئی۔

معاہدۂ تروآ

اہل فرانس جو آپس میں لڑ رہے تھے، انھیں اب مشترکہ خطرے نے باہم ملا دیا۔ اب تک ملکہ اپنی بیٹی کیتھرائن سمیت برگنڈی کی اور ولی عہد اور نیائی گروہ کا طرفدار تھا۔ ہینری کی فوج کشی نے ان فریقوں میں مصالحت کی سبیل پیدا کر دی اور اگست میں والی برگنڈی اور ولی عہد فرانس میں ملاقات قرار پائی دونوں کے لشکر گاہ کے درمیان باڑ لگی ہوئی تھی مگر والی برگنڈی سادہ دلی سے باڑ کے پار آگیا اور ولی عہد کے آدمیوں نے تان گی دیوستاشل کی سرداری میں اسے ہلاک کر دیا۔ اس شیطانی حرکت نے مل کر مقاومت کی امید پر پانی

باب دوم

پھیر دیا۔ مقتول امیر کے بیٹے اور ملکۂ فرانس نے انگریزوں سے گفت و شنید شروع کی اور اُدھر خود ہینری کے مطالبات بڑھ گئے ورنہ پہلے وہ غالباً صرف نارمنڈی لیکر صلح کر لیتا۔ انجام کار طے پایا کہ ہینری کیتھرائن سے شادی کرلے اور چارلس کے بعد تخت فرانس کا وارث ہو اور چارلس کی زندگی میں نائب السلطنت رہے۔ یہ قرارداد ۲۴ مئی ۱۴۲۰ء کو بمقام ترو آ مکمل ہوگئی۔ ۳ جون کو ہینری کا کیتھرائن سے عقد اور چند روز بعد وہ فاتحانہ شان سے پیرس میں داخل ہوا پھر آخر سال تک تزک و احتشام سے یہاں رہ کر اپنی بیوی کو لئے ہوئے انگلستان آباد (فروری ۱۴۲۱ء) اور امیر کلیرنس کو اپنی جگہ فرانس میں چھوڑ آیا۔

ادھر ولی عہد فرانس نے صوبۂ فرانس کی فوجیں جمع کیں جہاں اورلیانی فریق کے حامی کثرت سے تھے۔ انہی کے ساتھ اسکاٹ لینڈ والوں سے مدد مانگی جنھوں نے حسب معمول اس جنگ کے دوراں میں بھی شمالی انگلستان پر حملہ کیا۔ اس حملے کو بہت دن تک "جلے ہوا" Burnt Condlemos کے نام سے لوگ یاد کرتے رہے۔ اس سے کچھ زیادہ نقصان نہیں پہنچا۔ البتہ اے جو امیر بکان کے ماتحت اسکوٹوں کی ایک فوج فرانس آئی تو معاملہ مخدوش ہوگیا۔ ماہ مارچ میں امیر کلیرنس فرانسیسی فوج اور ان کے طلبغوں سے لڑنے نکلا اور سوار فوج سے سرعت کے ساتھ بڑھکر حملہ مارا۔ وہ پرانی کہاوت بھول گیا تھا کہ انگریزوں کے پاس تیر کمان نہ ہو، تو وہ ہیچ ہیں۔ نتیجہ تباہی ہوا۔ بوتر کے لڑائی میں انگریزوں کو کامل شکست ہوئی کلیرنس نے جان دے کے دلاوری کی سرانجام دی۔

تیسری جنگ

اس شکست کی تلافی کرنے ہینری، جون ۱۴۲۱ء میں فرانس آیا اور اس کی آمد نے پھر انگریزوں کو کامیابی سے بہرہ مند کر دیا۔ ولی عہد فرانس لوآر کے جنوب میں بھگا دیا گیا اور قلعۂ مو کو انگریزوں نے گھیر لیا۔ اٹھی جاڑوں میں ونڈزر میں کیتھرائن کے بطن سے مٹیا پیدا ہوا جو آگے چل کے ہینری ششم کہلایا۔ مئی میں کیتھرائن شوہر سے آملی اور اسی مہینے قلعۂ مو تسخیر ہوگیا۔ اب تک ہینری نے ہر معرکے میں فتح پائی اور ہر محاصرے میں کامیاب ہوا تھا لیکن ایک موقع ایسا بھی تھا جس پر اُسے کوئی قابو نہ مل سکا۔ لشکر میں پیچش کی وبا پھیلی ہوئی تھی

باب دوم اِسی مرض نے اُسے آدبایا اور عمر کے چونتیسویں سال، ۳۱ اگست ۱۴۲۲ء کو وہ وین سین میں دنیا سے چل بسا۔

ہینری کا مرتبہ ہینری کے اوصاف کو بہت کچھ، اور بجا طور پر، سراہا گیا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ لائق جنگجو، بڑا منتظم بادشاہ اور اپنے زمانے کے خیالات کے مطابق، واقع ہیں، پکا مذہبی آدمی تھا۔ بعد کی نسلوں نے اس کی فرقہ لالرڈ پر شدت کو بہت بُرا کہا مگر اپنے زمانے سے آگے نہ ہونے کی بنا پر کسی شخص کو الزام دینا مشکل ہے البتہ روآن کے محاصرے میں اس کی شقاوت زیادہ قابل نفرت فعل ہے۔ پارلیمنٹ سے معاملہ کرنے میں وہ باپ کی طرح آئینی اصول کا پابند رہا حالانکہ اتنی مجبوری بھی نہ تھی اور لالرڈ فرقے کے مقابلے میں علمائے مذہب کی حمایت کے ساتھ وہ اصلاح کی ضرورت سے بھی بالکل غافل نہیں رہا بلکہ کلیسائی نذرانوں میں تخفیف کی اور اسقفوں کو حکم دیا کہ پادریوں کو اپنے حلقے میں سکونت اختیار کرنے پر مجبور کریں۔ اہل علم کی نظر میں بھی ہینری کی وقعت تھی اور مجموعی طور پر معاصرین اسے بہت اچھا خیال کرتے تھے۔ ایک فرانسیسی وقائع نویس ژرد و نیل ویز اور سین تک اقرار کرتا ہے کہ وہ نہایت باہمت، بہادر سپاہی، دانا، اور اندیش اور کمال انصاف پسند تھا اور بلا تفریق چھوٹے بڑے سب کی حق رسی کرتا تھا۔ عزیز اقربا، رعایا اور ہمسائے اس کا خوف اور احترام کرتے تھے۔

مشہور واقعات

معرکۂ آژین کور ..... سنہ ۱۴۱۵ء

محاصرۂ روآن ..... سنہ ۱۴۱۹ء

امیر برگنڈی کا قتل ..... سنہ ۱۴۱۹ء

معاہدۂ تروآ ..... سنہ ۱۴۲۰ء

معرکۂ بوژے ..... سنہ ۱۴۲۰ء

باب سوم

ہینری ششم ۱۴۲۲ء تا ۱۴۶۱ء (معزولی)

ولادت ۱۴۲۱ء ۔ ازدواج با مارگریٹ (انژوی)

معاصرین:

اسکاٹ لینڈ	جیمس اول و دوم
فرانس	چارلس ہفتم و ہشتم
پاپا	یوجینیس

صغر سنی

ہینری پنجم کا وارث نو مہینے کا بچہ ہوا۔ اور اس کی صغر سنی میں حکومت ایک محافظ اور ایک مجلس شوریٰ کے ذریعے ہوتی رہی محافظ اور اہل مجلس کے جداگانہ اختیارات کی صحیح تقسیم میں کچھ دقتیں آئیں لیکن آخر میں پارلیمنٹ کی منظوری سے یہ انتظام ہوگیا کہ محافظ اور ملک وکلیسائے انگلستان کا نگہبان امیر کبیر بیڈفرڈ رہے اور جب تک وہ انگلستان میں موجود ہو، بادشاہ کا مستبد اعظم بھی اسی کو سمجھا جائے لیکن اس کی عدم موجودگی میں ورلیس امیر کبیر گلوسٹر انجام دے

باب سوم

مجلس کا صدر گلوسٹر تھا اور پانچ اُسقف، پانچ اُمرا، پانچ جاگیردار اور ایک امیر کبیر اس کے ارکان تھے۔ جاگیر دار خاندانوں کی منصفانہ نیابت کا بورا خیال رکھا گیا تھا اور اسی مجلس کی رائے اور علم سے جملہ کاروبار ہوتے تھے۔ بیڈفرڈ عموماً فرانس میں رہتا تھا لہٰذا عملاً گلوسٹر ہی کی ولایت قائم رہی اور اُس کے بعد دوسرے درجے پر ہینری بوفرٹ (اسقف وینچسٹر) اور ہینری بیجم کا دوست اور چچا، سب سے ممتاز تھا۔

بیڈفرڈ۔ گلوسٹر ہینری بوفرٹ

ان تینوں اشخاص کی سیرتیں، جنھیں حاصی طرح حکام ثلاثہ کہہ سکتے ہیں باہم بہت مختلف تھیں۔ بیڈفرڈ کی عمر تو تینیس برس کی تھی لیکن حکومت و جنگ دونوں کا بہت کافی تجربہ رکھتا تھا۔ اس کا بھائی (شاہ متوفی) اُس پر کامل بھروسہ کیا کرتا تھا اور بیڈفرڈ اس اعتماد کا مستحق بھی تھا کہ متانت، دیانت اور کامل بے غرضی نے فی الواقع اُسے نہایت تعریف و محترم بنا دیا تھا۔ ہر چند وہ اپنے بڑے بھائی کی مثل تیز و درخشاں نہ تھا، تاہم بھائی کی اصابت و باریک بینی کے ساتھ مزاج کی وہ خوبی بھی پائی تھی جو شہزادہ سیاہ کا ممتاز وصف تھا۔ اس کے مقابلے میں گلوسٹر اپنے چچا داداٹامس کے مشابہ تھا جو رچرڈ ثانی کا مقبول عام حریف رہا۔ بہ الفاظِ دیگر، اس کی عمدہ صفات سب سطحی قسم کی تھیں۔ دلیر، باہمت، خوش مزاج اور شائستہ ہونے کے باعث وہ اپنے محترم بھائی کے مقابلے میں ہر دلعزیز ہو گیا اور ہوس جاہ اور کامل بے اصولی نے اُس سے وہ وہ حرکتیں سرزد کرائیں جو ملک و خاندان دونوں کے حق میں مضر تھیں۔ عیبت یہ ہے کہ اُس کے خصائل بد کی بہت کچھ تلافی وینچسٹر کے نامور اسقف کے اعلیٰ اوصاف سے ہو گئی جو میدان کارزار اور بزم امن دونوں کی قابلیت میں اپنے اہل خاندان میں کسی سے کم نہ تھا۔ کلیسائی زندگی نے اسے سپاہ گری دکھانے سے تو محروم رکھا لیکن قدرت نے جو سلیقہ ملک داری عطا کیا تھا، اُسے وہ بے دریغ بھتیجے کے واسطے صرف کرتا رہا۔ چالیس برس تک انگلستان کی اندرونی حکمت عملی میں اسی کی رہنمائی رہی اور اہل وطن کے فوائد کی خاطر اپنا وقت یا روپیہ نثار کرنے میں اس نے کبھی سستی نہ کی۔

باب سوم

فرانسیسی معاملات

متوفی بادشاہ کی خواہش تھی کہ فرانس میں فلپ والی برگنڈی نائب السلطنت ہو لیکن اُس شہزادے نے انکار کر دیا اور یہ کام بیڈفرڈ کے دمتے پڑا۔ اس نے پہلے تو یہ فکر کی کہ انگریزی مقبوضات فرانسیسیوں کے حملے سے محفوظ ہو جائیں۔ سرسری طور پر دیکھئے تو یہ مقبوضات ایک مثلث کی شکل میں تھے جس کا قاعدہ کالے سے بریتانی تک کا ساحل اور چوٹی پیرس پر تھی۔ اس کی حفاظت بداہتہً برگنڈی اور بریتانی کے ساتھ اچھے تعلقات پر منحصر تھی اور ان کے رئیسوں کا حُسن ظن حاصل کرنے کی خاطر بیڈفرڈ نے دہرے رشتے کے پیام سلام کئے یعنی والئ برگنڈی کی بہن این سے تو خود عقد کیا اور این کی بہن سے والئ بریتانی کی شادی ٹھیرائی۔ پھر انگریزی علاقے اور حلیفوں کے درمیان جو فرانسیسی مقبوضات باقی تھے، ان کا جبراً تخلیہ کرایا اس کام کے لئے دو لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ ۱۴۲۳ء میں کریواں پر ٹامس مون ٹیگیو (امبر سالسبری) نے فتح پائی جس سے پیرس و برگنڈی کے درمیان کا صلع صاف ہو گیا۔ ۱۴۲۴ء میں خود بیڈفرڈ کو ورنئی میں ایک بڑی فتح حاصل ہوئی اور اس نے پیرس و بریتانی کے بیچ کا وہ علاقہ خالی کرا دیا جو لوار کے شمال میں ہے۔ اُدھر انگلستان کی مجلس شوریٰ نے عیاصانہ مصلحت اندیشی سے کام لیا کہ جیمس شاہِ اسکاٹ لینڈ کو قید سے چھوڑ کر، اس مُلک کو فرانس سے توڑ لیا ۱۴۲۴ء میں ۱۹ برس کی اسیری کے بعد جیمس ایی انگریز بیوی کو لیکر جو رشتے میں شاہِ انگلستان کی بہن تھی، اپنے وطن پہنچ گیا۔

افسوس ہے کہ گلوسٹر کی بے عقلی، بیڈفرڈ کی حکمت عملی کے عمدہ اثرات کو زائل کئے دیتی تھی بھائی کی شادی برگنڈی میں ہوئے نہ پائی تھی کہ ایک بہیے پہلے خود گلوسٹر نے ژاک لین سے شادی کر لی جو امبر برامانت کی نیم مطلقہ روجہ تھی اور چونکہ فلپ (والی برگنڈی ژاک لین کی ریاست ہینول یا ہینولٹ Hainault وراثت کی امید رکھتا تھا، لہٰذا یہ فعل اسے نہایت ناگوار گزرا۔ طرفہ یہ کہ گلوسٹر ۱۴۲۴ء میں خود "ہینول" یا "ہینولٹ" روانہ ہوا کہ بزور شمشیر اپنی بیوی کا حق منوائے۔

چارلس ہفتم بادشاہ فرانس

اس عرصے میں فرانس کی حالت بھی انگریز حملہ آوروں کے مساعد نہیں رہی تھی ہینری پنجم کی وفات کے کچھ مدت بعد ہی چارلس ششم فوت ہوا

باب سوم

اور ولی عہد سلطنت نے چارلس ہفتم کے نام سے تخت کا دعوی کیا۔ وطنی گروہ کی نظر میں قوم فرانس کا جائز محافظ وہی تھا اور انھوں نے خواہی نخواہی اُس کی حمایت کی۔ جن مشکلات نے شہزادہ سیاہ کو مجبور کر دیا تھا، وہی اب بیڈفرڈ کو پیش آنے لگیں فتح کا نیا سیاحوش ٹھنڈا پڑ چکا تھا اور انگریزوں کو روپیہ اور آدمی فراہم کرنا دشوار تر ہوا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ انگریزوں نے جتنے بڑے معرکے جیتے وہ جاگیرداروں کی فوجی جمعیتوں سے ہوئے تھے اور اب جس قدر جنگ کا سلسلہ طویل ہوا، اسی قدر زیادہ مشہور دونوا کے ہوئے کے جیتے ورتنا ہی مقابلے میں آنے لگے۔ مخالف رعایا میں پردیسی فوج کو حد دقتیں ہوا کرتی تھیں۔ ان سب کا ظہور ہو رہا تھا اور صرف ایک ہماباں کا بیانی کی دیرتی جوابل وائس کی دھارس بندھا دے اور حملہ آوروں کے سیلاب کا رُخ پھیر دے۔

محاصرۂ اورلیان یہ حالت تھی جب کہ بیڈفرڈ نے اورلیان کے محاصرے کی ٹھانی اور جب یہ کام اچھی طرح نہ چلا تو لوگوں نے اسی پر سارا الزام رکھا حالانکہ ناکامی کے اسباب کا پہلے سے کوئی علم نہ ہو سکتا تھا اور اورلیان کو فرانسیسیوں کے ہاتھ میں رہنے دینے میں صریحی خطرہ تھا کیونکہ یہ شہر لوآر پر اس طرح واقع تھا کہ جنوبی فرانس سے انگریزی مقبوضات میں داخل ہونے کا راستہ اسی کی زد میں تھا اور جب تک اس پر انگریزوں کا قبضہ نہ ہو جائے، ہر وقت کی تسویش ویرانی باقی رہتی۔ اسی لئے ۱۴۲۸ء میں بیڈفرڈ نے امیر سالسبری (فاتح کریواں) کو انگریزی فوج دے کے بھیجا کہ اورلیان کا محاصرہ کرے۔ بدقسمتی سے سالسبری مورچوں کا معاینہ کرتے وقت ایک فرانسیسی توپچی کے گولے کا نشانہ ہوا اور اس کی جگہ ولیم (امیر سفک) نے لی۔ چند ماہ تک محاصرہ زور شور سے جاری رہا اور فروری ۱۴۲۹ء میں سر جان فیلس ٹالف کے جوش سے بڑا مام یا یا کہ فرانسیسی جمعیت کو جو انگریزی ساماں رسد کو چھین لیا چاہتی تھی، مار کر بھگا دیا۔ جب حملہ شروع ہوا تو انگریزوں نے چھکڑوں کو دائرے کی شکل میں ترتیب دے کر، اس کے اندر سے تیر باری کی اور آخر حملہ آوروں کو پسپا کر دیا۔ فرانسیسیوں نے توپ کے گولے مار مار کے ہیرنگ مچھلی کے بہت سے بیڑے اڑا دئے تھے، اور اسی لئے اس معرکے کو بہت دن تک ہیرنگ مچھلیوں کی جنگ کہتے رہے۔ ساماں رسد کے اس طرح محاصرین تک پہنچ جانے سے معاوم

باب سوم

ہوتا تھا کہ اب محصوریں ہمت ہار دیں گے کہ اتنے میں شہر آمیاق دوشیزۂ اورلیان کا ظہور ہوا اور حالات میں بالکل انقلاب پیدا ہو گیا۔

جون دارک یہ عجیب و غریب ہستی ایک ہیجدہ سالہ لڑکی تھی جو دوں ریمی کسی کسان کی بیٹی اور جون دارک اس کا نام تھا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ خدا نے اسے مامور کیا ہے کہ انگریزوں پر فتح دلانے کے لئے اپنے اہل وطن کی قیادت کرے اور چارلس ہفتم کو ریم کے کلیسا میں تاج پہنائے۔ اس کا ابرام اور عقیدے کی پختگی نے اسے دربار فرانس تک پہنچا دیا اور اس کے حدمات قبول کر لی گئیں۔ پھر وہ بکتر پہن کر، تلوار کمر سے لگا کر وہ انگریزوں کے مقابلے میں نکلی۔ پرجوش سپاہی اس کے ساتھ تھے اور ماہ مئی میں انگریزوں کو اورلیان کا محاصرہ اٹھانا پڑا۔ چند ہی روز بعد ژارگو کے معرکے میں امیر سفک شکست کھا کے مرا گیا اور یہی حشر بہادر سر جان ٹیلبٹ کا پاتائے میں ہوا۔ سال بھر کے اندر اندر فی الواقع ریم میں چارلس ہفتم کے سر پر تاج فرانس رکھا جا گیا۔ مگر یہ جد و جہد ختم ہو گئی۔ انگریزوں میں از سر نو ہمت آئی اور فرانسیسیوں میں باہمی حسد و رقابت شروع ہو گئی اور مئی ۱۴۳۰ء میں دوشیزۂ اورلیان گرفتار ہوئی تو یہ جادو بالکل ٹوٹ گیا۔ بارگنڈی اور برگنڈی کے علما نے اسقف بووے کی صدارت میں ژن کا مقدمہ سماعت کیا اور جادوگرنی قرار دے کر سزائے موت سنائی۔ مئی ۱۴۳۱ء میں اسے بمقام روآن زندہ جلا دیا اور اس کی راکھ سین میں بہا دی گئی، ہر شخص جو اس مقدمے اور قتل میں شریک تھا، دائمی دولت کا مستوجب قرار دیا جا سکتا ہے۔

لیکن اورلیان کے محاصرے کی ناکامی نے انگریزوں کا اقدام روک دیا تھا۔ البتہ دو ایک مدت مرصے تک سلامت رہی اور کہیں ۶ سال میں جا کر فرانسیسی اس قابل ہوئے کہ حملہ آوروں کو ملک سے نکالنے میں کوئی کارگر کارروائی کر سکیں۔ افسوس ہے کہ ۱۴۳۲ء میں خود بیڈفرڈ سے بڑی بھاری غلطی کھائی جس سے برگنڈی سے انگریزوں کے اتحاد کا خاتمہ کر دیا حالانکہ سب سے بڑھ کر اسی اتحاد پر ان کے قدم فرانسیسی مقبوضات میں جمے ہوئے تھے۔ ہوا یہ کہ اس کی بیوی این ۱۴۳۲ء میں مر گئی اور اس نے امیر سینٹ پول کی بہن یعنی لوکسمبورگ کی ژاکتا سے

باب سوم

عقد کر لیا۔ سینٹ پول کا علاقہ اُس بلندی کے کنارے کنارے واقع تھا جو فرانس کی فاصلِ آب ہے اور شاہ فرانس و والی برگنڈی کے درمیان خطِ فاصل بنا ہوا تھا جیسے آگے چل کے سیوو اکی ریاست فرانس و اطالیہ کے درمیان حجاب بن گئی تھی۔ اس موقع کی بنا پر سینٹ پول کے رئیس کبھی شاہ فرانس کا ساتھ دیتے اور کبھی والی برگنڈی کا۔ یہی سبب ہوا کہ والی برگنڈی کو بیڈ فرڈ کا یہ رشتہ نہایت ناپسند ہوا اور اسی وقت سے وہ انگریزوں سے علٰحدگی کے حیلے ڈھونڈنے لگا۔ ۱۴۳۵ء میں اس کا موقع بھی ہاتھ آگیا۔ اصل یہ ہے کہ بیڈ فرڈ کی صحت کچھ مدت سے خراب ہوتی جاتی تھی اور انگریزوں پر جو آفتیں آرہی تھیں، اُن سے عہدہ برآ ہونا اُسے مشکل ہو رہا تھا۔ مزید برآں انگلستان کے معاملات نے بھی مجبور کیا کہ سولہ ماہ تک وہ فرانس کے باہر رہے۔ اُدھر اُنہی ایام میں، فرانسیسی اور برگنڈی والوں کے نامہ و پیام کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں ایک خفیہ معاہدہ ہو گیا کہ فرانسیسی انگریزوں کے سامنے ایسا ضابطہ صلح کی شرطیں پیش کریں اور انگریز انھیں نہ مانیں تو برگنڈی، فرانسیسیوں کی طرف آملے اور معاوضے میں پون تھیو کا یرگنہ، امیان اور سوم کے کنارے کے بعض اور قصبے اس کو مل جائیں۔ چنانچہ ۱۴۳۵ء میں پاپائے یوجی نیس چہارم نے ایک بڑی مجلس میں لوگوں کو بہ مقام اراجمع کیا (ماہ اگست ۱۴۳۵ء) اور جنگ ختم کرادینی چاہی تو فرانسیسی تجویزیں لئے تیار تھے کہ انگریز بادشاہ نارمنڈی اور اکوئین پر کامل حق وہاں روا ئی کے کر تخت فرانس کے دعوے سے دست بردار ہو جائے۔ اور وہ بڑی ناشدنی گھڑی بھی کہ ان شرطوں کو انگریزوں نے رد کر دیا۔ ۱۴ ستمبر کو بیڈ فرڈ نے روآن میں وفات پائی اور اگیوین تاریخ والی برگنڈی نے فرانس سے اتحاد کر کے انگریزی اتحاد سے علاحدہ کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اور جنگ فرانس کی دوسری فصل، جس کا ۱۴۱۹ء سے آغاز ہوا تھا جب کہ برگنڈی، انگلستان سے آملی تھی، مذکورۂ بالا واقعات پر (۱۴۳۵ء میں) ختم ہو گئی۔

گلوسٹر کی حرکتیں۔ بیڈ فرڈ تیرہ برس تک فرانس میں انگریزی تسلط قائم رکھنے کی سعی و جہد کرتا رہا مگر اس دوران میں بار بار اُسے اُن قضیوں اور خرخشوں میں اُلجھنا پڑا جو اُس کے بھائی گلوسٹر کی وجہ سے پیدا ہوتے تھے۔ اس نادان

باب ۴۰

شہزادے نے پہلے نووالی برگنڈی کو مژاک لین سے شادی کرکے سخت آزردہ کیا اور پھر ۱۴۲۴ء میں نی الواقع ہینیول میں فوج لے گیا جس کے باعث والی برگنڈی کو فرانس چھوڑ کر ادھر آنا پڑا جہاں گلوسٹر نے اسے اپنے ساتھ نہ لڑنے کی دعوت دی اور پھر خود ہی امبر ہالینڈ و زی لینڈ کا لقب اختیار کر لیا۔ لیکن اس کی جنگی مہم کا نتیجہ کچھ نہ نکلا اور وطن واپس آیا تو قرض میں بندھا ہوا تھا۔ اس نے دوسری حرکت یہ کی کہ ہینری بوفرٹ سے لڑ پڑا اور بیڈفرڈ کو صلح کرانے فرانس سے انگلستان آنا پڑا۔ بارے ۱۴۲۵ء کی پارلیمنٹ کے ایما سے صلح صفائی ہوگئی اور زیادہ تر گلوسٹر ہی فائدے میں رہا۔ یہی وہ پارلیمنٹ تھی جسے بہت دن تک ٹھٹھوں والی پارلیمنٹ کہتے رہے۔

۱۴۲۶ء میں بیڈفرڈ، بوفرٹ کو لیکر فرانس آگیا تو گلوسٹر نے دوبارہ برگنڈی پر فوج کشی کی ٹھانی اسی سال بوفرٹ سے ایک غلطی جس کا عمر بھر خمیازہ بھگتا، یہ ہوئی کہ اپنے بھتیجے کے ساز باز اور نالائقیوں سے گھبرا کر وہ سیاسیات یوریپ کے وسیع تر میدان میں داخل ہوگیا اور کارڈنل کا لقب قبول کرکے دو برس تک جرمانیہ میں رہا جہاں پاپا کی طرف سے بوہیمیہ کے ہوسیوں کے خلاف جنگ ہو رہی تھی۔ لیکن ۱۴۲۸ء میں بوفرٹ واپس انگلستان پہنچا تو معلوم ہوا کہ پاپا کا ساتھ دینے سے اس کے دشمنوں کے ہاتھ میں نہایت کارگر ہتیار آگیا ہے اور بوفرٹ نے ہزار کہا سنا مگر بدھا ہوں کو وہ یہ کہنے سے نہ روک سکا کہ بوفرٹ، پاپا کا آدمی اور وطن کا دشمن ہو گیا ہے۔ انگلستان کے لوگ ہر قسم کی پاپائی مداخلت سے نفرت رکھتے تھے۔ انھیں یہ کہہ کر کہ استعمال دلانا کچھ دشوار نہ تھا۔ غرض بوفرٹ نے ہی غنیمت سمجھا کہ صبر سے بادشاہ کی ہمراہی میں فرانس چلا آئے جہاں اس بچے کو ۱۴۲۹ء میں تخت فرانس پر بٹھایا گیا اور آئندہ دو سال بوفرٹ زیادہ تر اسی کے ساتھ رہا۔ واپس وطن آیا تو پھر پرانے قصیے تازہ ہوگئے اور ۱۴۳۳ء میں بیڈفرڈ کو دوبارہ صلح صفائی کرانے انگلستان آنا پڑا۔ سال آئندہ اسے چار و ناچار نارمنڈی جانا پڑا اور اس مرتبہ ایسا گیا کہ پھر وطن کی صورت دیکھنی نصیب نہ ہوئی۔ ان تمام جھگڑوں میں ان کے عوام الناس میں بوفرٹ

باب سوم

بالکل مقبول نہ تھا، برابر گلوسٹر کے حامی رہے لیکن عام اہل ملک بوفرٹ پر اعتماد رکھتے تھے اسی لئے پارلیمنٹ اُس کی مؤید تھی۔

انتخابات پارلیمنٹ کے ضوابط

پارلیمنٹ کے انتخابات کے ٹھیک ٹھیک بندوبست کرنے کے متعلق مدت سے قیل وقال جاری تھی۔ ایڈورڈ اوّل کے وقت سے معمول یہ تھا کہ شیرف یا صاحب ضلع کو عمائد ضلع کے جمع کرنے کا حکم بھیجا جاتا تھا اور وہ جن کو جمع کرتا وہی پارلیمنٹ کے ممبوت منتخب کرتے تھے۔ اس طرح رائے دہندوں کے جمع کرنے میں صاحب ضلع کو بہت کچھ اختیار حاصل تھا اور اس طریقے میں طرح طرح کے اختلافات ہوجاتے تھے۔ ایڈورڈ ثالث اور رچرڈ ثانی کے عہد میں صاحبان ضلع کی سبہ داری اور تحکم کی شکایتیں ہوئیں اور ۱۴۰۶ء میں پارلیمنٹ نے قانون نافذ کیا کہ احکام انتخاب کی وصولیابی کے بعد پرگنے کی سب سے پہلی جو پنچایت منعقد ہو، اسی میں پارلیمنٹ کے انتخابات بھی ہوا کریں۔ چونکہ پرگنے کی ماہانہ پنچایت یا کچہری میں معمولاً بہت کم عمائد شریک ہوتے تھے، لہذا صاحب ضلع کو اب بھی اختیار رہا کہ صرف دو سو کو اطلاع دے کہ پنچایت میں اسی کے ہوا خواہوں کی کثرت ہو۔ یا بلوے کی صورت میں اور لوگ بھی جمع ہوں، تو محض انتخاب کی رسم پوری کر کے اپنے ہی امیدواروں کو منتخب کرالے۔ بطرایں ۱۴۳۳ء میں یہ قانون مسطور ہوا کہ ہم تسلنگ سالانہ لگان کے تمام پٹہ داروں کو انتخاب کا حق حاصل ہے اور ۱۴۳۲ء میں یہ صراحت کر دی گئی کہ یہ پٹہ دار اسی ضلع کے ہونے چاہئیں۔ اس قانون کے دو فائدے ہوئے اوّل تو صاحب ضلع کو اپنے حسب منشا ضوابط انتخاب عائد کرنے کا موقع نہ رہا دوسرے شورش پسندوں کے لئے ناممکن ہوگیا کہ پنچایت میں تھوڑے آدمیوں کو دیکھکر ہنگامہ مچائیں اور من مانے انتخاب کرائیں ۱۴۴۵ء کے ایک قانون میں تاکید کر دی گئی کہ صاحبان ضلع ہر پرگنے یا قصبے کو جہاں سے ممبوت منتخب ہونے تھے، صرف صحیح صحیح احکام بھیجا کریں اور اس کے بعد ہر مقام کے لوگ اپنے رواج کے مطابق انتخاب کر لیا کرتے اور اس کی اطلاع پرگنے کی پنچایت میں چند اشخاص کے ذریعے بھیج دیتے تھے۔

باب سوم

اسی وفد کا فرض تھا کہ اپنے سامنے ممبوئس کے نام صاحب ضلع سے لکھوا کر روانہ کرا دے۔ محلف رواحوں کے ہونے کی وجہ سے انتخابات کا سارا مسئلہ بہت اُلجھا ہوا نظر آتا ہے البتہ یہ یقینی بات ہے کہ ہینری ششم کے عہد میں بار بار ایسے قوانین بنے جن کا صاف مقصد یہ تھا کہ آزادانہ انتخابات میں عمّال کی مداخلت کا سدّ باب کیا جائے کیوں کہ بے تنبہ یہ سرکاری عہدہ دار اُسی رویّہ کی طرفداری کرتے ہوں گے جو اُس وقت برسرِ اقتدار ہو۔ لیکن اس اہتمام کا ایک نتیجہ یہ بھی ضرور ہوا کہ انتخاب میں حصّہ لینے والوں کی تعداد کم ہو گئی اور پارلیمنٹ سے بہت سے آزاد اور زرعی غلاموں کو جو صاحبان ضلع کے آگے پیچھے روڑتے رہتے تھے، گویا بے کار و بے حق کر دیا اور پھر ۱۸۳۲ء کے قانون اصلاح تک رائے دہندوں کی تعداد وہی رہی جو ۴۰ شلنگ لگان کے پٹہ دار تھے۔

برگنڈی کے ساتھ چھوڑنے کے نتائج

۱۴۳۵ء میں برگنڈی کا ٹوٹ کر دوسری طرف جا ملنا انگریزی پارلیمنٹ کو اس درجہ ناگوار ہوا تھا کہ **بیڈفرٹ** کے مرنے پر بھی کسی نے اعتنا نہ کی۔ منصب ولایت نوجوان رچرڈ (شہزادۂ یارک) کے تفویض ہوا اور **کالے** کی قلعہ داری شہزادہ **گلوسٹر** کو سونپی گئی کہ اسی مقام پر برگنڈی کے حملے کا یورا روریڑ نے والا تھا۔ لیکن یہ دونوں کچھ ہنر کارنمایاں نہ کر سکے پیرس قطعی طور پر ہاتھ سے نکل گیا اور کالے اتنا مستحکم ثابت ہوا کہ گلوسٹر کی دائمی مدد کے بغیر بھی برگنڈی والوں کے قابو میں نہ آیا۔

آئندہ سال مجلس شاہی نے یارک کو واپس بلا کر یہ سالاری پہلے وارک اور پھر جان بوفرٹ کے سپرد کی (جو آگے چل کے امیر اور پھر امیر کبیر سمرسٹ ہوا) اور ہرچند یارک کو دوبارہ خدمت دی گئی لیکن **بوفرٹ خاندان** کے ساتھ اس کی رقابت ہی نے وہ تیسینی قصہ پیدا کیا جو آئندہ "جنگ نسرین و لسترن" یا گلابوں کی لڑائی میں ایک بڑا سبب بننے والا تھا۔ تاہم وقت کے وقت تو اس رقابت کی بدولت یہ لوگ ایک دوسرے سے بڑھکر کام کرنا چاہتے تھے جس سے فرانسیسیوں کی فتح کا سیلاب نہ رک سکا البتہ

باب سوم

انگریزوں کی جنگی شہرت برقرار رکھنے میں مدد ملی۔ انھی کاموں میں سب سے ممتاز کارنامہ **ہارفلیر** کی تسخیر مکرر تھی (۱۴۴۰ء) جس کا سہرا جان اور اس کے بھائی **ایڈمنڈ بوفرٹ** کے سر بندھا۔

جنگ کا سلسلہ برابر جاری تھا لیکن اسی کے ساتھ حامیان صلح کا ایک گروہ مرتب ہوتا جاتا تھا اور ان کا یہ یقین برابر بڑھ رہا تھا کہ انگلستان میں اتنی قوت نہیں کہ فرانسیسی قوم کے محسوسات کے علی الرغم ملک فرانس پر انگریزی تسلط قائم رکھے۔ بے تہ مرنے سے پہلے خود بیڈفرڈ کے ذہن میں یہی اذعان جما جاتا تھا اور اس کے بعد ہنری بوفرٹ اور کئی مدبر و سپہ سالار اسی یقین پر ایک خاص حکمت عملی کی بنیاد قائم کرنا چاہتے تھے۔ ان کے مقابلے میں گلوسٹر ایسی ہر حکمت عملی کا سخت مخالف تھا، کچھ تو اس وجہ سے کہ وہ کاردنیال بوفرٹ کی حکمت عملی تھی اور کچھ اس لیے بھی کہ مزاج و میلان طبع کی بنا پر جنگجو امرا اور اس خصلت کے لوگوں کا قدرتی ترجمان وہی تھا، جو ماتحت مالے سود جنگ یہیں ترساتے بلکہ حرب کی صلح کرنے کو قابل عار سمجھتے ہیں۔ بہرحال اس کی مخالفت کوئی معمولی شے نہ تھی۔ لندن والے اس کے شیفتہ تھے اور معلوم نہیں کن طریقوں سے اس نے مردانگی کی وہ شہرت حاصل کر لی تھی کہ اسے "نیک نہاد Thegood" کا لقب مل گیا تھا حالانکہ اس کے ذاتی اطوار یا جنگی کارناموں سے اس لقب کو مطلق مناسبت نہ تھی۔ بہرنوع، فریق حامی صلح کی جس قدر مراحمت ممکن تھی، وہ کرتا رہا۔ فریق مذکور نے ۱۴۴۰ء میں بادشاہ کو آمادہ کر لیا کہ شہزادہ اورلیان کو قید سے رہا کر دیا جائے یہ شہزادہ جنگ آزین کور میں اسیر ہوا اور اب اس شرط پر رہا کیا جا رہا تھا کہ فرانس جا کر صلح کی کوشش کرے مگر گلوسٹر نے اس موقع پر بادشاہ کے نام ایک خط تحریر کیا کاردنیال بوفرٹ اور فریق صلح خواہ پر تمام الزامات دوبارہ گوائے اور یہ دکھانے کی کوشش کی کہ محب وطن فریق کے سرگروہ ہیں تو صرف وہ خود اور شہزادۂ یارک ہیں۔ خط کے باوجود اورلیان کو رہائی مل گئی اور گلوسٹر کی کوشش ناکام رہی تاہم اور کچھ نہیں تو ان اعتراضات نے بوفرٹ کے گروہ کی حکمت عملی اور اصلی غرض کو ٹک کے سامنے ایسے

باب سوم

بُرے رنگ میں ضرور پیش کیا کہ لوگ بالکل غلط اندازہ کریں۔ ۱۴۴۴ء میں جان نے صرف ایک بیٹی مارگریٹ وارث چھوڑکر وفات پائی اور دربار میں اس کا چھوٹا بھائی ایڈمنڈ جانشین ہوا اور وہی امیر کیمبرسمرسٹ بنا دیا گیا۔

بادشاہ کا سن بلوغ کو پہنچنا

لیکن حامیان صلح کا ایک طرفدار خود نوجوان بادشاہ تھا جس کی تائید نہایت بیش بہا ثابت ہوئی ہینری ۱۴۴۲ء میں سن بلوغ کو پہنچا مگر چند سال قبل سے وہ بادشاہی کام کرنے لگا تھا لہذا یہ تاریخ چنداں قابل لحاظ نہیں رہی۔ وہ شروع سے نازک اندام لڑکا تھا اور اس عمر میں جب کہ باپ اور چچا بڑی بڑی فوجیں لڑاتے تھے، وہ بالکل جنگ کے کاموں میں حصہ لینے کے قابل نہ تھا۔ برعکس اس کے دماغ میں قبل از وقت حیرت انگیز پختگی آگئی تھی اور آگے بڑھائے جانے کی غلط کوشش سے بہت ممکن ہے کہ وہ تعلیم کے مفرط بار میں دب گیا ہو۔ سپاہیانہ فنون و ارک سکھاتا تھا۔ ادبیات کی تعلیم گلوسٹر کے سپرد تھی اور آئین ملکداری سکھانے پر بوفرٹ مامور تھا۔ معلوم ہوتا ہے یہ مسکین مزاج لڑکا اس تعلیم سے کافی مستفید بھی ہوا اور جوان ہو کر بہت خلیق و شائستہ آدمی نکلا۔ اُسے دلی فکر تھی کہ رعایا کی کما حقہ خدمت کرے لیکن اس کا کیا علاج کہ فطرت نے اسے بالکل اس لائق نہیں بنایا تھا کہ ایسے پُرفتن زمانے میں ایک حوصلہ مند فوج کا کامیاب بادشاہ ثابت ہو۔ ایک مدت تک بادشاہ کی یہ کمزوری کہ وہ بطور خود کوئی کام نہ کرسکتا تھا، لوگوں کی نظر سے چھپی رہی اور اُس کی نوعمری، اور گلوسٹر وغیرہ عمائد کے پیش پیش رہنے سے اس کا صحیح اندازہ نہ ہوسکا۔ لیکن ظاہر ہے کہ کبھی نہ کبھی بادشاہ کی اصلی سیرت کا آشکارا ہونا لابد تھا۔

صلح کی سلسلہ جنبانی

۱۴۴۱ء سے ۱۴۴۳ء اور ۱۴۴۳ء میں انگریز نارمنڈی میں شہزادہ آرلیانس کے ماتحت حاصی طرح مقابلہ کرتے رہے۔ لیکن حامیانِ صلح اپنی حکمت عملی سے دست بردار ہونے والے نہ تھے اور انھوں نے ۱۴۴۴ء میں پیرس ایک سفارت روانہ کی جس کا سردار امیر سفک تھا۔ یہ امیر، سمی ولیم دی لاپول، رچرڈ دتانی کے وزیر میکائیل دی لاپول کا پوتا اور

باسعوم اُس امیر سفک کا بھائی تھا جو آژین کورٹ کے معرکے میں کام آیا۔ وہ جنگ وسفارت دونوں میں نام پیدا کر چکا تھا اور بادشاہ کے مزاج میں بڑا دخل رکھتا تھا۔ وہ فریق صلح کا پورا پورا موید و متبرک تھا اور اس کی سفارت سے دو سال کے ہنگامی صلح ہو گئی۔ نبرطے پا با کہ مستقل صلح کی تمہید میں ہینری، وائی آنژو کی بیٹی مارگریٹ سے تادی کرے جو چارلس ہفتم کی ملکہ کی بھتیجی ہوتی تھی اور خود اس کا باپ پروونس کی امارت اور نیپلز و بیت المقدس کی برائے نام بادشاہی کا بھی وارث تھا۔ غرض اپریل ۱۴۴۵ء میں یہ شاہزادہ سالہ عروس انگلستان آئی اور ہینری سے جواب ۲۴ سال کا تھا اس کی تادی ہو گئی۔ اس تادی سے صلح کی بہت کچھ امیدیں تھیں اور شروع میں وہ مقبول عام رہی۔ پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں امیر سفک کا شکریہ ادا کیا گیا (۱۴۴۵ء) سوداگر بہت خوش تھے کہ فرانس سے دوبارہ لین دین ہونے لگے گا اور بظاہر ہینری بوفرٹ کی حکمت عملی کی کامیابی میں کچھ کسر نہ رہی کہ یہ تادی عین اس کی مرضی کے مطابق ہوئی تھی۔ تادی کے نامہ و پیام سب سفک نے کئے تھے اور اس کامیابی سے پورا موقع بھی حاصل کر لیا تھا کہ ہی ملکہ کے مزاج میں بہت کچھ دخل پالے مگر اس بات نے خواہی نخواہی گلوسٹر کو اس کا دشمن بنا دیا جسے یہ تادی سخت ناپسند تھی کہ ایک تو وہ حامیان صلح کے غلبے کی دلیل تھی دوسرے ہینری کے وارث پیدا ہونے سے اس کی اپنی تخت نشینی کی امید باقی نہ رہ سکتی تھی حالانکہ بیڈفرڈ کے بعد حق وراثت اسی کو پہنچتا تھا اور اس کے بعض گھر والے اس کی آئندہ تخت نشینی کے یہاں تک آرزومند تھے کہ اس کی بیوی نے قریب قریب جرم اقبال کیا کہ وہ بادشاہ کے مرنے کے واسطے جادو کرانے کی مرتکب ہوئی تھی یہ بیوی الینر کوب ہم تھی کہ ژاک لیں کی تادی کو یا پالے کالعدم قرار دیا تو گلوسٹر نے اس سے عقد کیا تھا۔ علاوہ ازیں ہینری بوفرٹ کی صحت جواب دے رہی تھی اور صاف نظر آتا تھا کہ اس کے بعد فریق صلح خواہ کا سرگروہ سفک ہو جائے گا جس نے قوت مضبوط کرنے کی غرض سے اپنے بیٹے جان کو کس مارگریٹ بوفرٹ سے بیاہ دیا تھا اور ہینری بوفرٹ اور گلوسٹر کے

باب سوم

بعد یہی لڑکی شہزادہ جان (اگوٹی) کی اولاد میں وراثت کی سب سے بڑھ کر حقدار تھی۔

گلوسٹر کی موت ۱۴۴۷ء میں گلوسٹر و سفک کی نزاع نے علانیہ مخالفت کی صورت اختیار کر لی سفک آمادہ تھا کہ اُس سال پارلیمنٹ کو بری سینٹ ایڈمنڈس میں منعقد کرا لیا تاکہ گلوسٹر اپنے لندنی دوستوں سے دُور رہے۔ دوسرے خود سفک کا اس مقام پر اثر سب سے غالب تھا۔ عرض فروری میں اجلاس شروع ہوا اور گلوسٹر وہاں آیا تو اسے اور اس کے بعض ساتھیوں کو سالسبری وغیرہ چند امرا نے گرفتار کر لیا۔ یہ ۱۸ر تاریخ کا واقعہ ہے۔ ۲۳ر کو گلوسٹر نے قضا کی اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ موت کس طرح واقع ہوئی ایک طرف تو ہمیں معلوم ہے کہ اس کی صحت بہت خراب تھی اور ممکن ہے کہ گرفتاری کی تشویش اور غصّے نے مرض میں اشتداد پیدا کر دیا ہو۔ یا ممکن ہے کسی اہلکار نے کارگر اری دکھانے کے جوش میں اسے مار دیا ہو۔ آخر میں، یہ بھی امکان ہے کہ سفک نے بالقصد اسے مروا دیا ہو۔ یہ یقین نہیں آتا کہ ہینری بوفرٹ کا اس میں ہاتھ ہو گا کیونکہ گلوسٹر کا اُٹھ جانا سارے خاندان لینکاسٹر کو سخت صدمہ پہنچنے کے مرادف تھا اور خاندان بوفرٹ کی ایسی مصلحت اسی میں تھی کہ یہ خاندان قوی رہے۔ بادشاہ کو قطعاً قتل سے سروکار نہ تھا اور اٹھارہ سال کی مارگریٹ پر شبہ کرنا بھی دشوار ہے غرض اس بارے میں جو تذبذب اُس وقت تھا، بعد میں اب تک وہی تذبذب ہے اگرچہ جتنا وقت گزرتا گیا اسی قدر بُری افواہیں زیادہ زبان زد ہوئیں حالانکہ کوئی شہادت مزید حاصل نہ ہو سکی۔ ۷ ہفتے بعد کاردنیال ہینری بوفرٹ نے وفات پائی اور اپنے خاندان کے رکن رکین نیز وولزے کے بعد سرزمین انگلستان کے سب سے تاندار دینی پیشوا ہونے کی شہرت یادگار چھوڑی۔

بوفرٹ و گلوسٹر کے مرجانے سے کچھ روز تک سفک کا دور دورہ ہو گیا۔ اُس نے بڑی ہوشیاری یہ کی کہ مارگریٹ کا معتمد علیہ بن گیا

باب سوم

اور دربار میں کوئی اس کے برابر ما اثر نہ رہا۔ ایڈمنڈ بوفرٹ فرانس میں سپہ سالاری کی خدمات میں مہمک تھا اور ۱۴۴۲ء میں تہرا ڈیارک کو بھی سپہ سالار والیٔ آئرستان سا کے دور بھیجا گیا۔ عہدہ داروں میں اسقف مولینز، امیر سے اور سیل، سفک کے طرفدار تھے۔ اور کنٹربری کا صدر اسقف کارڈینال کیمپ، بوفرٹ ہی کے خیالات کا وکیل تھا۔ سفک کی حکمت عملی کا اساسی مقصد یہ تھا کہ صلح ہو جائے اور اس بات کے نامقبول ہونے کے باوجود وہ برابر اسی پر اڑا رہا جیسے اس کی صداقت کے ثبوت میں پیش کر سکتے ہیں۔ سرحد ۱۴۴۶ء میں کسی زبانی وعدے کے موجب، جو شادی کی گفتگو کے دوران میں عالباً سفک نے کیا تھا، آمنڑو اور مین کے وہ مقامات جو انگریزوں کے قبضے میں رہ گئے تھے، والیٔ آنژو کے حوالے کر دئے گئے۔ اصلی مطلب یہ تھا کہ تھوڑا سا حصہ دے کر باقی مقبوضات پر انگریزوں کا تسلط یکمشت کر لیا جائے مگر انگلستان میں اس فعل کی بڑی مخالفت ہوئی اور سمرسٹ کی رضامندی سے مین کے انگریز سپاہیوں نے واپس آتے ہوئے برٹیانی کے ایک قصبے فوژر کو لوٹ لیا اور اس احمقانہ تذلیل سے علانیہ پھر جنگ چھڑوا دی۔ مئی میں پوں ولارش جہاں سے روآں کو راستہ آتا تھا اور اکتوبر میں خود روآن جیت گیا اور لوگوں نے ان نقصانات کا ذمہ دار سفک اور سمرسٹ کو گردانا۔ تصور یہ کیا کہ غداری کی جا رہی ہے اور مجلس شاہی اسے اویر حرف آتا دیکھکر سخت پریشان ہوئی کہ صفائی کیا پیش کرے۔

ان معاملات کا تصفیہ مجلس شاہی کے لئے آسان نہ تھا۔ آئینی حکومت اتنی ترقی کر چکی تھی کہ وزرا کو ناکامی کا ذمہ دار سمجھا جائے لیکن ابھی اس کی نوبت نہیں آئی تھی کہ

حکومت کی نامقبولی

جب وزرا سے لوگ ناخوش ہوں تو وہ بلا تاخیر اور بغیر کسی تشویش کے تمام حکومت اپنے تکیہ چیموں کے حوالے کر دیں۔ پیش نظر زمانے میں بھی تمام سفک کے سوا اور کوئی شخص درباری گروہ میں اسا طرح مستور نہ تھا کہ آڑے وقت میں سپہ سپہ ہو جاتا۔ اگرچہ بادشاہ اتنا صاحب عزم اور قوت بازو پر اعتماد رکھتا تھا کہ صدر وزارت و سپہ سالاری کا خود کام سنبھال لیتا تو ملک کو مشکلات سے پار لے جانا ممکن تھا۔ یا اگر آئینی بادشاہی ہوتی تو پٹ (کبیر) جیسا زبردست وزیر نامساعد زمانے کا مقابلہ کر لیتا۔ مگر ہنری تشتم اُن اوصاف سے جن کا کامیاب

مطلق العنان سلاطین میں ہوتا لارمی ہے، بالکل ماری تھا، اور اس کے گرد و پیش جو ارباب سیاست جمع تھے، ان میں عالمیت یا اولوالعزمی کے لحاظ سے کوئی شخص ہیٹ کا عشر عشیر بھی نہ تھا۔ قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ جس معیار سے جانچنے سے ہیڈ کی تسمیم کا علم بسنق ماکاہ کلاہ سفک کی صلح ہوئی اور سمرسٹ کی مدقسمتی یا نااہلی، دونوں اہل ملک کی نگاہ میں یکساں مردود ہوگئیں۔ قرضہ بڑھتے بڑھتے تیس لاکھ ستر ہزار پونڈ اور مجلس اکاجرج پانچ ہزار سے بچیس ہزار سالانہ ہوگیا حالانکہ بادشاہ کی مقررہ آمدنی پانچ ہزار پونڈ تھی۔ اصافہ محاصل منظور کرنے میں پارلیمنٹ نے تو تیل وقال سے کام لیا مگر تاہم قوم نے بوجھ بے دلی سے برداشت کیا۔ طرہ یہ کہ حکومت کے مقدمہ وصل یعنی قیام امن سے عملت برتی جارہی تھی پیرسیوں کی عداوت سے نارمنڈی کے ہاتھ سے نکل جانے تک جاگیرداری موجوں کا ہیجان کم تدکرہ آتا ہے لیکن یہ بے فائدہ ساہی اب بھر ملک کے لئے بلائے جاں بن گئے تھے اور بڑے اُمرا ایسی ایسی موجوں کے بھروسے پر بادشاہی اس وقاموں کی، ایسے فائدے کے مقابلے میں، چنداں پروا نہ کرتے تھے مثلاً

جان پیسٹن نارفک کے ایک شریف آدمی، جان پیسٹن نامی نے گرلنیام کا قطع مقدمہ ماری کر کے حیات لیا جس پر اس کی بیوی مارجری پیسٹن کو ماہر دعوی ملکیت کھا تھا۔ ممکن اس جاگیردار نے ایک ایک سو آدمی جمع کئے اور پیسٹن کو ماہر کیا ہوا، دیکھکر مقطع پر حملہ بولا اور حویلی پر حملہ کر لیا حتی کہ زوجہ پیسٹن کو وہاں سے بھگانے کے لئے چھت کے تہتہ اکھیڑنے پڑے جس پر اس بیوی کی جوانگاہ تھی۔ پیسٹن کے جائیداد خطوط ابھی تک محفوظ ہیں اور اس عہد کے حالات کا بہت عمدہ مخزن ہیں۔ اس سے بھی کئی سال پہلے، یعنی ۱۴۳۵ء میں نویل ماندان کی دو ساسوں کی باہمی نزاع سے کشت وخوں کی نوبت پہنچ گئی تھی اور دیہات میں تسلط و زبردستی کی یہ کیفیت تھی کہ صدیوں سے دیکھنے میں نہ آئی ہوگی۔ موجودہ حدمہ کے علاوہ بڑے بڑے امیروں نے ایک اور طریقہ یہ اختیار کیا تھا کہ اپنی نواح میں معافی دینوں اور سرداروں سے ایک معاہدہ کر لیتے جس کی رو سے یہ لوگ پابند ہوجاتے کہ بادشاہ کی اطاعت کے سوا، دوسرے لوگوں کے مقابلے میں اپنے امیر کی ملازمت کریں گے اور اس کے معنی یہ ہوئے کہ چھوٹی سی کمر بستہ فوج کے علاوہ ایک بڑی جماعت عقب میں

سوم موجود تھی کہ بوقت ضرورت اس سے کام لیا جا سکے ؛ ان حالات میں بغاوت بپا ہونے میں صرف سرعنہ بہم پہنچنے کی دیر تھی لیکن یارک ، آئرستان گیا ہوا تھا اور کوئی دوسرا نام ایسا نظر نہ آتا تھا جس کی رفاقت پر لوگ تیار ہو جائیں نتیجہ یہ ہوا کہ عام بغاوت کی بجائے ادھر اُدھر عیر مربوط فساد ہوتے رہے اور ۱۴۵۰ء کی شہرت کا سبب یہی بلوے اور ہنگامے ہیں۔

قتل کی وارداتیں جنوری میں چیمپئر کے اُسقف مولینز کو پورٹس متھ بھیجا گیا تھا کہ فرانس جانے والے جہازیوں کی تنخواہ تقسیم کرے۔ اُس کی بدنصیبی کہ روپیہ پوری رقم ادا کرنے کے لئے کافی نہ تھا اور علی الحساب ادائی کر لی پڑی جہازیوں کو مایوسی ہوئی تو سخت جھلائے اور انھوں اُسقف کو پکڑ کر جان سے مار ڈالا۔ فوج کے ساہی کھڑے یہ تماشہ دیکھتے رہے اسی حسرتی کی ۲۳۔ تاریخ پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا۔ سفک جانتا تھا کہ اس پر حملہ ہوگا لہذا پہلے سے تدبر کے ساتھ ایسی بگڑ ہی ثابت کی اور گدستہ حدمات یا دو ٹکڑیوں کو حملہ ٹل جائے۔ لیکن یہ تدبیر کامیاب نہ ہوئی۔ دارالعوام نے اعتراضات کی ایک طویل فہرست تیار کی اور سفک کے حلاف دارالامرا میں مواخذہ کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کارروائی امرکروم ویل کے ہدایت سے ہوئی جو خود بھی ساہی رہ چکا تھا کارکن تھا۔ الزامات میں ماہلی کے ساتھ غدّاری کی مدد بھی قائم کی تھی۔ حامیانِ صلح کی ساری حکمت عملی کو پہلی مد میں داخل کیا تھا اور مارگریٹ بوفرٹ سے اپنے بیٹے جان دی لاپول کی شادی کرنے کو تخت پر قبضہ حاصل کرنے کی سازش قرار دیا تھا۔ اس دوسرے الزام کا جواب بوجہ انکار کے اور کچھ نہ ہو سکتا تھا لیکن پہلے الزام میں ساری شاہی مجلس پر حرف آتا تھا اور عدالت اس کی تحقیقات کرنے سے بہت گھبرائی۔ آخر میں، طاہر آپس کی رضامندی سے یہ طے ہوا کہ سفک جواب دہی نہ کرے اور نہ معاملہ عام عدالت میں لائے جو پورے گروہ کے حق میں خطرناک ہوتا، بلکہ بادشاہ کے پاؤں پر گر کر معافی مانگ لے۔ اسی پر عمل ہوا اور ہینری نے سفک کو حکم دیا کہ پانچ سال ملک سے باہر رہے۔ ۳۰ اپریل کو وہ جہاز میں روانہ ہو گیا تھا مگر کالے کے سامنے ایک جہاز

۱۰۴۳ء

نکولاس آف دی ٹاور نامی نے اُسے راستے میں جا پکڑا اور چھوٹی سی کشتی میں اُتار کر سر قلم کر دیا۔ لاش کیسٹ کے ساحل پر پھینک دی۔ اس امر کا فیصلہ کرنے کی کافی تہادت نہیں ملتی کہ اُسقف مولینز کی طرح سفک بھی بگڑے ہوئے حواریوں کا شکار ہوا یا سیاسی دشمنوں کے اس ارادے کا کہ شکار ہاتھ سے بچ کر جانے نہ پائے۔ بہرحال، اس میں شک نہیں کہ ہینری ایسے متقی کی خدمات سے محروم ہو گیا جو حقیقت میں لائق تھا اور جس کے ہٹ جانے سے خود حامدانِ شاہی کی امیدوں پر اوس پڑ گئی۔ گویا یہ اسی قسم کا نقصان تھا جیسا خانہ جنگی شروع ہوتے وقت اسٹریفرڈ کی موت سے چارلس اوّل کو برداشت کرنا پڑا۔

کیڈ کی بغاوت ایک مہینے بعد کیڈ کی بغاوت سے جو مشرقی اضلاع میں ہل چل مچی گئی جیک کیڈ، سٹرلس ڈیکر کا ملازم تھا۔ حواس مختل کر کے ملک سے فرار ہوا اور یہ دوسرا نام بدل کر واپس آگیا تھا۔ مگر اس میں سمت اختلاف ہے کہ ۱۰۴۳ء میں کیڈ اسے نام کی بغاوت کا سرغنہ تھا یا اصلی بانی کی ہلاکت ماداری کے بعد اس کا جانشین بن بیٹھا۔ بغاوت کے ابتدائی واقعات بھی صاف صاف سمجھ میں نہیں آتے۔ لیکن سارے ملک میں آتش گیر مادہ موجود تھا۔ اور یہ افواہ سنکر کہ سفک کی موت کا کیبنٹ والوں سے مواخذہ ہوگا، نیز وہاں کے صلعدار (کراوھر) کی زیادہ ستانی سے بگڑ کر کیبنٹ میں فساد کی آگ بھڑک اٹھی اور ایک دفعہ شروع ہوئی تو پھر اس نے بڑی قوت و وسعت حاصل کر لی۔ امرا میں سے کوئی بغاوت میں شریک نہ تھا اور سرداروں میں سے بھی کہا جاتا ہے کہ صرف ایک شخص نے شرکت کی مگر معمولی زمیندار اور شرفا اس بخوبی سے میداں میں نکلے کہ گویا فوج کا سرکاری طور پر اجتماع ہو رہا ہے اور باقاعدہ قطاروں میں بلیک ہیتھ پہنچے۔ یہاں خود بادشاہ کا اپنے حلیف بڑھا شکر وہ پلٹ گئے تھے کہ بادشاہ نے سر ہمفری اور اس کے بھائی ولیم کو ایک دستہ دیکر تعقب میں روانہ کیا اور انھوں نے باغیوں کو سیون اوکس کے مقام پر جا لیا۔ تب باغیوں نے پلٹ کر حملہ کیا۔ شاہی فوج کو شکست ہوئی۔ اس کے دونوں سردار مارے گئے اور باغی دوبارہ بلیک ہیتھ پہنچ گئے۔ یہاں سے بلاشبہ کینٹ کا

ماہ مئی

سردار ہوگیا۔ اس نے مقتول سر ہمفری کی زرہ بکتر پہنی اور ایی نسبت یارک کے برادر عمزاد مورٹمر ہونے کا اعلان کیا اور ہر طریقے سے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ وہ یارک کے واسطے لڑ رہا ہے۔

اُدھر سیمون اوکس کی شکست نے شاہی فوج کے حوصلے پست کر دئے اور سرکار کی حمایت و جاں نثاری کی بجائے انھوں نے بادشاہ سے مطالبہ کیا کہ خزانہ دار لارڈ سے کو قید کر دیا جائے یہ بات منظور ہوی لیکن ہینری سمجھا کہ شورش پشت سپاہیوں کو قابو میں رکھنا دشوار ہے لہذا لندن کو قسمت کے حوالہ کر کے کوونٹری چلا آیا اور اس طرح سارے ملک پر ثابت کر دیا کہ وہ نہ جنگی قابلیت رکھتا ہے نہ قوت بازو پر وہ بھروسہ جو ایک شاہ انگلستان میں ہونا چاہئے۔ بادشاہ کی پسپائی پر کیڈ، ساؤتھرک کی طرف بڑھا اور ساتھیوں کی حسب ذیل شکایتیں مرتب کیں:۔ مراعات کا ماہ سے کل جانا۔ بھاری محاصل۔ بادشاہ کے عزیزوں کا بزم شوریٰ سے الگ رکھا جانا۔ احباب میں مداخلت۔ اور عام طور پر ملک میں بد انتظامی؛

۳ر جولائی کو وہ پُل اتر کے لندن آگیا جہاں اہل شہر نے خیر مقدم کیا اور لارڈ سے اور کراوم کو یکبارگی میں بھی کوئی دستگیری پیش نہ آئی۔ ان دونوں کا سر قلم کرا دیا گیا۔ اس کے سپاہی روزانہ ساؤتھرک میں جا کر سوتے تھے۔ لیکن کیڈ نے غارتگری کی مثال قائم کر دی تھی۔ محاربات مراعات کے ایک جنگ آزمودہ سپاہی میتھیو گاف نامی، کی مدد سے اہل شہر نے پُل پر پہرہ لگا دیا۔ اور ۶ر جولائی کو باغی فوج نے عبور کرنا چاہا تو ہر حید گاف مارا گیا مگر باغیوں نے شکست کھائی ایک تو اس ناکامی سے ہمت پست ہوئی اور دوسرے کوئی امیر شرکت پر آمادہ نظر نہ آیا پس باغیوں نے گروہ در گروہ معافی مانگ لی اور بہت سے لوگ گھروں کو لوٹ آئے۔ حکومت کی طرف سے کاردیال کیمپ اور اسٹف وَین فلیٹ نے عفو عام کا اقرار کیا تھا۔ مایں ہمہ کیڈ حید رفیقوں کے ساتھ الگ رہا اور لوٹ کا مال لیکر روچیسٹر چلا گیا۔ وہاں سے وہ تنہا وار ہوا تھا کہ راستے میں کینٹ کے نئے ضلعدار الکزنڈر آئیڈن نے اُسے جا لیا اور وہ وہیں مارا گیا۔ کیڈ کی بغاوت کے

۱۳۹۰ء

رہا نے ہیں اور جگہ بھی فتنہ و فساد برپا ہوئے۔ ولٹشر میں سالسبری کا اسقف آسکبو اپنے کاشتکاروں کے ہاتھ سے ایڈنگٹن میں مارا گیا۔ گلوسٹر اور دوسرے مشرقی اضلاع میں سخت ہنگامے ہوئے اور یہی واقعہ کہ ایک سال کے اندر چوبیس باغیوں کے بُریدہ سر لندن برج پر رکھے گئے، ظاہر کرتا ہے کہ ملک میں کس قدر فتنہ و فساد مچ گیا تھا۔

سفک، مولینز، اور سے کی موت سے ہنری کے پاس قریب قریب ایک بھی دستہ دار میسر نہ رہا۔ سمرسٹ فرانس میں سخت مصیبت میں گھرا ہوا تھا۔ کیونکہ ۱۷ اپریل کو فورمینی پر جو لڑائی ہوئی اُس میں اہل وانس نے تو بخانے سے ایسے سلیقے سے کام لیا کہ سر ٹامس کارئیل کے ماتحت جو لکھی افواج روانہ کی گئی تھیں، وہ تیس ہزار کے نقصان سے نہ وبالا ہوگئیں۔ انگریزوں کو سخت شکست ہوئی اور نارمنڈی کی باقی چھاؤنیوں کا ہتیار ڈالنا چند روز کی بات نظر آنے لگا۔

امیر کبیر یارک کا مرتبہ

ان حالات میں بادشاہ کا ہر دل عزیز مشیر امیر کبیر یارک ہوسکتا تھا اور فرانس و آئرستان میں اس کی وحی اور انتظامی قابلیتیں بخوبی ثابت ہوچکی تھیں۔ لیکن ایک مدت سے وہ دربار سے دُور ڈال دیا گیا تھا اور کیبنٹ کے باغی اور عام طور پر حکومت سے برداشتہ دل لوگ جس طرح اس کا نام لیتے رہے، اور بادشاہ کے نااہل مشیروں کے مقابلے میں اسے سراہتے رہے، اس سے بھی بادشاہ کو یارک کی نسبت حُسن ظن پیدا نہ ہوسکتا تھا مگر خود اس شہزادے نے خیال کیا کہ اب اپنا حق مسوائے کا وقت آگیا ہے۔

ستمبر میں وہ سمندر اتر کے انگلستان آیا ویلز کے سرحدی علاقوں سے ۶ ہزار جمع کئے اور یہ کہہ کر کہ خود بادشاہ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں، لندن کی طرف بڑھا۔ ملاقات کے وقت اس نے ایک عرضی پیش کی جس میں جھوٹے الزام لگانے والوں کی شکایت تھی اور یہ کہ ساحل پر اُترنے میں رکاوٹیں ڈالی گئیں۔ پھر مطالبہ کیا کہ الزام لگانے والے میرے سامنے لائے جائیں۔ جواب میں ہینری نے کہا کہ گو مصدروں کی باتوں سے طبعاً کسی قدر تشبہ پیدا ہوا تھا، لیکن اب یارک کی بے گناہی میں

باب سوم

کوئی شک نہیں رہا اور میں اسے سچی اور وفادار رعایا میں داخل اور تسلیم کرتا ہوں اور باوفا بھائی (عمداً) مانتا ہوں۔ اپنے خلاف بغاوت کا مقدمہ چلنے سے اطمینان ہوگیا تو یارک کے باقی ساتھی درباری مشیروں کو ہٹا کر نظم و نسق پر خود قبضہ کرنے کی تدبیر کی لیکن وہ بہت محتاط آدمی تھا اور اس قدر پھونک پھونک کے قدم رکھتا تھا کہ ہر کام میں بہت دیر ہو جاتی تھی۔

سمرسٹ کی واپسی ادھر بابیو اور کاین ہاتھ سے نکل گئے تو سمرسٹ کو دانس میں کوئی کام نہ رہا اور وہ بھی ستمبر میں انگلستان آگیا کہ تسکسہ حال درباری فریق کو دوبارہ منظم اور یارک کے دعاوی دخل و اقتدار کے ابطال کی تیاری کرے۔ واضح رہے کہ یہ امیر کبیر (یعنی ایڈمنڈ بوفورٹ) امیر کبیر سمرسٹ[1] زیر نظر عہد میں سخت نامقبول ہوگیا تھا۔ سفک کے بعد نارمنڈی کے ہاتھ سے نکل جانے کا سارا الزام لوگ اسی کو دیتے تھے اور دغا فریب، نامردی نااہلی وغیرہ

[1] شجرۂ خاندانِ بوفورٹ۔

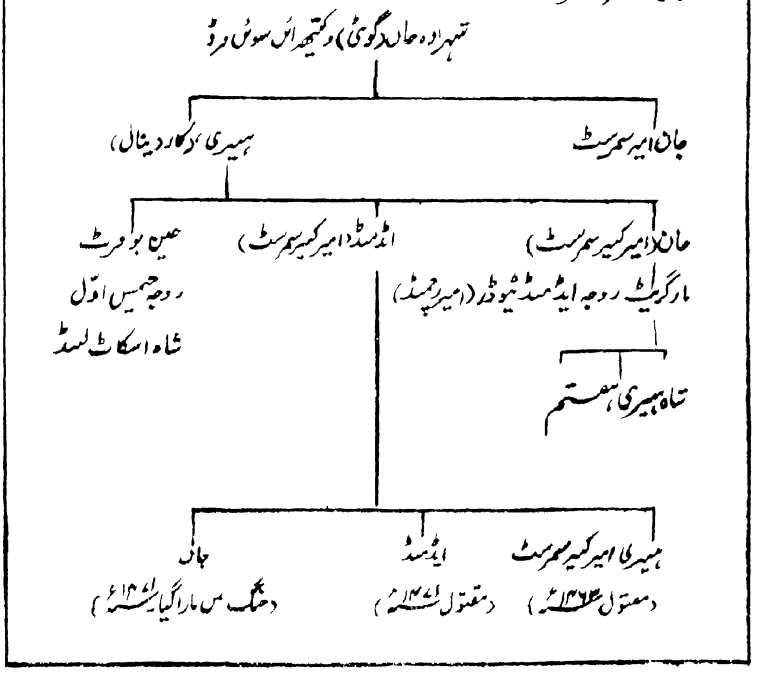

عیسوں سے اسے متصف کرتے تھے۔ اب ایسے منصب و اقتدار پر برقرار رہنے کی صرف ایک صورت تھی کہ وہ دربار شاہی میں اثر قائم رکھے۔ چنانچہ واپسی کے بعد اس نے میر بخشی یا وزیر جنگ (کونسٹیبل) کی حدمت حاصل کر لی جو عملاً اقرار تھا کہ انتظام سلطنت اسی کے ہاتھ میں رہے گا۔ دوسرے ملکہ مارگریٹ کا اسے اعتماد حاصل تھا اور یہ ملکہ اب بادشاہ کے مزاج پر بہت حاوی ہو گئی تھی اور یہ سمجھکر کہ اس کے اولاد نہ ہوئی تو یارک آیندہ حاکم ہو گا، وہ طبعاً شہزادہ یارک سے جلتی تھی۔ بادشاہ کا جسم و دماغ دونوں کمزور تھے اور وہ بالکل ملکہ اور سمرسٹ کے اشارے پر چلتا تھا۔

۱۴۵۱ء

تین سال تک یارک اور سمرسٹ ایک دوسرے کے خلاف داؤں پیچ کرتے رہے۔ اصلی اختیارات سمرسٹ کے قبضے میں تھے اور یارک کو حکومت میں کوئی حصّہ نہ ملتا تھا لیکن سیاسی رقابت رفتہ رفتہ باہمی عداوت و کشمکش کی صورت اختیار کرنے لگی سمرسٹ کی سوءِ قسمت سے فرانس میں معاملات بد سے بدتر ہو گئے اور نارمنڈی کو انگریزوں سے خالی کراتے ہی فرانسیسیوں نے صوبہ گیئن پر حملہ بول دیا جو تین صدی سے شاہان انگلستان کا مقبوضہ اور اور دلی تجارت کا مرکز تھا۔ سمرسٹ اس کی بھی مدافعت نہ کر سکا اور ۱۴۵۱ء میں بورڈو اور بائیوں دونوں شہر ہاتھ سے نکل گئے۔ سلطنت کے مقبوضات کا یکے بعد دیگرے یوں ضایع ہونا دیکھ کر یارک سے خاموش نہ بیٹھا گیا۔ آخر ۱۴۵۲ء میں اس نے جنبش کی اور ۱۴۵۰ء کی طرح ایک زبردست جمعیت لیکر لندن پر بڑھا۔ سمرسٹ سے تقدیر جس قدر سازگاری کرتی، اسی قدر وہ مکر سے بادشاہ کو یارک کی طرف اور بدظن کرتا تھا۔ بلیک ہیتھ پر یارک کا شاہی افواج سے سامنا ہوا مگر دونوں لڑنا نہیں چاہتے تھے۔ یارک کی شکایتیں سننے کے بعد بادشاہ نے وعدہ کیا کہ سمرسٹ کو حراست میں لیکر الزامات کی باقاعدہ تحقیقات کی جائے گی۔

سمرسٹ اور یارک کی کشاکش

یارک نے ایسے گروہ کو جمع کر دہا اور شاہی لشکر میں چلا آیا مگر یہاں پہنچکر دیکھا کہ دستور سمرسٹ کا عمل دخل ہے اور خود یارک کی حیثیت

باب سوم

نظر بندوں کی سی ہوگئی۔ لیکن سمرسٹ خوب جانتا تھا کہ فرانس میں اس کی نا اہلی، جہالت و رشوت ستانی کے جو الزام شہزادہ یارک نے عائد کئے ہیں، وہ صحیح ہیں لہذا وہ علانیہ تحقیقات پر کسی طرح آمادہ نہ تھا بلکہ چاہتا تھا کہ جس طرح ہو سکے یارک کا منہ بند کر دیا جائے۔ چنانچہ اس نے یارک کو حلف دیا کہ وفادار رعایا رہے گا، اور اس طرح معاملہ اڑا دیا۔ یارک کو اس مقابلے میں تو منہ کی کھانی پڑی اور وہ اپنی جاگیر میں واپس چلا آیا۔ مگر سمرسٹ کی تقدیر رسوا کرنے پر تلی ہوئی تھی۔ روز نامہ مواد اس کے خلاف فراہم کر دیتی تھی۔ ۱۴۵۲ء میں گیئن کے واپس لینے کا ایک موقع یہ نکلا کہ کیس کس باتسدے فرانس کی حکومت سے ناراض ہوئے اور سمرسٹ نے جان ٹیلبٹ (امیر شروسبری) کے تحت پانچ ہزار جوان بورڈو روانہ کئے۔ چند روز تک یہ فوج جدھر گئی کامیاب ہوئی لیکن ۱۷ جولائی ۱۴۵۳ء کو ٹیلبٹ دھوکے میں آگیا اور کاستی لیوں کے مقام پر ایک زبردست فرانسیسی لشکر پر حملہ کر بیٹھا جس کی تعداد انگریزوں سے زیادہ تھی۔ فرانسیسیوں کے مورچے مضبوط اور عمدہ توپ خانہ موجود تھا اور سخت خونریزی کے بعد انگریزوں کو کامل ہزیمت نصیب ہوئی۔ ٹیلبٹ اور اس کے دو بیٹے لڑائی میں مارے گئے۔ تین ماہ نہ گزرے تھے کہ بورڈو پر دوبارہ فرانسیسی جھنڈا اڑنے لگا اور یقین ہو گیا کہ اب فرانس کی پوری فوج کالے پر حملہ کئے بغیر نہ رہے گی۔

اس اثنا میں شہزادہ یارک دوستوں سے سن گن اور تازہ کارروائی کی تیاری کر رہا تھا۔ اسے سب سے بڑھ کر ایسے برادر نسبتی یعنی رچرڈ (امیر سالسبری) پر بھروسہ تھا۔ جو خاندان نویل کی چھوٹی شاخ کا سردار تھا۔ یہ طاقتور کثیر الافراد خاندان کئی پشت سے دولتمند گھرانوں میں شادیاں کر کر کے نوت بڑھاتا رہا اور میش نظر عہد میں ملک کی کوئی ۳۶ امارتوں میں سے درجن بھر اسی خاندان یا اس کے رشتہ داروں کے حصے میں آگئی تھیں۔ خاندان کا بزرگ امیر ویسٹ مورلینڈ تھا لیکن اس کی دو بیویوں کی اولاد میں کچھ مدت سے لڑائی چلی آئی تھی۔ وہ ہی بیوی کا بڑا بیٹا رچرڈ نویل باپ سے بھی بڑھ کر صاحب اثر نکلا کیونکہ اسے اپنی ماں کی طرف سے شیرف ہٹن اور مڈل ہم کے قلعے، اور یارک شہر کی وہ اہم ورثے میں ملی اور بیوی جو سب مغربی پرگنوں کی معقول جاگیر کے

علاوہ دارالامرا کی رکنیت بھی مہیر میں لائی۔ اس لئے کہ وہ اُس امیر سالسبری کی بیٹی تھی جو اور لیان کی جنگ میں مارا گیا۔ اس رچرڈ کا لڑا مٹیا جو اب کا مہتمام تھا، ماسوم

رچرڈ نویل (صغیر) ایں بوشان سے بما ماجہ امارت وارک کی وارث تھی اور اسی جاگیر کے ملنے سے رچرڈ انگلستان کا سب سے بڑا میدار ہوگیا۔ کیونکہ ڈسپنسر اور بوشان دونوں خاندانوں کی جاگیر اسے مل گئی جس میں تقریباً ڈیڑھ سو مواضع اور کوئی بیاس مضبوط گڑھیاں شامل تھیں۔ یوحواں امیر وارک ۱۴۴۹ء میں سن ملوغ کو پہنچا اور چونکہ وہ محب لیسدی اور مستعدی بیز احتیاط و دوراندیشی میں ایسے باپ سے کم نہ تھا لہذا شہزادہ یارک کا اس گھرانے میں پیوند ہونا نہایت نتیجہ خیز بات تھی سالسبری کی ایک بہن موبرے (امیر نارفک) سے بیاہی اور ایک بھائی ولیم کا ستہ فالکن برج کے جاگیر دار کی وارث بیٹی سے ہوگیا تھا۔

کاستی لیوں کی شکست کو دیر نہ ہوئی تھی کہ بادشاہ کی سخت علالت کی خبر معلوم ہوئی۔ بہت ممکن ہے کہ اسے اپنے باپ چارلس ششم سے دیوانگی کی سک ورثے میں ملی ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کاستی لیوں کی ہزیمت سکردہ دل شکستہ ہوا ہو۔ بہرحال یہ بات جلد ظاہر ہوگئی کہ اس کا دماغ صحیح نہیں رہا اور ۱۰ مہینے کے اندر وہ بالکل بیکار ہوگیا۔ بادشاہ کی رنجدہ علالت کے بعد ہی معلوم ہوا کہ ملکہ مارگریٹ کے ۱۳ اکتوبر کو بیٹا پیدا ہوا لیکن اس عرصے میں ہینری کا دماغ اس

بادشاہ کی علالت اور ولادت فرزند درجہ ماؤف ہوچکا تھا کہ معلوم کہ سامنے لائے تو اس نے نگاہ پھیر کر بھی نہ دیکھا۔ بادشاہ کی یہ علالت اور شہزادے کی ولادت نے معاملات کی صورت بالکل بدل دی جب سے ہمفری (شہزادہ گلوسٹر) مرا، یارک کو امید تھی کہ لاولد ہینری کے بعد وہی تخت کا وارث جائز ہوگا اور ۱۴۵۱ء میں دارالعوام نے اس قسم کی تجویز بھی کی تھی کہ اس کی ولی عہدی کا اعلان کر دیا جائے۔ مگر اب قرینہ چاہتا تھا کہ بادشاہی ہینری کے بیٹے کو پہنچے گی لہذا یارک کے دشمنوں کو یہ خوف بھی رہا کہ آئندہ وہ بادشاہ ہوا تو بدلے گا۔ دوسری طرف بادشاہ کی علالت کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ

باب سوم

سمرسٹ کا اقتدار جس بنیاد پر قائم تھا، وہی باقی نہ رہی کیونکہ جو بزم شاہی کے ارکان ایسے بدنام وزیر کا ساتھ دینے سے چرگئے۔ اس دشواری میں سب کی آنکھیں قدرتی طور پر یارک کی جانب پھر گئیں حسن اتفاق سے انھی دنوں پارلیمنٹ منعقد کی گئی تھی اس میں امر کبیر یارک ہی نے بادشاہ کی حمایت کی اور عملاً ملک کا سارا انتظام اس کے ہاتھ میں آگیا۔

سمرسٹ پر حملہ

یہ شدنی امر تھا کہ سمرسٹ یارک کے ہمطرف امیر نارفک نے حملہ کیا اور خیانت و غداری کے حملہ الزام عائد کئے۔ دسمبر میں بزم شاہی نے اختیاراً اسے قلعۂ لندن میں قید کر دیا۔ دوہرے سال پیٹیکار یعنی کارومال کیمپ نے وفات پائی اور ایک ہنگامی سلطنت کا قیام ناگزیر ہوگیا۔ اُمرا نے مارگریٹ کا معمولی نام حکومت اس کے ہاتھ میں دی جائے قبول نہیں کیا بلکہ یارک کو محافظ مقرر کر دیا۔ اسی کے ساتھ نومولود شہزادہ ایڈورڈ کے حقوق کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا اور یارک اس کا وہی مایہ بنا۔ خانہ محافظ سلطنت لمبے قد، دبلا پتلا جسم اور چھوٹے سے کتابی چہرے کا آدمی تھا مگر اس نے تدبر و سیاست کی بڑی مستعدی سے اصلاح کی اور بڑے بڑے عہدوں پر تاجدار انگلستان کے لائق امرا مامور کئے۔ وہ اقتضا کرتا تھا جیسا کہ امر سالسبری ایتسارٹیپ کوٹ (امیر آئرلینڈ) حراسۂ دار اور وارک ملس حاجب کا رکن مقرر ہوئے۔

یارک کی نگرانی میں ملک کی حالت بہت جلد سنبھل گئی شمال میں نویل خاندان کی چھوٹی شاخ کے سلاف ٹامس پرسی دامہ اگرے موں نے لڑائی چھیڑ رکھی تھی۔ اکزیٹر کا امیر کبیر اور بڑی شاخ کے کئی نوبل امیر اس کے مددگار ہوگئے تھے۔ چھوٹی شاخ کا سربراہ جان نویل تھا جو آگے چل کے امیر مون ٹیگو بنا۔ مگر امر کبیر یارک کا اتنا اثر تھا کہ اس نے یہ لڑائی رکوا دی۔ سمرسٹ، قلعۂ لندن میں محبوس رہا کہ بادشاہ کی ملاقات کے زمانے میں اس پر مقدمہ چلایا جائے اور خطرے سے خالی نہ تھا دوسرے قید میں رہ کر وہ کوئی تدابیر نہ کر سکتا تھا۔ ملک کی بدنصیبی تھی کہ سمرسٹ بادشاہ کا معتمد ہونے لگا اور جون ۱۴۵۳ء میں

مارسوم

ہینری کی شفایابی

وہ بری طرح تشفایاب ہوگیا۔ بیمر صحت یاکر پہلا ہی کام اس نے یہ کیا کہ سمرسٹ کو رہاکر دیا اور مجلس شاہی میں اسے دوبارہ وہی موقعیت عطا کی گئی جو پہلے حاصل تھی۔

یارک کے حق میں یہ تعیین بہت شویش انگیز ہوا۔ اسے نہ صرف اپنی دلایت چھوڑنی پڑی بلکہ دوسرے سب عہدے بھی جاتے رہے اور یہی اس کے دوستوں پر گزری۔ مئی میں شاہی مجلس کا انعقاد ہوا تو یارک اور سالسبری وغیرہ اس کے دوست کسی کو طلب نہ کیا گیا اور طے پایا کہ لیسٹر میں پارلیمنٹ منعقد کی جائے کہ وہ بادشاہ کی ذات کو اس کے مخالفوں سے بچانے کی تدبیر کرے۔" یارک کو ذرا شک نہ تھا کہ بادشاہ کے مخالفوں سے کون لوگ مراد ہیں۔ پس یہ سمجھ کر کہ ہاتھ پاؤں ہلانے کا وقت گیا ہے اس نے اپنی معیت تیار کی سالسبری و وارک کو مدد کے لئے بلایا اور یہ اعلان کیا کہ ہم بادشاہ کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ دشمنوں کی حریص شرارت، عداوت اور حرص سے بھری ہیں، سیدھی لندن پر پیش قدمی کی۔

اُن کے آنے کی خبر سنتے ہی سمرسٹ اور بادشاہ نے بھی فوج لیکر کوچ کیا کہ راستے ہی میں ان کا مقابلہ کریں۔ یہ تیں سو اور پاہی درباری امیروں نے عجلت میں جمع کئے تھے اور ان میں سے بعض بارہ امیر اُس وقت حاضر تھے جن میں سمرسٹ اور بکنگھم کے امرکیہ، ہیرفورڈ، ڈورسیٹ، ولٹشر اسٹیفرڈ اور ڈیون شامل ہیں۔

معرکہ سینٹ البنس اللھم اسینٹ البنس کے مقام پر فریقین کا غالباً ہوا تھوڑی ہی گفت وشنید ہوئی یارک والوں کا یہ مطالبہ تھا کہ یا تو سمرسٹ کو برطرف کر دیا جائے یا بادشاہ اُن لوگوں کو جنھیں یارک ملزم قرار دیتا ہے حوالے کر دے تاکہ اُن کے ساتھ وہ برتاؤ کیا جائے جس کے وہ مستحق ہیں۔ تب یارک کی فوج نے سینٹ البنس پر یورش کی۔ پاہیوں کا تو کچھ نقصان نہ ہوا مگر شاہی سرداروں کو بہت نقصان پہنچا کیونکہ بھاری بھاری زرہ بکتر کے باعث وہ بھاگنے سے لاچار ہوگئے تھے۔ خود ہینری تیر سے زخمی ہوا۔ سمرسٹ، امیر ناتھمبرلینڈ اور امیر کلیفرڈ مارے گئے۔

باب سوم

بکنگھم، اسٹیفرڈ، ڈیوں اور ڈورسٹ زخم کھا کے گرفتار ہوئے۔ پیم بُرک اور ولٹشر جان بچا کر بھاگ گئے۔

اس لڑائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس طرح ۱۴۵۰ء میں سفک اور اس کے ساتھی وزیروں کا خاتمہ ہو گیا تھا، اسی طرح اب سمرسٹ اور اس کے رفیق غارت ہو گئے یارک کو دوبارہ اقتدار ملا اور اس نے بلا تاخیر اپنے دوستوں کو بحال کر دیا۔ صدر اسقف "بری مسمی بور شئے" بڑا ہوشیار اور کسی قدر دنیا ساز پادری تھا، وہ صدارت پر برقرار رہا اور اس کا بھائی خزانہ دار مقرر ہوا۔ ورنہ سمرسٹ کی بجائے وزارت جنگ یارک کے اور کالے کی قلعداری وارک کے ہاتھ آئی۔ سالسبری، امارت لینکاسٹر کا ناظر مقرر ہوا اور پارلیمنٹ نے بھی ان تقررات کی توثیق کر دی۔ الغرض سے اُٹھی۔ نوں ہینری پر دوبارہ دورہ پڑا اور یارک پھر محافظ (سرپرست) کے مرتبے پر فائز ہو گیا۔ حضوری میں ہینری کو سفا حاصل ہوی تو پھر وہی ریشہ دوانیاں ہونے لگیں۔ کیونکہ اب ملکہ مارگریٹ قطعی طور پر اقتدار حاصل کرنے پر تل گئی تھی اور سمرسٹ کی جگہ اپنا رسوخ و اثر قائم کرنا چاہتی تھی۔ یارک کو بدنام کرنے کا اُسے جہاں تک خط تھا کہ واسکسوں کو اس نے سینڈوچ پر حملہ کرنے کا اشارہ کیا۔ اور یقین کیا جاتا ہے کہ اسکاٹ لینڈ والوں کے ایک حملے میں بھی اس کی شرکت تھی۔ ایک دوست سے اس نے اقبال کیا کہ اگر خود میرے گروہ کے بڑے امیروں کو علم ہو جائے کہ میں کیا کر رہی ہوں تو سب سے پہلے وہی میرے قتل کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں۔

یارک اور مارگریٹ

مجموعی طور پر یارک کی حکومت کامیاب رہی۔ وارک نے کالے کی قلعہ۔ اری میں بڑا نام پایا۔ خصوصاً تنگ سمندروں کی پاسبانی میں جو مستعدی دکھائی اور اس میں مارہا آئیں، وانس وغیرہ کے جہازیوں سے دست بدست لڑا، ان کاموں نے اسے بہت مشہور و ہر دلعزیز بنا دیا۔ یہ معرکے زمانۂ حال کے بین الاقوامی قانون سے تو مطابقت نہیں رکھتے لیکن وارک کے ملاح، لندن اور جنوبی بندرگاہوں کے سوداگروں کو اس کا شیفتہ بنانے کے لئے کافی تھے چنانچہ یارک کے بعد ملک بھر میں سب سے مقبول و ممتاز

باب سوم

امیر وارک ہوگیا۔ یارک کے عہد اقتدار میں دوبارہ امن و سکون کے آثار نظر آئے اور عام گفتگو سے پتہ چلتا ہے کہ لوگ آئندہ عہد و اغ، خوش حالی کی امید میں بامید رہے ہیں۔ خود بادشاہ اتنا مسرور تھا کہ ۱۴۵۵ء میں اس نے سینٹ پال کے کلیسا میں ایک خاص جلسہ منعقد کیا کہ ۰ ولوں ویں کے سردار وں کو لبس میں ملادے اور وہ دو دو کی قطار میں ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے ہو کر سینٹ آلبنس کے مقتولوں کے حق میں دعائے مغفرت کریں۔

لیکن مارگریٹ دوسرے ہی خیال میں تھی اور یارک اور اس کے دوستوں کو نکال باہر کرنے کی دُھن میں لگی ہوئی تھی۔ حتّٰی کہ آہستہ آہستہ اس میں کامیاب ہوگئی۔ بادشاہ کی صحت مندی سے یارک کی ولایت توازھ ختم ہوگئی۔ پھر دونوں بورشئے اور سالسبری عہدوں سے معزول کر دیئے گئے۔ حکومت کی ملکہ کی نگرانی میں ارسر نو تنظیم ہوی اور ولٹشر، بومنٹ، شروزبری اور اک زیٹر کے اُمرا رکن رکین قرار پائے۔ ۱۴۵۹ء میں مارگریٹ اتنی مضبوط ہوگئی کہ چار سال پہلے یارک کے خلاف جو حملہ ناکام رہا تھا، اُس کی تجدید کا ارادہ کر لیا۔ ستمبر میں یارک، لڈلو میں۔ سالسبری، مڈل ہیم اور وارک کالے میں تھے کہ ملکہ نے بادشاہ کے نام سے فوج واہم کی اور پہلے سالسبری سے سمجھنے کا ارادہ کرکے، اُسے بلا بھیجا۔ مگر وہ جال میں پھنسنے والا آدمی نہ تھا اور حکم کی تعمیل کرنے کی بجائے اُس نے ۳ ہزار سپاہی جمع کئے اور یارک سے جا ملنے کی غرض سے لڈلو روانہ ہوگیا۔ ساتھ ہی وارک کو خبر دی کہ مدد کے لئے آجائے۔ ملکہ کا منصوبہ اس حد تک تو کامیاب ہوا کہ سالسبری کو لڈلو کے راستے میں شاہی فوج نے بلور ہیتھ کے مقام پر جالیا۔ لیکن یہاں جو لڑائی ہوئی اس میں شاہی فوج کو شکست ہوی اور اس کا سردار اوڈلے مارا گیا اور سالسبری بڑھ کر یارک کے پاس لڈلو پہنچ گیا۔ اسی طرح وارک، ۶ سو سدھے ہوئے سپاہی لیکر اس سے آملا اور اب دونوں طرف ایک بڑی لڑائی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ ملکہ کی پشت پر تمام ملک موجود تھا اور اس نے پچاس ہزار سپاہی جمع کر لئے۔ بخلاف اس کے یارک کا فریق وادی سیورن میں گھرا ہوا تھا اور شاہی افواج کے راستے میں آجانے کے باعث اپنی جاگیروں سے بھی

باب سوم

مدد نہ لے سکتا تھا۔ لہٰذا صرف ۲۰ ہزار آدمی فراہم ہو سکے اور لشکر شاہی کے مقابلے میں آتے ہی ہمت ہار بیٹھے۔ مقام لڈفورڈ (لنکن شائر) پر ایک دوسرے کا سامنا ہوا تو بارکی سیاہ میں سراسیمگی پھیل گئی۔ وارک کے سدھے ہوئے سپاہی اور ان کا سردار ساتھ چھوڑ کر ملکہ سے جا ملے اور پوری فوج لڑے بھڑے بغیر پراگندہ ہو گئی۔ یارک سے جس طرح بنا، آئرستان پہنچ گیا۔ سالسبری، وارک، اور یارک کا بڑا بیٹا ایڈورڈ امیر مارچ، ڈیون کے ساحل سے جہازوں پر بیٹھکر چل دئے اور یہ بھی وارک کی جہاری قابلیت کا طفیل سمجھئے کہ سلامت کالے پہنچ گئے۔

وقت کے وقت تو مارگریٹ کو فتح کامل حاصل ہو گئی لیکن فتح سے جو کام لیا وہ ایسا نہ تھا کہ دشمن کی آگ پر پانی پڑ جاتا نہایت عجلت میں پارلیمنٹ کا انعقاد کیا گیا اور اتنی جلدی تھی کہ شاہی صلعلدلوں نے علاً ارکان کو خود نامزد کر دیا۔ اجلاس کے لئے بھی لندن کی بجائے **کوونٹری** کے انتخاب کرنے سے

کوونٹری کی پارلیمنٹ

یہ مطلب تھا کہ یارک کی فریق کے اثرات کی روک تھام رہے۔ اجلاس کا مقصد خاص یہ تھا کہ باغی سرداروں کو سزا دی جائے۔

رچرڈ ثانی کے زمانے میں بار بار پارلیمنٹ میں مرافعے ہوئے تو ۱۴۰۴ء میں ایک کارگر قانون بنا کے ایسی کارروائیوں کو ناجائز قرار دے دیا گیا تھا لیکن ملکہ کے ہواخواہوں نے ایک زیادہ چلتا ہوا ہتھیار قوانین "آئین ڈر" کی صورت میں ایجاد کیا۔ لفظ "اٹینٹ" کے معنی "خون کی خرابی" کے ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ جس کا خون بگڑ جائے وہ نہ خود ملکیت کا مستحق ہے نہ اس کی اولاد وارث ہو سکتی ہے، اس قانون کا استعمال بغاوت کرنے والوں پر کیا جاتا تھا جو املاک سے محروم اور کتنی قرار دئے جائیں۔ ضبط شدہ املاک ظاہر ہے کہ بادشاہ کے قبضے میں آجاتی تھیں "حرامیوں" کا فیصلہ، عدالت کی طرف سے سزائے موت کے ساتھ دیا جا سکتا تھا جب کہ کسی پر دغا باغداری کا جرم ثابت ہو جائے۔ بادشاہ مجاز تھا کہ ضبطی کی سزا میں کمی کر دے اور بعض اوقات ایسے مجرم قتل کر دئے جاتے لیکن ان کی میراث اولاد کو منتقل ہو سکتی تھی اس قسم کے فیصلے یا قانون کی منسوخی کے واسطے بھی پارلیمنٹ میں اسی طرح باضابطہ تجویز پیش کرنی پڑتی تھی جیسے کسی دوسرے

باب سوم

منتقل قانون کی تنسیخ کے لئے۔ بہرحال یہی ضمنی مگر اشد سزا تھی جس سے کوونٹری کی پارلیمنٹ منعقدہ ۱۴۵۹ء میں یارک، سالسبری اور وارک کے خلاف کام لیا گیا۔ ان کی جان و مال بحق سرکار ضبط کر لی گئیں اور اس شدت کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ نظم و نسق کا اقتدار پانے کے واسطے جو کشمکش ہو رہی تھی اب وہ مرگ و زیست کا مسئلہ بن گئی۔

اس عرصے میں مجرم اُمرا از سر نو لڑنے کی تیاریاں کر رہے تھے اور آیندہ جون میں یارک کا ویلز میں اور سالسبری وغیرہ کا کینٹ میں بہ وقت لنگر انداز ہونا قرار پایا تھا۔ لیکن یارک وقت پر نہ آ سکا۔ لہٰذا لڑائی کا آغاز ساتھی امیروں کی طرف سے ہوا کہ رودبار پر وارک کے جہازوں کا تسلط تھا اور وہ بغیر کسی مزاحمت کے سمندر پار ہو گئے۔ ہینری اور شاہی فریق کو اُن کے کینٹ میں لنگر انداز ہونے کی توقع نہ تھی لہٰذا وہ سینڈوچ سے لندن تک کوئی موج مقابلے میں نہ بھیج سکے اور باغی امرا بغیر لڑے بھڑے لندن میں داخل ہو گئے جہاں اہل شہر نے تپاک سے ان کا استقبال کیا۔ انھوں نے ہر جگہ یہی کہا کہ ذاتی طور پر ہم بادشاہ کے وفادار ہیں اور ہمارا مقصد صرف اچھی حکومت قائم کرنا ہے۔ لندن پہنچ کر انھیں رنگروٹوں کی بھی کمی نہ رہی حالانکہ پہلی لڑائی میں وہ بے یار و مددگار رہ گئے تھے۔ لیکن ملکہ کی سخت مدبرانہ کوشش اُن کی طرف سے آئی اور تمام جنوب مشرقی اضلاع میں صریحاً انھی کے ہواخواہوں کا غلبہ ہو گیا۔ سالسبری کو قلعۂ لندن کے محاصرے پر چھوڑ کر، وارک اور ایرمارچ نے نارتھمپٹن کی جانب کوچ کیا جہاں خود بادشاہ، شہزادہ بکنگھم کی مدد سے ایک فوج کی قیادت کر رہا تھا۔ بادشاہ سے ملاقات کی کوششیں ناکام رہیں تو وارک نے حملے کا حکم دیا اور دغابازوں کی اعانت سے حنفیں چھین کر شاہی فوج کو مار بھگایا۔ مارگریٹ اپنے بچے کو لیکر نکل گئی مگر ہینری پکڑا گیا۔ سینٹ البنس کی طرح اس معرکے میں مجموعی نقصان کے تناسب سے سرداروں کا نقصان کہیں زیادہ ہوا اور شاہی مقتولوں میں بکنگھم شامل تھا۔

نارتھمپٹن کے معرکے نے یارکی فریق کو جنوب اور وسط انگلستان میں پوری طرح مسلط کر دیا تھا لہٰذا مارگریٹ کے تعاقب کی زحمت اٹھائے بغیر وارک، مارچ، بادشاہ کو لئے ہوئے لندن چلے آئے۔ یہاں پہنچ کر ہینری کے نام سے

باب سوم

یارک کا دعوی تخت

حکومت میں تبدیلی کا اعلان کیا گیا جیسا کہ سینٹ آلبنس کے بعد ہوا۔ اتحاد کے پرکنوں کا سپہ سالار سالسبری مقرر ہوا۔ جارج نویل داسقف اگزیٹر، ہیتی کارجان نویل، حاجب اور امیر بورشئے خزانہ دار بنائے گئے۔ اکتوبر میں پارلیمنٹ منعقد ہوئی۔ انتخابات یارکی فریق کے برابر اثر ہوئے تھے لہذا "حرابی حوں" کے جملہ قوانین جن کا کومنٹری میں نفاذ ہوا تھا، مسوخ کر دیے گئے۔ اجلاس کے تیسرے دن شہزادۂ یارک لندن پہنچ گیا اس نے راستے ہی میں بادشاہی نشان قائم کر لی تھی۔ ویسٹ منسٹر پہنچ کر یہاں تک جسارت کی کہ محلسرا میں گھس گیا اور ہینری کو مجبور کیا کہ شاہی کمرے خالی کر دے۔ دوسرے دن وہ دار الامرا میں آیا اور علانیہ رچرڈ ثانی کے وارث کی حیثیت سے تخت کا دعوی کیا۔ لیکن یہ فعل اس کے یکے خیر خواہوں کو بھی حد سے متجاوز نظر آیا۔ امیروں نے تائید میں زبان تک نہ ہلائی اور یارک نے صاف صاف اس حرکت کو ناپسند کیا جس میں ہینری کی اطاعت کیشی کے حلفوں کی صریحی خلاف ورزی، اور بارکی حکمت عملی کے جملہ اعلانات کی کامل تردید مرکوز تھی آخر میں یہ راہ نکالی گئی۔ یارک بادشاہ نہ ہو مگر ولی عہد بنا دیا گیا اور شہزادۂ ویلز اور ولی سلطنت کے القاب سے ملقب ہوا۔ ہینری نے بھی یہ قرار داد قبول کر لی اور پارلیمنٹ کے ایک قانون سے اس کی توثیق ہو گئی۔

معرکۂ ویک فیلڈ

لیکن اس انتظام پر عملدرآمد کا انحصار یارک و مارگریٹ کی متقابل فوجی قوت پر تھا۔ یہ ملکہ حوو یلز میں تھی مگر اس کے رفیق قتال میں امیر نارتھمپٹن، امیر کلفرڈ اور نویل کی سرداری میں لشکر جمع کر رہے تھے۔ ان میں پہلے دو سینٹ آلبنس کے مقتول امیروں کے بیٹے تھے اور نویل، امیر ویسٹ مورلینڈ کا بھائی تھا۔ زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ ہینری بوفرٹ (امیر کیرسمرسٹ) شہزادۂ اگزیٹر اور لینکاسٹری فریق کے دوسرے عمائد بھی ان سے آملے۔ ان پر نظر رکھنے کی غرض سے یارک اور سالسبری، چھ ہزار سپاہی لیکر ویک فیلڈ کے قریب سینڈل کامل تک بڑھے اور امدادی افواج کا انتظار کر رہے تھے کہ ۳۰ دسمبر کے دن، کلفرڈ نے چکمہ دے کر یارک کو جوش میں ایک بڑی فوج کے مقابل کھینچ بلایا اور اسی لڑائی میں وہ خود مارا گیا اور سالسبری گرفتار

ہوگیا۔ یارک کا منجھلا بیٹا، رٹ لینڈ سترہ سال کا خوشرو جوان تھا، وہ بھی بھاگتے ہوئے میں کھیت رہا اور بدنصیب سالسبری کا بلا تاخیر پونٹ فریکٹ میں سر قلم کرا دیا گیا۔ پھر اسے اور یارک کے کو کمال بے دردی سے قصبۂ یارک کے پھاٹک پر رکھ دیا گیا اور یارک کے برید ہ سر کی ایک کاغذ کے تاج سے زینت بڑھائی

۱۴۶۰ء

مارگریٹ کی پیش قدمی

ویک فیلڈ کی فتح سے مارگریٹ کو بظاہر اسا علیہ حاصل ہوگیا کہ شمال کے لوگ جوق در جوق اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہونے لگے اور زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ اس کے لشکر میں ۶۰ ہزار آدمی بھرتی ہوگئے۔ لیکن اس کی فتح ہی کمزوری کا موجب تھی کیونکہ شمال کے وحشی سپاہیوں کی نسبت افواہ پھیل گئی کہ ٹرینٹ کے پار اُتر کے وہ بے روک لوٹ مار کے ارادے اور دعوے رکھتے ہیں۔ جنوبی اصلاع میں ان خبروں سے سخت سراسیمگی پھیلی اور لڑائی نے واقع میں ایک ایسی ملکی جنگ کی صورت اختیار کر لی جو پہلے کبھی نہ کی تھی۔ اب تک زیادہ تر امرا کی جمعیتیں جنگ کا بار اٹھاتی رہی تھیں لیکن اس موقع پر پہلی مرتبہ قصبات و شہر کے لوگ میداں میں نکل آئے اور امن دوست شہریوں اور مسکین کسانوں نے شمالی دلدلوں کے بسنے والوں کا مقابلہ کیا۔ اس بندوں کو صاف نظر آتا تھا کہ صرف یارک کی فریق کی کامیابی امن و حسن انتظام کی کفیل ہو سکتی ہے۔

مورٹمر کراس اور سینٹ آلبنس کا معرکہ

بہت جلد یہ حریف میدان میں آگئے۔ مارگریٹ توتنالی افواج کے ساتھ آرماٹن اسٹریٹ کے راستے لندن پر بڑھ رہی تھی۔ راستے میں اس کی فوج نے گرنتھم وغیرہ چار قصبوں کو لوٹ بھی لیا۔ دوسری سمت سے وارک تیس ہزار کا لشکر لے کر سینٹ آلبنس پہنچ گیا کہ مارگریٹ کو لندن جانے سے روکے۔ سیورن کی وادی میں امیر مارچ دس ہزار کی جمعیت لئے پڑا تھا جو مورٹمر کی جاگیروں سے فراہم کی گئی تھی اور اس کے عقب میں جیسپر ٹیوڈر (امیر پیمبروک) ویلزیوں کی جمعیت لئے آرہا تھا کہ ملکہ کو مدد دے اور موقع ملے تو مارچ کی فوج پر حملہ کر دے۔ اسی اندیشے سے مارچ نے سیورن کو عبور کرنا بے سود سمجھا کیونکہ

باب سوم

گو اس کی عمر انیس سال سے زیادہ نہ تھی مگر وہ ایک سپہ سالار کا وجدان رکھتا تھا، چنانچہ پیم بُرک کی جمعیت کو سلامت چھوڑ کر آگے جانے کی بجائے وہ پلٹ کر مورٹمر کراس کے مقام میں دشمن پر آپڑا اور ۲ر فروری ۱۴۶۱ء کے روز پیم بُرک کو کامل شکست دی۔ پیم بُرک کے بوڑھے باپ اوئیل ٹیوڈر میدان جنگ ہی میں مروا دیا گیا۔

اب ایڈورڈ (امیر مارچ) وارک کی مدد کے لئے بہ سرعت روانہ ہوا تھا کہ اکسفرڈ شر تک پہنچتے پہنچتے خبر ملی کہ سینٹ آلبنس کی دوسری لڑائی میں وارک نے ۱۷ر فروری کو شکست کھائی۔ شکست کا ایک سبب تو بدانتظامی تھی اور دوسرے بعض ساتھ والوں کی غداری۔ دراصل وارک کی صفیں اتنی دور تک پھیلی ہوئی تھیں کہ جلد جمع نہ ہو سکتی تھیں۔ جاسوسوں کی کسی غلطی سے لینکاسٹری حملے کی اطلاع بھی وقت پر نہ دی گئی اور ادھر لڑائی شروع ہوتے ہی کینٹ والوں کا ایک گروہ ساتھ چھوڑ کر ہٹ گیا اور لینکاسٹری حملہ آور صفوں کے اندر گھس آئے۔ صفوں میں سخت ہل چل پڑ گئی اور یار کی سپاہی میدان سے پسپا کر دئیے گئے۔ وارک نے بہ مشکل چند ہزار آدمیوں کو روکے رکھا اور چیپنگ نورٹن کے مقام پر ایڈورڈ (امیر مارچ) سے جا ملا۔ لیکن لندن کی سڑک اب دشمن کی پیش قدمی کے لئے بالکل کھلی رہ گئی۔

لندن کی مخالفت مارگریٹ سے۔ امیر مارچ کا بادشاہ منتخب ہونا

اب بازی ملکہ کے ہاتھ میں معلوم ہوتی تھی۔ شاہ ہینری بھی سینٹ آلبنس کی لڑائی میں دوبارہ ہاتھ آگیا اور کامل فتح میں سوائے لندن پہنچ جانے کے اور کوئی کسر نہ رہی۔ لیکن اس نازک موقع پر مارگریٹ نے بڑی کمزوری دکھائی یعنی اتنا وقت ضائع کر دیا کہ لندن والوں کو اطلاع مل گئی کہ وارک اور مارچ ابھی تک میدان میں ہیں اور اس کی مدد کے لئے بڑھ رہے ہیں۔ جس سے خود ان کے حوصلے بڑھ گئے اور انھوں نے رسد کی گاڑیاں جو مارگریٹ کی فوج کے لئے اجناس وغیرہ لے جا رہی تھیں، روک لیں اور دوسرے دن خود وارک اور مارچ لندن میں داخل ہو گئے۔ دوسری صبح ایک سیاسی

انقلاب عمل میں آیا۔ ۴ مہینے پہلے یارک نے تخت شاہی پر قبضہ کرنا چاہا تو سب نے ناپسند کیا تھا لیکن ویک فیلڈ اور سینٹ آلبنس کی لڑائیوں نے اور سب سے بڑھ کر شمالیوں کی غارتگری نے جہاں تک جنوبی انگلستان کا تعلق ہے لوگوں کے دل میں ہینری کی کوئی جگہ باقی نہ چھوڑی اُسے ذاتی طور پر لوگ بے قصور سمجھتے تھے مگر یقین ہوگیا تھا کہ ملکہ کے ایسے طرز عمل کے بعد اُسے تختِ شاہی پر برقرار رہنے دینا کسی طرح قرین عقل نہ ہوگا۔ جب تک وہ سب فریقوں سے الگ رہا۔ اس وقت تک وارک جیسے مصلحت اندیش لوگ آمادہ تھے کہ وہ برائے نام بادشاہی کرتا رہے اور زمام حکومت خود اُن کے ہاتھ میں آجائے۔ لیکن مارگریٹ کی مالاقی نے ہینری کو بھی فریق بنا دیا تھا لہٰذا اب اس کا بادشاہ رہنا ناممکن تھا۔ چنانچہ ۹ مارچ، اتوار کے دن کلارکن ویل فیلڈز میں آرچ بشپ کے اُسقف جارج نوِیل نے سپاہیوں کو مخاطب کیا اور ایڈورڈ لیرڈ کے حقوق بادشاہی بتائے۔ اس تقریر پر خوشی کے نعرے بلند ہوئے تو وارک نے صدر اسقف بورشئے اور نارفک وغیرہ امرائے کبار کو موید بنا کے یارک کی فریق کے عمائد کا جلسہ کیا اور ایڈورڈ کو بادشاہ منتخب کرنے کی رسم ادا کر کے ایڈورڈ چہارم کے لقب سے اس کی بادشاہی کا اعلان کر دیا۔

مشہور واقعات

محاصرہ اورلیان	۱۴۲۹ء
بیڈفرڈ کی وفات	۱۴۳۵ء
گلوسٹر و بوفرٹ کی وفات	۱۴۴۷ء
کیڈ کی بغاوت	۱۴۵۰ء
خانہ جنگیاں	۱۴۵۵ء

باب چہارم

ایڈورڈ چہارم ۔ ۱۴۶۱ء تا ۱۴۸۳ء

ولادت ۱۴۴۱ء ۔ ازدواج ۱۴۶۴ء با الزبیتھ وُڈویل
معاصرین ۔ اسکاٹ لینڈ ۔ .. ۔ جیمس ثالث
فرانس ۔ .. ۔ لوی یازدہم

نئے بادشاہ کی باضابطہ تاج پوشی کی رسم منانے کی کسی نے فکر نہ کی کیونکہ کوئی نہ کہہ سکتا تھا کہ کس وقت ہائی گیٹ ہل پر مارگریٹ کے پھریرے اُڑتے نظر آئیں گے اسی لئے جب خبر آئی کہ اس کی موج واپس جا رہی ہے تو شہر میں بڑی خوشی ہوی۔ اصل میں اہل شمال کو جنوب کی طرف آنے میں بڑا لاپچ لوٹ مار کا تھا لیکن ہینری نے آزادی پاتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ لوٹ مار کی مطلق ممانعت کی منادی کرادی۔ مارگریٹ کے سپاہی بہت جلے۔ بعض نے تو لشکر کا ساتھ چھوڑ کر اپنے آپ غارتی شروع کر دی اور بعض جلدی سے اپنے گھروں کو چل دیئے کہ جو کچھ لوٹا تھا، اُس پر آنچ نہ آنے پائے۔ جو لوگ رہ گئے، وہ بھی اس قدر دل برداشتہ تھے کہ سرداروں نے صاف کہہ دیا کہ پسپائی کے بغیر چارہ نہیں۔ چنانچہ ایڈورڈ کی بادشاہی کا جس روز اعلان ہوا،

باب چہارم

اسی دن ہینری اور مارگریٹ مادل ماحواستہ شمال کی سمت واپس ہوئے۔

ٹاؤٹن

ان کا تعاقب کرنے میں کوئی غفلت نہ کی گئی۔ ۱۱ مارچ کو جمعیت صلیبیہ لندن سے روانہ ہوئی اور ۲۶ کو ایڈورڈ، پونٹے فریکٹ میں تھا۔ اس کی فوج کی تعداد ۴۸ ہزار تھی وارک اور اس کا چچا۔ نارفک، امیر فالکن برج اور خود ایڈورڈ قیادت کر رہے تھے۔ ہر جنوبی صلع کے آدمی فوج میں موجود تھے کیونکہ نمالیوں نے بڑی بے دردی سے کام لیا تھا اور ہر جنوبی جسے کسی نقصان کا اندیشہ تھا، اس عارنگی کے سلسلے کو ہمیشہ کے واسطے جس طرح ہو سکے ختم کرنے کی دھن میں تھا۔ چنانچہ کوونٹری والے اپنے "کالے میڈھے" کا جھنڈا لئے ہوئے تھے برسٹل والوں کے پھریرے پر جہاز کی تصویر تھی۔ ٹرینٹ اور ڈون کے خط سے گزرنے کے بعد اہل شمال کی فوج لے، ایرو وہارف کے درمیان پلٹ کر لڑنے پر تیار ہوگئی اور ایک بلند میدان میں جو ٹاؤٹن فیلڈ کہلاتا ہے، ڈیرے ڈال دئیے۔ کاسل فرڈ اور فیری برج (لب آیر)

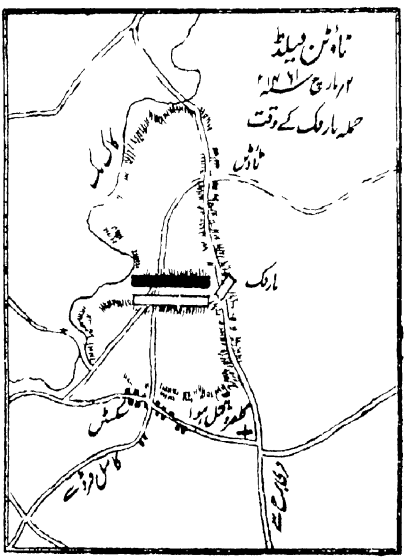

کے ٹیڈکاسٹر کو جانے والے راستے یہاں مل جاتے ہیں اور خود ٹیڈکاسٹر

باب چہارم

اس میدان سے کوئی چار میل جنوب میں تھا۔ ایڈورڈ نے منزلیں مار کے ایر کے معبر پر قبضہ کرلیا۔ شاہی فوج کے سردار کلفرڈ نے فیری برج کی گزرگاہ دوبارہ چھین لی تھی لیکن امیر فالکن برج، کاسل فرڈ کے مقام سے پار ہوگیا اور جب کلفرڈ نے ٹاؤٹن کی طرف ہٹنا چاہا تو اُسے راستے میں جالیا اور اسی لڑائی میں کلفرڈ مارا گیا۔

دوسرے دن، یعنی ۲۹ مارچ کو یوم النخلہ (Palm Sunday) تھا۔ ایڈورڈ، وارک اور فالکن برج نے بڑی جمعیت لیکر بلند میدان پر یورش کی۔ امید تھی کہ نارفک جو پونتے فریکٹ میں علیل ہوکر رہ گیا تھا، حسب وعدہ بڑی لڑائی کے وقت کمک کو آجائے گا اور اسی پر حملہ آوروں کو بہت کچھ بھروسہ تھا۔ دوسری جنگ شروع ہوئی تو یارکی فوج کو ایک برف کے طوفان سے بڑی مدد ملی کہ اس موقع پر فالکن برج نے اپنے تیر ادھر اُدھر چلا کر لینکاسٹری فوج کو دھوکے میں رکھا مگر اصلی لڑائی دست بدست ہوی۔ کئی گھنٹے تک کوئی فریق غلبہ نہ پاسکا۔ مگر جب نارفک آیا تو اس کا حملہ میسرہ پر لینکاسٹریوں کے حق میں مہلک ثابت ہوا کیونکہ میمنہ ایک گہری گھاٹی پر قائم تھا اور ہر طرف سے گھرنے کے بعد ساری صفیں پیچھے ہٹنے لگیں۔ اہل شمال گھر کر بھی بڑی تندی سے لڑتے رہے لیکن آخر دس گھنٹے کی لڑائی نے انھیں گھاٹی کے کنارے پر پہنچادیا جس میں نیچے کوک بک کی ندی بہتی تھی اور اُس وقت طغیانی کی حالت میں تھی۔ اس مصیبت نے اُن کو اور بھی تباہ کرادیا کیونکہ ہزاروں آدمی اس ندی میں گر کر ہلاک ہوے اور کہا جاتا ہے کہ کم سے کم ۲۷ ہزار لاشے میدان میں گاڑے گئے۔ جنگ کے وقت ہینری اور مارگریٹ، یارک میں تھے اور شکست کے بعد انھوں نے اسکاٹ لینڈ میں پناہ لی۔

شمال کی فتح

ٹاؤٹن سے ایڈورڈ، یارک کے راستے ڈرہم پہنچا مگر لینکاسٹری فوج کو پراگندہ دیکھکر خود واپس لندن آگیا اور پرسیوں کے قلعے، الن وک، بیمبرو وغیرہ کی تسخیر، نیز اسکوٹوں کے کسی حملے کی جگہ مارگریٹ تیار کرکے روک تھام وارک کے تفویض کرآیا۔ ان قلعوں کی فتح کافی دشوار

باب چہارم

ثابت ہوئی اور کئی کئی بار وہ ہاتھ سے نکلے اور پھر مسخر ہوئے، تب کہیں یارک فریق کا قبضہ مستقل ہوا۔ ان لڑائیوں میں سب سے زیادہ جانفشانی وارک اور اس کے بھائی نویل کو کرنی پڑی جو ٹاؤٹن کی جنگی خدمات کے صلے میں امیر مون ٹیگو بنا دیا گیا تھا۔ اُدھر غصے اور انتقام کی آگ نے مارگریٹ کے دل سے حبِ وطن کے رہے سہے جذبات فنا کر دیے تھے۔ اسکوٹوں کو رشوت میں یارک میں کیا گیا اور فرانسیسیوں کو مدد کے عوض میں کالے تک کا لالچ دلایا گیا۔ اس قیمت پر یہ دونوں قومیں لینکاسٹری فریق کی طرفدار بن گئیں۔ اسکوٹوں نے کئی بار سرحد عبور کی اور لوئی نے دو ہزار جواں انگلستان میں اُتارے، لیکن آخر کار ۱۴۶۲ء کے جاڑوں میں جو اسکاٹ لینڈ پر حملہ ہوا تو وہاں کی مجلس نیابت کے ہوش درست ہوئے اور مارگریٹ نے جو اس ملک میں مرکز بنا رکھا تھا، اس سے محروم کر دی گئی۔ فرانسیسیوں کی تگ و دو پرسبوں کے قلعوں تک محدود رہی۔ امر کبیر سمرسٹ نے ۱۴۶۳ء میں آخری مرتبہ قسمت کی بازی لگائی تھی مگر مون ٹیگو نے اپریل میں بمقام ہیج لی مور اور دوبارہ مئی میں بمقام ہیکزم شکست دی اور اس کے بعد سمرسٹ اور دوسرے سرداروں کو موراً قتل کرا دیا۔ گرمبوں میں تینوں قلعوں نے ہتیار ڈال دیئے اور شمال میں جنگ ختم ہوگئی۔ ویلز میں کہیں کہیں بعض گڑھیاں سرکشی پر قائم رہیں۔ انھی میں قلعہ ہارلک تھا جہاں ایڈمنڈ ٹیوڈر اور مارگریٹ بوفرٹ کے بچے ہینری کی تعلیم و تربیت ہو رہی تھی جس کی قسمت میں آگے چل کے شاہ ہینری ہفتم ہونا لکھا تھا۔ ۱۴۶۵ء میں (اڈنگٹن ہال (قریب کلدھرو) میں شاہ معزول ہنری ششم گرفتار ہو گیا جو کہ مارگریٹ کے اسکاٹ لینڈ سے نکل جانے اور اپنے نکالے جانے کے بعد سے لینکاشر وغیرہ علاقوں میں بے ٹھکانے پڑا پھر رہا تھا۔ اس سے ایڈورڈ کی قوت اور مضبوط اور بے خطر ہو گئی۔ شمال کے فتنہ و فساد دُور کرنے میں ایڈورڈ نے ذاتی طور پر زیادہ حصہ نہیں لیا بلکہ زیادہ تر جنوبی انگلستان میں رہا کیوں کہ فرانسیسی حملے کا امکان زیادہ اندیشہ ناک بات تھی اور بادشاہ کا قریب رہنا ضروری تھا۔ اس بادشاہ کی خصلت کو صحیح طور پر بیان کرنا مشکل ہے۔ صورت کے اعتبار سے وہ قد آور مضبوط اور شاہانہ شان کا

بادشاہ کی سیرت

باب چہارم

آدمی تھا اور اپنے زمانے میں سب سے شکیل کہا گیا ہے۔ جنگجوئی کی بڑی قابلیت تھی اور سیاسی معاملات میں اس نے شروع سے ریشہ دوانی میں کمال مہارت دکھائی جسے اُن دنوں بڑا تدبر سمجھا جاتا تھا۔ آداب ظاہری کے لحاظ سے ملنسار اور خندہ پیشانی، دوستوں کا دل اور عوام الناس کی واہ واہ لینے کے فن سے خوب واقف اور شخصی دلاوری اور طرافت کے باعث مقبول عام وخاص تھا۔ لیکن ان خوبیوں کے علاوہ بعض وہ اوصاف بھی تھے جو اس کے باپ یا ننھیال کی نہیں، بلکہ پردادا ایڈمنڈ (امیر کیمبریارک) کی یاد دلاتے تھے۔ چنانچہ وہ عیش پسندی میں کسی سے کم نہ تھا اور خواہشوں کے پورا کرنے میں مطلق اعتدال واحتیاط سے کام نہ لیتا تھا۔ خاص خاص موقعوں پر غیر معمولی محنت ومستعدی دکھانے کی قابلیت ضرور تھی لیکن عام طور سے کاہلی اور تن آسانی میں پڑا رہتا۔ معلوم ہوتا ہے صحیح معنی میں اعلیٰ تدبّر کا اُسے شعور نہ تھا جس کا ثبوت وہ طریق عمل ہے جو بیرونی معاملات میں اس نے اختیار کیا۔

فرانس کے ساتھ انگریزی طرز عمل

سیاسیات کے اس شعبے میں اصل مسئلہ یہ تھا کہ انگلستان کی فرانس کے ساتھ کیا روش ہونی چاہئے۔ اس بارے میں ایڈورڈ کے خاص رفیق، امیر وارک کی رائے بہت واضح اور مدبرانہ تھی۔ وہ لڑکپن سے جوان ہونے تک نارمنڈی کی کشمکش کا تماشہ دیکھتا رہا تھا اور جنگ جاری رکھنے کو دو سبب سے عبث مفید سمجھتا تھا۔ اول تو اس لئے کہ انگلستان کا فرانس کو فتح کرنا ناممکن العمل تھا اور جنگ سے بجز صرف کثیر کے کچھ نفع ہوتا نظر نہ آتا تھا۔ دوسرے فرانس سے لڑائی جاری رہنے کی صورت میں وہ ملک لینکاسٹری گروہ کی بہترین جائے پناہ بن جاتا اور فرانسیسی، انگلستان کی خانہ جنگی قائم رکھنے کے لئے برابر ایک فریق کو مدد دیتے رہتے۔ غرض وارک نے صلح کی وکالت کی اور اسے مزید تقویت دینے کے واسطے یہ بھی چاہا کہ ایڈورڈ کی کسی فرانسیسی شہزادی سے شادی ہو جائے۔ ایڈورڈ نے اس حکمت عملی کی علانیہ کوئی مخالفت نہ کی بلکہ اجازت دی کہ وارک ہنگامی صلح اور پھر شادی کے متعلق نامہ وپیام سے جملہ شرائط طے کرلے۔ لیکن ۲۰ ستمبر ۱۴۶۱ء کے دن جب کہ

باب چہارم

وارک اور تاہ لوی کی ملاقات میں چند روز کی دیر رہ گئی تھی، ایڈورڈ نے یک بہ یک اعلان کیا کہ یہ سب نامہ و پیام محض بہانا تھا کیونکہ پہلی مئی ہی کو میری لیڈی الزبیتھ گرے سے شادی ہو چکی ہے۔

یہ خاتون، شہزادی بیڈفرڈ کی دوسرے شوہر، رچرڈ وڈویل سے) بیٹی تھی اور لڑکپن میں اس کی پہلی شادی جان گرے سے ہو چکی تھی جو سینٹ البنس کے دوسرے معرکے میں ہینری کی طرف سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ ۱۴۶۴ء میں لیڈی گرے کی عمر ۳۱ سال کی اور وہ ۱۱، اور ۱۳ سال کے دو بچوں کی ماں تھی۔ وہ لینکاسٹری فریق کی حامی تھی اور اسے ملکہ بنانے سے کوئی سیاسی فائدہ نظر نہ آتا تھا لہٰذا یہ شادی اس اعتبار سے قطعاً نامحسن تھی مگر ایڈورڈ اس کا اتنا معتوں ہوا کہ پہلی مئی کو گرینیٹن میں خفیہ شادی کر لی۔ البتہ شادی کے بعد اس نے نئے رشتے سے سیاسی فوائد حاصل کرنے کی فکر کی اور اپنے سسرالی رشتہ داروں کو طاقتور خاندان نویل کے مقابلے میں بڑھانا چڑھانا چاہا کہ وارک کا اقتدار بھی کم ہو جائے۔ چنانچہ آئندہ سات سال کی تاریخ میں بجز اس کے کوئی بات قابل ذکر نہیں کہ نوجوان وریک بادشاہ اور اوھیڑا ور کائیاں وارک میں، جس نے ایڈورڈ کو ایڈورڈ بنایا تھا، اقتدار و جاہ کے لئے کشاکش ہوتی رہی۔

نئی ملکہ اور وارک

اس باری کی ابتدا یوں ہوئی کہ بادشاہ نے ملکہ کے خاندان کے بہ قابل کتخدائی زن و مرد کو (یعنی کوئی ۶ شخصوں کو) اُمرا کے گھرانوں میں بیاہ دیا۔ خسر کو خزانہ دار، پھر امیر اور آخر میں میر بخشی یا وزیر جنگ مقرر کیا۔ علاوہ ازیں، وارک کی رائے کے سراسر خلاف، اپنی بہن مارگریٹ (بارگی) کی شادی والی برگنڈی کے بڑے بیٹے چارلس (رئیس شارولے) کے ساتھ کر دی حالانکہ والی برگنڈی شاہ فرانس کا جانی دشمن تھا۔ وارک بھی موقع کی تاک میں تھا۔ اس نے جواب میں اپنی بڑی بیٹی ازابل اور بادشاہ کے چھوٹے بھائی تنہراہ کلیرنس کا پیوند کرنے کی تیاری کی لیکن اسے ایڈورڈ نے ملکہ کا روک دیا اور وارک نے اندر ہی اندر سازشیں کرنی شروع کیں جو اگرچہ پوری طرح ظاہر نہ ہوئیں مگر یقین کیا جاتا ہے کہ ۱۴۶۹ء کے مفسدے انھیں کی بدولت وجود میں آئے۔

باب چہارم

اسی سال، اپریل میں وارک نے اپنی بیوی اور دو بیٹیوں کو کالے بھیجدیا اور جون میں یارک کی راج میں بغاوت پھوٹ پڑی اس کا سرغنہ رابرٹ ہلڈیارڈ تھا (جسے رابڈس ڈیل کا رابن بھی کہتے ہیں۔) فساد کی ابتدا مقامی بدنظمیوں کی بناء پر ہوئی اور وارک کے بھائی امیر مون ٹیگو نے اسے جلد فرو کر دیا۔ رابن کو قتل کی سزا ملی لیکن زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اس کا نام اور جگہ سرجان کونیرز نے لی جسے وارک کی ایک بھانجی بیاہی تھی۔ نویل خاندان کے دوسرے افراد بھی باغیوں سے مل گئے اور جنوب کی طرف روانہ ہوئے اور پہلے ہی معرکے میں شاہی فوج کو شکست دی۔ یہ لڑائی بین بری کے قریب ایج کوٹ میں ہوئی۔ شاہی فوج کا سردار ہربرٹ تھا اور اُسے جیسپر ٹیوڈر کو شکست دینے کے صلے میں امیر پیمبروک بنایا گیا تھا۔ باغیوں نے ۲۶ جولائی کو اسے شکست دینے کے بعد قتل کر دیا اور زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ بادشاہ کے خسر اور اس کے بیٹے کو بھی گرفتار کر کے کونیٹری میں سر قلم کرا دیئے۔ ہربرٹ اور وڈویل خاندان والوں کو وارک سے پرخاش تھی۔ لہٰذا ان کے قتل میں اس کا اشارہ سمجھا جاتا ہے۔ اور یہ تو واقعہ ہے کہ جونہی ایڈورڈ کے بغاوت فرو کرنے کی غرض سے شمال میں گیا، اس کا بھائی کلیرنس چپکے سے کالے چل دیا اور بتاریخ ۱۱ جولائی ازابل سے عقد کر لیا۔ پھر وارک اپنے نئے داماد کے ساتھ بجلت کینٹ پہنچے اور نویل خاندان کو برانگیختہ کر کے بادشاہ کو جا گھیرا جیلج کوٹ کی شکست اور اکثر ساتھیوں کے دغا دینے سے بے دست و پا ہو گیا تھا۔ ایڈورڈ سمجھ گیا کہ اس وقت مزاحمت بے سود ہو گئی لہٰذا مسکرا کے سر اطاعت خم کر دیا اور وارک کے تمام مطالبے قبول کر لئے۔ پھر نظر بندوں کی طرح وارک کے ساتھ کوونٹری وغیرہ چلا گیا لیکن وہ اتنا ہر دلعزیز تھا کہ زیادہ دن تک اس کے ساتھ قیدیوں کا سا برتاؤ کرنا غیر ممکن تھا لہٰذا اکتوبر میں وارک نے اپنے اور کلیرنس کے لئے بہترین شرطیں طے کر کے اُسے آزاد کر دیا۔

رابن کی بغاوت

ایڈورڈ، وارک کے اختیار میں۔

دوسرے سال پھر لنکن شر میں بغاوت برپا ہوئی اور عجب نہیں کہ

باب چہارم

اس میں بھی وارک کا ہاتھ ہو۔ مگر اب کے ایڈورڈ نے بڑی مستعدی سے کام لیا اور خود جا کے باغیوں کی سرکوبی کی۔ انھیں ۱۲ مارچ کو کاسٹرٹن میں شکست ہوئی اور وہ جس طرح اپنے کوٹ اور بلّے پھینک پھینک کے بھاگے تھے، اُس کی بنا پر یہ لڑائی عوام الناس میں "لوز کوٹ فیلڈ" کہلانے لگی۔ اس کامیابی سے وارک کا داؤ اُلٹ گیا اور وہ اپنے داماد کو لیکر کالے جل دیا۔ مگر وہاں اس کے دوست جون دین لوک نے غالباً بادشاہ کے اشارے یا قرارداد کے باعث، اُنھارنے سے انکار کیا اور وہ لوئی یازدہم کا مہمان بن کر فرانس کے علاقے میں اُترا حالانکہ لوئی، ایڈورڈ سے ہنوز برسرِ جنگ تھا۔

وارک اور مارگریٹ کا اتحاد

لوئی نے اس موقع سے پورا فائدہ اٹھایا اور سفارت و سیاست کی ساری شاطری اس پر صرف کی کہ وارک اور ہینری معزول کی ملکہ مارگریٹ میں اتحاد ہو جائے۔ مارگریٹ اور اس کا بیٹا ایڈورڈ جو اب سترہ سال کا نوجوان تھا پہلے سے لوئی کے ملک میں پناہ گزیں تھے۔ بہرحال، لوئی کو توقع سے بڑھ کر کامیابی ہوئی اور یہ معاہدہ ہو گیا کہ شہزادہ ایڈورڈ کا عقد وارک کی منجھلی بیٹی این سے ہو جائے گا۔ اور ایڈورڈ کو ہٹا کے ہینری ششم کو بحال کرنے کی غرض سے ایک مہم روانہ کی جائے گی۔ اس عجیب معاہدے میں ایک فرق، یعنی مارگریٹ تو اس تجویز کو حصولِ سلطنت کی آخری قسمت آزمائی سمجھی اور وارک نے غالباً یہ خیال کیا کہ ایڈورڈ سے تو قطعی بگاڑ ہو چکا ہے اب اپنے ولی مقصد، یعنی خاندان نویل کی سربلندی قائم رکھنے کی بہترین سبیل یہ ہوگی کہ لینکاسٹری خاندان کو دوبارہ مالک تاج و تخت بنا دیا جائے۔ البتہ شہزادہ کلیرنس کی نظر میں یہ ساری قرارداد نہایت مکروہ تھی اور اس نے بلا تاخیر اپنے بھائی (شاہ ایڈورڈ) سے خفیہ خط کتابت کر کے یہ طے کر لیا کہ جیسے ہی وارک انگلستان میں لنگر انداز ہو، کلیرنس اسے چھوڑ کر اپنا راستہ لے۔

وارک کا حملۂ انگلستان

جولائی ۱۴۷۰ء میں وارک اور مارگریٹ کے درمیان سب قول قرار طے ہو گئے۔ انگلستان بھر میں وارک کی مراجعت کی

باب چہارم

اطلاعیں دے دی گئیں اور یہ انتظام بھی ہو گیا کہ ایڈورڈ کو راستے سے دور کھینچنے کے لئے شمال میں شورش کرا دی جائے لیکن ایڈورڈ کے بہنوئی ۔ والی برگنڈی کے جہاز جب تک رود بار انگلستان پر مسلط تھے، اس وقت تک اُسے عبور کرنا محال ثابت ہوا۔ البتہ ستمبر میں موسمی تموّج نے برگنڈی کے بیڑے کو لنگر گاہ میں پناہ لینی پڑی اور ۲۵ تاریخ وارک، لینکاسٹری فریق کے عمائد اور تہزادہ کلیرنس کے ساتھ ڈارٹ متھ میں بلا مزاحمت لنگر انداز ہوا۔ منصوبے کے مطابق ایڈورڈ کو شمال کی طرف لگا لائے تھے لہٰذا وارک نے اطمینان سے اپنے رفیق جمع کر لئے۔ ۶ اکتوبر کو ایڈورڈ واپسی میں نانگھم کے قریب پہنچا تھا کہ وارک کے بھائی امیر مون ٹیگو نے بادشاہ سے انحراف کیا۔ حالانکہ اس کی وفاداری پر ایڈورڈ کو کامل بھروسہ تھا اسی طرح ساری فوج میں غدر و دغا کا جال پھیلا نظر آیا تو ایڈورڈ سراسیمہ ہو کر بھاگ کھڑا ہوا۔ چھوٹا بھائی رچرڈ، ایک دوست لارڈ ہیسٹنگز اور ایک بہنوئی لارڈ اسکیلز، بدھو اس بادشاہ کے ساتھ تھے اور یہ جس طرح ہو سکا، لین پہنچ کر جہازوں میں سوار ہوئے اور بے سر و سامانی کی حالت میں والی برگنڈی کے ملک میں اُتر پڑے۔

ایڈورڈ کی فراری۔ ہینری کی بحالی۔

ایڈورڈ کی فراری کے دن وارک، لندن پہنچ گیا اور شہر والوں نے فوراً پھاٹک کھول دیئے۔ اُس نے بلا تاخیر قلعۂ لندن میں جا کر شاہ ہینری کو رہا کیا اور جلوس کے ساتھ سینٹ پال کے کلیسا میں لایا جہاں اس عریب کی پھر ایک مرتبہ تخت پر بیٹھا کر شاہانہ خاطر مدارات کی جانے لگی۔ مگر یہ سب پر روشن تھا کہ یہ تخت یابی لینکاسٹری خاندان کی نہیں بلکہ نویل خاندان کی ہے اور زمامِ حکومت وارک اپنے ہی ہاتھ میں رکھنا چاہتا ہے۔ بالفاظِ دیگر، اس طاقتور بادشاہ گر کے نزدیک بادشاہ صاحبِ تاج و تخت تھا، لیکن حکمرانی اس کا حصہ نہ تھی وارک بادشاہ کا نائب کالے کا قلعہ دار اور امیر البحر مقرر ہوا۔ اس کا اسقف بھائی، صدر اعظم بنا اور دوسرے عہدے بھی نویل خاندان کے لوگوں یا رفیقوں کے تفویض کئے گئے۔ اس میں اور بھی آسانی اس لئے ہوئی کہ ابھی تک مارگریٹ اور اس کا بیٹا فرانس سے روانہ نہ ہوئے تھے۔ تہزادہ کلیرنس کو دوردست آئرستان کا سپہ سالار بنا کے

باب چہارم

ٹال دیا گیا۔ غرض بغیر کشت وخون کے یہ انقلاب عمل میں آگیا، بجز ٹپ ٹوفٹ (امیر ورسٹر) کے جسے قتل کی سزا ملی۔ ٹپ ٹوفٹ، ایڈورڈ کا پختہ حامی اور سیاسی مخالفوں سے نہایت بے رحمی کا برتاؤ کرتا تھا جس سے اہل وطن کی لعنت کا ہدف بنا اسی کے ساتھ علم وادب کا ذوق رکھتا تھا، جس سے یورپ کا ممدوح ہوا۔ وارک نے اپنے اقتدار سے پہلا ہی کام یہ لیا کہ فرانس سے صلح کے نام وپیام شروع کئے جس کی مدت سے ضرورت تھی نیز لوئی کے دشمن وائی برگنڈی کے خلاف زبردست کارروائی کرنے کی تیاریاں کیں۔

ایڈورد کی واپسی۔ وارک کی فوری کامیابی اور ایڈورڈ کے شمال میں ہونے کے باعث شہزادہ کلیرنس کو موقع ہی نہ ملا کہ وارک کا ساتھ چھوڑ کر بھائی سے جا ملتا جیسا کہ منصوبہ سوچا تھا۔ لیکن۔ وہ جس طرح پہلے ناخوش تھا اسی طرح اب دل برداشتہ رہا اور مکرر انقلاب بپا کرنے کے متعلق بھائی سے برابر خط کتابت کرتا رہا۔ اُدھر والی برگنڈی کے دل کو لگی تھی کہ کسی طرح انگلستان میں وہ حالت قائم نہ رہنے دے جو اس کے حریف لوئی کے حق میں اتنی مفید تھی۔ لیکن والس کے ساتھ کشمکش نے اس قابل نہ رکھا تھا کہ وہ ایڈورڈ کو کوئی معقول مدد دے سکتا۔ بایں ہمہ ایڈورڈ نے خود ہی قسمت آزمائی کا ارادہ کر لیا اور ہینری بولنگ بروک کی طرح، ۱۵ سو انگریز تارکانِ وطن اور برگنڈی کے فرستادہ تیس سو جرمن توپچی لے کر ۱۴ مارچ ۱۴۷۱ء کو ریون اسپیر میں جا اترا۔ وارک کو یقین تھا کہ یارک شہر کی حفاظت، بھائی (امیر مونٹیگو) اور نوجوان امیر مارتھمبرلینڈ بخوبی کر لیں گے۔ لیکن ایڈورڈ نے بڑی عیاری سے کام لیا اور اپنا خاندانی نشان چڑھا کر یہ اعلان کیا کہ میں صرف باپ کی جاگیر چاہتا ہوں حتیٰ کہ یارک میں قسم تک کھائی کہ میں آیندہ انگلستان کا منصب شاہی احتیار نہ کروں گا۔ اس کے باوجود کوچ جاری رکھا۔ مونٹیگو نے غصب کی حماقت کی کہ پونٹے فریکٹ سے جہاں خود موجود تھا، ایڈورڈ کو وسطی اضلاع میں گزر جانے دیا اور اس طرح ایک طرف تو وارک کا دفاعی خط ٹوٹ گیا اور دوسری طرف ایڈورڈ کے حامی ہر مغرب وشمال سے بے روک ٹوک اس کے پاس جمع ہونے لگے۔ ۲۲ مارچ کو ناٹنگھم پہنچ گیا اور وہاں اپنے پاس

باب چہارم

پانچ چھ ہزار جان فراہم دیکھ کر اُس نے حیلے بہانے بالائے طاق رکھدئے اور اپنی بادشاہی کا اعلان کر دیا۔ لیکن ابھی اسی کی حالت بہت مخدوش تھی کہ نارفک کی طرف سے امیر اکسفرڈ بڑھ رہا تھا۔ عقب میں مون ٹیگو موجود تھا اور لندن اور بادشاہ ہینری کی حفاظت صدر اسقف نویل کے تفویض تھی۔ خود بادشاہ گر مقام وارک میں اور شہزادہ کلیرنس کلوسٹر شیر میں تھے۔ اس موقع پر ایڈورڈ نے کمال مستعدی سے کام لیا۔ اُس نے ایک دفعہ ہی جھپٹ کر اکسفرڈ کو الٹا بھگا دیا اور پھرتی سے لیسٹر کی جانب جنوب میں روانہ ہوگیا۔ وارک سے لڑائی ٹلی نظر آتی تھی مگر وہ جانتا تھا کہ مون ٹیگو اور کلیرنس مدد کو پہنچا چاہتے ہیں اور ایڈورڈ کو بھی کمک کا انتظار تھا۔ اب کلیرنس نے بھی پرانے منصوبے پر عمل کا موقع پایا اور ۳ اپریل کو اپنے بھائی سے جا ملا۔ وارک کو مون ٹیگو کا انتظار اور بھی ضروری معلوم ہوا اور اُسے اپنی جگہ پر خاموش دیکھکر ایڈورڈ اور کلیرنس لندن پر بڑھتے چلے گئے جہاں شہر والوں پر نویل کی ترغیب و تبلیغ کا کچھ اثر نہ ہو سکا اور ایڈورڈ بلا مزاحمت شہر میں داخل ہوگیا (۱۰ اپریل) یہاں اسے اپنی بیوی اور بچہ (جو اسکی عدم موجودگی میں پیدا ہوا تھا) صحیح سلامت ملے۔ جنوبی اضلاع کے بہت سے یارکی فریق والوں نے فوج میں شرکت کی اور اس کے لشکر کی تعداد بڑھ کر ۲۰ ہزار کے قریب ہوگئی۔

جنگ بارنیٹ۔ ایڈورڈ پنجشنبہ کو شہر میں داخل ہوا۔ دوسرے دن جمعۃ المسیح (Good Friday) تھا۔ وہ گزار کر ہفتے کو وہ پھر وارک سے لڑنے چلا جو برابر کی فوج لئے ہوئے شارع واٹ لنگ سے آرہا تھا۔ بارنیٹ سے آگے بڑھ کر کلیسائے ہیڈلی کے قریب ایک بلندی پر دونوں فوجیں ایک دوسرے کے سامنے پہنچ گئیں۔ اور ایک گولے کے پٹے پر رات بھر آمنے سامنے مقیم رہیں۔ علی الصباح (۱۴ اپریل) ایڈورڈ کی فوج نے حملہ کیا حالانکہ صبح کی کہر سے کچھ نظر تک نہ آتا تھا۔ اس کا چھوٹا بھائی رچرڈ ہیجدہ سالہ ہونے کے باوجود میمنے کا، اور ہیسٹنگز میسرے کا سردار تھا۔ خود ایڈورڈ کلیرنس کی فوج کو قلب میں لئے ہوئے لڑ رہا تھا۔ اُدھر

مابہ چہارم

وارک کے لشکر کی ترتیب کچھ ایسی تھی کہ یارکی اور لینکاسٹری گروہ دونوں گڈمڈ صف آرا تھے اور یوں بھی چند گز آگے نظر نہ آنے سے بڑی گربڑ مچی۔ میمنہ اور میسرہ، اکسفرڈ اور مون ٹیگو کی قیادت میں ظفریاب ہوا اور خود وارک قدم جمائے قلب میں لڑ رہا تھا کہ اکسفرڈ کے سپاہیوں میں خود ان کی فوج نے دشمن سمجھ کر گولے چلائے۔ غلطی کا سبب یہ ہوا کہ اکسفرڈ کا نشان "کرن تارا" بارکی نشان "سورج اور کرن" سے نہایت مشابہ تھا۔ بہرحال یہ حادثہ وارک کے واسطے مہلک ثابت ہوا اور ایک دم پکار پڑ گئی کہ دغا کی گئی پھر اس گڈمڈ فوج کو جس میں نہ کوئی سپاہی دوسرے پر بھروسہ کرتا تھا نہ کسی سردار کی بات سنتا تھا، روکنا ناممکن ہو گیا۔ ہر طرف بھگدڑ پڑ گئی اور اسی میں وارک اور مون ٹیگو مارے گئے۔

یہ بھی ایڈورڈ کی خوش قسمتی تھی کہ ملکہ مارگریٹ سترہ دن سے انگلستان آنے کے لئے تیار تھی اور باد مخالف کے باعث رود بار کو عبور نہ کر سکی اور جب وہ وے متھ میں اتری تو اسی دن بارنیٹ کی لڑائی قسمت کا فیصلہ کر چکی تھی۔ اگر ہوا کا رخ بدلتا اور وہ بلا وقت چند روز پہلے لندن پہنچ جاتی تو عالباً جنگ کا نقشہ ہی بدل جاتا اور یا لڑائی میں ایڈورڈ مارا جاتا تو پھر ہنری کی بحالی بقیناً مستقل ہو جاتی۔ لیکن یہ کچھ نہ ہوا اور ایڈورڈ کو فرصت مل گئی کہ اطمینان کے ساتھ مارگریٹ کا قلع قمع کر دے۔ اس کے سامنے دو راستے تھے۔ ایک تو یہ کہ لڑھکر لندن پہنچ جائے اور یا یہ کہ سیورن اتر کے ویلز چلی آئے اور اہل ویلز وتھال کی مدد سے لڑائی جاری رکھے۔ آخر میں مارگریٹ نے یہی فیصلہ بھی کیا لیکن وہ سیورن ندی تک پہنچنے نہ پائی تھی کہ ایڈورڈ اسے آلیا۔ ادھر جنگ کے دوران میں تھروقصبات عموماً یارکی فریق کے ہمنوا رہے تھے۔ اس نازک موقع پر بھی گلوسٹر کے باشندوں نے مارگریٹ کو ندی اترنے نہیں دی۔ تب وہ مجبوراً ٹیوکس بری کی طرف مڑی تھی کہ گھاٹ اترنے سے پہلے ایڈورڈ کی فوج آپہنچی اور دائرہ نما قطاروں پر، جو ندی اترنے کی غرض سے مرتب ہوئی تھیں ۴ مئی کی صبح کو بہت سویرے حملہ کیا۔ اس کے سپاہیوں کو کافی دشواری

باب چہارم

پیش آئی لیکن نوجوان رچرڈ (امیر گلوسٹر) نے بڑی دلیری سے ہراول کو لڑایا اور بالآخر یارکی سپاہی باڑوں کے اندر گھس کر کامل فتح سے بہرہ مند ہوئے نوجوان ایڈورڈ جس کی عمر گلوسٹر سے بھی ایک سال کم تھی، بڑی بہادری سے لڑا مگر بھاگتے میں مارا گیا یا غالباً پکڑ کے سفاکی سے قتل کیا گیا۔ زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ مارگریٹ بھی گرفتار ہوگئی اس فتح میں بدنامی کا دھبہ یہ لگا کہ پندرہ لینکاسٹری جن میں سمرسٹ اور اس کا بھائی بھی تھا، خود ایڈورڈ کے حتمی وعدے پر کہ جاں بخشی کر دی جائے گی، ایک خانقاہ سے باہر نکل آئے اور دغابازی سے ذبح کر دئے گئے۔ ٹیوکس بری سے ایڈورڈ لندن آیا اور عین داخلے کے دن ہینری نے ملک بقا کی راہ لی۔ سرکاری بیان میں تحریر ہے کہ وہ "محض رنج وملال کے باعث مرگیا لیکن واقعہ یہ ہے کہ خونی کی چھری نے، اور غالباً گلوسٹر کی ہدایت کے مطابق) اس کی جان لی۔ اپنے بیٹے (ایڈورڈ) کی زندگی تک اس کا زندہ رہنا کارآمد تھا لیکن نوعمر ایڈورڈ کے کام آجانے کے بعد اس کی موت نے ہینری چہارم کی اولاد کا خاتمہ کر دیا۔ البتہ بیوفرٹ کی شاخ ابھی باقی تھی کیونکہ گو ہینری، ایڈمنڈ اور جان لاولدمرے لیکن مارگریٹ اور اس کا لڑکا ہینری زندہ تھے۔ اس لڑکے کی عمر اب چودہ سال کی تھی اور اس کے چچا جیسپر نے اسے موراً جس طرح ہوا ایک محفوظ مقام میں بری تانی پہنچا دیا۔ ایڈورڈ کو تجربے نے ہوشیار کر دیا تھا اور جنگ ٹیوکس بری کے بعد اس نے قیدیوں کا قتل عام کرا دیا اور خطرناک دشمنوں کا قصہ پاک کرنے میں غدر و دغا سے بھی باز نہ رہا۔ جارج نویل، گینیز میں قید کیا گیا۔ امیر کبیر کنیٹر فقیرین کے کسی خانقاہ میں جا بیٹھا تھا۔ اسے گرفتار کر کے چپکے سے مروا دیا گیا۔ البتہ جو لوگ خطرناک نہ تھے ان سے رعایت و آشتی کا سلوک ہوا خصوصاً جان مورٹن اور فورٹسکیو میر عدل کے ساتھ، حالانکہ یہ دونوں لینکاسٹری گروہ کی رفاقت میں سرگرم رہے مگر ۱۴۷۲ء و ۱۴۷۳ء میں انھیں واپس انگلستان آنے کی اجازت مل گئی۔

ہینری کا خون۔

فرانس پر لشکر کشی

ایڈورڈ کی حکمت عملی اس حد تک کامیاب رہی کہ ۱۴۷۵ء میں وہ اطمینان کے ساتھ ایک بڑی مہم لے کر فرانس روانہ ہوا۔ انگریزوں کو

اس مہم سے بڑی بڑی امیدیں تھیں۔ ظاہرا والئ برگنڈی کی قوت اوج کمال پر پہنچی ہوئی تھی اور وہ ایڈورڈ کا حلیف تھا۔ اور یوں بھی ایڈورڈ جیسے نامی جنگجو کے مقابلے میں لوئی کا سرسبز ہونا قرین قیاس نظر نہ آتا تھا۔ غرض پارلیمنٹ نے بے تامل رویہ منظور کیا۔ صدہا امرا اور تیرہ سو نے گھر لٹا کے جنگ کے ساز و سامان درست کئے۔ لیکن اس جوش خروش کے باوجود نتیجہ کچھ بھی نہ نکلا۔ انگریزی لشکر سمندر ہی پار نہ ہوا تھا کہ والئ برگنڈی نے سارا سرمایہ خالصے لگا دیا۔ نوائس (لب رہائن) کے بے سود محاصرے میں موج مضمحل ہوگئی اور ایڈورڈ لشکر گاہ میں آیا ہے تو نوکر تک ہمراہ نہ تھے جس سے انگریز بڑا ہی سخت منغض ہوئے۔ اُدھر لوئی اس فکر میں تھا کہ جس طرح ممکن ہو لڑائی کی نوبت نہ آئے اور انگریزوں سے پیچھا چھوٹ جائے جیسا کہ اس کے متبہ فاپ دکومین کی تحریر سے ثابت ہے کہ "اپنا کوئی شہر تاہِ انگلستان کے قبضے میں دینے کے سوا اور جو کچھ تدبیر ممکن ہو اس میں وہ (= لوئی) دریغ نہ کرے گا کہ جس طرح ہو سکے اس سے ملک کو خالی کرائے" چنانچہ ایڈورڈ کے مزاج کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کرکے، لوئی نے تائش آمیز خط اور عمدہ سے عمدہ شرائط صلح کے وعدے لکھنے شروع کئے اور جب ایڈورڈ حسب دلخواہ آمادۂ صلح ہوگیا تو ڈورسٹ، ہیسٹنگز وغیرہ ممتاز امرا کے وظائف مقرر کئے۔ عام سپاہیوں کو تکلف کا کھانا کھلایا۔

عہد نامۂ پکینی

آخر پکینی (لب سوم) کے پل پر دونوں بادشاہ ملاقی ہوئے اور سات سال تک صلح کا معاہدہ کیا۔ ۷۵ ہزار کراؤن نقد اور ۵۰ ہزار سالانہ کے وظیفے کے عوض قرار پایا کہ ایڈورڈ انگلستان واپس چلا جائے گا اور مارگریٹ (آرشوی) کو رہا کر دے گا۔ لوئی نے اپنے ولی عہد کی، ایڈورڈ کی بڑی بیٹی سے (جو آگے چل کے ہینری ہفتم کی ملکہ بنی) شادی کرنے کا بھی وعدہ کیا۔ نگاہِ تدبر سے دیکھا جائے تو ایسی لڑائی کے عوض میں جس کے متعلق تجربہ شاہد تھا کہ اس میں مستقل کامیابی نہیں ہو سکتی تھی، ۵۰ ہزار کا وظیفہ کچھ برا نہ تھا لیکن اہل انگلستان اس معاہدے سے بہت ناخوش ہوئے اور نوجوان رچرڈ امیر کبیر گلوسٹر کے ہمرائے رہے جس نے بے تکلف

باب چہارم

صلحنامے کے خلاف رائے ظاہر کر دی تھی۔
مگر ایڈورڈ رعایا کی ناخوشی کی، جب تک کہ علانیہ بغاوت نہ ہو جائے، کچھ بہت پروا کرنے والا نہ تھا اور لینکاسٹری خاندان کی شاخ کبیر کا خاتمہ ہو جانے سے انقلاب و بغاوت کا چنداں اندیشہ نہ رہا تھا۔ چھوٹی شاخ کا وارث، ہینری ٹیوڈر ہاتھ آجاتا تو وہ اور بھی خوش ہوتا لیکن اس بارے میں نامہ و پیام کچھ نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئے۔ ادھر ایڈورڈ کو خود اپنے گھر کی فکر لاحق ہو گئی کہ

کلیرنس کی موت

۱۴۷۱ء میں کلیرنس کی مرضی کے خلاف رچرڈ نے اس کی سالی این (بنت وارک) سے شادی رچائی اور خاندانی جاگیر کا دعویٰ کیا۔ یہ لڑکی، جیسا کہ یاد ہوگا، پہلے شہزادہ ایڈورڈ (لینکاسٹری) سے منسوب کر دی گئی تھی اور امیر رچرڈ کی جائداد میں حصہ دار تھی۔ غرض کلیرنس اور چھوٹے بھائی، رچرڈ میں بہت سے جھگڑے پیدا ہو گئے اور ایڈورڈ جو چھوٹے بھائی کو زیادہ چاہتا اور منجھلے کو واجبی طور پر زیادہ قابل اعتبار نہ سمجھتا تھا، انھیں بہ مشکل گتھم گتھا ہو جانے سے روک سکا۔ آخر کار ۱۴۷۸ء میں یہ قضیہ چکانے کی سبیل ہاتھ آئی کہ اسی سال جنوری میں پارلیمنٹ منعقد ہوئی تو خود بادشاہ نے کلیرنس پر غداری کا الزام عائد کیا۔ الزام کی بڑی بنیاد ۱۴۷۱ء میں اُس کا وارک کے ہمراہ ہونا تھا مگر اس کے علاوہ اور بھی چھوٹی چھوٹی باتیں تھیں جن میں بادشاہ (ایڈورڈ) کو بدنام کرنے کا پہلو نکلتا تھا۔ چنانچہ پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں "سرائی حون" کی تحریک منظور ہوئی اور اسی پر کلیرنس کو کسی طرح مروا ڈالا گیا۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اسے مامزی شراب کے خم میں غوطہ دے کر مارا گیا۔ رچرڈ (شہزادہ گلوسٹر) پارلیمنٹ میں موجود تھا مگر یہ یقینی بات ہے کہ بھائی کے خلاف نمایاں حصہ خود ایڈورڈ نے لیا اور گلوسٹر نے کم سے کم ظاہر میں بادشاہ کی مخالفت کی۔ بہرحال، کلیرنس کی موت کے بعد باقی ماندہ عہد حکومت میں خود انگلستان کے اندر کوئی واقعہ قابلِ ذکر نہیں ہوا۔ البتہ جب جیمس ثالث شاہ اسکاٹلینڈ نے امیر کبیر آلبنی کو خارج البلد کیا اور اس نے ملک پر فوج کشی کی تو گلوسٹر حلیف بنکر ساتھ گیا اور قلعۂ بیرک کے واپس لینے میں دو اڑھائی برس تک

باب چہارم

اسکوٹوں کے قبضے میں رہا) بڑا نام پایا ۱۴۸۰ء میں لوئی نے اپنے بیٹے کی نسبت، چارلس (دلیر) کی پوتی اور آسٹریا کی شہزادی مارگریٹ سے کردی۔ یہ معاہدہ پکینی کی خلاف ورزی تھی اور اس پر انگلستان میں دوبارہ فرانس سے جنگ چھیڑنے کا کچھ چرچا ہوا تھا کہ اتنے میں چند روز علیل رہ کر، خود ایڈورڈ نے ۴۲ سال کی عمر میں وفات پائی (اپریل ۱۴۸۳ء) اور سارا سماں ہی بدل گیا۔

طاقتور حکومت کی ضرورت

مجموعی طور پر ایڈورڈ چہارم کے عہد میں ملک کی حالت بہتر ہوگئی۔ انگلستان معاشرت اور سیاسی ارتقا کی جس منزل میں تھا اسے مضبوط و مستحکم حکومت کی ضرورت تھی جو امن و قانون کا نفاذ کر سکے اور کمزوروں کو اقتدار والوں کی دراز دستی سے بچائے۔ مگر یہ بات اُس وقت تک ممکن نہ تھی جب تک کہ ہر بڑے جاگیردار کے پاس نوکروں کی فوج کی فوج اور پڑوس میں گویا جماعت ردیف موجود تھی کہ نوکر تو اتار سے پر لڑنے کے لئے تیار رہتے اور یہ پڑوسی بذریعہ حلیف پابند تھے کہ بوقت جنگ جاگیردار کا ساتھ دیں گے اور اسی کا پلّہ لگا کے نکلیں گے۔ جن اتفاق سے خاندان پلینٹیجنٹ کی اُس زمانے کی خط کتابت برابر محفوظ رہی جس سے صاف ظاہر ہے کہ بھلے آدمیوں کو اپنی مال متاع سنبھالنے میں بھی کیا کیا دقتیں پیش آتی تھیں حالانکہ پلینٹیجنٹ نارفک کے ضلع کا باشندہ تھا اور وہ اُن دنوں انگلستان کے سب سے بارونق اضلاع میں شمار ہوتا تھا۔ ملک کی خوش نصیبی سے خانہ جنگی وارک کی بغاوت اور ۱۴۷۵ء میں جنگجو طبقے پر فرانسیسی مہم کے مصارف کا بار، ایسے اسباب تھے جن سے باقی ساقی اُمرا کی بھی دولت اس قدر کم ہوگئی کہ وہ اپنے اسلاف کے جنگی خدم و حشم قائم نہ رکھ سکے۔ اور چونکہ ٹاوٹن کی معرکہ آرائی کے سوا تمام لڑائیوں میں بھی بے قاعدہ سپاہی لڑے تھے اور قصبات و شہر کی مطلق تاراجی نہ ہوئی تھی لہٰذا اہل حرفہ اور تجارت پیشہ آبادی برابر اپنا کام کرتی رہی۔ بیرونی جنگ کے ختم ہونے کے بعد حسب معمول عام خوشحالی کا دور آیا اور ان سب اتفاقات سے ایڈورڈ چہارم نے فائدہ اٹھایا۔ ذاتی طور پر وہ کوئی دور اندیش مدبر نہ تھا۔ اگرچہ متوسط طبقے کو بادشاہی کا بہترین مددگار سمجھ کر خوش رکھنے کی ضرور

باب چہارم

اس نے کوشش کی۔ لیکن خود واقعات کی افتاد ایسی پڑی کہ اسی عہد کو ایک نئے دور کا سرآغاز کہنا غلط نہ ہوگا جس کی خصوصیت یہ تھی کہ بادشاہ ہر دلعزیز اور طاقتور تھا اور اس کی قوت متوسط طبقے کی امداد و یاوری پر مبنی تھی اور وہ شورہ پشت امیروں کے حد سے بڑھے ہوئے اقتدار و تحکم کو ہر طرح رہا سے پستا ہوا تھا۔ اسی ضمن میں ایڈورڈ یہ بات خوب سمجھتا تھا کہ اگر بھاری محصول لگائے گئے تو پھر بادشاہ کی ہر دلعزیزی باقی نہ رہے گی اور نہ یہ اصول حکومت نبھ سکے گا۔ نظر بریں اس نے ہوشیاری سے ایک نیا طریقہ یہ ایجاد کیا کہ مالدار دوستوں سے گاہ بگاہ نقد نذرانے یا ہدیئے لینے شروع کئے۔ انھیں "بینی ولینس" (دہ اکرام) کہتے تھے

ایڈورڈ کا بھروسہ متوسط طبقے پر

اور قانوناً جائز ہونے کے باوجود، اصولاً یہ پارلیمنٹ کے حقوق میں دست اندازی تھی کیونکہ آئین کی رو سے پارلیمنٹ ہی بادشاہ کو روپے کی منظوری دے سکتی تھی۔ مگر جب لوگوں کو ایسے ہدیئے دینے پڑتے تھے انھیں نہ خواہش تھی نہ اتنی قوت رکھتے تھے کہ قانونی چارہ جوئی اختیار کریں۔ اُن کے رویک حکومت کا بڑا وصف یہ تھا کہ جان و مال کی حفاظت کرنے اور مجموعی طور پر جب تک یہ خدمت وہ انجام دے رہی تھی، اس وقت تک انھیں روپیہ بھرے جانے میں چنداں اعتراض نہ تھا۔ اسی کے ساتھ یہ نظام ملکداری اپنے جلو میں بہت سی خرابیاں اور اور خطرناک بسگور لایا۔ انگلستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ انھی دنوں اقبال جرم کرانے کی غرض سے باقاعدہ تعذیب کا طریقہ جاری ہوا۔ علیٰ ہذا جاسوسی کا محکمہ قائم کیا گیا جس نے باہمی ارتباط اور وفاداری کی جڑیں تک ہلا دیں۔ مزید برآں پارلیمنٹ کے اجلاس بہت شاذ ہونے لگے جس کے باعث قوم کی متحدہ اور باضابطہ رائے کا وجود اتر پڑ سکتا تھا، اس کی روک تھام سے بھی بادشاہ آزاد ہونے لگا۔

مشہور سنین

خنگ ٹاوٹن ۱۴۶۱ء

ماسٹر ہنہام

ایڈورڈ کی شادی	۱۴۶۴ء
جنگ بارنیٹ	۱۴۷۱ء
صلحنامہ پکینی	۱۴۷۵ء

شجرۂ خاندان وُڈویل

جان، شہزادہ ویڈ فرڈ = شہزادی ژاکیتا لوکسمبورگی : رچرڈ وُڈویل
(امیر ریورز)

- ایلزبتھ (امیر ریورز)
- رچرڈ
- ایڈورڈ وُڈویل
- الزبتھ
  زوجہ ایڈورڈ چہارم
  - ایڈورڈ پنجم
  - الزبتھ
    زوجہ ہنری ہفتم
  - کیتھرائن زوجہ کورٹنی
    ہنری کورٹنی
    (امیر اکسیٹر)
    ایڈورڈ کورٹنی

باب پنجم

ایڈورڈ پنجم ۔ سنہ ۱۴۸۳ء (چند ماہ)

معاصرین : اسکاٹ لینڈ — جیمس ثالث
فرانس — لوئی نہم
چارلس ہشتم

ایڈورڈ چہارم نے ۹ اپریل کو وفات پائی اور شاہی بزم شوریٰ نے بلا تاخیر اس کے بیٹے ایڈورڈ کو وارث تخت تسلیم کر لیا۔ نئے بادشاہ کی عمر صرف تیرہ سال کی تھی لہذا انتظام سلطنت کی وہی صورت رکھنی لازم ہوئی جو رچرڈ ثانی اور ہینری ششم کے ابتدائی عہد میں کی گئی تھی۔ انگلستان میں اس قسم کی خود سالیاں بلا استثنا ناکام رہی تھیں اور اسی تلخ تجربے نے اہل انگلستان کو اس مثل کی سچائی کا یوں یقین دلا دیا تھا کہ "شاہ کو وک" شامت ملک" لینگ لینڈ کی کتاب "پیئرز کسان کے خواب" میں ایک حکایت مذکور ہے کہ جب بلی (یعنی بادشاہ) اتنی چھوٹی ہو کہ گھوسوں (یعنی امرا) کو قابو میں نہ رکھ سکے تو چوہوں (یعنی رعایا) پر مصیبت

باب پنجم

آجاتی ہے۔ اور اس کا مطلب بھی یہی تھا کہ کمزور و ناتواں بادشاہ کے دور میں طرح طرح کی خرابیاں کھڑی ہو جاتی ہیں۔ انھی وجوہ سے یہ کچھ حیرت کی بات نہ تھی کہ ہنری سال ایڈورڈ کی تخت نشینی سے رعایا کے دل میں امیدوں کی بجائے اندیشے پیدا ہو گئے اور اس کی معزولی کا راستہ تیار ہونے لگا۔

دربار شاہی میں نفاق و شقاق کے عناصر کو شاہِ متوفی کے جیتے جی سر اُٹھانے کا موقع نہ ملا کیونکہ وہ مصمم ارادے کا نہایت سخت گیر فرماں روا تھا۔ مگر اس کی آنکھ بند ہوئے دیر نہ ہوئی تھی کہ یہ رقابتیں اور مخالفتیں از سر نو تازہ ہو گئیں اور زمامِ حکومت کو اپنے ہاتھ میں رکھنے کی کشاکش ہونے لگی۔ سب سے ممتاز گروہ تو وُڈ ویل خاندان کا تھا جسے نویل خاندان کی ٹکر پر ایڈورڈ نے دولت و جاہ سے سرفراز کیا۔ لیکن انھیں اصلی اقتدار حاصل نہ تھا اور لینکاسٹری گروہ کی نظر میں تو وہ محض ابن الوقت تھے اور قدیم اُمرا انھیں نو دَولتا سمجھتے تھے۔ دسال بادشاہ کی ماں (ملکہ) اس کے بھائی (انتھونی، ارل آف ورسٹر) اور اس کے پہلے شوہر سے دو بیٹے (یعنی ٹامس گرے (مارکوئس آف ورسٹ) اور رچرڈ گرے) اس فریق کے سرگروہ تھے۔ ان کے بعد مجلس شاہی کے عمائد، شاہ متوفی کے خاص خاص دوست اور معتمد تھے جن میں سب سے ممتاز یہ لوگ ہیں:۔

ولیم، لارڈ ہیسٹنگز۔ دیانت دار، جنگ آزمودہ سپاہی کالے کا قلعہ دار تھا۔

ٹامس، لارڈ اسٹینلی۔ مارگریٹ بوفرٹ کا تیسرا شوہر جس کی چہیتی بیوی لینکاشر میں بڑی جاگیریں تھیں اور مجلس کا دارو غہ یا مہتمم تھا۔

جان ہاورڈ جسے ۱۴۷۴ء میں لارڈ کا خطاب عنایت ہوا دو مدہی عالم روتھرہم (صدر اسقف یارک) اور جان مورٹن (اسقف ایلی)۔ ان سرکاری عہدہ داروں کے علاوہ ہینری اسٹیفرڈ (شہزادہ بکنگھم جو شاہ ایڈورڈ ثالث کی نواسی این کا پروتا اور ماں کی طرف سے بوفرٹ خاندان میں تھا۔ یہ نوجوان امیر، شاہی خاندان سے ہونے کے علاوہ خاندان بوہن کی جاگیروں میں بھی نصف کا وارث اور ویلز کی سیورن میں بڑا اثر و اقتدار رکھتا تھا۔ قدیم امرا میں جان ڈی لاپول بھی قابلِ ذکر ہے جو ہینری ششم کے پرانے وزیر کا

پنجم

بیٹا، سفک کا امیر کبیر اور بادشاہ متوفی کی بہن الزبیتھ کا شوہر تھا جس سے اس کے بہت سے بچے ہوئے اور ان میں سب سے بڑا بیٹا باپ کا ہمنام اور لنکن کا امیر تھا۔ آخر میں ہینری پرسی (امیر نارتھمبرلینڈ) کا نام آتا ہے جس کا باپ ٹاؤٹن میں مارا گیا مگر اسے خاندانی خطاب وغیرہ ۱۴۶۹ء میں دوبارہ تفویض ہوئے اور اب وہی سرحد اسکاٹ لینڈ کا پاسباں تھا۔ ان سب سے الگ لیکن سب سے مقتدر و باقعت اور امیر کبیر یارک کا سب سے لائق فرزند رچرڈ (امیر گلوسٹر) کو سمجھنا چاہیئے جس کی جنگی کاردانی کی ہر طرف شہرت تھی اور شمال میں اس کا دیوانی نظم و نسق بھی بہت کامیاب رہا تھا۔

رچرڈ امیر کبیر گلوسٹر

اِن مسلمہ اوصاف کے علاوہ رچرڈ، اپنی ذات سے غیر متعلق معاملات میں نرمی اور آشتی بھی دکھاتا تھا مگر جہاں اس کی یا اُس کے خاندان کی غرض آجائے وہاں انصاف و دیانت سب بالائے طاق دھری رہتی تھی۔ یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ ہینری ششم کو اسی نے قتل کیا۔ علیٰ ہذا شہزادۂ ایڈورڈ کے قتل میں بھی اُس کی دوسروں کے ساتھ صرف شرکت ثابت ہے۔ دوسرے اس کی ابتدائی تعلیم و تربیت نے یقیناً اِن جرائم کا احساس گھٹا دیا ہوگا خصوصاً جب کہ وہ اپنے خاندان کے فائدے کے لئے عمل میں آئے ہوں۔ بہرحال اس کی ذاتی بہادری میں کوئی شبہ نہ تھا اور گو اس بات کی شہادت موجود ہے کہ اس کا ایک شانہ دوسرے کی نسبت زیادہ اونچا تھا مگر اس سے سپاہ گری میں کوئی فرق نہ آسکا۔ خانگی زندگی میں اس کے اخلاق و عادات غیر معمولی طور پر دلکش نظر آتے ہیں اور اُس سیہ کاریوں کا کوئی نشان تک نہیں دکھائی دیتا جو اُس سے منسوب ہیں۔ اسکاٹ لینڈ میں اس کی کامیابیاں اور سرحد پر عمدہ حکومت، اسی کے ساتھ فرانس کی صلح سے اُس کا اکراہ جو حبِّ وطن کے جذبے پر مبنی تھا، یہ سب ایسے اسباب تھے کہ ہموطنوں کی نگاہ میں یہ نوجوان شہزادہ کافی محبوب و نمایاں ہوگیا تھا۔

ریشہ دوانیاں اور بادشاہ کی حراست

ایڈورڈ فوت ہوا تو ملکہ، اس کے دو بھائی اور ایک بیٹا (امیر ڈورسٹ) اور بزم شاہی کے ارکان لندن میں، امیر روورز اور رچرڈ گرے، شہزادۂ ولی عہد کے ساتھ لڈلو میں بکنگھم

باب پنجم

اپنی جاگیر پر اور گلوسٹر، یارک شہر میں تھے۔ لیکن جو دربار شاہی کے اعیان میں امتیاز نمایاں ہوگیا کہ ملکہ نے اتالیقی کا دعوی کیا اور ہیسٹنگز نے بکنگھم کی تائید سے تجویز کی کہ ۱۴۲۲ء کی لیٹر کے مطابق شہزادہ گلوسٹر کو محافظ سلطنت مقرر کر دیا جائے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ خود شاہ متوفی کا منشا بھی یہی تھا۔ پھر مجلس نے ملکہ اور وڈویل خاندان کے اعیان کو قطعی طور پر روک دیا کہ کمسن بادشاہ کو لندن لانے کے لئے دو ہزار سے زیادہ آدمی نہ بھیجے جائیں۔ اس عرصے میں گلوسٹر بھی جنوب کی طرف روانہ ہو چکا تھا اور ۲۹ اپریل کو نارتھمپٹن کے مقام پر بادشاہ سے دس میل کے فاصلے پر پہنچ گیا۔ بادشاہ اپنے ہتیروں کے ہمراہ ۲۴ کو لڈلو سے چلا اور کچھ ہی پہلے نارتھمپٹن سے گزرا تھا۔ اس نے ریورز اور گرے کو اسی تمام گلوسٹر کے پاس بھیجا کہ آداب سلام بجائیں اور وہیں بکنگھم بھی آگیا۔ رات ان چاروں امیروں نے یکجا گزاری مگر صبح ہوتے ہی ریورز اور گرے کو پکڑ کے حراست میں شمال بھیج دیا گیا اور گلوسٹر و بکنگھم چھوٹے سے بادشاہ کو ساتھ لئے ہوئے لندن روانہ ہوئے۔ ان کے پہنچنے سے پہلے یہ خبر لندن پہنچ گئی تھی اور اسے سنتے ہی ملکہ تو اپنے چھوٹے بیٹے رچرڈ اور پانچ بیٹیوں سمیت ویسٹ منسٹر کی خانقاہ میں پناہ گزیں ہوئی اور ڈورسٹ اور ایڈورڈ وڈویل فرار ہوگئے۔ اس طرح گلوسٹر کے لندن پہنچنے سے پہلے وڈویل حامیوں کا شیرازہ بکھر گیا۔ اور شہر میں داخل ہوتے ہی ہیسٹنگز اور اعیان مجلس نے گلوسٹر کے محافظ سلطنت ہونے کا اعلان کر دیا۔ اس وقت تک گلوسٹر کا طرز عمل بہت اچھا رہا تھا۔ لوگوں نے تپاک سے استقبال کیا اور روال رسیدہ وڈویلوں سے کوئی حاصل ہمدردی ظاہر نہ کی گئی۔

رچرڈ نے ۴ مئی کو اہرام سلطنت اپنے ہاتھ میں لیا۔ تاج پوشی کی تاریخ ۲۲ اور پارلیمنٹ کا انعقاد ۲۵ جون کو قرار پایا تھا لیکن اسی عرصے میں رچرڈ نے ایک قدم اور آگے بڑھنے کا موقع پالیا اور بکنگھم کی رضامندی حاصل کر کے اپنی حمیت تہور میں فراہم کر لی کہ مخالفین کا قلع قمع کر سکے اور اس کے بعد اعیان مجلس پر حملہ کیا۔ یعنی ۱۳ جون کے جلسے میں جو قلعۂ لندن کے اندر منعقد ہوا تھا گلوسٹر نے یکایک ہیسٹنگز پر الزام لگایا کہ وہ وڈویل خاندان سے سازش کر رہا ہے اور

باب پنجم

اصرار کیا کہ اسے ابھی قتل کرا دیا جائے۔ ممکن ہے کہ یہ الزام کچھ اصلیت بھی رکھتا ہو۔ بہرحال اسی کے ساتھ رو تھرہم اور مورٹن قید میں ڈال دئے گئے۔ ہیسٹنگز کی داشتہ جین شور جو پہلے بادشاہ کی آشنا تھی، اس کی بھی گلوسٹر نے علانیہ فضیحت کرائی کہ غالباً خاندان وڈویل اور ہیسٹنگز کے درمیان نامہ وپیام اسی کے واسطے سے ہوتے تھے۔ ۱۶ر جون کو گلوسٹر نے ایک قدم اور آگے بڑھایا کہ بورشیئے صدر اسقف کینٹربری کو گانٹھ لیا اور اس بڈھے دنیا دار کی تنبیہ وتہدید سے ملکہ نے اپنے بچے رچرڈ کو حوالے کر دیا کہ بھائی (یعنی نوعمر بادشاہ) کے ساتھ قلعۂ لندن میں بھیجدیا جائے۔ جب سب اطمینان ہو چکا اور مخالفین یا مروا دئے گئے یا قید میں پڑ چکے تو پارلیمنٹ اور تاجپوشی ملتوی کر دی گئی اور اس کی بجائے لندن کے میر بلد کے بھائی ڈاکٹر شا نے ایک وعظ میں یہ مسئلہ اٹھایا کہ شاہ متوفی کی نسبت امیرزادی الینر ٹلر سے ہو چکی تھی لہذا الزبتھ وڈویل سے اُس کی شادی جائز نہیں تھی اور چونکہ امیر کبیر کلیرنس پر "خرابی حواس" کا جرم عائد ہوا تھا اس واسطے سلطنت کا وارث جائز کوئی ہے تو وہ امیر کبیر گلوسٹر ہے۔ یہ عجیب اعلان سنکر خواہ دعوی غلط ہو یا صحیح، حاضرین کلیسا چونک پڑے اور کوئی تائید نہ ہوی۔ مگر دو دن بعد اسی قسم کی دلیل امیر کبیر بکنگھم نے گلڈ ہال کی تقریر میں پیش کی اور اس کے اور گلوسٹر کے خیرخواہوں نے تالیاں بجائیں تو اسے جملہ حاضرین جلسہ کی تائید سمجھ لیا گیا اور بے شبہ کہی بدی کر کے، دوسرے دن بکنگھم "امرائے دولت وعلمائے ملت، اعیان واکابر عوام کے ساتھ گلوسٹر کے در دولت پر حاضر ہوا اور اس سے تاج قبول کرنے کی درخواست کی۔ اور اُس نے تھوڑی سی حیرت اور کچھ تکلف دکھا کے اسے قبول کر لیا۔ اُسی دن یا قریب زمانے میں رکورز اور گرے پونٹے فریکٹ کے مقام پر علانیہ قتل کرائے گئے اور چھبیسویں جون کو رچرڈ نے ایوانِ ویسٹ منسٹر میں اسی مرمری کرسی پر جلوس کیا جس پر جبگ ٹاوٹن سے پہلے ایڈورڈ متمکن ہوا تھا۔ اور اعلان کرایا کہ ملک کا بارث وانتخاب وہی بادشاہ ہے۔ ایڈورڈ پنجم کی بادشاہی رسمی طور پر ۲۵ر جون کو ختم ہو گئی۔

باب ششم

رچرڈ ثالث ۱۴۸۳ء تا ۱۴۸۵ء

ولادت ۱۴۵۲ء ۔ ازدواج با این نویل ۔ ۱۴۷۳ء

معاصرین ۔ اسکاٹ لینڈ ۔ جیمس ثالث

فرانس ۔ چارلس ہشتم

ارگوں و کاستیل ۔ فرڈی ننڈ و ازابلا

یہ انقلاب جس نے رچرڈ کو تخت سلطنت پر لا بٹھایا، صرف چند آدمیوں کی سازش سے عمل میں آیا تھا۔ بایں ہمہ معلوم ہوتا ہے کہ عام لوگوں میں اس سے کچھ زیادہ ناراضی نہیں پیدا ہوئی۔ ایڈورڈ پنجم کی عمر اتنی کم تھی کہ دانی طور پر اس سے کسی کو ایسا تعلق نہ ہو سکتا تھا کہ شدّ و مد سے اس کا ہوا خواہ بن جاتا۔ دوسرے بادشاہ کی طویل صعر سنی کی حکومت کی بجائے ایک نامور سپاہی اور تجربہ کار متظم کے زمام سلطنت ہاتھ میں لینے کے فوائد اتنے صریحی تھے کہ دنیا داروں کی نظر سے چھپے نہ رہ سکتے تھے اور رچرڈ بھی خوب جانتا تھا کہ اپنے طرفدار بنانے کے لئے اس سے زیادہ مفید مطلب ہوگا۔ چنانچہ اپنے مختصر عہد حکومت میں داد رسی

ماہ ستمبر

اور اخلاق عامہ کی درستی میں اس نے ہمیشہ بہت مستعدی اور سختی سے کام لیا۔
سب سے پہلے تو نئے فرماں روا نے رفیقوں کو انعام اکرام سے نوازا۔ بکنگھم* وزیر جنگ کے منصب پر سرفراز ہوا اور تھوڑے ہی دن بعد خاندانِ بوہن کی جاگیر میں جو ورثہ ہینری چہارم کی اولاد کو ملا تھا (دیکھو صفحہ ۲۷۹) اس کا بڑا حصہ بکنگھم کو دلوا دیا۔ اسٹینلی محلسرا میں نواب خانساماں کی خدمت پر بحال رہا۔ ہاورڈ کو بڑھا کے نارفک کا امیر کبیر اور سپہ سالارِ اعظم بنا دیا گیا۔ پرجرڈ نے دوسرا کام یہ کیا کہ اُن علاقوں میں جہاں لوگ اسے زیادہ نہ جانتے تھے، دورہ کیا تاکہ تمثال میں اس کی نسبت جو حُسنِ عقیدت تھی، وہی اثر دوسروں پر قائم ہو جائے۔ چنانچہ لندن سے وہ اور اس کی ملکہ اسفرڈ، وُڈاسٹاک، گلوسٹر، ورسٹر اور وارک گئے اور وہاں سے شمال کی طرف مڑ کر لیسٹر، ناٹنگھم اور پونتے فریکٹ سے یارک تک سیاحت کی۔ یارک میں ۸ ستمبر کو تاج پوشی کی رسم دوبارہ ادا کر کے دوستوں کا دل خوش کیا۔ مجموعی طور پر سفر کا بہت اچھا اثر ہوا خصوصاً اس بات کا، کہ لوگوں نے جو نقد نذرانے پیش کئے تھے، بادشاہ نے انھیں قبول نہیں کیا۔
مگر یقین کیا جاتا ہے کہ اسی سفر کے دوران میں ایک جرم کا ارتکاب کیا گیا

* بکنگھم (= خاندان اسٹیفرڈ) کا شجرہ
ایڈمنڈ (امیر اسٹیفرڈ روحِ این نہیسہ ایڈورڈ ثالث

ہمفری (پہلا شہزادہ بکنگھم)

ہمفری (امیر اسٹیفرڈ) — سر ہیری اسٹیفرڈ (زوجِ مارگریٹ بوفرٹ مادر ہیری ہفتم، دوسرے شوہر سے)
ہینڈلی (شہزادہ بکنگھم)
ایڈورڈ (")

باب ششم

قتل شہزادگان

جس نے بالآخر رچرڈ کی سلطنت چھوادی۔ واضح رہے کہ معزولی کے بعد سے ایڈورڈ اور اس کا بھائی رچرڈ، قلعۂ لندن میں محبوس اور نگاہ عام سے محجوب تھے۔ مگر اب یہ افواہ پھیلی کہ وہ مار ڈالے گئے۔ اس کی تحقیق کا کوئی ذریعہ نہ تھا اور سالہا سال یہ معاملہ پُر اسرار بنا رہا آج تک یہ گتھی پوری طرح نہیں سُلجھ سکی تاہم اتنا یقینی ہے کہ ۱۴۸۳ء میں اُن کے قتل کی افواہ کو لوگوں نے صحیح سمجھا، اگرچہ تفصیل کا کسی کو علم نہ تھا۔ تا آنکہ ۱۵۰۲ء میں سر جیمس ٹیرل نے اقبال کیا کہ شاہ رچرڈ کی سیاحت کے زمانے میں اُسے اور دو نوکروں کو حکم ملا کہ ان بچوں کا گلا گھونٹ کے حصیہ طور سے کہیں دفن کر دیا جائے۔ ان دو نوکروں میں سے ایک (دسمی فورلیسٹ) اس اقبال جرم کے وقت موت ہو چکا تھا مگر دوسرے (جینی ڈای ٹن) نے تصدیق کی۔ خود ٹیرل اقبال جرم کے وقت ایک اور جرم کی سزا میں ماخوذ ہوا اور گستی قرار پا چکا تھا۔ اس قول کی تصدیق مزید عرصۂ دراز کے بعد ۱۶۷۴ء میں ہوئی جب کہ دو بچوں کے آمدہوئے جو ان دو شہزادوں کے مدت قامت کے مطابق تھے۔

ٹیرل کے بیان کے مطابق یہ قتل اگست ۱۴۸۳ء کے وسط میں ہوا۔ مگر اس تاریخ سے بھی پہلے رچرڈ کو تخت سے اتارنے کی ایک وسیع سازش شروع ہو گئی تھی۔ اس کا بانی مبانی جان مورٹن (استف ایلی) تھا۔ اسے ہیسٹنگز کی دوستی کی بنا پر گرفتار کر کے بکنگھم کی تحویل میں دے دیا گیا تھا مگر اسی کو اس ذہین یاوری نے اتنا دوست بنا لیا کہ وہ رچرڈ کے استیصال کی سازش میں شریک ہو گیا۔ ان کا شروع میں منصوبہ یہ تھا کہ ایڈورڈ پنجم کو از سر نو تخت پر بٹھایا جائے مگر اس کے قتل کی اطلاع سنکر یہ رائے بدل گئی اور اب مورٹن نے بکنگھم کو بالکل ایک نئی گروہ بندی پر آمادہ کر لیا ایڈورڈ رچرڈ کے مرنے سے جاندان یارک کی وارث الزبیتھ (بہت ایڈورڈ چہارم) ہو گئی۔ مورٹن نے تجویز کی کہ اس کا ہینری ٹیوڈر سے عقد کر دیا جائے۔ چنانچہ دونوں کی ماؤں سے نامہ و پیام شروع ہوئے اور خود ہینری نے بھی رضامندی ظاہر کی۔ اور ایڈورڈ ڈوویل کی مدد سے برتیانی میں ایک لشکر مرتب کیا کہ ۱۸ اکتوبر کو انگلستان میں جا اُترے اور اُدھر اسی تاریخ

باب ششم

بکنگھم اور مورٹن میں علم بغاوت بلند کر دیں۔ آخر میں قرار پایا کہ اسی روز نیوبری، اکزبیٹر وغیرہ چار بستیوں میں بیک وقت ہنگامہ کرا دیا جائے کہ رچرڈ دشمنوں کی کثرت دیکھ کر گھبرا اٹھے، اور بکنگھم اپنے ویلزی رفیقوں کو لے کے سیورن کے پار اُتر جائے اور وہاں اس تحریک میں تنظیم و ترتیب پیدا کرے۔

تجویز تو بہت اچھی تھی مگر موسم کی نامساعدت کا کافی لحاظ نہیں رکھا گیا تھا۔

سازش کی ناکامی

چنانچہ ماہ و باراں کے بے موقع طوفان نے سارا منصوبہ بقش بر آب کر دیا۔ رہ و بار انگلستان میں اس زور کی آندھی چلی کہ ہینری (ریچ فنڈ) کا بیڑا پراگندہ ہو گیا اور وہ ایک جہاز کے ساتھ پول پر پہنچا تو ساحل پر ہر طرف پہرہ لگا ہوا پایا۔ اُدھر سیورن میں ایسی طغیانی آئی کہ مدت سے کبھی نہ آئی تھی اور ندی اترے کے تمام مقامات بے کار ہو گئے۔ اسی لئے یہ طغیانی بہت دن تک بکنگھم کا بڑا سیلاب کہلاتی رہی۔ یوں یہ یا تو شاہی فوج کا پہرا تھا یا تڑوا دئے گئے تھے۔ لہذا بکنگھم ندی عبور نہ کر سکا اور اس کے سپاہیوں کو رسد میسر نہ آئی تو وہ بہت جلد دوار ہو گئے اس طرح انگلستان کی معاونت کو کافی مدد نہ ملی اور وہ ٹھٹھر کے رہ گئی۔ بغاوت کے سرغنہ سراسیمہ ہو کر پناہ ڈھونڈتے پھرے اور بھیس بدل بدل کر بھاگے۔ مورٹن کی تقدیر اچھی تھی کہ فلینڈرس پہنچ گیا لیکن بکنگھم کو ایک معتمد علیہ نوکر رالف بنا سٹرڈ نے دغا سے پکڑوا دیا اور وہ سالسبری کے مقام پر بلا تاخیر قتل کرا دیا گیا۔ اس کا منصب وزارت امبراسٹینلی کو عطا ہوا۔

اس خوش قسمتی پر رچرڈ بہت شاد تھا اور میلاد مسیح بڑی دھوم دھام سے منا کر جنوری ۱۴۸۴ء میں اس نے پارلیمنٹ منعقد کی۔ صدر نشین سر ولیم کیٹس بی کو بنایا جس سے مسٹنگر کو بگڑ آیا تھا۔ پارلیمنٹ نے وہ درخواست باضابطہ منظور کی جس میں رچرڈ سے تخت نشینی کی استدعا کی گئی تھی اور اسے پارلیمنٹ کے ایک قانون کی صورت میں مرتب کر دیا۔ بکنگھم، ہینری (رچمنڈ)، ڈورسٹ، مورٹن، بیم برک اور ۹۵ اشخاص کے خلاف "خرابی خوں" کا حکم صادر ہوا۔ لیکن اسی کے ساتھ کئی مفید قوانین تیار کئے گئے جن میں سب سے اہم نذرانہ (Beneudeuce) کی امتناع کا قانون تھا۔ انہیں جدید قانون نے "بدعی اور خلاف قانون بدعت" قرار دیا۔ ارکان سے رچرڈ کے

باب ستم

اکلوتے بچے ایڈورڈ کی جانشینی کا بھی حلف لیا گیا تھا مگر رچرڈ کی بدقسمتی سے وہ اسی سال (۸ سال کی عمر میں) مر گیا اور مایوکو لاولد کر گیا۔ تب رچرڈ نے پہلے امیر کیمبرکلیرنس کے بیٹے اور اپنے بڑے بھتیجے ایڈورڈ دلپلانٹاجینیٹ کو اپنا جانشین مقرر کیا اور اس کے مرجانے کی صورت میں حق وراثت اپنی بہن کے فرزند اکبر یعنی جان ڈلاپول[1] امیر لنکن کو عطا کیا۔

۱۴۸۴ء کا زیادہ زمانہ رچرڈ نے انہی تدابیر میں گزارا کہ ہینری ٹیوڈر کو آئندہ بھی انگلستان میں گھسنے کا موقع نہ ملے۔ اس نے بڑی چالاکی یہ کی کہ والی برتیانی سے فرانس کے مقابلے میں مدد دینے کا وعدہ کر کے اُسے دوست بنا لیا اور اسی طرح اسکاٹ لینڈ کے شہزادہ آلبنی کا ساتھ چھوڑ کر وہاں کے بادشاہ جیمس ثالث سے رشتۂ مودت قایم کیا۔ پاپائے روما کے پاس بھی سفارت بھیجی اور وعدہ کیا کہ "رومی مقتدا اماں دیں کی وہی دلی اور غیر مشروط فرمانبرداری کی جایا کرے گی جسی چاہئے

---

[1] شجرۂ خاندان دی لاپول

ولیم دی لاپول (رئیس کنگسٹن اپان ہل)

مائیکل دی لاپول

(امیر سفک۔ اریر رچرڈ ثانی)

مائیکل (دوسرا امیر سفک)

مائیکل (تیسرا امیر) — ولیم (امیر کیمبرسفک و رہیبری تستم)

جان (امیر کیمبرسفک روج الزبیتھ و اہر ایڈورڈ چہارم)

جان (امیر لنکن) — ایڈمنڈ (امیر کیمبرسفک) — چرڈ دی لاپول

(مذکور متن)

باب ششم

اور جیسی قدیم شاہانِ انگلستان کرتے رہے ہیں"۔ یہ کارروائی شاہ جان کے طریق عمل سے مماثلت رکھتی ہے۔ بہرحال، ان کوششوں میں کسی حد تک کامیابی ہوئی خصوصاً والی برتانی کا مدار المہام تیار ہوگیا کہ ہینری کو جال سے گرفتار کر کے رچرڈ کے حوالے کر دیا جائے۔ لیکن ہینری کو پہلے سے خبر مل گئی اور وہ بھیس بدل کے فرانس پہنچا جہاں اس کی خوب آؤ بھگت ہوئی۔ اور خود والیٔ برتانی نے دوسرے انگریز تارکانِ وطن کو روپیہ دیا کہ وہ بھی ہینری کے پاس بھیج جائیں۔

ہینری کی سازش

اِدھر دوسرے ذرایع سے بھی ہینری کو مزید قوت پہنچی۔ انگلستان سے وایس آتے ہی اس نے برتانی میں ڈورسٹ، ایڈورڈ ووڈ ویل، ایڈورڈ پونگز وغیرہ رفیقوں کو جمع کیا اور قسم کھائی کہ میں الز بتھ (دیارکی) سے شادی کروں گا۔ اور اُن سے قسم لی کہ اُس کے وفادار اور باہم دوست رہیں گے۔ اسی کے ساتھ بالاتفاق طے ہوا کہ انگلستان پر دوبارہ لشکر کشی کی جائے برتانی سے اُس کا اخراج بھی اس مقصد میں حارج نہ ہو سکتا تھا بلکہ فرانس سے اور زیادہ مدد ملنے کے موقعے موجود تھے اور سری تانی کی طرح وانس کو تاہِ انگلستان رُعب جما کے ہنری کا ساتھ چھوڑ دینے پر مجبور کر سکتا تھا۔

ان حالات نے رچرڈ کی یورپیانیاں کم نہ ہونے دیں اور وہ اپنی تیاریوں میں مصروف رہا۔ بیڑے کی درستی کی تمام بڑے راستوں پر بیس بیس میل کے فاصلے سے سواروں کی ڈاک بٹھائی کہ دو سو میل تک دو دن میں خط پہنچ جائیں ۱۱۹۴ء انہی میں اس نے بوہ ملکہ (مارگریٹ) سے صلح صفائی کی کوشش بھی کی اور اُس کی بیوی این مری تو الز بتھ سے خود شادی کرنے کی تجویز کی کہ ہینری ٹیوڈر کی یہ چال بھی چلنے نہ پائے۔ مگر کہ این ابھی اپنی طویل بیماری میں پڑی ہی رہی تھی کہ غالباً اس نے الز بتھ سے شادی کے پیام سلام شروع کر دیئے۔ عجیب تر یہ کہ اس بات کی بعض شہادتیں موجود ہیں کہ خود الز بتھ اس تجویز کے خلاف نہ تھی اور اُس کی دنیا سازماں نے یقیناً اس پر غور کرنے کی کچھ آمادگی بھی ظاہر کی تھی۔ لیکن رچرڈ کے مشیروں کے کان تک یہ خبر پہنچی تو انھوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ ایسی شادی کو لوگ سخت مضحکہ سمجھیں گے اس کا خیال بھی دل میں نہ لایا جائے۔ چنانچہ رچرڈ نے یہ خیال ترک کر دیا اور

مارچ ستم

لندن کے میر بلد وغیرہ چند عمائد کو بلا کر بقسم یقین دلایا کہ ایسا کام کرنے کا کبھی ارادہ نہیں کیا گیا تھا۔

ہنیری کے ساتھی

اس عرصے میں ہنیری (ٹیوڈر) تقریباً تیار ہو چکا تھا۔ چارلس ہشتم (شاہ فرانس) کے وزیروں کی مدد سے سیئن کے دہانے پر اس نے ایک چھوٹا سا بیڑا جمع کیا اور ایک مختصر فوج بھی مرتب کر لی جس میں ڈورسٹ کے سوا سب رفیق موجود تھے۔ ڈورسٹ کو اس کی ماں کے اثر نے اس مہم سے الگ کرا لیا تھا۔ مگر نئے ساتھیوں میں فوکس اور جان ڈویر قابل ذکر ہیں کہ پہلا تو ایک لائق یادری تھا جس نے آیندہ انگلستان میں بڑے بڑے کام کئے اور دوسرا امیر اسفرڈ تھا جو ہینمز کے زندان سے بھاگا اور بہت سے سپاہی اپنے ہمراہ لایا تھا۔ رچرڈ کا ان تیاریوں سے خبردار ہو جانا فطرۃً لازمی تھا۔ اور جب اسے معلوم ہوا کہ ہنیری، ہارفلر آگیا اور رودبار عبور کرنے والا ہے تو اس نے ایک اعلان کیا جس میں ہنری کو ماں اور باپ دونوں کی طرف سے حرامی بتا کر تخت و تاج سے بالکل بے حق بتایا کیا اور اسے اور اس کے ساتھیوں کو ہر قسم کے جرائم اور غداری کا مجرم قرار دیا خصوصاً اس ارادے کا کہ فرانس کی مدد کے عوض میں کالے اہل فرانس کے حوالے کر دیا جائے۔ بادشاہ نے اپنے دولتمند خیرخواہوں سے روپیہ قرض طلب کیا اور وعدہ کیا کہ ڈیڑھ سال کے اندر یہ روپیہ ادا کر دیا جائے گا۔ یہ نا سمجھ آکر امرا اور شرفا کو حکم بھیجا کہ ہنیری ٹیوڈر کے انگلستان پہنچنے کی خبر سنتے ہی اپنی اپنی جمعیت کے ساتھ شاہی لشکر میں آجائیں لیکن اسی مانے میں اتنے آدمی ترک رفاقت کر چکے تھے کہ رچرڈ کو ہر روز ہر وقت خوف لگا رہتا تھا اور سب سے بڑھ کر وہ امیر اسٹینلی اور اس کے بھائی ولیم اسٹینلی (حاجب و بلر) کی طرف سے اندیشہ مند تھا کہ کہیں یہ امر مارگریٹ کا شوہر ہونے کے باعث، ہنیری ٹیوڈر کا طرفدار نہ ہو جائے۔ مگر اسٹینلی ایسا ماداں ریاست داں نہ تھا کہ قبل از وقت ایسے فریق کی حمایت اختیار کرتا جس کی کامیابی یقینی نہ تھی اور جس کا ساتھ دینے میں اس کی کثیر مال و متاع اور خاندان معرض خطر میں پڑ جاتا۔ چنانچہ ابھی اس نے کان تک نہ ہلایا اور اسے اور اس کے بھائی کو شمالی ویلز،

باب ششم

چیشیر اور لینکاشر کی حفاظت تفویض کی گئی۔

پہلی اگست کو ہینری نے ہارفلیر سے لنگر اٹھائے اور ساتویں تاریخ ملفرڈ ہیون میں انگلستان کے ساحل پر اترا تو ہر طرف پرانے رفیق و خیر خواہ موجود تھے۔ اس کے ہمراہ دو ہزار جوان آئے تھے لیکن جیسپر ٹیوڈر کی معیت کی بدولت اہل ویلز جوق جوق جمع ہونے لگے اور لشکر کی تعداد بڑھ گئی۔ وسطی ویلز سے آہستہ آہستہ گزر کے وہ شروزبری پہنچا اور وہاں سے خط سیورن کو عبور کر گیا مگر ولیم اسٹینلی کا قلع قمع کرنے کی بجائے ناطرفداری کی روش اختیار کئے رہا۔ یہ لشکر رجوڈ بہت گھبرایا اور اسٹینلی کو ناٹنگھم میں طلب کیا لیکن اس نے واپس آنے کی بجائے اپنے فرزند جارج کو بھیجدیا اور بادشاہ نے اسے بطور یرغمال نظر بند رکھا کہ اسٹینلی کوئی سرتابی نہ کرے یا سکے۔ چنانچہ یہ دونوں بھائی چار و ناچار بادشاہ کے وفادار بنے رہے اور ناٹنگھم کی طرف لشکر لے کر چلے بھی تو ہینری کی فوج سے کافی فاصلے پر رہے کہ اس پر ہینری کی رفاقت کا گماں نہ ہو۔ اسی طرح ہینری، جس کے عقب میں دونوں اسٹینلی آرہے تھے، لیسٹر فیلڈ کے راستے بڑھا اور ادھر رچرڈ، لیسٹر آیا جہاں دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابلے میں آگئے۔ ہینری نے اسٹینلیوں سے خفیہ ملاقات کی اور مطمئن ہو گیا کہ آئندہ جنگ میں وہ اسی کا ساتھ دیں گے۔

معرکۂ بوس ورتھ

اب ہینری کی ہمت مضبوط ہو گئی۔ اس کی فوج تعداد میں پانچ ہزار اور رچرڈ کے لشکر سے تقریباً آدھی اور لڑائی کی رات چار میل کے فاصلے پر تھی۔ لیکن اس کی فوج کے علاوہ پانچ ہزار سپاہی اسٹینلی کے تحت میں لشکر شاہی کے قریب مقیم تھے۔ اور تین ہزار دوسرے اسٹینلی (سر ولیم) کی زیر قیادت ہینری کے دوسرے بازو پر اس سے نزدیک تر پڑے تھے جو ظاہر میں بادشاہ کے ساتھ لیکن حقیقت میں ہینری کے موید تھے۔ رچرڈ کے ہمرکاب ربیٹ کلف، جیمس ٹیرل وغیرہ وفادار عمائد کے علاوہ امیر کبیر نارفک اس کے بیٹے امیر سرے اور امیر ناتھمبرلینڈ کی جمعیتیں تھیں۔ صبح ہوئی تو بوس ورتھ کی منڈی سے تقریباً تین میل جنوب مشرق کی جانب میدان ایڈمور میں معرکہ پڑا۔ شروع میں ہینری ایک دلدل اور نالے کے بیچ میں بہت محفوظ جگہ پر تھا لیکن حملہ کرنے

باب ستم

آگے بڑھ آیا اور دلدل کی حد سے نکلتے ہی رچرڈ نے فوج کو حکم دیا کہ اس پر یورش کی جائے۔ رچرڈ کا ہر طرح پلہ بھاری تھا کہ بڑے اشیلی شاہی رفاقت کا بھس اتار کے علانیہ امیر اسفرڈ کی پشتیبانی کرنے لگا اور ولیم اسٹینلی ہینری کی مدد کے لئے دوڑ پڑا جس پر رچرڈ نے بذات خود اس تندت سے حملہ کیا تھا کہ ہینری کے سپاہی اپنے آقا کی زندگی سے ناامید ہو گئے تھے۔ ادھر امیر نارتھمبرلینڈ جیسا کہ خاندان لینکاسٹر کے ایک فرد سے توقع تھی، اپنی جمعیت کو جنگ سے الگ رکھا۔ نارفک مارا گیا۔ سرے قید ہو گیا اور لڑائی کا سارا بوجھ بادشاہ پر آپڑا۔ رچرڈ نے بھاگنا قابل عار سمجھا اور گھر کر کمال غیظ و غضب کے عالم میں لڑتا رہا۔ آخر بہت سے زخموں سے مجروح ہو کر مُردہ گرا اور ولیم اسٹینلی نے وہی تاج جو وہ میدان جنگ میں پہن کر آیا تھا، اُتار کر اس کے حریف کے سر پر رکھ دیا۔

رچرڈ کی موت

مشہور واقعات

(✕)

شہزادوں کا قتل ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۴۸۳ء

بکنگھم کی بغاوت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۴۸۳ء

تمت

صحت نامہ

تاریخ انگلستان حصہ اوّل (رسم)

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۵	۱۲	کئی سال	کئی سو سال
۶	۱	حاص	حاصی
۶	۱	اور لسبتہً	ان نسبتہً
۷	۵	رمائں	رہائں
۷	۷	سو رستاں پر	سوئزرستاں میں
۷	۸	کے	کہ
۸	۱۶	مسلم	سلح
۹	۱۸	تاہم	عموماً
۱۰	۱۶	اور یاتک	ادریاتک
۱۱	۸	کینیٹ	کیبٹ
۱۲	۱۵	محدود بر سمندر	محدود سمندر
۱۲	۲۰	کہ	کیونکہ
۱۵	۹	رہے	رہتے
۱۵	۲۱	فرقص	رقص
۲۷	۸	آزادہ روی	آزاد روی
۳۵	۱۸	سٹ کال	سینٹ کال
۳۶	۱۱	علیہ السلام	علیہ السلام
〃	۱۳	اتھل	اتھل
۳۷	۹	کنیٹ	لیٹ
۳۸	۵	جیسیٹر	جیٹر
〃	۱۴	کیٹر ری	کیٹر ری
〃	۲۴	مطر	لطر
۳۹	۷	کیبٹ	کیبٹ
〃	۱۶	سحیدہ	سحیدہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۹۱	۲۱/۲	ولس	والس
۲۹۶	۱۹	ایڈورد	ایڈورڈ
۳۲۱	۲۴	سمار	سوار
۳۳۵	۲۱	ناکہانی	ناگہانی
۳۵۲	۱	ایڈورد ثالث	ایڈورڈ ثالث
۳۵۵	۱۷	اوکسفورڈ	آکسفرڈ
۳۵۷	۱۹	شیعیہ	شیفتہ
۳۵۸	۸	اوف گوٹ	آف گوٹ
۳۷۷	۱	جیووا	جیوا
۳۷۹	۲۳	سائی	سائی
۴۰۸	۸	تحیل	تحیل
〃	۲۱	تلیع	تلیع
۴۱۰	۲۳	مارسڈی	مارسڈی
۴۱۱	۷	تیرامدار	تیرامدار
〃	۲	ہینری لو	ہیری کو
〃	۲۴	کمبرج	کیمرج

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۱۹	۱۵	تفریق	تفریق
۴۲۲	۱۳	یرتانی	برتانی
۴۵۰	۲۱	مورمر	مورٹمر
۴۵۶	۲۳	تنکل	متکل
۴۶۲	۸	ایڈورد	ایڈورڈ
۴۶۷	۱۴	یادستاہ	یادشاہ
۴۷۵	۲۳	طوریریر	طوریر
۴۷۷	۹	گی	کی
۴۸۰	۲	عہ	عمر
۴۸۳	۱۳	رچرڈ	رچرڈ
〃	۱۶	لوس ورتھ	لوس ورتھ
نقطہ ٹائٹل کے بعد		رومانی	رومی
نقطہ حصہ اول کے ٹائٹل کے بعد		و	اور
〃	〃	حنگلات	حنگل
〃	〃	تائے گئے ہیں	دکھائی گئی